

فیوض البیاری

فیض

صحیح البخاری

کتاب الجہاد

قدس سرہ العزیز

امیر اہلسنہ حضرت

علامہ سید محمود احمد رضوی

امیر شیخ الحدیث مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور



شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف کتبچہ بخش روڈ لاہور پاکستان

وَمَا أَكْبَرُ إِلَهِكَ إِلَّا هُوَ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ عَنِ اللَّهِ
 احادیث نبویہ کا مجموعہ مقبول فی ذیل قرآن مجید ص ۱۰۰
 امام الدنیا امیر المؤمنین فی الحدیث راسل الحدیث اساتذہ الحفاظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی
 قیس بن ابی ہریرہ الباری کی تالیف صحیح البخاری کا ریس ادو ترجمہ اور مختصر شرح

فیوض الباری

فی بیروت

صحیح البخاری

حصہ ہفتم

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ رضوان، داتا دیار روڈ، لاہور

مختصر فہرست مضامین فیوض الباری شرح صحیح البخاری پارہ ہفتم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶	باب ذوالخلیفہ میں پہنچ کر اشعار اور تقلید کرے۔ الخ	۱۳	باب مزولط میں در نمازوں کو ملا کر پڑھنا	۳	باب عقی میں تمان کے متعلق
۲۷	باب قربانی کے جانور کے لئے ہار بنانا	۱۴	باب مغرب و عشاء میں ملا کر پڑھنا	۴	باب عرفہ کے روزہ کے متعلق
۲۸	باب قربانی کے جانور کو اشعار کرنا	۱۵	باب ہرنار کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان پڑھنا	۵	باب عقی میں سے دانگی کے وقت تکیر کرنا۔
۲۹	باب جس نے اپنے ہاتھ سے ہار بنائے	۱۶	باب عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ رات کو بھی بچھ دینا	۶	باب عرفہ کے روزہ کو رانہ ہونا۔
۳۰	باب ہار بنانا	۱۷	باب نماز فجر میں مزدلفہ کا وقت	۷	باب عرفات کا وقت
۳۱	باب قربانی کے جانور کی جھول کے متعلق	۱۸	باب نماز فجر میں مزدلفہ کا وقت	۸	باب عرفات میں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھنا
۳۲	باب راستہ میں قربانی کا جانور خریدنا اور اس کو ہار بنانا	۱۹	باب دس ذوالحجہ صبح کو تکیر کہتے رہنا۔	۹	باب عرفات میں غلط پڑھنا
۳۳	باب اپنی عورتوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے ذبیح کرنا۔	۲۰	باب آیت نما استسنا میں الھدی کی تفسیر	۱۰	باب عرفات میں ٹھہرنے کے لئے جلدی کرنا
۳۴	باب شئی میں جہاں حضور نے ٹھہری وہیں ٹھہرنا۔	۲۱	باب قربانی کے جانور پر سوار ہونا	۱۱	باب وقوف عرفات کے بیان میں
۳۵	باب اپنے ہاتھ سے نحر کرنا	۲۲	باب جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے	۱۲	باب عرفات سے واپسی کے بیان میں
۳۶	باب اونٹ کو باندھ کر ذبح کرنا	۲۳	باب حج کے افعال کا بیان	۱۳	باب عرفات اور مزدلفہ کے درمیان آ کرنا
۳۷	باب اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کرنا	۲۴	باب حج کو جاتے ہوئے راستہ میں جانور خریدنا	۱۴	باب عرفات سے واپسی کے متعلق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	پرتیبہ سنگھ کھڑا ہو۔ پچھلے امداد سے جرے کے پاس دما کے لئے اٹھ اٹھا	باب	باب ۳۱ ری کی یا قربانی سے پیلے بھول کر یا منہ نہ جاننے کی وجہ سے سر نہ دیا ری کے مسائل	۳۳	باب تصاب کو مڑی میں قربانی کی چیز نہ دینا۔ باب قربانی کے جانوروں کی جھولیں عزت
۳۸	پیلے دو جروں کے پاس دما کرنا جرہ عقبہ کی ری کے مسائل	باب	باب ۳۲ باب ۳۳ باب ۳۴ باب ۳۵ باب ۳۶ باب ۳۷ باب ۳۸ باب ۳۹ باب ۴۰ باب ۴۱ باب ۴۲ باب ۴۳ باب ۴۴ باب ۴۵ باب ۴۶ باب ۴۷ باب ۴۸ باب ۴۹ باب ۵۰ باب ۵۱ باب ۵۲ باب ۵۳ باب ۵۴ باب ۵۵	۳۲	کر دی جائیں۔ باب قربانی کی کھالی خیرات کو دی جائے باب سورہ حج کی آیت دھوکہ دیتی الخ کے متعلق
۴۹	انکھیاں مارنے کے بعد خوش رنگا اور طوطا نیرات سے قبل سر منڈوانا۔	باب	باب ۳۵ باب ۳۶ باب ۳۷ باب ۳۸ باب ۳۹ باب ۴۰ باب ۴۱ باب ۴۲ باب ۴۳ باب ۴۴ باب ۴۵ باب ۴۶ باب ۴۷ باب ۴۸ باب ۴۹ باب ۵۰ باب ۵۱ باب ۵۲ باب ۵۳ باب ۵۴ باب ۵۵	۳۵	باب قربانی کے جانور سے کیا کھائیں اور کیا صدقہ دیں۔ باب قربانی کے بعد سر منڈانا چاہیے باب احرام باندھتے وقت بالوں کو جالیہ اور احرام کھوتے وقت سر نہ دینا باب احرام کھوتے وقت بال منڈانا یا کرنا حلق و تقصیر کے مسائل باب تسبیح کرنے والا عمرہ کر کے بال کتروائے باب دسویں تاریخ کو طواف زیارت کرنا طواف زیارت کے مسائل
۵۰	طواف و دعا کا بیان طواف و دعا یعنی طواف خصت کے مسائل اگر طواف زیارت کے بعد سر نہ دھو کر چھینا جائے کوچ کے لئے نماز عصر الطبع میں پڑھنا مضبب میں اتنے کے متعلق کس میں داخل ہونے سے پیلے ذی طوی میں اڑنا حج کے دنوں میں تجارت کرنا جائز ہے مضبب سے اخیر رات میں چلنا۔ عمرہ کے بیان میں۔	باب	باب ۳۵ باب ۳۶ باب ۳۷ باب ۳۸ باب ۳۹ باب ۴۰ باب ۴۱ باب ۴۲ باب ۴۳ باب ۴۴ باب ۴۵ باب ۴۶ باب ۴۷ باب ۴۸ باب ۴۹ باب ۵۰ باب ۵۱ باب ۵۲ باب ۵۳ باب ۵۴ باب ۵۵	۳۵	باب ۳۵ باب ۳۶ باب ۳۷ باب ۳۸ باب ۳۹ باب ۴۰ باب ۴۱ باب ۴۲ باب ۴۳ باب ۴۴ باب ۴۵ باب ۴۶ باب ۴۷ باب ۴۸ باب ۴۹ باب ۵۰ باب ۵۱ باب ۵۲ باب ۵۳ باب ۵۴ باب ۵۵

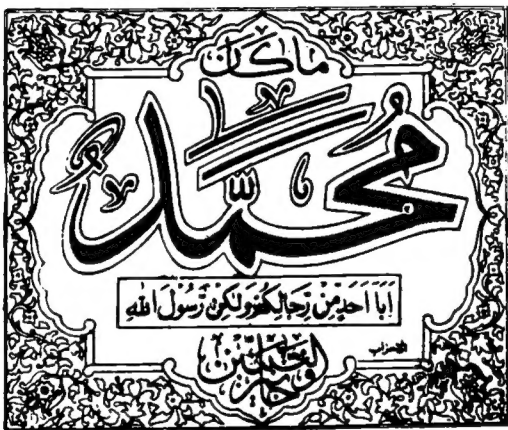
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲	باب قرآن میں نکتے ملاحظہ کریں۔	۶۳	آئے تو رات کو گھر نہ جاتے	۵۵	باب حج سے پہلے عہد کرنا
۴۳	باب آیت فلا فرشتہ	۶۴	باب شہر کے قریب پہنچنے پر سواری کو تیز کرنا۔	۵۵	عہد کے مسائل
۴۴	باب فلا فسوق	۶۵	باب سورہ بقرہ میں اشارہ رباری ہے۔ اپنے گھر میں کون کسے دروازوں سے آؤ۔	۵۶	باب حضورؐ نے کتنے عہد کئے
۴۵	باب جرم اور اس کے کفار سے بچا بیان	۶۶	باب سفر بھی ایک قسم کا غدا ہے۔	۵۷	باب ماہ رمضان میں عہد کرنا
۴۶	باب جب غیر محرم شکار کرے	۶۷	باب غدا ہے۔	۵۸	باب محرم کی رات میں یا کسی اور وقت عہد کرنا۔
۴۷	باب احرام والے لوگ شکار	۶۸	باب جب مسافر جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو اول پہنچے گھر	۵۹	باب تقسیم سے عہد کا
۴۸	باب محرم شکار کرنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے	۶۹	باب محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے متعلق	۶۰	باب عہد میں انہیں کا سونے کا پرنیزہ جن کا
۴۹	باب اگر محرم کو کوئی زندہ گوزر خونخیزے تو قبول ذکرے	۷۰	باب اگر عہد کرنے والا روکا جائے	۶۱	باب عہد کرنے والا اپنے احرام سے
۵۰	باب محرم کون سے جانور اور سکتا ہے	۷۱	باب حج سے روکے جانے کا بیان	۶۲	باب عہد کرنے والا کب فارغ ہو
۵۱	باب حرم کے درخت	۷۲	باب جب آدمی روکا جائے تو پہلے قربانی کرے پھر مرغذوائے۔	۶۳	باب عہد یا جہاد سے والس پر تو کیا کہے
۵۲	باب مکہ میں جنگ جائز نہیں	۷۳	باب اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے مھر پر قضا نہیں	۶۴	باب مکہ میں حایوں کا استقبال کرنا اورین
۵۳	باب محرم کا پکھنے لگونا	۷۴	باب آیت من کان منکم مریضاً	۶۵	باب آدمی کا ایک بلذخیر سوار ہونا
۵۴	باب بحالت احرام نکاح کرنا	۷۵	باب اس آیت میں حدیث سے مراد	۶۶	باب مسافر کا صحیح کو گھر کرنا
۵۵	باب محرم مرد عورت کے لئے کوئی خوشبو منوع ہے	۷۶	باب چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	۶۷	باب شام کو گھر کرنا
۵۶	باب محرم کو کھل کرنا جائز ہے	۷۷	باب محرم کے پاس جلی نہ ہو	۶۸	باب جب آدمی اپنے شہر میں
۵۷	باب محرم کے پاس جلی نہ ہو	۷۸	باب محرم کے پاس جلی نہ ہو		
۵۸	باب محرم کے پاس جلی نہ ہو				

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۲	باب مدینہ کا ایک نام طابہ ہے۔ باب مدینہ کے دونوں پتھر پلے میدان	۹۴	باب عورت مرد کی طرف سے ج کر سکتی ہے چج بدل کے مسائی	۸۸	باب محرم کے پاس تہبندہ ہونا ضروری نہیں لے
۱۰۴	باب جو شخص مدینہ سے نفرت کرے اس کا حکم	۹۵	عادت میں نیابت ہو سکتی ہے۔	۸۹	باب محرم کا ہتھیار بند ہونا باب حرم اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا
۱۰۵	باب ایوان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا	۹۶	باب بچوں کے جگہ متعلق باب خورد توں کا ج اور اس کے مزدوری مسائی	۹۰	باب حرم کے داخل ہونا جائز ہے۔
۱۰۶	باب اہل مدینہ سے فریب کرنے والے کا گناہ	۹۷	باب بچوں کے عودت جج کے لئے نہیں جاسکتی	۹۱	باب اگر لڑائی کی وجہ سے کوئی فیض پئے ہوئے
۱۰۷	باب مدینہ کے محلوں کے متعلق باب رجال مدینہ میں داخل نہ ہونا	۹۸	باب اگر کسی نے پیدل ج کرنے کی نذر مانی	۹۲	باب اگر عزت میں رہے
۱۰۸	باب مدینہ جو ہے آدمی کو نکال دیتا ہے۔	۹۹	باب مدینہ کے حرم کا بیان	۹۳	باب اگر مرد ہے نوا اس کو نہیں دفن
۱۱۰	باب حضور کو مدینہ کا ویران کرنا ناگوار تھا	۱۰۰	باب مدینہ حرم کے احکام	۹۴	باب اگر مرد ہے نوا اس کو نہیں دفن
۱۱۱	باب ابو ہریرہ	۱۰۱	باب مدینہ کی فضیلت کے متعلق	۹۵	باب اگر مرد ہے نوا اس کو نہیں دفن
۱۱۲	باب ابو ہریرہ	۱۰۲	باب مدینہ منورہ کو شرب کہنا منوع ہے۔	۹۶	باب اگر مرد ہے نوا اس کو نہیں دفن
۱۱۳	باب ابو ہریرہ	۱۰۳	باب مدینہ منورہ کو شرب کہنا منوع ہے۔	۹۷	باب اگر مرد ہے نوا اس کو نہیں دفن



الحمد لله رب العلمین

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم



پارہ ششم کی تفہیم و ترجمانی کے بعد پانچ جہزیم کا آغاز ہوتا ہے۔ آغاز تفہیم وہی سابقہ ہے۔ مقدور پھر کوشش کی گئی ہے کہ قدم بہ قدم آجے۔ تاہم ایک خطا کار کا لغزش کا جانا ممکن ہے۔ اہل علم کی خدمت میں استدعا ہے کہ جہاں لغزش قلم پائیں ازراہ کرم مطلع فرما: آئندہ اشاعت میں ترمیم یا تصحیح کر دی جائے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِمَنْىَ - بَابُ مَنْىٰ فِي نَسَاكَ مَقْلٍ

مداد بن عمر نے اپنے والد کے واسطے روایت کیا کہ
صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْىَ
رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
صَدَرًا مِنْ خِلَافَتِهِ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور
ابوبکر و عمر و عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) بھی اپنی خلافت کے
ابتدائی دور میں دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔

خارجی مذہب فرامی سے روایت ہے کہ حضور نے جس منیٰ
میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہماری تعداد کس وقت گزشتہ
ادوار سے بہت زیادہ تھی اور بہت محفوظ تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (منیٰ میں) دو رکعت منیٰ
نماز پڑھی اور ابوبکر و عمر کے ساتھ بھی وہی پڑھیں۔ پھر قہارے
طرے متفق ہو گئے۔ اسے کاش ان چار رکعتوں میں سے دو قبول
رکعتیں ہی میرے حصے میں ہو جیں۔ (بخاری)

ثَلَاثَ صَلَّيْنَا بِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَكْعَتَيْنِ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ آمِنُهُ بِمَنْىَ
رَكْعَتَيْنِ -

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثَلَاثَ صَلَّيْنَا
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ
رَافِعَ أَفْئِدَتِهِمَا رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ
عَنْهُ ثَلَاثَ صَلَّيْنَا تَفَرَّقَتْ بَيْنَهُمَا الطَّرِيقُ
قَطْعِي مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَتَيْنِ مُتَقَبِّلَتَانِ

منیٰ میں جب حاجی قیام کرے گا تو چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا۔ کیونکہ سفر میں دو ہی
پڑھنی چاہئیں۔ ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ
عنہم سب کا معمول یہی تھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دور خلافت میں پوری چار رکعت پڑھی ہے۔
اصل میں سفر میں چار رکعت کی دو رکعت پڑھنا احناف کے یہاں واجب ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ چار
لے بھائے دو رکعت ہی پڑھائی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اور
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ابتدائی دور خلافت میں ہمیشہ دو ہی رکعت پڑھائیں۔ اگر یہ ضروری نہیں تھا کہ چار رکعتوں کے بجائے دو
رکعت پڑھی جاتے۔ تو پھر اس پر اس پابندی کے ساتھ عمل نہ ہوتا۔ مسافر کی نماز کے متعلق پوری بحث فیوض الباری حصہ سوم صفحہ ۲۱۱،
فیوض الباری حصہ چہارم صفحہ ۱۵۷ میں چرچل ہے۔

بَابُ صَوْمِ عَزْفَةٍ - بَابُ عَزْفِ دَنٍ كَا رَوْزِ

جب اہم فضل فرمائی ہیں کہ روزہ کے دن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق شہ ہوا۔ اس لیے میں نے بخیر
بڑی دودھ حاضر کیا۔ فَشَرِبْتُ (جسے آپ نے نوش فرمایا) جس سے معلوم ہوا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ عَزْفِ دَنٍ
کے متعلق احادیث سے یہی واضح ہوا ہے کہ نہ رکھا جائے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور نے صِدْقِ ابْنِ ابْرَہْمَ غَدَقِیْ اَہْلِمَ دُشَانِ جَسِیْ فِی شَہْرِ
رَعْنَمِ نے یہ روزہ نہیں رکھا۔ دیکھ بھی یہ روزہ نہ رکھا جانتے تو بہتر ہے۔

لدی کر میں کہ حجاج ابن عمر کی طوت دیکھنے لگا۔ اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا سلام تمہیک کہتے ہیں (بخاری)

فی الزکوٰۃ مسائل | یوم عرفہ فتنہ فدا الحج کی نویں تاریخ۔ بالترتیب ساتویں ذوق کے لئے تسعہ سے ٹکڑا کر وہ تمام ہے جو مردان کی طوت سے عمار کا گزرتھا ۳۴، اس حدیث سے واضح ہوا کہ روز نمازیں جلدی کا مانت ہے یعنی ٹہر کا طوت میں پڑھنا پھر اس کے فوراً بعد سلام کے بعد عصر پڑھنا ۴۵، یہ کو عرفات میں دوپہر کے بعد ٹہر پڑھنا ہے۔ دھاریہ کو وقت کے لئے قسطن کرنا منہن ہے۔

منیٰ کی روانگی و وقوف عرفہ کے ضروری مسائل | واضح ہو کہ تمام حاجی مفرد ہوں یا متمتع یا قارن۔ منیٰ جانے کے وقت منیٰ کی روانگی | منیٰ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ منیٰ تک کہ کر رہیں۔ اس کے دوران قیام کو جن قدر عماریں نفل طوات بغیر اضطرار و دل و شی کے کرتے رہیں۔ اور طوات کے ہر ساتہ دوروں کے بعد مقارن ہوا ہی ہو۔

منیٰ کی روانگی | یوم النحر و یومہ یعنی ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو جس نے احرام نہ باندھا ہو۔ غسل کر کے احرام باندھ لے اس کے بعد کہہ مخبر کا طوات کر کے دو گنا ادا کرے۔ پھر دو رکعت سنت احرام پڑھ کر حج کی نیت کرے۔ اور

ایک کہے۔ بعد طلوع آفتاب منیٰ کو روانہ ہو۔ اگر آفتاب نکلنے سے پہلے ہی چلا گیا۔ جب بھی جائز ہے اور ذوال کے بعد بھی جاسکتا ہے۔ مگر ٹہر کی قدر منیٰ میں پڑے۔ اور ہو سکے تو پیدل منیٰ کو روانہ ہو۔ راستہ میں جو ایک دو دعاؤں کو یاد کر لے۔ کہ منیٰ میں ٹہر و عصر و مغرب و عشاء اور نویں فدا الحج کی فجر یہ پانچ نمازیں مسجد خیف میں پڑھی جائیں۔ شب روز صلی میں دو کہ ہلات۔ جاگ کر صبح کی جائے تو بڑی سادہ ہے۔ صبح کو منیٰ میں منتخب وقت نماز فجر پڑھ کر ایک دو دعاؤں کو یاد کر لے۔ اور وہ شریف میں مشغول رہئے حتیٰ کہ آفتاب کہہ خیر پر کہ مسجد خیف کے سامنے نمودار ہو۔ تو اب یعنی یوم النحر تو بیچہ ذال

یوم الحج اور عرفات کو روانگی | اکثر روز عرفات میں اس پہاڑ کے پاس جہاں جگے آ رہے جب دوپہر تربائے شمل کو

از سنت مکرر ہے اور نہ ہو سکے تو صرف و حضور و دوپہر پڑھتے ہی بکھ اس سے پہلے مسجد النورہ پاؤ۔ سنتیں پڑھ کر خطبہ سے کلام کے ساتھ ٹہر پڑھو۔ اس کے بعد بے وقت عصر پڑھو۔ بیچ میں سلام و کلام تو کیا معنی سنتیں بھی پڑھو۔ اور بعد عصر بھی نفل نہیں پڑھو۔ عصر پڑھنا بھی جائز ہے۔ کہ نمازیں اسلام پڑھ لے یا اس کا نائب۔ جس نے ٹہر کیلئے اپنی

خاص جامعہ سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بطریق عرفہ کے مساعرات میں جہاں چاہے ٹہر لے لے ہیں۔ موقوف یعنی وہ جگہ کہ نماز کے بعد مغرب آفتاب نکلے گا کہ اسے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے۔ روز نہ ہو پاؤ۔ اور نکلے ہو تو از نیل پر کہ سنت بھی ہے فضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبل رحمت کے قریب جہاں یاد تھرا کا فرش ہے۔ روئے اللہ امام

نہیں روز عرفات میں حرم کے اندر میں سے ایک اندر ہے جہنم کو بھیج کر وقت میں کہہ کہ طوت دان وقت نماز ہے۔

کے نیچے کمرے ہوں یہ وقت ہی حج کی جان احمد اس کا پڑا رکھ ہے۔ وقت کے لئے کھڑا رہنا افضل ہے شرط ادا واجب نہیں۔ بیٹا رہا جب بھی وقت ہو گیا۔ وقت میں نیت احمد قبلہ ہوتا افضل ہے:

وقت کی سنتیں یہ امور وقت میں سنت ہیں راہل (۱۱) دونوں ٹپلوں کی حاضری دم، ظہر و عصر کو گرہنا دم، اسی روزہ ہوتا رہا (۱۲) با وضو ہوتا رہا نماز کی کہ بعد وقت کرتا۔

وقت میں یہ امور کر رہے ہیں۔

وقت کے کمزورات (۱۱) غروب آفتاب سے پہلے وقت چھوڑ کر دعا کی جبکہ غروب تک حدود و حرکات سے باہر نہ ہو جائے

حد حرام ہے (۱۲) نماز کو عصر طے کے بعد وقت کو جانے میں ہیر کرنا (۱۳) اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا یاد ہی کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا کوئی ونوی کی بات کرنا دم، غروب تک قیسی ہو جانے کے بعد روٹاگی میں دیر کرنا (۱۴) غروب یا قدر حرکات میں پرکھنا (۱۵) مکتف میں پھرتی لگانے یا کسی طرح سایہ پانچنے سے حتی المقدور بچنا پانیے جو مجبور بہ صودہ حقد ہے۔

وقت کے مسائل (۱) وقت کا وقت کوئی خود الجھ کے آفتاب طلعت سے دسویں ذوالحجہ کی طلوع فجر تک ہے اس وقت کے (۲) کسی قدر وقت تک وقت کیا تو حج نہیں ملا (۳) غلطی و بیٹھرنے سے بھی وقت ہو جاتا ہے۔ خواہ سے معلوم ہو کہ یہ حرکات ہے یا معلوم نہ ہو۔ با وضو ہو یا نہ ہو۔ جب ہو یا حتی نفساں وانی وقت مڑنا ہو یا بیدار ہو ہو شمس میں ہو جنوں وہی ہو شمس میں حتی کہ حرکات سے ہو کہ جو گذر گیا اسے حج مل گیا یعنی اب اس کا حج فاسد نہ ہو گا۔

ماخو بہ کہ جس کا حج قوت ہو گیا یعنی حرکات میں وقت نہ کر سکا تو اب حج کے باقی افعال مافطہ ہو گئے۔ اس کا امام مرو کی طوت قتل ہو گیا۔ لہذا امور کے اسلام کو مل دے اور نقد مال حج کی تفکارے۔ اس کے بعد جب غروب آفتاب کا قیام ہو جائے تو فوراً مزدلہ دعا ہو جانا چاہیے۔ مزدلہ کو دعا کی اند وقت کے مسائل آٹھ احادیث میں آ رہے ہیں:

بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

باب حرکات کا وقت جائفہ پر سوار ہو کر کرنا

اہم افضل غیبارت سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے جو ان کے پاس نصے میں اختلاف کیا۔ کہ حضور عرفہ کے بعد سے میں یا نہیں بیٹھنے کہا بعد سے میں بعض نے کہا نہیں میں۔

فَاَوْسَلْتُ إِلَيْهِ يُصَدِّجُ لَكَبٍ وَهُوَ | آخر میں نے مجھ کو رموی ایک دو صہ کا پیرا پیش کیا
وَأَيْقَنَ عَلَى بَعِيرِهِ مُشْرِبَةً | آپ اونٹ پر سوار تھے آپ نے پلایا۔

مجبور نے اسی حدیث کی بنا پر فرمایا کہ سہادی پر رہ کر وقت کرنا افضل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے سہادی پر وقت

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاَتَيْنِ بِعَرَفَةَ

اہم حرکات میں دونوں نمازوں کو ملا کر گرہنا

۱۸) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَعَلَ بَيْنَهُمَا

اور حضرت عبداللہ بن عمر کی امام کے ساتھ رکعت میں نماز نہیں کرتی تھی تو بھی جو کرتے۔ (بخاری)

۱۹) حضرت سالم سے روایت ہے کہ عجاج بن یوسف میں صل جہا شہر میں زہیر سے لڑنے کے لئے دھوکہ میں آیا۔ تو جہا شہر عروج پا چھپنے لگا۔ عوفہ کے دن تم وفات میں ٹھہرنے کی جگہ کیا کرتے ہو۔ تو سالہ نے کہا اگر تو مسند نبوی پر بیٹھا جاتا ہے تو عوفہ کے دن ٹھہر کر نماز پڑھ لے گا۔

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ صَلَاتُكُمْ
لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَجْعَلُونَ بَيْنَ الظُّلُمِ وَالظُّلُمِ
فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لَسَا لِعِزِّكَ قُلْتُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
سَالِمٌ وَهَلْ تَجْعَلُونَ فِي ذَلِكَ إِلَّا لَكُمْ
سُنَّتُهُ (بخاری)

جہا شہر نے کہا سالم سچ کہتا ہے۔ صحابہ سنت کے موافق ٹھہرو و عروج کیا کرتے تھے۔ زہری کہتے ہیں میں نے سالم سے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سالم نے کہا پھر وہ کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

(بخاری)

دانش ہو کہ اس مسئلہ میں امام مالک، ابو زہری، ابو یوسف و محمد کا قول یہ ہے کہ عرفات و مزدلفہ میں مطلقاً حج جائز ہے خواہ مسافر ہو یا منیم اور خواہ نماز امام کی آفتہ اور میں جہالت کے ساتھ پڑھی جائے یا کیلئے بہر حال عرفات میں ٹھہرو و عروج اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء لاکر پڑھی جائے گی۔ اور امام شافعی و امام احمد کا قول یہ ہے کہ اس جمع کا سبب اقرب ہے۔ لہذا حج مسافر کو جائز ہے۔ اور اہل کہ اور جو منیم ہو اس کو حج جائز نہیں ہے۔

اور شیخنا امام اعظم ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ عرفات میں ٹھہرو و عروج لاکر پڑھی اسی صورت میں جائز ہے جبکہ نماز یا جہالت پڑھی جائے اور امام بھی یا صاحب صحیح ہو یا وادشاہ اسلام کی طرف سے مقرر ہوتا ہے یا غدا یا شاہ اسلام نماز پڑھنے اور اگر کیلئے نماز پڑھی یا اپنی خاص جہالت کے ساتھ پڑھی تو ایسی صورت میں عرفات میں ٹھہرو و عروج لاکر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ مزدلفہ میں جمع کے لئے امام حج کے ساتھ یا جہالت نماز پڑھنا شرط نہیں ہے۔

۲۰) عرفات میں مصروفیت ظہر میں پڑھی جاتی ہے اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء میں پڑھی جاتی ہے۔ عرفات میں ظہر و عروج پڑھنے کے مسائل گزشتہ دراق میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور عرفات میں ظہر و عروج کے لئے ایک اذان دو اذانیں کی جائیں گی۔ اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے لئے ایک اذان، ایک جہالت کی ہلے گی۔

بَابُ قِصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

باب عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

یہ نسخہ کے اس قول کی تصریح مسافر کے ساتھ فرض ہے کہ وہ ظہر و عروج میں بھی نہیں لڑا کر کے لے لے۔ اس کی گائی ہو قہ و احکام کو قائم لے احکام کے نزدیک میں نہانک حج ہے اس کا سبب مسافرت میں ہے۔

اس عنوان کے تحت بخاری نے حدیث سالم بن اوس کی ذکر کی ہے جو کہ باب مرد کے دل و دہر کو روانہ ہونا میں گذر چکا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت سالم نے حجاج سے کہا تھا کہ اگر تو سنت نبوی کی پیروی پاہن ہے تو خطبہ مختصر پڑھ۔ اسی بنا پر ہم روایہ صلیبیہ کے عزرات میں امام حجاج غلیب پڑھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں دو خطبے پڑھے جائیں۔ ایک ندال کے بعد اور دوسرا اندلی کے بعد نماز سے پہلے۔

بَابُ التَّعْجِيلِ إِلَى الْمَوْقِفِ

باب عزرات میں ٹہرنے کے لئے جلدی کرنا

بعض نسخوں میں عنوان مذکور کے بعد یہ عبارت بھی ہے۔ قتل ابو عمال ادله بيزاد في هذا الباب هم هذا الحديث. حديث مالك عن ابن شهاب و يكتفي لاسيد ابن ادخل فيه معاذاً یعنی اس عنوان میں وہی حدیث ذکر کی جاتی ہے یعنی حدیث مالک عن ابن شہاب رجوع پر گذر چکا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ بخاری میں وہی حدیث لائن جو کہ نہ ہو یعنی جن میں بلانامہ مکرار نہ ہو۔ امام بخاری کی اس تصریح سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری نے بخاری شریف میں ایسی حدیثیں درج نہیں کیں جن میں مکرار مضبوط ہو۔ بلکہ وہ جہاں کسی حدیث کو کر لائے ہیں۔ لکھا تو اس کی اسناد میں فرق ہے۔ بالفاظ میں اختلاف ہے یا معنی زیادہ ہے یا ایک موصول ہے یا ایک معنی۔ ایک مطلق ہے اور ایک مختصر۔ ایسا شاؤ شاؤ ہی ہے کہ کوفہ تادمہ یعنی مکرار ہو۔

مذکور بالا عبارت میں لفظ ہم بھی ہے جو ایسا کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ فارسی ہے۔ اور خود امام بخاری بھی فارسی تھے اس لئے بعض اتفاقات ان کی زبان پر فارسی کے الفاظ بھی آ گئے ہیں۔

اکثر محدثین فارسی جانتے تھے جیسے ابو داؤد و مسانی۔ انم ترمذی سائن ابرجد اسٹین مبارک اور علامہ بی بی علیہ الرحمۃ ترمذی زبان بھی جانتے تھے۔ اور حافظ علیہ الرحمۃ ترمذی زبان نہیں جانتے تھے۔

بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

باب عزرات میں وقوف کے بیان میں

مطلب عنوان یہ ہے کہ وقوف کی جگہ عزرات ہے۔ عزرات خارج حرم ہے ترمذی زاد بہائیت میں عزرات میں وقوف نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ میں حرم سے باہر کھول جائیں اس کی جگہ وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے جو حرم کے اندر ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

ثُمَّ أَفْجِضُوا مِنْ حَيْثُ أَفْجِضَ النَّاسُ رَنْبَرُ

انے ترمذی تم بھی وہیں سے پٹو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں۔

اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ سب کے ساتھ عزرات میں وقوف کریں اور سب کے ساتھ واپس ہوں۔ یہی حضرت

الہامی و الخلیل علیہ السلام کی منت ہے۔

قَالَ عُرَّةٌ كَانَ النَّاسُ يَطْلُقُونَ فِي
الْجَاهِلِيَّةِ عُرَّةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسَ
قُرَيْشٌ وَمَا دَلَّتْ وَكَانَتْ الْحُمْسُ
يُحْكَمُونَ عَلَى النَّاسِ يُعْطَى الرَّجُلُ
الرَّجُلُ الْبَيْتَابُ يَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطَى
الْمَرْأَةُ السَّرَاةُ الْبَيْتَابُ يَطُوفُ فِيهَا
لَمَنْ لَمْ يَطْلُقْ الْحُمْسُ طَائِفًا بِالْبَيْتِ
عُرَّةً وَكَانَ يُبْعَثُ جَمَاعَةُ النَّاسِ
مِنْ عُرَفَاتٍ وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ
جَمْعٍ قَالَ وَخَبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ
فِي الْحُمْسِ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ
أَفَاضَ النَّاسُ قَالَ كَانُوا يَفِيضُونَ
مِنْ جَمْعٍ فَلَمْ يَفْعُوا إِلَى عُرَفَاتٍ

نکدی،

عروہ نے کہہ لوگ جاہلیت کے زمانے میں نیکے لوگ
طواف کیا کرتے تھے۔ مگر مسیحی قریش کے لوگ اور
ان کی اولاد جیسے خزامہ بنی کنانہ وغیرہ اور قریش
کے لوگ دوسرے لوگوں کو خدا واسطہ پڑے دیا
کہتے تھے۔ ان میں کلمہ و سرود کو کہتے دیتا وہ ان کو یہیں
کر طواف کرتا۔ لہذا ان میں کی عورت عورت کو کہتے
دیتی۔ وہ ان کو یہیں کر طواف کرتی اور جس کو قریش کے
لوگ پکڑا نہ دیتے وہ نہ لگا طواف کرتا اور دوسرے لوگ
نطق کر کے عرفات سے لڑتے اور قریش کے لوگ
مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے یہ شام نے کہا میرے باپ
عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ سورہ بقرہ کی
یہ آیت تم انبیاء میں روایت النافضی اس میں قریش کے باپ
ہیں آتی۔ وہ مزدلفہ سے لوٹ آتے تھے۔ تو ان کو
مکمل ہوا عرفات سے لوٹنے کا

حسن حالت سے متفق ہے اور اس کے معنی شدت اور سختی کے ہیں۔ مطلب یہ کہ قریش اپنے دین پر پڑے
فوائد مسائل مضبوط تھے۔ حضور علیہ السلام بھی قریش سے تھے۔ اس لئے جبراً ہی معلوم کہ حضور علیہ السلام
عرفات میں ٹھہرنے پر مجبور ہوا۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے قریش کے اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔ اور عرفات میں دو وقت نماز
یہ واضح کیا کہ دو وقت کی جگہ عرفات ہے۔

۱۳۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عرفات میں دو وقت نماز کے اظہار کا ہی سہ ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے قول و فعلی سے ثابت
ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۱۔ هَذِهِ عُرَّةٌ وَهِيَ الْمَوْقِفُ
رَوَدَى،

یہ عرفات ہے دو وقت کی جگہ

تمام عرفات دو وقت کی جگہ ہے سوائے راند کے
اور تمام مزدلفہ دو وقت کی جگہ ہے سوائے راند کے

۱۲۔ کل عرفات موقوف فارفعوا عن
عورثہ وکل مزدلفہ موقوف فارفعوا
عن محسور (ابن تہان)

میں سے واضح ہوا کہ دو وقت کے میزاج درست نہیں ہے۔

بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

باب حرقات سے دلپسی کے بیان میں

ہشتم بن عروہ اپنے والد سے روای ہیں کہ حضرت اسام بن زید سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ السلام حجۃ الوداع میں حرقات سے کس پال سے لڑے۔

انہوں نے کہا آپ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے یعنی خدرا تیرا جب جگہ پاتے نہجوم نہ ہوتا تو تیز چلتے۔
ہشتم نے کہا حق تیز چلنا ہے اور نوس منق سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ لجرہ کے معنی کشادہ جگہ اس کا صحیح لغوات اور فہم ہے جیسے فطرت کہہ دی گئی رکھ رکھ آتی ہے اور سورہ حق میں جو ماضی کا فطر ہے۔ اس کا معنی ہے چاہا گیا۔

قَالَ كَانَ يَسِيرُ لَعَنَ شَاوَا
مَحَدَ فَمَحَدَ لَعَنَ قَالَ هَيْتَا هَرَوَ
وَلَعَنَ قَوِيَّ لَعَنَ قَهْوَةً تَتَسَعَّ
وَالْجَمْعُ قَهْوَاتٌ وَفِيهَا لَوْدٌ كَذَا لَعَنَ
رَحْمَتُهُ وَرَبُّكَ مَنَاصِلُ لَيْسَ جِلِي

(بخاری)

اس حدیث میں حرقات سے مزولہ کی طرف روانہ ہونے کے اراد کا بیان ہے۔ حاجی کو چاہیے کہ حرقات سے سورج غروب ہو جانے کا موجب یقین ہو جائے تو روانہ ہو کر روانہ ہو جانا چاہیے۔ سات اگر سات ہو تو تیز چلے۔ اور اگر سات سات نہ ہو تو عجم میں دو دیالی پال سے چلا جائے۔ مزولہ میں پہنچ کر مغرب کی نماز اس کے وقت میں پڑھ لی جائے اور مغرب کے بعد نماز ادا کی جائے گی۔

بَابُ التَّزْوِيلِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

باب حرقات اور مزولہ کے درمیان اتارنا

حضرت اسی سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا حضرت جہاد بن عمر رضی اللہ عنہما مزولہ میں اگر مغرب اور شام کو لاکر چلا کر آئے تھے۔ ان وقت اتار کر کہ راہ میں ہیں گاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے تھے حضرت جہاد بھی اس میں جانتے محبت سے فارغ ہوئے اور وہ کرتے۔ لیکن نماز نہ پڑھتے نماز مزولہ میں اگر پڑھتے۔
حضرت اسام بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ
الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ يَجْمَعُ عِيدَ آتِ
بِشْرٍ بِالشَّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَّلَ
فَيَسْتَقْبِلُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي
حَقَّ يُصَلِّي يَجْمَعُ
عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

اِنَّهُ قَالَ رَدِّتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ مِّنْ خِزَانَتٍ مَّلَکْنَا بِلَغِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ الشَّعْبُ الْاَیْمَرُ الَّذِیْ دُوْنَ الْمُرْدَلِقَةِ اَسَاحَ قَالَ شَعْبًا فَصَبَّتْ عَلَیْہِ الْوَضُوْءُ تَوَکَّلًا وَضُوْءٌ خَفِیْفًا قُلْتُ اَلْفَصْلُوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْفَصْلُوۃُ اَمَا مَکَ فَرَاکِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ حَتّٰی اَتٰی الْمُرْدَلِقَةَ فَفَصَّلَ ثُمَّ رَدِّتْ الْفَصْلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ غَدًا اَتَجَمِّعُ قَالَ کَرِیْبٌ قَا خَبَرَنِیْ عَنْہُ اللّٰهُ بَنَیْ عَمَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْہُمَا عَنْ الْفَصْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ لَمْ یَزَلْ یَلِیْثُیْ حَتّٰی بَلَغَ الْجُمُرَةَ۔

درماری

انہوں نے کہا۔ میں عنقات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر بیٹھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں طوت پہاڑ کی گھاٹی پہنچے۔ جو مزدلق کے قریب ہے آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پیشاب کیا۔ پھر آئے۔ میں نے وضو کا پانی آپ پر ڈالا۔ آپ نے بکا ما وضو کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تازہ۔ آپ نے فرمایا تازہ آگے چل کر پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے یہاں تک کہ آپ مزدلفہ میں آئے اور وہاں مغرب وقت کی نماز پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح یعنی دوسری تاریخ کو فضل بن عباسؓ کے ساتھ سوار ہوئے۔ کرب سے کہا مجھ کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فعل سے سن کر خبر دی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز ایک کہتے رہے۔ کہ یہاں تک کہ ہر چہ پہنچے۔

حدیث مسائل ذیل مشتمل ہے۔

قواعد مسائل | ۱۱ عنقات سے مزدلفہ کو سواری پر روانہ نہ لیا تو ہے (۱۲) عنقات و مزدلفہ کے درمیان ازباجانہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا عنقات و مزدلفہ کے درمیان ٹھہرنا اور اصل مزدلفہ کے لئے غلہ یہاں ٹھہرنا حج کا رکن نہ تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہ کمال و درجہ کی متابعت اور حضور سے شوق تھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے شہرت تھے اور میرے حضور نے کیوں ایسے ہی وہ کرتے تھے۔ ام، و دونوں مردوں لیا جائز ہے۔ البتہ فضل یہ ہے کہ مرد نہ لیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے جو وہ درمیان جواز کے لئے نہی۔ اور اس وقت مدد لینا حضور کے حق میں افضل تھا۔ تاہم (۱۵) مزدلفہ میں مغرب و دخل کو لا کر ٹھہرنا چاہیے۔ ۱۶ یہ کہ حاجی جب ری سار کے لئے جبرہ پہنچے تو اس وقت ایک بکار آتو قوت کرے۔ یہ تمام اعظم ابو حنیفہ، شافعی، احمد و اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

فائلہ | جمع بفتح جیم و سکون میم۔ مزدلفہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت آدم و حواؑ یہاں حج ہوئے تھے۔ حضرت تھامدہ نے فرمایا کہ چونکہ یہاں حاجی مغرب و دخل جمع کر کے پڑھتے ہیں اس لئے اس کو جمع کہتے ہیں ۱۰ عنقات کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے جناب رسولؐ کو مناسک حج و عمرات بتلائے۔ تو آپ نے فرمایا احد عرفات میں نے جان لیا، یا یہ کہ جب آدم علیہ السلام سرحدیپ (لکڑی میں آکر) سے گئے۔ اور حضرت حواؑ وہیں۔ تو عنقات میں جا کر دونوں کی

حکایت برنی اور حاکم نے اس کے دوسرے کو پیش کیا۔

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الْإِنْفَاضَةِ وَ
باب غزوات سے کوئی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا نہ ہے پچھ کا حکم دینا تو

إِشَارَتِهِ إِلَيْهِمْ بِالسُّوْطِ

کوڑے سے اشارہ فرما

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ حضور کے ہمراہ عرفہ کے دن غزوات سے واپس جہنم علیہ السلام نے

راہِ سعادت کے لیے پچھے شہرہ و قل اور اٹھوں کی کار و حادث کی اور فرمایا: **فَأَشَارَ بِسُوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ أَيْهَا الْعَامِسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْيَوْمَ لَيْسَ بِالْإِيضَاعِ** (بخاری)

منازل کے دونوں مغزوں اس حدیث سے ثابت ہوئے۔ اہمیت چلنے کی تھی فرما اور کوڑے سے اشارہ فرما کر ۱۲، اس حدیث سے واضح ہوا کہ غزوات سے لوٹتے وقت بے حاشہ نہ جانا۔ اٹھوں کو دھڑانا چاہا نہیں ہے۔ اس سے تفصیل ہونے کا اندیشہ ہے اس سے متعارف ہو کر تیسرے میں درجہ اہمیت

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

اب مزدلفہ میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا

حضرت ام سلمہ بن زید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات سے لوٹے اور گھائی میں دو مزدلفہ کے قریب ہے، اس سے حائل پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا اور پورا وضو نہیں کیا۔ دُوب پانی نہیں بہایا، میں نے آپ سے عرض کیا نماز۔ آپ نے فرمایا نماز اٹھ کے چل کر پڑھیں گے، آپ عرض میں آئے اور پورا وضو کیا۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور منہ کی نماز پڑھی پھر ہر آدمی نے اپنا دنڈ اپنے کندھے پر ٹکایا

۱۱ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ بِنْتِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا سَمِعَتْهُ يَقُولُ دَفَعْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ فَقَالَ تَوَضَّأُوا ثُمَّ يُسَبِّحُ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ الصَّلَاةُ آ مَامَكَ فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأُوا ثُمَّ سَبَّحُوا ثُمَّ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَفَصَّلَ الْمَرْبُوبُ ثُمَّ أَخَّرَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعْدَهُ فِي مَنْوِلِهِ

لَمْ أَقِمْزِلَ السَّالُوَ فَصَلِّ وَلَمْ يُصَلِّ
بِأَمْرٍ

[illegible]

پھر نگہ کر کے اور شاہ کا ناز پر کسی سے نہ ملے۔
کوئی نکل دے غیر نہیں پڑے۔

بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَكَلَّمْ

منہ پر اور مشاوریوں اور ملاکوں پر ہمارے اور منہ پر غیبت اور ہمارے

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول میں مقرب اللہ عنہما کی ناز کو جمع کر کے چار ہزار ایک کے لئے غلاموں کی طرح تکریر فرمائی۔ اور ان کے زبان میں اور ان کے بعد کوئی سنتیں وغیرہ نہیں پڑھیں۔

انجمنی،

مجھ سے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یہ بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں
مزدلفہ میں مغرب اور فشاں کی نماز کو جمع
کر کے پڑھا:

وَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الصَّالِينَ
الَّذِينَ خَلَقْنَا مِنْ قَبْلُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ الْأَنْصَارِيُّ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 جَاءَ فِي خَيْبَةَ بَدْعِ الْمُعَرَّبِ وَ
 امْتَنَاهَا الْمُرْدِفُ

۶۸۲

فہرست ہا الشعب: یہ مزد فہرست کے قریب ایک گھاٹی ہے۔ حضورؐ نے اسے حاجت کے لئے یہاں ٹھہرے
 قحطاً و مراً کہا ہے۔ یہاں ٹھہرانے والے ارکان سے نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے غریب کی نماز
 میں کھائی تو اس میں گناہ ہے۔ اگر نہ پڑھنی چاہیے۔ انہیں۔

اختلاف و اسکا یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے مغرب کی نماز نہ پڑھی ہو تو پھر بھی نماز کا ثواب ملے گا۔

لَا تَسْتَعِظُوا مِنْهُمُ ۖ كَانُوا بِآيَاتِهِ لَا لَافِقِينَ
 اے منافقین! ان سے نہ ڈرو۔ ان کے لئے آیتیں ہیں جو تم سے ملتی ہیں۔
 اے نبی! ان سے نہ ڈرو۔ ان کے لئے آیتیں ہیں جو تم سے ملتی ہیں۔
 اے نبی! ان سے نہ ڈرو۔ ان کے لئے آیتیں ہیں جو تم سے ملتی ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب، کائنات کا مسلک یہ ہے کہ عزت ان میں غبر و معر کے لئے ایک اور ان کے بعد و ان کے ساتھ کی طرف سے اور ہرگز ان میں سے کسی کے لئے ایک لغوان اور ایک انما مت کی جائے۔

الصَّلَاةُ أَمَّا مَلِكٌ — اس سے واضح ہوا کہ وہ اصل آج کے دن مغرب کا وقت ہی تھا۔ کا وقت ہے۔ ان کی قاضی آئندہ بعد اشدین مسود کے اس ارشاد سے بھی ہوتا ہے۔ ہما صلاۃ ان نحو لاق عن وقتہ۔ یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے وقت سے ہٹا دی گئی ہیں یعنی مغرب کو وقت نماز میں پڑھنے کا حکم ہے اور فجر کو اس کے وقت سے پہلے یعنی اخیر سے میں اس طرح کہیں۔ یہ اصل کا حکم ہے اس کی حرکت بھی ظاہر ہے اگلا اذ ان الوقت۔ یعنی قیوم آفتاب کی آمد نہ لے وقت خالی نہ تھا۔ تاہم

بَابُ مَنْ أَذَّنَ دَأْتَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

باب ہر نماز کے لئے میں میرا اذان دیکر کہنا

جدا میں سے دو کہتے ہیں۔

كَاتَمْنَا الْمَنَ دِلْفَةً جِئْنَا الْأَذَانَ
بِالْعَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ قَا مَر
رَجُلًا قَا دُونَ وَأَتَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ
وَصَلَّى بَعْدَ هَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِشَاهِدٍ
فَتَحَسَّنَى ثُمَّ أَمَرَ أَدَى قَا دُونَ وَأَتَامَ
قَالَ عَمْرُو لَا أَعْلَمُ بِشَيْءٍ إِلَّا مِنْ
رُؤْسِهِ ثُمَّ صَلَّى الْبُشَاةَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ
الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَصِلُ لِهَذِهِ السَّاعَةِ
إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ فِي هَذَا الْمَكَانِ
مِنْ هَذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ هُمَا
صَلَوَتَانِ تَحْتَوِيَانِ عَنْ وَتَنْتَهُمَا صَلَاةُ
الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمَوْزِدِلْفَةً
فَالْفَجْرُ رَكْعَتَيْنِ يَتَّبِعُ الْفَجْرُ فَتَال
رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقْعَلُهُ

(بخاری)

ہم مزدلفہ میں مشار کی اذان کے وقت یا اس کے لگ بھگ پہنچے۔ حضرت عبداللہ نے ایک آدمی کو حکم دیا۔ اس نے اذان اور تکبیر کی پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد دو رکعتیں (نستیں) پڑھیں۔ پھر کھانا منگوا یا اور کھایا پھر انہوں نے حکم دیا۔ میرا منہ جکھ اذان ہوئی اور تکبیر کی۔ عمرو نے کہا میں جوش پیدا ہو گیا ہے وہ زبیر سی کی روت سے ہے پھر مشاری نماز کی دو رکعتیں پڑھیں۔ پس حسبہ طوع ہو گئی تو کہنے لگے کہ فی صل اللہ بعد بکرم اس وقت اس سے اور اس دن میں اس طرح کی نماز کو دہرائیں۔ اچھے تھے حضرت عبداللہ نے کہا یہ دو نمازیں ہیں۔ جو اپنے مقررہ وقت سے ہٹا دی گئی ہیں۔ ایک تو مغرب کی نماز اس کو اس وقت پڑھنا چاہیے جب لوگ مزدلفہ پہنچ جائیں۔ اور دوسرا فجر کی نماز دینا نیز جو کسی نے یہی یا میں یا میں انہوں کے کہان میں نے حضور علیہ السلام کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

واضح ہو کہ مزدلفہ میں نماز مغرب و فجر کے لئے اذان و اقامت کے متعلق جو اختلاف ہے۔ وہ اہل بیروانہ اور حاکم اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امامین میں اختلاف

ہے۔ اس لئے یہ بات واضح نہیں ہوئی۔ اسی لئے امام بخاری نے بھی غلط من استعمل کیا ہے۔ والسر فی ذلک تعدد الجماعات فیہا فاشتغلہ الحال واختلف الامامون قائلہم

(۱۲) مزدلہ میں نماز فجر رطلں بہت ادھر سے میں پڑھنی چاہیے، کوشتہ کی گئی چاہیے کہ جماعت امام یک پہلی بجے بھی فوت ہو۔ کرنا صبح جماعت سے پڑھنے والا بھی پوری شب بیداری کا آداب پاتا ہے۔

(۱۳) اہم اصلاً کان الخ سے واضح ہوا۔ جمع بین الصلواتین عرفہ و مزدلہ کے ساتھ ہی خاص ہے، امام اس سے قبل جو حدیث گذری ہے، اس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مزدلہ میں مغرب کے بعد بھڑکنا شروع کر دیا اور عزیمت کر لی کہ میری امتیں جہیں پڑھیں۔ اہم اس حدیث میں ہے کہ آپ نے سنتیں پڑھیں جیں سے واضح ہوا کہ حالت شرا میں ہے۔ تاہم

بَابُ مَنْ قَدْ مَرَّ صَعْفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ فَيَقْفُونَ بِالْمَزْدَلَةِ وَيَدْعُونَ
باب موزوں اور بچوں کو مزدلہ سے مٹانے کے لئے رات ہی کو پہلے بھیج دینا وہ مزدلہ میں ٹھہریں دعا کریں

وَيَقْدِمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

اور چاند غروب ہوتے ہی چل دیں

۱۱ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ بعد اشد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کچھ افراد (مزدلوں بچوں) کو پہلے ہی منیٰ روانہ کر دیتے وہ رات مزدلہ میں مشہور المعراج کے پاس ٹھہرتے۔ اور جب تک چاہتے اللہ کا ذکر کرتے۔ پھر وہ امام کے ٹھہرنے اور لڑنے سے پہلے ہی لوٹ جاتے۔ ان میں سے بعض تو منیٰ میں صبح کے وقت پہنچتے اور بعض اس کے بعد جب وہ منیٰ میں پہنچ جاتے تو بھی جہاد کرنے حضرت ابن عمر فرماتے تھے۔

کہ حضور علیہ السلام نے ایسے افراد کے لئے اجازت دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلہ سے رات ہی کو منیٰ کے لئے بھیج دیا۔

مجھے عید اشد بن یزید نے خبر دی۔ انہوں نے حضرت عید اشد بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔

وہ کہتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلہ والی رات میں

پہلے ہی سے منیٰ کے لئے بھیج دیا تھا۔

أَرِيحُ فِي أَوْلِيَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

(۱۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَنْجِ بَيْلٍ (بخاری)

(۱۳) أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ سَمِعَ
ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ
أَنَا مِمَّنْ خَلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمَزْدَلَةِ لِقَةِ فِي
صَعْفَةِ أَهْلِهِ (بخاری)

عَنْ أَسْمَاءَ أَهْلًا تَوَلَّيْتُ لَيْلَةَ جَمْعٍ
عِنْدَ الْمَرْوَلَةِ قَامَتْ تَصَلَّى
فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بَنِي هَلْ
غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً
ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ
لَعَنَ قَالَتْ فَأَرْجِعُوا فَاذْجَعُوا وَ
مَضَيْنَا حَتَّى رَمَيْتُ الْجُمُوعَةَ ثُمَّ
رَجَعْتُ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِنَا
فَقُلْتُ لَهَا يَا هَيْسَاءُ مَا أَنَا إِلَّا
قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ يَا بَنِي إِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ
لِلظُّعِينِ.

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
اسْتَأْذَنْتُ سَوْدَةَ الْخَبْزِيَّةَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَكَأَنَّ
ثِقْلَةَ ثَبُطَةَ فَأَذِنَ لَهَا.

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
تَوَلَّيْتُ الْمَرْوَلَةَ فَاِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةَ الْأَنْثَى
تَدْنِعُ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَأَنَّ
امْرَأَةً بِطَيْبَةِ فَأَذِنَ لَهَا خَدَّ فَحَبَّتْ
قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَاقْتَمْنَا حَتَّى
أَصْبَحْنَا نَحْنُ ثُمَّ دَفَعْنَا بِدُخَانِهِ
فَلَاكَ أَنْ كُنَّا اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنْتُ سَوْدَةَ

حضرت اسماء سے مروی ہے کہ وہ مزدلفہ والی
رات میں مزدلفہ کے قریب آئیں اور نماز کے لئے
کھڑی ہو گئیں۔ تھوڑی دیر نماز پڑھی پھر کہنے لگیں
اے بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا نہیں۔
وہ پھر تھوڑی دیر تک نماز پڑھتی رہیں پھر کہا کیا چاند
ڈوب گیا؟ میں نے کہا اب سو کہنے لگیں تو یہاں
سے کوچ کرو ہم وہاں سے تھک کر چل دیئے یہاں
تک کہ انہوں نے لوگیاں ماریں پھوہہ والیں آئیں اور
اپنے ٹھکانے پر صبح کی نماز پڑھی میں نے ان سے کہا
اے بی بی! جی! ہم سمجھتے ہیں کہ تم نے یہاں کی رقت
سے پیہر انکریاں ماری ہیں۔ انہوں نے کہا اے بیٹے!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو اس کی
اجازت دی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں
نے کہا کہ حضرت سودہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
مزدلفہ والی رات پہلے سے منیٰ جانے کے لئے
اجازت پیاپی سو بھاری بیل عورت تھیں۔ آپ نے
انہیں اجازت دے دی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں
نے کہا ہم مزدلفہ میں آئے حضرت سودہ نے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے اجازت پیاپی کہ وہ لوگوں کے جوم
سے پہلے ہی دشمنی اور اذیت ہو جائیں اور وہ وہیں چل
پھر سکتی تھیں۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی وہ
لوگوں کے جوم سے پہلے نکل کھڑی ہوئیں۔ اور ہم
صبح تک وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر جب آپ لوگ
تو جوم بھی لوٹے۔ اگر میں بھی حضرت سودہ کی طرح
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی

اَحَبُّ اِلَى مَنْ مَقْرُودٍ بِهٖ (بخاری) تو مجھے یہ بہت ہی پسند تھا۔

فوائد و مسائل | میں وقت کا وقت حج کے حکم کے لئے ہے۔ یہ وقت حج کی جان اور اس کا شمار کر کے ہے۔ وقت کے مسائل گذشتہ اوراتی میں بیان ہو چکے ہیں، ————— وقت میں وقت کے بعد جب غروب آفتاب کا شفق ہو جائے تو اب وقت مزدلہ کو رد نہ ہو جاتا ہے۔ وقت میں مغرب وقت طلاق پڑھتے ہیں اور نماز غیبت اذیہ سے اس حد کی ہائی ہے اور وقت مزدلہ کا وقت طلع فجر سے لاجا ہونے تک ہے۔ اس درمیان میں وقت نہ کیا تو وقت ہو گیا۔ اور اس وقت یہاں سے ہو کر گذر گیا تو وقت ہو گیا۔ طلع فجر سے پہلے جو مزدلہ سے چلا گیا تو اس پر دم واجب ہے۔ اگر بار بار وقت یا کمزور کہ انصاف میں ضرر کا اندیشہ ہے۔ اس وجہ سے طلع فجر سے پہلے چلے جائیں تو اب کچھ نہیں۔ ————— صرف زیر بحث میں اسی مسئلہ کا بیان ہے کہ اگر کوئی روز میں یا بیا طلع فجر سے پہلے مزدلہ سے منیٰ سنا نہ ہو جائیں تو باز ہے۔

وقت مزدلہ | وقت مزدلہ حج کے ان درجات سے ہے کہ اگر کسی نے کسی حد کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا۔ تو دم خورست بخورث اگر وہاں وقت ترک کر لیں تو جواز نہیں ہے۔ تاہم

یہ مزدلہ میں ایک پہاڑی ہے۔ وہاں مینارہ بنا ہوا ہے۔ چوکیدہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو حرام کہتے ہیں۔ شیعہ اس پر یا حرم سے یعنی عزت والی جگہ۔ مزدلہ میں مشحرام پر وقت کیا جائے یہ ممکن نہ ہوتا اس کے دماغ میں غور یہ بھی نہ ہو سکے تو ولادی محسوس کے سوا جہل گمان نش لئے وقت کیا جائے۔

۳۰ فی اولئک ہم الضعفۃ سے مہیت فی الزمزدلہ کے وجوب کا قول کیا گیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم اہل ان کے اصحاب ثوری۔ احمد۔ اسحاق۔ ابو ثور محمد بن ادویس رضی اللہ عنہم کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک مہیت فی الزمزدلہ رکن نہیں ہے۔ تو جس نے اس کو ترک کیا اس پر عذاب واجب ہے۔ حضرت تھلا۔ دہری۔ قتادہ و عطاء بن ابی یزید یہی مسلک ہے۔ امام شافعی اس کے منتہی ہونے کا قول کرتے ہیں اور ابن ہنبل انتہا شافعی دابہ بن خیر شافعی مہیت فی الزمزدلہ کو حج کا رکن قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر صبح کی نماز تک بھی مزدلہ میں وقت نہیں کیا تو حج فوت ہو گیا۔

۴۱۔ ان احادیث میں ہے کہ جو کوہ و افراد اور جزیرے پہلے ہی سے منیٰ چلی گئیں انہوں نے طلع آفتاب سے قبل ہی رمی کر لی۔ اس سے عطاء بن ابی رباح الحلی۔ طاووس بن کیاں۔ جابر بن عبد اللہ بن جابر شعی۔ سعید بن جبیر و امام شافعی نے یہ استدلال فرمایا کہ طلع آفتاب سے قبل رمی کرنا جائز ہے۔ احادیث کا مسلک یہ ہے۔ کہ اگر طلع آفتاب سے قبل رمی کر لی تو جائز ہے۔ اگر کوہ ہے۔ جنانہ و ثوری۔ شعی۔ امام ابو یوسف و محمد بن احمد اسحاق کا بھی یہی مسلک ہے کہ وقت مستحب بعد طلع آفتاب ہے۔ چنانچہ حسب ذیل احادیث احادیث کے وقت کی تاخیر و توثیق کرتی ہیں۔

۴۲۔ حضرت علیہ السلام نے اپنی اندوای مہلات کو چھین پھینچ کر مزدلہ بھیج دیا تھا حکم دیا۔ لا یصلوا الحجۃ الا بعد حیضہ

دو پہنچے حضرت ابی جاس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حکم دیا۔ لایمونا الجمرہ حتی تطلع الشمس
 رابوہا ودرجہ حضور علیہ السلام نے فرمایا لاترموا الجمرۃ حتی تطلع الشمس زردی، مزید تفصیل کے لئے
 طحاوی شریعت کیجئے۔

بَابُ مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ يَجْمَعُ

اب نماز فجر مزدلفہ میں ہی پڑھنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے
 کوئی نماز اس کے وقت کے بغیر پڑھی ہو۔ مجز دو
 نمازوں کے آپ نے مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں
 جمع کیا اور نماز فجر اس دن محمول سے پہلے پڑھی۔

یہی مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو لا کر پڑھا جائے اور نماز فجر محمول سے پہلے یعنی غص میں۔ اس مرتبہ سے واضح ہوا کہ
 فجر میں اسفار ترجیح ہے اور غص میں پڑھنا صرف مزدلفہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ بھی کہ حضور علیہ السلام نے وقت واحد
 میں کبھی دو نمازوں کو جمع نہیں فرمایا نہ سفر میں نہ حضر میں۔ یہ جمع حقیقی صرف مزدلفہ و عزرات کے ساتھ خاص ہے مزید تفصیل
 کے لئے فیوض الباری بابہ موسم ص ۱۳۵ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے کہ میں نے
 حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کو کر مر
 کی طرف نکلے۔ پھر مزدلفہ میں آئے اور دو نمازیں
 پڑھیں۔ ہر نماز طیمدہ میلیدہ اذان اور تکبیر کے
 ساتھ پڑھی اور ان دونوں کے درمیان میں کھانا
 کھایا۔ پھر صبح کی نماز طون فجر کے وقت پڑھی کھلی
 کہتا تھا کہ صبح ہو گئی اور کوئی کہتا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی
 پھر حضرت عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں نمازیں مغرب و
 عشاء اس جگہ اپنے مقررہ وقت سے بجا دی گئی

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
 خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدْ مَرَّاجِمًا فَصَلَّى
 الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَاحِدَةً هَا
 بِأَذَانٍ وَآخِرًا مَلَأَ الشَّامُ بَيْنَهُمَا
 ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَمَ الْفَجْرُ
 قَابِلٌ يَقُولُ طَلَمَ الْفَجْرُ قَابِلٌ يَقُولُ
 لَمْ يَطْلَمْ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ
 هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حَوْلَتَا عَنِّي

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ نماز فجر کو دو نمازوں کے درمیان میں پڑھتے تھے اور ان کے درمیان میں کھانا کھاتے تھے۔

وَقَبِّلْ سَاقِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَ
الْعِشَاءَ فَلَا يَهْدُمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى
يُغْرِبُوا وَصَلُّوا الْفَجْرَ هَذِهِ السَّاعَةُ
ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى اسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ
أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقَاضَ الْآنَ أَصَابَ
السُّخَّةَ فَمَا أَذْرَى أَقُولُهُ كَانَ
أَسْرَعَ أَمْرًا دَفَعَ عُمَرَانُ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ فَلَكَ يَنْتَلِي بِقِي حَتَّى رَمَى
جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ يَوْمَ الْخَيْدِ
(بخاری)

ہیں۔ اور لوگوں کو پابندی کہ مزدقہ میں اس وقت
داخل ہوں جب اندھیرا ہو جائے۔ اور فجر کی نماز
اس وقت پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھ کر بعد ازاں
مزدقہ میں پھرتے رہے یہاں تک کہ روشنی ہو گئی پھر
کہنے لگے۔ اگر مسلمانوں کے امیر حضرت عثمان، اس
وقت مزدقہ سے لوٹیں تو انہوں نے سنت کے مرنے
کیا۔ بعد ازاں کہتے ہیں۔ پھر میں نہیں جانتا۔ اب مسعود کا
یہ کہنا پہلے ہوا یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لوٹنا اور
ابن مسعود کو برا بھلا کہنا۔ سب سے پہلے یہاں تک کہ
یوم الخید میں تاریخ، کو لکھ دیا گیا۔

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ مزدقہ میں مغرب شام کے وقت میں ملا کر پڑھی جائے۔ اور یہ کہ نماز فجر اول
والندو مسائل اوقات میں پڑھی جائے ۱۲ داخج ہو کہ سنت یہ ہے کہ مزدقہ سے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے
منیٰ کو روانہ ہو جائے۔ اگر لاز فجر سے قبل گر طلوع فجر کے بعد مزدقہ سے چلا گیا یا طلوع آفتاب کے بعد گیا تو برا کیا اگر
..... وغیرہا جیہ نہیں ہے۔

(۳) حقیقی جمرۃ العقبة اس مسئلہ میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، شافعی، احمد، احنی، عطار، طاووس۔ ابن ابی
یعلیٰ، ثوری کا مسلک ہے کہ ماہی جمرۃ عقبہ کی ری کے بعد لیک ترک کرے حضرت ابن مسعود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم
بھی یہی قول ہے۔

بَابُ هَتَّى يَدْفَعُ مِنْ جَنْحِ

باب مزدقہ سے کس وقت لوٹنا چاہیے

عمر بن یحییٰ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عمر کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے مزدقہ میں صبح کی نماز پڑھی پھر ٹھہرے رہے
لے دیکھ گئے

کہ مشرکین کا ڈوا لیکھتے ہیں (مزدقہ) سے اس وقت
رہتے۔ جب سورج نکل آتا اور کہتے ہیں کہ جا
اور نبی علیہ السلام نے ان کا خلاف کیا۔ آپ مزدقہ
سے طلوع آفتاب سے قبل لوٹے۔

إِنَّ الْمَشْرِكِينَ كَانُوا لَا يَكْبِتُونَ حَتَّى
تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُولُوا أَشْرَقَ شَيْءٌ
فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَالَفَهُمْ ثُمَّ أَقَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ
الشَّمْسُ.
(بخاری)

فوائد و مسائل غیر ایک ہزار ہے مزلد میں جو نفی کرتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ یہ کہ ہر سب بڑا پار ہے۔ زیادہ جاہلیت میں مشرکین مزلد سے طلوع آفتاب کے بعد چلتے تھے اور کہتے تھے جبکہ پڑا سورج کی کرنوں سے چمکے گا، تب لوٹیں گے۔ حضور علیہ السلام نے ان کی مخالفت فرمائی اور سورج نکلنے سے پہلے مزلد سے واپس نہ ہونے۔
مسلم تو اس حدیث سے کہ مزلد سے طلوع آفتاب کے قبل منی کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ عِنْدَ إِذَا الْخُرُوجِينَ يَذْمِي الْجَمْعَ تَوَالِدًا فِي السَّجْدِ

باب دومین تا یخرج صحیح کو تکبیر اور لبیک کہتے رہنا جہر عقبہ کی رمی تک اور ماہ میں کسی کو اپنے ساتھ سواری پر سجا لینا

ابن عباس سے ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے لے کر مزلد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ سواری تھے۔ پھر مزلد سے منی تک آپ نے فضل کو اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ حضرت ابن عباس نے کہا۔ دونوں کہتے تھے کہ جی صلی اللہ علیہ وسلم جہر عقبہ کو نکسریاں مارنے تک مبارک لبیک کہتے رہے۔ (بخاری)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِيَّةِ ثُمَّ أَشْرَفَتْ الْفُضُلُ مِنَ الْمُزْدَلِيَّةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَلَمَّا هُمَا قَالَا لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُمُ حَتَّى رَمَى جَمْسَةَ الْعَقْبَةِ

علامہ محمد اوی نے لکھا ہے کہ اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے کہ حاجی رمی جہر عقبہ کے بعد لبیک قطع کرے۔ احتیاط کا یہی مسک ہے اور دلیل اجماع یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے تھے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

بَابُ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

باب سورہ البقرہ کی اس آیت کے متعلق جو حج سے عمرہ مانے کا نادرہ اُحکام ہے

اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے۔ پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے عمر بلیٹ کر جائے۔ یہ بعد سے دس ہوئے یہ حکم اس کے لیے ہے جو لکھا رہے والا نہ ہو۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَيُضَاهَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَرَأَى الْحَجَّ وَسَبْعَةً إِذَا جَعَلْتُمْ تِلْكَ عَشْرًا كَامِلَةً ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

یہ آیت سورہ البقرہ کی ہے۔ اس میں تمتع کی قربانی کا ذکر ہے۔ یہ قربانی تمتع کے لیے ہے جس کے شعور و احکام کی زیادہ تمتع کرنے والا فقیر ہو یا غنی سب پر واجب ہے اور جو قربانی نہ دے سکے تو دس روزے رکھے۔ تمتع کی تمثال سے فہم فدا لکھتے احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں جب چاہے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق۔ بشرط یہ کہ ۷۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

رکھے اور سات ہفتہ سے پہلے نکاح کر رکھ لے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ ان کی نگرانی کے لیے دہشت ہے نہ قرآن اور حدیث میں
کے اندر ہفتہ والے اہل کریں داخل ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ
الْمُنْعَةِ فِي امْرِئِي بِمَا وَسَّالَتْهُ عَنْ
الْمَهْدِيِّ فَقَالَ فِيهَا جَعُورٌ وَاقْتِرَافٌ
لَوْ أَنَّكَ أَوْ شَرِكٌ فِي دَمٍ قَتَلْتَ وَكَانَ
تَأْسٌ بِرُؤُوسِهِمَا فَانْتَمَتِ قِرَابَتُ فِي الْمَنَامِ
كَانَ الْإِسْلَامُ بِأَدْنَى حَيْثُ مَبْرُورٌ
مُنْعَةٌ مُنْعِلَةٌ فَأَيُّتِ ابْنَ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثَنِي فَقَالَ
اللَّهُ أَكْبَرُ سَمِعْتُ أَبِي الْأَمَامَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَقَتْلُ أَدَمَ وَذُحَلِّ
بْنِ جَعْفَرٍ وَغُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عُمَرَةَ
مُنْعِلَةٌ وَصَحِيحٌ مَبْرُورٌ

ہندی

ہم سے ابو عمر نے بیان کیا انہوں نے کہا۔ میں نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا
انہوں نے کہا۔ کہ وہ دوسری نے اہل سے قربانی
کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہ ایک ایک ہونے چاہئے
یا کسی کی قربانی کرے یا دونوں یا کسی میں شریک
ہو جائے۔ ابو عمر نے کہا ایسے بعض لوگوں نے
فتح کو کہا سمجھیں سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔
کوئی آدمی پکار رہا ہے یہ حج مبرور ہے ہمارے
اور فتح قتل ہے پھر میں ابی عباس رضی اللہ عنہما
کے پاس آیا میں نے اہل سے یہ خواب بیان کیا انہوں
نے کہا اللہ اکبر! آدمی مقت ہے حضرت ابو القاسم
علی اللہ علیہ والہ وسلم کی اوم اور وہ بہن جو رزق اور
نے خبر سے یہی روایت کیا ہے یہ عمرہ مقبل ہے اور
یہ حج مبرور ہمارا ہے۔

ابن ابی نعیم رحمہ اللہ نے یہ روایت شرم نمبر ۵۰ پر ذکر کی ہے۔ ہندی وہ ہاؤر ہے جو قربانی کے لیے حرم کو بھیجا جائے
سال۔ یہ تین قسم کے ہاؤر ہیں۔ بڑی بھیر۔ ونبہ لائے نہیں۔ اونٹ حضرت علی اور ابی بکر سے بھی یہ کیا جوی ہے
لہذا یہی قتل ہے وہ گھوڑوں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

باب قربانی کے ہاؤر پر سوار ہونا

نہے اس حدیث میں فرمایا

قَالَ لَيْسَ جَعْفَرٌ هَذَا كَرِهَتْ شَعْرًا
أَمْلُو لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَإِنَّ لَكُمْ أَسْمَ
اللَّهُ عَلَيْهَا صَوَاتٌ مَكَادُ وَجَعَتْ
حُتْبَيْهَا فَكَلَّمُوا أَرْسُلُوا أَلْطَعِمُوا الْقَتْلَ

اور قربانی کے ڈیل مار ہاؤر اونٹ اور گائے
نے تبار سے بچے اللہ کی نشانیوں سے کیے اللہ تبار
لیے ان میں بھلائی ہے تو تم ان پر اللہ کا نام لو
یک ہونے سے تین ہاؤں سے کھڑے پھر جب

وَالْمَعْتَرُ كَذَلِكَ سَخَّرْنَا لَكُمُ الْهَيْمَةَ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ لَنْ يَبَالَ اللَّهُ لِحُجَّتِهِمْ وَلَا دِمَائِهِمْ وَلَكِنْ يَبَالُ إِلَهُ الْتَقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرْنَا لَكُمُ الْهَيْمَةَ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا هَذَا مُبْتَلٍ الْخَبِيرِينَ

(بخاری)

ان کی کرٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کا واحد مبر سے نیچے والے اور جیک ان کے دل کو کھلا دے۔ ہم نے انہی کو تم سے پس پڑے دیو تم احسن خواہش کو کرنا ان کے گوشت پہنچے ہیں ان کے بغیر ان تمہاری پیٹری کو اس تک باریاب ہوتی ہے۔ یونہی ان کو تم سے پس کر دیا کہ تم بڑائی ملو اس پر کہ تم کو دیانت فرمائی اور اسے رسول معظم و عظیمی سناؤ نیک کر سنے والوں کو۔

یہایت سورہ حج کی ہے اس میں حسب ذیل آیت کا بیان ہے

فوائد و مسائل

۱۱) قربانی کا جائز اعلام دین سے ہے (۲) قربانی سے دنیا میں بھی نفع ہے اور آخرت میں اجر و ثواب۔ ۱۲) ہفت ذبح اشکام نام لیا جائے۔

۱۳) قربانی کرنے والے صرف نیت کے اطلاق اور شرط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ نذر جاہلیت میں تھا واپس قربانیوں کے نکلنے سے کہ جس طرح کی دیوانہ کو آواز دے کرتے تھے۔ اور اس کو سبب فقر و غریبہ جانتے تھے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

۱۴) قربانی کرنے والے صرف نیت کے اطلاق اور شرط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں نذر جاہلیت میں گندہانی قربانیوں کے خون سے کہ جس طرح کی دیوانہ کو آواز دے کرتے تھے۔ اور اس کو سبب فقر و غریبہ جانتے تھے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

۱۵) اونٹ کو کھڑک کے سبب میں گھسی اٹھا دیکھ کر کہ کرنا مانا جاتے اس کو کھرتے ہیں اور سخت ہو ہی ہے۔ ہونٹ کا دیکھ کر کھوہ ہے۔ اگر کھل ذبح سے بھی ہو جائے گی۔ اگر اونٹ کو ذبح کرنا پڑے تو کھڑک پر ایک ہی جگہ سے ذبح کیا جائے۔ یہ جو معنوں سے کراہت تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے ظنا اور غلط نیت ہے اور رحمت اذیت کر دہ ہے

۱۱) قَالَ تَجَاهِدُ سَبْعِينَ لَيْلًا رَجُلًا وَثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ وَالْمَعْتَرُ الْبَنِي يُعْتَرُ بِالْبُدْنِ مِنْ غَرَضٍ أَوْ فَيْحٍ وَشَعَارٍ ثُمَّ تَدْعُهُمْ السُّدُنُ وَابْتِخَاسًا لَهَا وَالْعَيْنُ عَيْنُهَا مِنَ الْحَيَاةِ وَيُقَالُ وَجِبَتْ سَقَطَتْ مَالِي الْأَرْضِ وَمِنْهُ وَجِبَتْ السَّمْسُ (بخاری)

میلہ نہ کہاں کو بیان اس لیے کہ میں کہ وہ سونے انے روستے میں اور قانع ان کے دلا و فقیر اور معترہ یعنی ہے جو وقت کھٹے دار اور معترہ کہ اس کو معترہ صاف ہے اور شمار ہے ان کا سوا اور تازہ اور بھونڈا کرنا یہ صفت ہے جس میں علم دار شامل ہے معترہ کو اور وجبت کا سنی سقطت میں زمین پر گراں اس کے عربوں کہتے ہیں وجبت الشمس معن سورج ڈوب گیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ بالکد ہے۔ آپ نے فرمایا اس پر صلہ اور اس نے عرض کی یہ قربانی کا خاکور ہے۔

قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ بَدَنَهُ قَالَ ارْكَبْهَا وَذَلِكَ
فِي الثَّلَاثَةِ اَوْ فِي الثَّلَاثِينَ
(بخاری)

فرایا سوار ہوا، عرض کی کہ حضور یہ قربانی کا جانور ہے۔
فرایا سوار ہوا جائے قربانی ہو۔ دھیری یا تیسری بار
میں اس طرح فرمایا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے خواہ ہندی واجب ہو یا فحل اس مسئلہ میں
علماء کے مختلف قول ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ حالت اضطرار ہی پر سواری جائز ہے؛

بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُذُنَ

باب جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے چلے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا
یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ ذوالحلیفہ
سے اپنے ساتھ قربانی لے گئے تھے۔ اور
چلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے
شروع کیا۔ آپ نے عمرہ سے کا احرام بکرا
پھر حج کا احرام بکرا۔ لوگوں نے بھی آپ
کے ساتھ تمتع کیا۔ یعنی عمرہ کر کے حج کیا۔
اب لوگوں میں مد طرح کے لوگ تھے۔ بعض
تو قربانی ساتھ لے چلے تھے اور بعض قربانی
اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پہنچے تو آپ نے لوگوں
سے فرمایا تم میں سے جو کوئی قربانی ساتھ لایا ہو
وہ احرام میں جن چیزوں سے پرہیز کرتا ہے پرہیز
رکھے حج پورا ہونے تک اور جو کوئی قربانی ساتھ
نہیں لایا تو بیت اللہ کا طواف اور صغاروں میں
دو گراں کترائے اور احرام کھول ڈالے۔ پھر
ساتویں یا آٹھویں تاریخ حج کا احرام باندھے
اب جس کو قربانی کا جانور نہ ہو۔ وہ جن

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ
بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى نَسَائَ
مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ
وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاهَلَّ بِالْعُمْرَةِ لَعَلَّاهُنَّ
بِالْحَجِّ تَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى نَسَائَ
الْهَدْيِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَهْدِ فَلَمَّا
قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى
نَائِلَهُ لَا يَحِلُّ لَشَيْءٍ عَزَمَ مِنْهُ حَتَّى
يَقْضَى حَجُّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ
مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطْعْ بِالنَّيْتِ
وَبِالصَّغَارِ الْمَرْدَّةِ وَلْيَقْصِرْ وَلْيَحْلِلْ
لَمْ يَهْلِ بِالْحَجِّ تَمَتَّعَ لَمْ
يَجِدْ هَدًى فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ إِلَى
أَهْلِكَ فُطَاتٍ حِينَ تَقْدِمُ مَكَّةَ
وَأَمْسُكُمُ التَّوَكُّنَ أَوَّلَ تَمَنٍّ وَ تَمَنٍّ
حَبِّ ثَلَاثَةَ أَطْوَابٍ وَ مِثْلُ أُنْبَا
فَرَكَةٍ حِينَ تَقْضَى طَوَائِفُ بِالنَّبِيتِ
عِنْدَ الْمَقَامِ وَ دَلْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ
ثُمَّ نَاصَرَتْ نَأَى الْهَفَا نَطَاتٍ
بِالْمَقَامِ الْمَرْكُوبَةِ سَبْعَةَ أَطْوَابٍ
ثُمَّ لَمْ يَخْلُفْ مِنْ شَيْءٍ وَ حُرْمَتُهُ
حَتَّى تَقْضَى حَاجَتُهُ وَ تَخْرُجَ هَذِيكُ
يَوْمَ التَّخْرِجِ وَ أَفَاضَ فُطَاتٍ بِالنَّبِيتِ
ثُمَّ حَنَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَ حُرْمَةٍ
مِنْهُ وَ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَهْذَى وَسَاقِ الْهَدْىِ
مِنْ النَّاسِ

بخاری

ج کے دنوں میں رکھے اور سات روز جب اپنے
گھر لوٹ کر جائے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب مکہ میں آئے تو پہلے جو کام کیا وہ طواف تھا
اور حجر اسود کا چومنا اور طواف میں پہلے تین پھیریں
میں دوڑ کر چلے اور چار پھیروں میں مولیٰ حال سے
اور طواف کے بعد دو رکعتیں بیت اللہ کے
پاس مقام ابراہیم میں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا اور
فاریخ ہو کر صفا پار پر گئے۔ وہاں صفا دروہ
کے سات پھیرے کیے پھر جتنی چیزوں سے حرام
میں پرہیز تھا ان سے حج پورا کئے تک پرہیز کرتے
رہے۔ اور دوسری تاریخ ذی الحجہ کو قربانی کا محر
کیا اور لوٹ کر مکہ میں آئے۔ بیت اللہ کا طواف
کیا۔ اب معنی چیزوں سے احرام میں پرہیز تھا
ان کا پرہیز جاتا رہا اور جو تک قربانی ساقدانے
تھے۔ انہوں نے بھی وہی کیا جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

فوائد مسائل | التمتع یعنی حضور علیہ السلام نے پہلے حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا تو آپ تامل ہو گئے اور چونکہ تفلد
نہی یعنی کے لحاظ سے متمتع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ہی احرام سے حج و عمرہ کرتا ہے۔ اور لیلیٰ بعمرہ
حجۃ کہتا ہے۔ اس لیے متمتع کا لفظ لایا ورنہ حضور تامل تھے متمتع نہیں۔ فاعلم بعمرۃ الخ اس سے بھی پرا
نہیں ہے کہ پہلے حضور نے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا۔ و لیتتمع الناس اور لوگوں نے پہلے حج افزاد کا احرام باندھا تھا۔
پھر اس کو وضع کر کے عمرہ کر دیا تو متمتع ہوئے۔

من کان منکم الخ اس سے واضح ہوا کہ جو قربانی ساقدان لایا ہے وہ عمرہ کر کے حلال نہیں ہو سکتا۔ اس
حدیث کی مرید تشریح کے لیے فیوض الباری بارہ ششم صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴

مِنَ الْمَدِينَةِ فِي يَوْمِ عَشْرِ مَاءَةٍ
مِنَ الْحَضَاءِ حَتَّى أَتَاكَوَابِجْدَى
الْحَلِيقَةِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَاشْتَعَرَ
وَآخِرُهُ بِالْعَمْرَةِ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
قُلْتُ قَلَّ يَدُ الْبُذْنِ الشَّيْءُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُ الشَّيْءِ شَرَّ
فَلَمَّا هَا وَآمَحَرَهَا وَاهْدَاهَا
فَلَمَّا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أَحْلَ لَهُ يَدُ

کئی اصحاب کے ساتھ مدینہ سے (عرے کے لیے)
تشریف لے گئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے
جانور کی تقلید اور اشتعار کیا اور عرس کا
احرام باندھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے بار
اپنے ہاتھ سے بٹے پھر آپ نے ان کے گائے
میں ڈالے اور اشتعار کیا اور ان کو کہہ دی کہ قربان کرنا
آپ نے کسی چیز سے جو درست تھی پر ہیز نہیں کیا۔

بَابُ فَمَثَلِ الْقَلَاءِ يَدُ الْبُذْنِ وَالْبَقْرِ

باب قربانی کے اونٹ اور گایوں کے لیے بار بٹنا

ام المومنین حضرت حفصہ نے کہا میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ لوگوں نے تو احرام
کو کھول ڈالا ان کو کیا جواب ہے اور آپ نے
احرام کھولا ہی نہیں آپ نے فرمایا میں نے بٹے
بالوں کو جمایا اور قربانی کو بار ڈالا۔ میں جب تک

حج سے فارغ نہ ہوں احرام نہیں کھول سکتا
حضرت عائشہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم مدینہ سے کہ قربانی رضا کرتے ہیں آپ کی
قربانی کے لیے بار بٹتی۔ پھر آپ ان چیزوں سے
پرہیز کرتے جن سے محرم پرہیز کرتا
ہے۔

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأْنُ
النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ يُحْلَلْ أَنتَ قَالَ
رَأَيْتُ لَبْدَةً رَأَيْتُ وَفَلَدَتْ
هَدْيِي نَلَا أَهْلَ حَتَّى أَهْلَ مِنَ الْحَجِّ

(بخاری)

أَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْدِي
مِنَ الْمَدِينَةِ فَاثْنَيْنِ فَلَمَّا
هَدَّيْهُ تَمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا
يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ (بخاری)

بَابُ اشْتَعَارِ الْبُذْنِ

باب قربانی کے اونٹوں کو اشتعار کرنا

وَقَالَ عَزْرُوهُ عَنِ الْمَسْجُودِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْهَدْيُ دَأْسُ شَعْرَةٍ وَآخِرُ
بِالْعَمْرَةِ -

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
ثَلَاثُ قَتَلَتْ قَلَادَ هَذِي النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا شَعْرَهَا وَكَذَلِكَ هَا
أَوْ قَلَدَتْهَا لَمْ يَعْثُ بِهَا إِلَى
الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْهَدْيَةِ فَمَا حَرَّمَ
عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ

(بخاری)

بَابُ مَنْ قَلَدَ الْقَلَادَ بَيِّدًا

باب جس نے اپنے ہاتھ سے بار بنے

أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ كَتَبَ إِلَى
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
مَنْ أَهْدَى هَذَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مَا
يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُبْعَثَ هَذِي
ثَلَاثُ عَمْرَةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا كَيْسٌ لَهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
أَنَا قَتَلْتُ قَلَادَ هَذِي رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّدًا بِهِ
لَمْ يَعْثُ بِهَا مَعَ أَبِي كُلَّمَا يَحْرُمُ
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
نَبِيٌّ أَحَلَّهُ اللَّهُ حَتَّى يَحْرُمَ
لِهَدْيٍ

(بخاری)

اور عذرہ نے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے
جانوروں کے گلے میں بار ڈالے اور ان کا اشعار
کیا اور عمرے کا احرام باندھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے
انہوں نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی
کے جانور کے گلے پر بٹے۔ پھر آپ نے ان کا اشعار
کیا اور ان کے گلے میں آپ نے یا میں نے بڑائے
پھر آپ نے اسی کو بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا
اور خود مدینہ میں ٹھہرے رہے اور جو چیزیں
حلال تھیں ان میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوئی

زیادہ بن ابی سفیان نے جو حضرت امیر معاویہ کی
طرف سے عراق کا حاکم تھا حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما یہ کہتے ہیں۔ جو کوئی قربانی کا جانور (بیت اللہ
کو) روانہ کرے تو جب تک وہ قربانی کاٹی جائے
اس پر وہ سب باتیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی پر
حرام ہوتی ہیں۔ عذرہ نے کہا۔ حضرت عائشہ نے کہا۔
عبد اللہ بن عباس کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں
کے گلے اپنے ہاتھ سے مارے تھے۔ پھر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے وہ جانوروں
کو بٹائے اور میرے باب (الہکرم) کے۔ اللہ بیت اللہ
روانہ کر دیئے۔ اور آپ پر کوئی چیز حرام نہ ہوئی

بخاری

کی ہے حرام نہیں ہوئی یہاں تک کہ وہ جائز کالے گئے۔

بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ

باب بکریوں کے گالے میں مار ڈالنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مار بٹ کر تیار کرتی تھی۔ آپ وہ بار بکریوں کے گالے میں ڈالتے اور بغیر احرام کے گھر پر رہتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی بکریوں کے مار بٹا کرتی تھی۔ پھر آپ ان کو بیت اللہ بھیج دیتے اور خود بغیر احرام کے رہتے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَقْتُلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقْلِدُ الْغَنَمَ وَيَقْتِمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَقْتُلُ الْقَلَائِدَ الْغَنَمَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا شَاةً يَمْلِكُ حَلَالًا

بخاری

بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِضْنِ

باب نعلن کے مار بٹنا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا میرے پاس کچھ اون نعلن ہیں نے اس کے مار قربانی کے جائزوں کے لیے بنا دیئے۔

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَامِنَ عِضْنٍ كَانَ عِنْدِي۔ بخاری

بَابُ تَقْلِيدِ التَّعْلِ

باب قربانی کو جوتی کا مار بٹنا

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ بانک رہا تھا حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پر سوار ہو جا اس نے عرض کی یہ قربانی کا اونٹ ہے فرمایا سوار ہو جا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے اس کو دیکھا اونٹ پر سوار آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جوتی اس کے گلے میں لٹک رہی تھی۔

قَالَ فَانْقَضَ نَابُهَا وَأَكْبَهَا بِسَائِرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّعْلُ فِي عُنُقِهَا

بخاری

بَابُ الْجَلَالِ لِلْبُذْنِ

باب - قربانی کے جانور کی جھول کو کیا کرے

امام عبداللہ بن عمر جھول کو اتنا ہی پھاڑتے کہ کو بان باہر نکل آتا (اشارہ کر کے لےئے) اور جب اونٹ کو نحر کرتے تو جھول اتار لیتے۔ کہیں خون ٹپ کر خواب نہ ہو۔ پھر اس کو خیرات کر دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہیں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ حکم دیا کہ قربانی کے اونٹ جن کو میں نے نحر کیا۔ ان کی جھولیں اور کھالیں غنیمتوں کو خیرات کر دوں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَشْتَقُ مِنَ الْجَلَالِ إِلَّا مَوْجِعَ السِّنَانِ وَإِذَا أَخَذَهَا نَزَعَهَا حَلَاكًا خَافَهُ أَنْ يَفْسُدَ هَا السَّامُ ثُمَّ يَصِدَّقُ بِهَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ آمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَصِدَّقَ بِلُجْلَالِ الْبُذْنِ أَيْتِي حَصًّا فَتُجْلَوِيهَا (بخاری)

ان مکررہ بالا عنوانات کی حدیثوں کے احکام و مسائل یہ ہیں۔

۱) اشعار - شعور سے شق ہے۔ شعر لیسعہ بہ وزن نصرینصر اور اشعار

باب افعال کا مصدر ہے۔ اشعار کے لغوی معنی کسی چیز کو علامت وار کرنے کے ہیں اور اس کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اونٹ کے کو بان کے دائیں جانب نیزہ یا چھری وغیرہ سے مارنا جس سے خون نکل آئے (۲) اشعار مسنون ہے سیدنا امام عظیم علیہ الرحمۃ سے جو منقول ہے کہ اشعار مثل کرنا ہے اور مکررہ ہے تو ایسا اشعار جس میں بدلہ لیا جائے یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے تاؤ کو خواہ مخواہ تکلیف ہوگی (۲) حضرت ابن عباس کا مسلک یہ تھا کہ جو کوئی مکہ میں قربانی بھیج دے اور نہ مکہ کو نہ جائے تو اس بیچ کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس خیال کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ نہ نور علیہ السلام نے مکہ کو قربانی بھیجی تھی افسا پر حج کے احکام جاری نہیں ہوتے تھے (۲) قربانی کا جانور خواہ اونٹ ہو یا بکرا یا بکری ان سب کے گلے میں قلاوہ ڈال سکتے ہیں۔ یہی خواہ ادن کی ہو یا کسی اور چیز کی (۳) جتنی کاروائیاں بھی جائز ہے اشعار اور تقدیر سے مقصود یہ بتانا ہوتا ہے۔ یہ جانور قربانی کے لئے ہے۔

۴) قربانی کے جانور کی جھول کو کیا کر دینا چاہیے۔ نقاب کو اجرت میں دینا منع ہے۔

۵) واعلم ان تعلیل نغم ماکان لیس فی حقیقۃ کالعلم ونحوہ ترک فہا وناذ کوئی لکبت الا انہ منفی عندہم جلا تعلیل الا ان فائدہ کیونکہ بیشی تعلیل کا ملنا حاکم وغیرہا قیاس تعلیل حقیقہ و ماتعلیل الغیر ترک و بالظن السلیقہ بالجمود کا وعلاء خفا تا تعلیل

بَابُ مَنْ اشْتَرَى هَذِي يَمِينَ الطَّرِيقِ وَقَدْ هَا

باب راستہ میں سے قربانی کا جانور خریدنا اور اسے مار پھینا ناجائز ہے

یہ ہی عنوان پہلے بھی گزر چکا ہے۔ دیکھو فیوض پارہ ہفتم جلد ۲۲ البینہ اس عنوان میں وقتلہا کا لفظ زیادہ ہے۔
زیر عنوان حدیث نافع ذکر کی ہے جو فیوض پارہ ہفتم جلد ۲۲ پر مع فیوض جہانی کے گزر چکی ہے۔ جس کا امام بخاری نے یہ
واضح کیا ہے کہ ہدی کو قتلہا پھینا ناجائز ہے۔

بَابُ ذُبْحِ الرَّجُلِ الْبَقْرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ امْرِئٍ

باب اپنی عورتوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے ذبح کرنا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ جبکہ ماہ ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے (مدینہ منورہ) سے
مصر حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ تھی۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ وہ
لوٹ اور سعی کے بعد احرام کھول دیں۔

تو بقرہ عید کے دن لوگ گائے کا گوشت لے کر ہمارے
پاس آئے۔ میں نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ تو
انہوں نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی ازوج عورتوں
کی طرف سے گائے (مخر) ذبح کی ہے۔

فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمَ الْغَدِ الْبَقْرَ بَقِيرٍ
فَقُلْتُ مَا هَذَا اَقَالَ تَحْرُسُ رَسُوْلُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهِ
(بخاری)

عنوان میں مذکور لفظ ہے اور حدیث زیر عنوان میں مخر کا۔ لیکن یہ ہی حدیث ذبح کے لفظ کے ساتھ بھی
آئی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ گائے کو مخر کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ذبح کرنا مستحب ہے۔ قرآن مجید میں
وَلِلَّهِ يَوْمَئِذٍ مَّا كُنْتُمْ تَدْعُو الْبَقْرَةَ آیہ (۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں +

بَابُ التَّحْرِيمِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْنَيْنِ

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جس مقام پر شریک دوں مخر کرنا

حضرت نافع سے وہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن
عمر نے اس مقام میں شریک کیا۔ عبد اللہ نے کہا جہاں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

حضرت نافع سے وہی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
کے ہاتھوں کو مروا دیا ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ
يُحْرِمُ الْمَحْرَمَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ اللَّهُ هُوَ الْحَرَامُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَبْعَثُ
بِهَذِي يَه مِنْ جَذَعٍ مِنْ أَسْفَلِ حَتَّى

يُدْخِلُ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّالِهِ فِيهِمُ الْحُرُّ
وَالْمَمْلُوكُ - (بخاری)

تھے۔ یہ قربانی حاجی لوگ جن میں آنا اور غلام دونوں
طرح کے لوگ تھے اس مقام میں سے جلتے جہاں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

واضح ہو کہ حضور علیہ السلام منائیں جو عقبہ کے قریب سب سے خفیف کے پاس قربانی کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی اسی
مقام پر اتنا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ ان کے اتباع کا یہ علم تھا کہ وہ من و عن حضور علیہ السلام کی پیروی فرماتے تھے حتیٰ کہ
راستہ میں جہاں سے جہاں ضرورت پڑتا تھا اٹھ کر آتے اور اپنے وہاں نماز اور قربانی۔ حضرت ابن عمر بھی وہاں نماز پڑھتے تھے۔ اسی جگہ پر
نماز ادا کرتے تھے۔ ————— ویسے منائیں جہاں بھی قربانی کی جلتے درست ہے۔ حضور رسید عالم قدس مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَحْرَتٌ هَهُنَا وَمَنْعَى كُلِّهَا مَنَحَرُ
نَاخِرُوا نَفِي جِالِكُمْ وَتَقِفْ هَهُنَا
وَعِدْفُ كُلِّهَا مَوْقِفٌ وَتَقِفْ هَهُنَا
وَجَمْعُ كُلِّهَا مَوْقِفٌ

میں نے یہاں نحر کیا ہے اور منیٰ تمام کا تمام نحر کی جگہ
ہے۔ میں نے یہاں وقف کیا ہے اور عرفات تمام
کا تمام موقف تھا۔ میں نے یہاں وقف کیا ہے اور
مزدلفہ سب کا سب موقف ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ منیٰ میں جس مقام پر حضور علیہ السلام نے نحر کیا ہے اسی مقام پر نحر کرنا اور عرفات و مزدلفہ
میں جس مقام پر حضور علیہ السلام جلیو فرما رہے ہیں۔ اسی جگہ پر ٹھہرنا افضل و اتمل اور باعث رحمت و بکثت ہے۔

بَابُ مَنْ نَحَرَ بِبَيْدِهِ

باب اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

حضرت انس سے مروی ہے، انہوں نے مختصر طور سے
حدیث بیان کی کہ لو کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
اٹھوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیا اسی حدیث
میں دو جگہ برے سنیکوں والے میں نے عدول کی قربانی کی۔

عَنْ أَنَسٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ
وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِبَيْدِهِ سَبْعَ بَدَنٍ قِيَامًا وَصَحْبِي يَا
الْبَدَنِيَّةُ كَبَشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ
إِفْرَشَيْنِ (بخاری)

(۱) اس حدیث سے واضح ہو کہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔ خود دوسرے کے توسط سے یا اجازت دیدے
(۲) اس حدیث میں اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی و احمد و ابو ثور اسی کے قائل ہیں امام ابو حنیفہ و ثوری

ماتے ہیں۔ مگر اہل حدیث دونوں طرح ٹھکرنا برابر ہے۔

بَابُ تَحْرِالِ بِلِ مُقْبِدَةٍ • بَابُ تَحْرِالِ بِلِ مُقْبِدَةٍ

باب اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا • باب اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا

ان دونوں عنوانوں کے ماتحت امام بخاری نے ایک ہی مضمون کی حدیث ذکر کی ہے جو یہ ہے
 رَأَيْتُ بْنَ عُمَرَ ذَهَبَ إِلَى اللَّهِ عَنْهُمَا أَيْ عَلَى
 رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بِكَ نَتَهُ يَنْحَرُهَا
 قَالَ أَبْعَثْهُمَا قِيَامًا مَا مُقْبِدٌ ثُمَّ سَخَّهْ
 تَحْمِيصًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا
 فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
 صَوَّأَتْ قِيَامًا وَتَحَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدُنٍ قِيَامًا
 (بخاری)

ابن عمرؓ نے ایک شخص کے پاس آئے
 جس نے نحر کرنے کے لئے پناہ اونٹ بٹھا رکھا۔
 عبداللہؓ نے کہا: صَوَّأَتْ (نحر کرنا) اور سَخَّهْ (باندھنا)
 اور تَحَرَّ (نحر کرنا) کی سی صفت ہے۔
 ابن عباسؓ نے کہا (سورہ حج میں) حَرَّأْتُمْ
 اذْكَرًا اسْمَ عَلَيْهَا صَوَّأَتْ (نحر کرنا) کی سی صفت ہے۔
 ابن عمرؓ نے کہا (سورہ حج میں) حَرَّأْتُمْ
 اذْكَرًا اسْمَ عَلَيْهَا صَوَّأَتْ (نحر کرنا) کی سی صفت ہے۔
 ابن عمرؓ نے کہا (سورہ حج میں) حَرَّأْتُمْ
 اذْكَرًا اسْمَ عَلَيْهَا صَوَّأَتْ (نحر کرنا) کی سی صفت ہے۔

بَابُ لَا يُعْطَى الْجَزَاءُ مِنَ الْهُدْيِ شَيْئًا

باب نقاب کو مزدوری میں قربانی کی چیز نہ دیں

بَابُ يَتَصَدَّقُ بِجَلَالِ الْبُدْنِ

باب قربانی کے جانوروں کی جھولیں خیرات کر دی جائیں

بَابُ يَتَصَدَّقُ بِجُلُودِ الْهُدْيِ

باب قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَعْتَمَى
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمْتُ
 عَلَى الْبُدْنِ نَأْمَرِي فَقَسَمْتُ
 لِحُوقِهَا لَمَّا أَمَرِي فَقَسَمْتُ
 جِلَالَهَا وَحُلُودَهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے
 نبی کریمؐ کی جھولیں تقسیم کر دیں۔
 ان کے اذخوں کے پاس کھڑا ہوا۔ پھر مجھے حکم دیا
 کہ ان کا گوشت تقسیم کر دیا۔ پھر آپؐ نے مجھے
 حکم دیا کہ ان کی جھولیں اور کھالیں بھی تقسیم کر دیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى
بُذْنِهِ وَأَنْ يَتَّخِذَ سِدًّا نَهْ كُلِّهَا
لِحُومِهَا وَجُلُودِهَا وَجِلْدَ لَهَا وَلَا
يُعْطِيَ فِي جِزَارِهَا شَيْئًا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
أَقُومَ عَلَى الْبُذْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا
شَيْئًا فِي جِزَارِهَا۔

أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنِي
قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَاعِئَةً بَذْنًا فَأَمَرَنِي بِكُلِّهَا
فَقَسَمْتُهَا لِكُلِّ أَمَدَنِي بِجِلْدِهَا فَكَسَمْتُهَا
ثُمَّ جَلَّدْتُهَا فَكَسَمْتُهَا۔

(بخاری)

مذکورہ بالا عواہات کے تحت جو احادیث درج ہیں وہ مسائل ذیل پر مشتمل ہیں۔

فوائد مسائل

(۱) اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے (۲) اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا منہن ہے (۳) شائع شدہ احمد
ابو ثور ماریہ جی قیل ہے (۴) قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے (۵) فضائی کو اجرت میں
قربانی کا گوشت احوال یا سری پائے ذخیرہ و بنا منوع و ناجائز ہے (۵۱) حجتہ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے سوا اونٹوں کی قربانی
دئی تھی۔ ان میں سے تریسٹھ اونٹ حضور علیہ السلام نے اپنے دست اقدس سے نحر فرمائے تھے۔ باقی اونٹ حضور علیہ السلام
کی اجازت سے جناب علی رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے نحر کئے تھے (۱۶) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ادا وقف کو مستحب بتایا جاتے
اور مستحب کے مخالف فعل پر کفر نہ کیا جائے۔ اگرچہ امر مباح ہو۔

بَابُ وَاذْبَوْا نَدْلًا بَرَاهِيمَ مَكَانِ الْبَيْتِ أَنْ لَا تَشْرُكَ بِي شَيْئًا

باب سورہ حج میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق —
وَلَهُمْ بَيْنِي وَاللَّائِقِينَ وَالْفَائِزِينَ
وَاللَّوْكَ كَعِ السَّجُودِ وَأَنَّكَ فِي النَّاسِ
بِالْعِجَّةِ يَا نَزْلَكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ

اور حکم ہے اس بار میں کہ اس حکم کا ٹھکانا حنک بتا دیا۔ اور حکم دیا کہ میرا
لوہر جب نہ کر اور میرا حکم ستر اور خواتین، اہل اور غلامات
واہل اور کعبہ سجدہ کرنے والوں کے لئے اور لوگوں
حج کی عام نہ کر دے۔ وہ یہ ہے جس حاضر ہوں گے

ان کو انجنت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کے
قربانی کے اونٹوں کو بچھیں اور ان کی سب چیزیں
بانٹ دیں۔ گوشت اور کھال اور جھول اور فضائی کی
اجرت میں کچھ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا قربانی کے اونٹوں
کا بندوبست کروں اور ان میں سے کوئی چیز فضائی
کی مزدوری میں نہ دوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے
کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوا اونٹوں کی قربانی
کی اور جو لوگوں کے گوشت تقسیم کر دینے کا حکم دیا میں
میں نے تقسیم کر دیا۔ پھر آپ نے مجھے ان کی جھولوں کا
حکم دیا۔ میں نے انہیں بھی تقسیم کر دیا۔ پھر کھالوں کا حکم
دیا میں نے ان کو بھی بانٹ دیا۔

مَنْ كُلَّ فِي عَيْبٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَهُمْ
لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي آيَاتٍ
مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ
بِهِمُ الْأَنْعَامِ فُكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا
أَمْرًا إِنَّ الْفَقِيرَ لَبُذْءٌ يُقْضَوْنَ لَقَتَهُمْ
وَلْيُؤْنِفُوا أَنْذَرَهُمْ وَلْيَصُفُّوْا
بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ
حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ
رَبِّهِ

یہ مبارک مسائل ذیل پر مشتمل ہے:-

فوائد مسائل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی قدیم بنیاد پر عہدت کعبہ تحریر کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر حج کی (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل بونقیل پر چڑھ کر جہاں کے لوگوں کو نذر دی کہ بیت اللہ کا حج کرو۔ تو جن کے مقدور میں حج ہے انہوں نے بالوں کی لٹتوں اور ڈول کے پٹیوں سے جواب دیا لَبَيْتُكَ اَللّٰهُمَّ لَبَيْتُكَ اور حضرت حسن کا قول ہے کہ اس آیت میں اَذِّنْ کا خطاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حجۃ بوحارہ میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔

(۳) ایامہ معلومات سے ذی الحجہ کا عشرہ مراد ہے جیسا کہ سیدنا علی دین عباس و حسن و قداہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے اور یہی مذہب بے سیدنا امام عظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ صاحبین کے نزدیک ایامہ معلومات سے ایام نحر مراد ہیں اور حضرت ابن کا بھی یہی قول ہے اور ہر فقہ پر یہاں ایامہ معلومات سے خاص روزہ عید مراد ہے و تفسیرات احمدیہ (۴) نفلی قربانی منع اور قربان کی قربانی اور ہیکل ہدی سے جن کا اس آیت میں بیان ہے کھانا جائز ہے نفی (۵) یعنی حاجی پر جرد و فندہ تصور کے بدلے لازم آتا ہے یا نذر کا ذبح جو اس سے خود نہیں کھا سکتا۔

بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُذْنِ وَمَا يَصَدَّقُ

باب قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں اور کیا صدقہ کریں

اور عید اللہ نے کہا مجھ کو نافع نے خبر دی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ انہوں نے کہا احرام میں کوئی شکار کرے اور اس کا بل دینا پڑے

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مَا رَزَعُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ لَا يُوْكَلُ
مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالشَّذَرِ وَبِئْسَ كُلُّ

مِمَّا سَأَىٰ ذَٰلِكَ وَقَالَ عَطَاءُ يُكُلُ
وَيُطْعَمُ مِنَ الْمَنَعَةِ .

(بخاری)

حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ سَعْدٍ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ لَأَكُلُ كُلَّ
مِنْ لَحْمٍ يُدْنِيْنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِائَةٍ
كَرْسٍ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوا وَتَزِدُوا فَافْعَلُوا
وَتَزِدُوا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَدْ جَلَّ
عَلَيْنَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَلَّغْهُمْ بَقَرَةً فَقُلْتُ مَا
هَٰذَا فَوَقِيلَ ذِكْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ

(بخاری)

ان احادیث سے واضح ہوا جمع اور قرآن کی قربانی سے خود بھی کھا سکتا ہے۔ البتہ ذہ اور غدیر اور جزاؤ کی قربانی
فوائد مسائل سے خود نہیں کھا سکتا، مدینہ میں ایک سال سخت قحط سال کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ
قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور تقسیم کر دو۔ تین دن سے زیادہ جمع نہ کرو۔ اس حکم کا مقصد یہ تھا کہ غریب امس مفلس لوگ زیادہ سے
زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ آٹھ سال جب حاجت نہ رہی تو آپ نے اجازت دے دی کہ جب تک چاہو ذخیرہ کر کے رکھو
اور کھاتے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے کہ جتنی گوشت چاہیں ذخیرہ کر کے رکھ لیں اور کھاتے رہیں۔
اور جتنا چاہیں تقسیم کر دیں

(۲) نذر و جزا وغیرہ کی قربانی کا گوشت خود نہیں کھا سکتا کہ یہ خالص فقر و اذیت کا حق ہے۔

بَابُ الذَّابِحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

باب قربانی کرنے کے بعد سر منڈانا چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ احادیث
میں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صیافت کیا گیا کہ قربانی
سے پہلے کوئی سر منڈا لے لیا میا ہی کوئی کام

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَنَ حَلْقٍ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَجَّوْهُ

فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَمَّا رَأَى الْقَائِلَ مَعَهُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
 سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ رُبِّ
 لَيْلٍ أَوْ زَيْتٍ قَالَ لَحْمٌ ذُو فَحْتٍ
 بَيْلٌ أَوْ زَيْتٍ قَالَ لَحْمٌ ذُو فَحْتٍ

اگے پیچھے کر لے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو چھو نہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول
لے کہا کہ کسی آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
کیا کہ میں نے تم سے پہلے طواف زیارت کر لیا۔ آپ نے
فرمایا کہ اگر میں نے تم سے پہلے طواف کیا تو میں نے تم سے پہلے کیا۔

قرآنی کرلی آپ نے فرمایا کہ

(۲) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حفصہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کر لیا۔

رَمِيتُ بَعْدَ مَا انْمَسَيْتُ فَقَالَ لِأَحْرَجِ
قَالَ حَلَقْتُ بَيْتَ لَكَ الْفَخْرَ قَالَ لِأَحْرَجِ

دخاری،

میں نے شام ہو جانے کے بعد رمی کی۔ غفور علیہ السلام
نے فرمایا کوئی حرج نہیں اس نے عرض کی۔ میں نے
تربائی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے آپ نے فرمایا
کوئی حرج نہیں۔

فوائد مسائل | اہل اسودیت سے ہمارے شرعی و احمدی مصلح نے یہ استدلال فرمایا۔ کہ حاجی نے دسویں ذی الحجہ کو حاکم کرتے ہیں۔ اگر یہ ایک دوسرے سے موعظ یا مقدم ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ یعنی ایسا کرنے والے پر دوم و غیرہ نہیں ہے حضرت عطاء و ملائس و بجاہد کا بھی یہی ترتیب ہے۔ ————— اور سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے۔ مقدم یا تاخر کی سورت میں دم لازم نہ آئے گا۔ اور کئی ائمہ پر دوم لازم نہیں آئے گا۔

احکام کا موقف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ لا حول و قیہ محمول ہے گناہ کی نفی پر نہ کہ نفی مجزا دے پر۔
 صحابہ و خو حضرت ابی بن ابیہ و الاحقرہ والی حدیث کے رد میں ابی جہل نے بھی مطلب حدیث یہ ہی سمجھا ہے اور فرماتے ہیں کہ تقدیم و
 تاخیر کی صورت میں دوم لازم ہو گا۔

فائدہ: اس کے بعد امام بخاری نے حدیث ابو موسیٰ ذکر کی ہے جس کے مسائل: اب عن اہل فی زمنہم اجمعی صلی اللہ علیہ وسلم الخ فیہ من پارہ ششم کے نسخہ ۱۲۱۱ بیان ہو چکے ہیں۔

اس حدیث میں عنوان کے مناسب یہ الفاظ ہیں **حق بنی بلغہ العہدیٰ**، محلہ جس سے باب کا مطلب واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک کہ قرآن اپنے محل منائیں نہیں پہنچ گئی (معلوم ہے کہ قرآنی حق پر قطع ہے لان بلوغ العہدیٰ محلہ عبد اللہ عن الذبح - خاتمہ)۔

۱۔ واجح ہو کر یمن و الخضر میں خدا کی دعوت کو مانجھ کر مایہ کی راہ پر گئے۔ دوسری جماعت قنوبانی۔ حلقہ یا قصیر بطوات
الخاصہ و اہلبیت، قرأت کے ذریعہ ایمانی تہذیب لانے ہے۔ اور مقصود پرچم کو کھڑی کرنا، واجب نہیں ہے تو مژدہ کے لئے دوسری طبقہ ہیں۔ گویا
کے لئے مصلحانہ زندگی میں تہذیب لانے ہے۔

بَابُ مَنْ بَدَّلَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْحُكْمِ وَحَلَقَ

باب احرام از حدتہ وقت بالوں کو جاننا احرام کھاتے وقت سر منڈانا

عَنْ حَلْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَقْبَا
مَا لَأَتَى بِرَسُولِ اللَّهِ مَا شَاءَ الْقَائِمِ
خَلَوْا بِمَنْ يَدُورُ لَمْ يَحْلِقُوا مِنْ عَمَلٍ
قَالَ أَرَأَيْتَ لَيْتَ رَأْسِي وَقَدْ لَدْتُ هَذَا فِي
خَلَا أَجَلَ حَتَّى أَتَى رَأْسِي

حضرت حنفہؓ نے کیا رسول اللہؐ لوگوں کو کیا
ہوا کہ انہوں نے عمرہ کر کے احرام کھل ڈالا اور آپؐ نے
عمرہ کر کے احرام نہیں کھولا آپؐ نے فرمایا میں نے
اپنے بال جھانسنے اور زانی کے گلے میں ڈروالا
تھیں تو قرآن تک احرام نہیں کھول سکتا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ کر کے بالوں کے منتر ہونے کا اندیشہ ہو تو عید کر سکتا ہے۔ یہی عقول سے مناسبت ہے
لیکن حوا میں حلق کا ذکر بھی ہے۔ اور حدیث میں منق کا ذکر بھی ہے۔ لیکن حدیث ابن عمرؓ جو آئندہ باب میں آ رہی ہے اس
میں منق کا ذکر صحیحاً موجود ہے۔ علامہ مینی نے فرمایا ضروری نہیں ہے۔ کہ عقول کے تمام مسائل و رجوعان حدیث میں پائی جائیں۔
بلکہ اگر ایک بھی پایا جائے تو کافی ہے اور باقی مسائل کے لئے دوسری حدیث کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

بَابُ الْخَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الْإِهْلَالِ

باب احرام کھاتے وقت بال منڈانا یا کتھانا

قَالَ تَأْنِيعَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ مَا يَقُولُ حَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَ
لِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ
قَالُوا وَ لِلْمُقَصِّرِينَ قَالَهُمَا لَشَأْنُ قَالَ
وَلِلْمُقَصِّرِينَ

نافعؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما فرماتے
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں اپنے
سر کے بال منڈائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ سر منڈانے والوں کو
بخش دے۔ لوگوں نے عرض کیا اور بال کترانے والوں
کو۔ آپؐ نے فرمایا یا اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے
لوگوں نے عرض کیا اور بال کترانے والوں کو آپؐ نے یہی
باری فرمایا بال منڈانے والوں کو۔ پھر جو بھی باقی فرمایا
اور بال کترانے والوں کو۔

حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ جب اشدین عرس نے
کہا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی ایک

در بخاری
عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِنْ

أَصْحَابِهِمْ وَقَصَّرَ نَعَضَهُمْ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ اللَّهَ
عَلَيْهِمْ قَالَ كَخَفَرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي شَقِصًا
(بخاری)

جاہلت کے سر ملے اور بعض نے بال کترائے
حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت
معاویہ سے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ ہر معاویہ
نے کہا میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے بال ایک
فیچی نیسے کترے۔

مقنن و تفسیر کے مسائل حلق کا مطلب ہے سارا سر مونڈنا اور تفسیر کے معنی بال کترانے کے ہیں۔ احرام سے باہر آنے کے
لئے حلق کرنا یا تفسیر دونوں جائز ہیں۔ البتہ خلق افضل و بہتر ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے حجۃ المونع
میں حلق کر لیا اور سر مونڈانے والوں کے لئے دعا سے رحمت و حضرت تین بار فرمائی اور کترانے والوں کے لئے ایک بار (۲)
بال کترائیں تو سر میں جتنے بال ہیں ان میں سے چہارم بالوں میں سے کتر دیا ضروری ہے۔ اس لئے ایک برس سے زیادہ
کترائیں کہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں کھسی ہے کہ چہارم بالوں میں سب ایک ایک پورا درختے ۳۲ جس کے سر کے بال نہ ہوں
اسے مستحکم ہوا تھا جب ہے رہ رہ کر سر میں پھوٹنے پھنی ہوتی تو حلق و تفسیر ساقط ہو گیا۔ اسے یہ نہیں سب چیزیں حلال
ہو جائیں گی ۵، حاجی کے لئے حلق و تفسیر کا وقت ایام تحریر یعنی ۱۰-۱۱-۱۲ ہے اور افضل پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ ہے (۶)
گر بارہویں تک حلق و تفسیر نہ کیا تو دم لازم آئے گا کہ اس کھنے کر یہ وقت ہے (۷) حلق و تفسیر کے بعد عورت سے صحبت کرنے کی نہایت
ہاتھ لگانے یا دیرینے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔ اور عورت سے صحبت طواف زیارت کے بعد حلال ہو گی۔
فصل فی تفسیر تفسیر فرمائیے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان معاذیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے موٹے بدمال کو
متبرک سمجھتے تھے۔ اور حضور کے ہاتھ شریف کی تعلیم و توفیر کرتے تھے۔

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں:-
لأن يكون عندنا شعرة منه أحب إلى
من كل بيضاء وصفراء على وجهه الاض
دقی بطنہا

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں:-
لأن يكون عندنا شعرة منه أحب إلى
من كل بيضاء وصفراء على وجهه الاض
دقی بطنہا

بَابُ تَقْصِيرِ الْمَمْتَرِ بَعْدَ الْحَرَمَةِ

باب نتع کرنے والا عمرو کر کے مال کتر دئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں
نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تشریف لائے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
لَمَّا قَامَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطْلُغُوا بِالْبَيْتِ وَيَالِصُوا
قَائِمًا وَتَوَضَّعُوا لِحَيْلِهِمْ أَوْ لِيَقْصُرُوا
دعویٰ

تو آپ نے اپنے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا
طواف اور صفادہ سوا کی سی کر کے احرام کھول دالیں اور
سرفراہیں یا بال کھڑائیں۔

واضح ہو کہ متمتع وہ ہے جو حج کے عین میں عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج کا احرام باندھے۔ تنفیخ کا طریقہ یہ ہے۔ ریان حج میں
میتات سے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کے طواف ویسی سے خارج ہو کر سرفراہے یا بال کھڑائے۔ اور حلال ہو جائے۔ پھر انہوں
کا کہے۔ بعد طواف سی کرے۔ وہیں ذی الحجہ کو قربانی دے۔
حدیث میں وہاں یہ عمرہ بعد از سرفراہی ہونے کا بیان ہے۔

بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النِّحْرِ

باب۔ وہیں تا تاریخ کو طواف زیارت کرنا

طواف زیارت جیسے طواف اٹا منہ بھی کہتے ہیں یہ حج کے اعظم ارکان سے ہے۔ یہ طواف حج کا نہ سوا رکھ ہے۔ اس کے سات
پھیرے کئے جائیں گے جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ میران کے طواف ہو جائیں جن میں اندر حج ہو گا۔ اور پورے سات پھیرے
کرنا واجب تو اگر چار پھیروں کے بعد ہی ہو جی سے خارج کر لیا تو حج ہو گیا مگر ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہو گا اور اس طواف کے
طریقہ بھی شرط ہے کہ پیشتر سے احرام باندھا ہو اور وقت کر چکا ہو۔ اور یہ طواف خود کرے تو اگر کسی اور نے اسے کھڑے یاٹھا کر طواف کر لیا
تو اس کا طواف نہ ہو۔ اگر خود نہ کر سکتا ہو شلٹے ہوئی ہو دم، اس طواف کا ذفت وہیں ذی الحجہ کی طرح فحش ہے اس سے
جمل نہیں ہو سکتا دم، اس طواف کے لئے جگہ طواف کے لئے نیت شرط ہے۔ اگر نیت دو طواف نہ ہو ۱۵ مکرور اٹھارہ میں اگر
بھیر ٹکی دہ سے وہیں کو نہ جائیں تو کیا رمیں کو کر لیں اور جو گیا رمیں کو نہ جائے تو بارہ میں ذی الحجہ کو طواف زیارت کرے۔ اس کے
بعد نماز عشاء خیر گناہ ہے۔ جو نماز میں ایک بکری قربانی کرنی ہوگی نہ، اس طواف کے بعد زمین حلال ہو جائیں گی اور حج پورا ہو گیا۔
اور اگر یہ طواف نہ کیا تو طواف میں حلال نہ ہوں گی اگرچہ رمیں گزر جائیں۔

حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
نواہت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو
رات تک موقوف کیا۔ اور ابی حسان سے مشقول ہے کہ
انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا
کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طواف زیارت مکی کے دنوں
میں کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ وَأَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ دَيْدَنُ لَوْ عَنَ رَأَيْتُ
حَسَنًا عَنِ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَزُورُ الْمَبْدِئَةَ بِكَامَرِ مَكِّي

فائدہ مسائل اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے طواف زیارت ذی الحجہ کی دس تا سچ دہم آخر ہجری میں کیا۔
والی ابلیس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے طواف زیارت کو زوال کے بعد تک موقوف کیا۔ اور بعد غروب مراد لیتا معید ہے

بَابُ الْفَتْيَا عَلَى الدَّلِيلَةِ عِنْدَ الْجَمْعَةِ

باب جمعرے کے پاس سواری پر سوار ہو کر لوگوں کو مسائل بتانا

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ٹھہرتے رہے۔ لوگ آپ سے مسئلے پوچھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا میں نے علمی میں قرآنی سے پہلے سرمنڈا لیا۔ آپ نے فرمایا اب قرآنی کرنے کچھ حرج نہیں۔ دوسرا آیا اور بولا مجھ کو کوم نہ تھا میں نے می سے پہلے قرآنی کر لی آپ نے فرمایا اب اسی کرے کچھ حرج نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمَعَلُوا بَيْنَهُ لَوْثَةً فَقَالَ رَجُلٌ لِمَا شَعَرْنَا فَعَلَقْتُ بَيْتِي أَنْ أَذْخُلَ قَالَ أَذْخُلُ وَلَا أَحْرَجُ حُجَّتُ الْآخَرُ فَقَالَ لِمَا شَعَرْنَا كُنْخَرْتُ بَيْتِي أَنْ أَزِي تَلَا نَزِمٌ وَلَا حَرَجٌ (بخاری)

اس حدیث کی ابتدا اسی جملوں سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ سواری پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ اس حدیث کے مسائل فیوض البخاری پارہ ہفتم (باب الذبیحہ قبل الحلق) صفحہ ۳۶، ۳۷ پر گزر چکے ہیں۔ اور مطلقاً تفسیر کے مسائل کے لئے فیوض البخاری پارہ ہفتم (باب الحلق والتقصیر) صفحہ ۳۶ پر دیکھئے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ لِيَا مَرِيْنِي

باب رام مثنیٰ میں خطبہ دینے کے متعلق

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں کو مدینہ میں خطبہ دیا اور فرمایا یہ کون دن ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ صومۃ والا دن ہے۔ فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ عرض کی کہ صومۃ والا ہینہ ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے خون تمہاری زندگی تم پر حرام ہیں۔ یہی اس دن کی اس شہر میں اس ہیروز میں حرام ہے۔ آپ نے یہ کلمات متعدد دفعہ ہرائے۔ پھر اذان کی طرٹ سنا لیا اور

فَقَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَوْلًا لِي نَفْسِي يَدِي أَرْتَاهَا لَوْ صَدَّقْتُهُ لَأُكْمِتَ لِكَيْ يَبْلُغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ لَا تَرْجِعُوا أَعْبُدُوا كَمَا رَأَيْتُمْ رَبَّكُمْ بَعْضُكُمْ رِقَابٌ بَعْضُ

فرمایا یا اللہ! میں نے دیر (حکم) پہنچا دیا۔ یا اللہ! میں نے دیر (حکم) پہنچا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپ کی وصیت انجی امت کو یہی تھی کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان کو پہنچا دیں۔ جو یہاں نہیں ہیں۔ دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گروں اور کافروں کو جاننا۔

(بخاری)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى
تَذَكُّرَاتِ آتَى يَوْمَ هَذَا أَقَامُوا اللَّهُ
رَسُولُهُ أَغْلَمَ فَقَالَ كَيْانَ هَذَا يَوْمُ
حَرَامٍ أَفَتَذَكُّرَاتِ آتَى يَوْمَ هَذَا أَقَامُوا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمَ قَالَ بَلْكَ حَرَامٍ
أَفَتَذَكُّرَاتِ آتَى شَهْرٍ هَذَا أَقَامُوا اللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَغْلَمَ قَالَ شَهْرٌ حَرَامٍ قَالَ
كَيْانَ اللَّهُ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ دِمَاءُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ
وَأَعْرَاضُكُمْ كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي
شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا۔

(بخاری)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَذَقَنِي
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَمَّا جِئْنَا
الْجُمُعَاتِ فِي الْحُجَّةِ الَّتِي حَجَرْتُ بِهَا ذَا
قَالَ هَذَا يَوْمُ الْحُجَّةِ الْأَكْبَرِ فَطَفِقَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
أَسْهِدْ وَذَوِّعْ أَنَّكَ تَسْ فَقَالُوا هَذَا يَوْمُ
الْوَدَاعِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے،
فرمایا: جلتے ہو یہ کون مادن ہے؟ لوگوں نے کہا
اللہ اور اس کے رسول کو غیبی علم ہے۔ آپ نے فرمایا
یقیناً یہ حرمت والا دن ہے۔ جانتے ہو یہ کون سا مہر
ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ
جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ حرمت والا مہر ہے۔ یکلم
جانتے ہو یہ کونسا مہر ہے۔ لوگوں نے کہا اللہ اور
اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ حرمت
والا مہر ہے۔ آپ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر
تمہارے ایک دوسرے کے خون امدال ادا نہیں اس
طرح حرام کر دی ہیں جیسے اس ملک کی اس بیٹے اور اس
شہر میں حرمت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس حج میں جو آپ نے کیا۔
جمود کے درمیان طحیرے ادا دیے ہیں فرمائی اور
دیکھو یہ حج اکبر کا دن ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا شروع کیا۔ یا اللہ! تو گواہ رہ۔ اور لوگوں کو حرمت
پر جب سے لوگ اس حج کو حج اوداع کہنے لگے۔

(بخاری)

دارالعلم ہو کہ احکام کے نزدیک حج کے تین ہی خطبے منون ہیں یعنی ذی الحجہ کی تاریخ کو یہ روزہ ذی الحجہ اور منیٰ میں
انہی الحجہ کو۔ دسویں ذی الحجہ کا خطبہ احکام کے بل حج کے سلسلہ کا نہیں ہے چنانچہ حدیث ذی حرمات میں جس خطبہ کا ذکر ہے
یہ حج کے سلسلہ کا نہیں ہے بلکہ اجتماع عظیم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور علیہ السلام نے چند نصیحتیں فرمادی تھیں۔
۱۲۔ یہ حدیثیں مسائل ذیل پر مشتمل ہیں:

۱۔ حضور علیہ السلام نے اپنے سفر میں نبوت کو کما حقہ ادا فرمادیا ۲۔ انکسوت والا مہر ہے۔ ذی الحجہ کا مہر بھی عزت والا ہے اس
میں کسی کو تاہم احترام ہے۔ تو اسی طرح ہر دن اور ہر دن میں باقی خون ویری وغیرہ سے باز ہو حکومت ہو مومنوں کی اشیاء کی
حرمت سے اس لئے تنبیہ دی کہ ان کی حرمت کو توڑنا ناکارہ کہ کسی حال میں جائز نہیں رکھتے تھے ۴۔ ہر مومن کو یہ کہہ دینا چاہیے کہ حق تعالیٰ

معدن۔ ذوال شمس کے بعد۔ وحقار اور ذوال الحظا میں ہے کہ جو میں خدا کے حکم کی نافرمانی کی گئی اور کثرت سے گیارہویں کی نافرمانی ہے
مگر سنوں یہ ہے کہ طلاق آفتاب سے ذوال کے بعد غروب تک ہزار بار غروب سے کیا جائے گی کہ نافرمانی کی نافرمانی ہو۔ یہ سنو جو میں
کی نافر سے طلاق آفتاب تک کرو رہے۔ ملاحظہ یہ کہ جو سوئی ہوئی الحکم کی رہی کہ سنوں وقت طلاق آفتاب سے ذوال تک ہے
جبکہ کثرت سے یہ بحث میں مذکور ہے۔

رہی ہمارے مسائل انیس ہے ۱۵) ابن وادی میں سے کھڑے ہو کر نیچے سے سات لکڑیاں جو ہر ایک پر ایک ٹکڑی لکڑی ہے
اور اگر تھے کہ مثل سے اللہ اکبر کہہ کر باریں۔ جو کہ اوپر سے کھڑے ہو کر نہ ماریں لکڑیاں اس طرح ماریں کہ جو تک پہنچیں۔ یا اس
سے تین اقدار صلہ تک کر پی اس سے زیادہ و دیگر کو تو شمار نہ ملے گی پہل لکڑی کے ساتھ تجویہ قطع کریں اور یہاں نہ ٹھہریں
رہی کہ کے ذرا منقہ والی ہیں ۱۶)

بَابُ رَمَى الْجَمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

باب نالے کے نشیب میں کھڑے ہو کر کھڑیاں مارنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ
رَمَى عَبْدُ اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي فَقُلْتُ
يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ نَأْمًا يَرْمُونَكَ
مِنْ قَوْقُمَا فَقَالَ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ
هَذَا أَمَقُّهُ الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ
الْبَقَرَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(بخاری)

یعنی دسویں ذی الحجہ کو جبرۃ العقبہ کی رہی نشیب میں کھڑے ہو کر کھڑیاں مارنا ہے اور سورہ بقرہ کا خاص طرح پاس لے
نام لیا کہ اس میں حج کے احکام زیادہ مذکور ہیں ۱۷)

بَابُ رَمَى الْجَمَارِ يَسْتَبْعِمُ حَصِيَّاتٍ

باب ہر جبرہ پر سات لکڑیاں مارنا چاہئیں

بَابُ يَكْبُرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

باب ہر لکڑی مارنے پر اللہ اکبر کہے

بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرًا الْعُقْبَةَ فَجَعَلَ الْيَدَيْنِ عَنْ نَيْسَرِهِ

باب ہر موضع کے کھراپے ہوتے وقت بیت اللہ کو بایش کرتا کرنا

بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يُقِفْ

باب ہجو مقبہ (نہرے شیطان) کو کنگریاں مار کر وہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے

(۱۱) قَالَ الْاِمَامُ عَمْرُو بْنُ اَبِي النَّضْرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ان عنوانات کے تحت اسم نے ایک ہی مضمون کو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ حج کیا۔ تو دیکھا کہ ابن مسعود نے ہر عقبہ کو سات کنکریں ماریں۔

تو آپ نے کعبہ معظمہ کو پائیں جانب کیا اور اپنی کمر بٹیا
جانب اور سات کنکریاں مابین اور فرمایا اسی طرح
انہوں نے سی کی جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

جب عہدِ اشد بن مسعود نے بڑے عمر کے پرانے لکڑی کے اینٹوں کو دھو دیا تو ان کے انشیب میں لکھے: جب دولت کے سامان پہنچے تو ان سے جو گائے اور سات لکڑی کے اینٹ ہر لکڑی کے بارے میں وقت اللہ اکبر کہا۔ پھر کھنڈے کے شتم اس کی جس کے سوا کوئی پوچھنے کے لائق نہیں۔ میں وہ کھنڈے جو تھے جن پر سورہ لہو اترا۔

د بخاری

فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنْهُ عَنْ
يَمِينِهِ

(١٧) حين رآى جمره العقبة فاستيقظ
النوى حتى إذا حاذى بالشجرة
اعتصمها فرمى بسبع حصياتي تكبر
مع كل حصاة ثم قال من ههنا
قال لى لأله فتره قام الذى
أنزلت عليه سورة البقره صلى
الله عليه وسلم

ابن ابی حمزہ سے واضح ہوا کہ رمی سات لنگریں سے کی جائے بوقت رمی مذکور کیا جائے۔ بوقت میں جبر و عتہ بیت التکوین میں طرقت اور منی کو دو دایم طرف کیا جائے۔ اور یہ کہ جبر و عتہ کی ہی کے بعد وہاں نہ ٹھہریں رمی کر کے فوراً منی و ایس کو اپنی جیب سے بیساکہ اور تفصیل سے بیان فرما۔

فائدہ: ہر وقت لاجروں سے چار بائوں میں عطا ہے۔ اذکار کے یوم النعم میں صرف اس کی رمی کی جاتی ہے۔ دسم
 ایک ہر وقت لاجروں سے چار بائوں میں عطا ہے۔ اذکار کے یوم النعم میں صرف اس کی رمی کی جاتی ہے۔ دسم
 کے لئے اس کے پاس نمٹہ اچانے۔

(۲) مجدد و مجددی کی جتنی باتیں ہیں اسی مقام پر حضور علیہ السلام نے انصاف سے حجت کی تھی جسے بیت وقبر کہتے ہیں۔

بَابُ إِذْ أَرْمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ وَيَسْهَلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

باب جب پہلے اور دوسرے جمرے کو نکلواں مارے تو قوم زمین پر قبلہ رخ کھڑا ہو

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَسَرِ الدُّنْيَا وَالْوُطْطَى

باب پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس دعا کے لئے اٹھ اٹھانا

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

باب پہلے دو جمروں کے پاس دعا کرنا

ان عنوانات کے تحت بھی نام بخاری نے ایک ہی عنوان کی پیشکش کی ہے جس میں سے دو ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ وہ پہلے جمرے پر سات نکلواں مارے۔ پھر

انکرا کر کہتے ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر نرم دھوا زمین

میں آجاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دیر تک کھڑے

رہتے اور دونوں اٹھ اٹھا کر دعا کرتے پھر دوسرے

جمرے کو نکلواں مارے پھر اپنی طرف پل کر نرم زمین

میں آجاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دیر تک کھڑے

رہتے اور دونوں اٹھ اٹھا کر دعا کرتے۔ پھر چوتھے

نوا سے کہتے ہیں اگر نکلواں مارے گا تو اس

کے پاس نہ ٹھہرتے پھر وہاں سے چل دیتے اور کہتے

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے

دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرے پر

سات نکلواں مارے تھے اور پھر کبریٰ مارے وقت

اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھ کر نرم دھوا زمین

پہلے آتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر بڑی دیر تک

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ

كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ عِنْدَ نَبِيٍّ يَسْبِغُ حَصِيًّا

يَكْبُرُ عَلَى كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَقْعُدُ

حَتَّى يَسْهَلُ فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

فَيَقُومُ مَطْوِيًّا ذَيْلَهُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

ثُمَّ يَرْمِي الْوُطْطَى ثُمَّ يَأْتِي دَاخِلَ الْبَيْتِ

فَيَسْتَقْبِلُ دُورَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

فَيَقُومُ مَطْوِيًّا ذَيْلَهُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ بِحَرِّ

بَطْنِ أَوْدٍ وَرَفَعَ يَدَيْهِ عِنْدَ هَذَا

يُنْصَبُ فَيَقُولُ هَكَذَا أَرَأَيْتَ أَجَبِي

سَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

(۲) أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ

حَصَاةٍ ثُمَّ يَرْمِي رَجُلًا حِمَاةً حَتَّى

يَقْعُدَ ثُمَّ يَسْبِغُ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ كَوْنَهُ النَّفَرِ بِالْأَبْطَحِ

باب کوئی کے دن عصر کی من از ابط (محبوب) میں پڑھنا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کے لیے جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یوم الترویج میں ظہر کی نماز منیٰ میں اور رکوع کے دن ۱۲ یا ۱۳ ذوالحجہ کو عصر کی نماز **صَلَّى الْعَصْرَ كَوْنَهُ النَّفَرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ** (بخاری) | ابط میں اور افراتیٰ۔ (۲) اُمہ حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ظہر و عصر و مغرب و شام محبت میں پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر آرام کیا فرما رہے پھر نماز کعبہ روانہ ہوئے اور طواف کیا۔ (بخاری)

بَابُ الْمُحَصَّبِ

باب محبت میں اتارنے کے متعلق۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام (منیٰ سے غناہ ہو کر) محبت میں ایک منزل کرنے والوں، اس نے ٹھہرے **يَكُونُ أَنْ مَجَّ يُخْرِجُهُ لَيْحِي الْأَبْطَحِ** (بخاری) | کہ دلوں سے مدینہ کو جانا آسان ہوتا۔ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لَكِنَّ التَّحَصُّبَ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنُورٌ
نَزَّلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(بخاری)

واضح ہو کہ ابط۔ محبوب۔ ابطی۔ اذنیف بنی کنانہ ایک ہی جگہ کے نام ہیں حضور علیہ السلام جب منیٰ سے کوچ فرماتے تھے تو محبت میں ٹھہرتے تھے اذنیف بنی کنانہ کی نماز اور افراتے اور کچھ دیر آرام فرماتے تھے۔ تو اگرچہ محبت میں اتارنا حج کے دن سے نہیں ہے مگر حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دلوں اتارنا ممنون ہے اور باعث فیروہ برکت ہے چنانچہ سیدنا صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی محبت میں ٹھہرا کرتے تھے

بَابُ النَّزُولِ بِبَيْتِي طَوِي تَبْلُ لَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ

باب کہ میں داخل ہونے سے پہنچوں وہی میں اتارنا (جو کہ کہ کے متعلق)

وَالنُّزُولُ بِالطَّحَاةِ (التي يَدُ الْخَلِيفَةِ) | آئندہ جب کہ سے (دینہ کو روکے) تو اس کو لکریے میدان میں
إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ۔
ٹھہرا جو ذوالخلفہ میں ہے۔

حضرت تابع۔ حضرت ابن عمر سے راوی کہ وہ کہہ جاتے ہوئے لات ذی طوی میں ٹھہرتے تھے اور حج و عمرہ سے باہر ہو کر جب

میں سے آتے تراجم اور نسخی لکھا میں ٹھہرتے جزا الخلیفہ میں ہے جہاں تحصیل اپنی اولیٰ بھیجا کرتے تھے۔ (بخاری، خلاصہ حدیث)

بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طَوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

باب۔ کہ سے روٹتے وقت میں ذی طوی میں اترنا۔

اس عنوان کے تحت میں امام نے حدیث نافع ہی ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عمر جب مدینہ سے مکہ کے وقت ذی طوی میں گذرتے صبح کو کرکین داخل ہوتے۔ اُن کے سے روٹتے وقت ذی طوی میں رات کو ٹھہرتے اور فرماتے تھے کہ۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔
| حضور علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ میں دخول و خروج کے وقت ذی طوی وغیرہ میں ٹھہرنا اور رات گزارنا۔ اگر کرج کے ارکان سے نہیں ہے لیکن اتباع نبوی میں ان مقامات پر ٹھہرنا منسلک ہے صحابہ کرامؓ سنت نبویؐ کے بقدر ہی میں ان مقامات پر اترتے تھے۔

بَابُ التَّجَارَةِ أَيَّامَ الْمُوسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب کرج کے دنوں میں تجارت کرنا اور زمانہ جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا جگہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ذوالحجہ اور مکہ کا زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی مشایخ میں جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگوں نے (رج کے دنوں میں) تجارت کرنا بڑا سمجھا۔ تو (سودہ بقرہ) یہ آیت نازل ہوئی کہ رج کے دنوں میں سودہ کا فضل و حرمت نے (تجارت کرنے) میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
كَانَ ذُو الْحِجَاةِ وَحَاظَ مُنْجَرُ النَّاسِ
فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا حَارَبَ الْأَسْلَامُ
كَانَتْهُمْ كَرَهُوا إِذَا لَكَ حَتَّى نَزَلَتْ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا
مِنْ رَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ الْمُوسِمِ الْحُجَّجِ۔ (بخاری)

فوائد مسائل | علامہ مدنی نے فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں چار بازار مشہور تھے۔ حنظلہ۔ ذوالحجہ۔ حجتہ۔ حاشہ۔ نہیں سمجھا اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

بَابُ الْأَدْلَاجِ مِنَ الْمُحْصَبِ

باب محصب سے اخیر رات کو چلنا

الأدلاج کے اخیر رات میں چلنے کو کہتے ہیں۔ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے اخیر رات میں روانہ ہونے تھے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ - وَجُوبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا

باب عمرہ کے بایں میں عمرہ کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت

اُدحضت ابی عمر رضی اللہ عنہما لے کہا کہ ہر شخص پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہے اُدحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ نے اپنی کتاب میں عمرہ کعبہ کے ساتھ لکھا ہے (سورہ بقرہ میں فرمایا) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک جتنے چاہے جو رہے وہ سب عمرہ تھے اور ہر جاگہ ہے اور قبول حج کا بلکہ جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُثْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْفَرِيضَتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَاتِّمَامُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ تَبَاءُ بَيْنَهُمَا بِالْحَجِّ الْمُبْرُورِ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔

بَابُ مَنْ أَعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

باب حج سے پہلے عمرہ کرنا

عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے جواباً فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا تھا۔

عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالِ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ أَعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحْجَّ۔

فوائد و مسائل (۱) احناف کے نزدیک عمرہ واجب ہے جیسے مقدمہ نظر۔ عید الفطر کی قربانی اُدوتر واجب ہے (۲) امام شافعی عمرہ کو فرض قرار دیتے ہیں۔ ولائی کی تفصیل کے لئے بدائع الصنائع جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ دیکھیے (۳) اس کے شرائط واجب وہی ہیں جو حج کے ہیں۔ وہی عمرہ کا دکن طواف ہے کتاب مجری میں فرمایا ولیو فو بالبيت العتيق اُداس پر اجماع بھی ہے۔ (۴) شرائط رکں وہی ہیں جو حج کے ہیں مگر عمرہ کے لئے کوئی دقت مقرر نہیں ہے اشہار الحج اُداس کے علاوہ مہینوں میں عمرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ یوم عرقہ۔ یوم النحر اور یام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ ہے (۵) سعی وعلق عمرہ کے واجبات سے ہیں۔ زیر عنوان حدیث سے عمرہ کی فضیلت واضح ہوئی۔ حج سے پہلے ہی عمرہ کر سکتے ہیں خیرہ تفصیل کے لئے نیز میں ابادی۔ پان ششم فکرا تا ملاک اخطا فرمائیے۔

بَابُ كَيْفَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عمرے گئے ہیں!

عمرے گئے ہیں۔ کہا میں اودعروہ بن زبیر و انہوں مسجد نبوی
میں تھے۔ وہاں دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قبر کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ
مسجد میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے عبداللہ
سے پوچھا کہ اشراق کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔ انہوں
نے کہا۔ بدعت ہے۔

عَنْ تَجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ
بَنُ النَّبِيِّ الْمَسْجِدَ إِذَا عَمَدَ اللَّهُ بِنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى الْحَجَّةِ
عَالِيَةً وَإِذَا نَاسٌ يَقُفُونَ فِي الْمَسْجِدِ
صَلَاةَ الصُّبْحِ قَالَ فَمَا لَنَا عَنْ صَلَاتِهِمْ
فَقَالَ بَدْعٌ -

پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے گئے انہوں نے جواب دیا۔ چار۔ ایک رجب میں کیا تھا۔ ہم نے ان کی بات کا ثابرا
جانا اتنے میں ہم نے مجھ میں جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنی تو عروہ نے پکار کر کہا۔ اسے والدہ محترمہ ایمان والوں کی مائے آپ نہیں
سنتیں، ابو عبدالرحمان ابن عمرؓ کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہ نے کہا یہ ہی کہ حضور نے چار عمرے
کئے تھے۔ ان میں سے ایک رجب کے مہینے میں کیا تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ عبدالرحمن پر رحم کرے آپ نے کوئی عمرہ
ایسا نہیں کیا جس میں ابو عبدالرحمنؓ موجود نہ ہوں اور رجب میں تو آپ نے عمرہ کیا ہی نہیں۔

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ
عنه سے یہ وقت کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے گئے؟
انہوں نے کہا۔ چار۔ ایک تو حدیبیہ والا عمرہ و القعدہ کے مہینے
میں جہاں پر مشرکوں نے آپ کو روک دیا تھا اور دوسرا آنندہ
سال میں اس عمرے کی تقاضا و قوا القعدہ میں جب اب سے صلح
کی ہے۔ تیسرا جمرانہ کا عمرہ جب کہ جنگ خندق کا مال غنیمت آپ
نے تقسیم کیا۔ (جو حجاج کے ساتھ) میں نے پوچھا ج کتنے گئے؟
انہوں نے کہا ایک۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے انہوں نے
کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے
جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تو حدیبیہ
تھا جس سے مشرکوں نے آپ کو روک دیا۔ اور دوسرا آنندہ
سال حدیبیہ والا عمرہ اور تیسرا ماہ ذوالقعدہ اور چوتھا
عمرہ حج کے ساتھ کیا۔

عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
كَيْفَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أَرْبَعَ عُمَرَةٍ أَحَدُ يَمِينَةٍ فِي ذِي
الْقَعْدَةِ حَيْثُ مَدَّكَ الْمُشْرِكُونَ وَ
عُمَرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ
حَيْثُ مَدَّ لَهُمْ وَعُمَرَةً أَكْحَرًا إِذَا
قَسَمَ غَنِيمَتَهُ أَرَاهُ حِينَ ثَلَاثَ كُمُ
حَجَّ قَالَ وَاحِدَةً عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ
أَنَسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ دَخَلَهُ وَ
مِنَ الْقَابِلِ عُمَرَةً أَحَدَ يَمِينَةٍ وَعُمَرَةً
فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةً مَعَ حَجَّتِهِ -

(بخاری)

قائد و مسائل ۸۱۶ واقع ہوا کہ حضور علیہ السلام نے چار عمرے قربا لیں۔ (۲) ابو عبد الرحمن حضرت ابن عمر کی روایت ہے جناب عائشہ نے صرف رجب میں عمرہ کا انکار کیا اور سابق عمر کے قول کو نسیاں پر محمول فرمایا کہ ان کے لئے دعائی — پچا فخر حضرت عائشہ کے انکار پر جناب ابن عمر کا سکوت بھی اس امر پر دلالت ہے کہ ان کو بھی اس معاملہ میں اشتباہ اور جھل بر ہو گئی تھی۔

(۲) تعداد عمرہ میں اختلاف دراصل اعتباری ہے بعض نے عمرہ حدیمہ کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ پورا نہیں ہوا تھا۔ حجتہ الوداع دلا عمرہ عدم تیز کو جو سے اودھجہ آنہ کا عمرہ اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ رات میں واقع ہوا تھا۔ تاہم (۳) چھتر آئندہ۔ طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ مکہ سے یہ جگہ زیادہ قریب ہے۔ حنین مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بادی کا نام ہے۔ حدیمہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے وہاں ایک کنواں تھا۔ اسی مقام پر حضور علیہ السلام نے چودہ سو یا سترہ سو صحابہ کرام کو بیعت فرمایا تھا۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ

باب رمضان میں عمرہ کرنا

اس مہینہ کے اہل امام بخاری نے جو حدیث نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے النسا کی ایک حدیث سے فرمایا تو ہمارے ساتھ کچھ کیوں نہیں کرتی تو اس نے مذہب پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔
ذَا كَانَ رَمَضَانُ اَعْتَقِدِي فِيهِ حَاجَةً
عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ حَجَّةً (بخاری)
 جبکہ رمضان کا مہینہ آئے اور اس میں حج کر کیونکہ
 رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔
 اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر تھا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان میں عمرہ
 کرنے سے فرض حج ادا ہو جائے گا۔

بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَضِيَّةِ وَغَيْرِهَا

باب عہد کی رات میں یا اُد کسی وقت میں عمرہ کرنا

یہ عہد سے مراد عہد میں رات گزارنے کے میں مطلب عنوان یہ ہے کہ حج سے فارغ ہو کر ایام تشریق کے گزر جانے کے بعد عمرہ کر سکتے ہیں۔ واضح ہوا کہ سال کے کسی بھی مہینہ میں کر سکتے ہیں البتہ یوم نحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو کتاب الخیض میں بھی گذر چکی ہے۔ اور فیض پارہ ششم ص ۱۲ پر مع تفہیم و ترجمانی کے ذکر ہو چکی ہے۔

بَابُ عُمْرَةِ التَّعْنِيمِ

باب تعنیم سے عمرہ کا احرام باندھنا۔

بَقِيَ الْيَسْبَعُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا
أَبَى يُزَوِّجَ عَالِشَةً وَيُعِيرَهَا مِنْ
التَّعْطِيمِ۔
(بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ حضرت
عائشہؓ کو اپنے ساتھ سرداری پر بجا کرے جائیں اور
تعمیم سے ان کو عمرو کو اتھیں۔

فوائد ومسائل حدیث بذمائل ذیل پر مشتمل ہے (۱) متعمر کی کسے لئے ضروری ہے کہ حل سے احرام باندھے اور
تعمیم ہی سے عمرو کا احرام باندھنا ضروری نہیں ہے امام اعظم ابوحنیفہ و اصحابہ و امام قسطلانی کا بھی یہی
مسلک ہے۔ اس حدیث میں تعمیم سے احرام باندھنے کا ذکر ہے اس بنا پر بعض علمائے یہ رائے قائم کی ہے کہ کئی
کسے تعمیم سے عمرو کا احرام باندھنا ضروری ہے مگر یہ استدلال نام نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے تعمیم سے
احرام باندھنے کا جو حکم دیا وہ اس بنا پر جو کہ تعمیم بہت قریب پڑا تھا۔ چنانچہ اس امر کی تائید حدیث عائشہؓ ہی سے
ہوتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

انه صلى الله عليه وسلم قال لعبد الرحمن احمل اخذك فاخرجها
من المحرم قالت والله ما ذكرنا الجعرة ولا التعيم فكان اولها ما
في الحرم التعيم فاهللت بعمره فاخبرت انه صلى الله عليه وسلم لم
يقصد الإحلال كما مر منعا معينا وقصد التعيم بقوله فلبثت ان
مقت اهل مكة لعمرتهم هو الحل عيني۔ مبر

نوٹ ۱۔ اس حدیث کے بعد امام بخاری نے ایسا اور حدیث جمع کی ہے جو کہ بلب کیف تحمل الحائض فیروز
پارہ ششم ص ۱۳۹ پر جمع تعمیم و ترجمانی کے گزر چکی ہے عنوان سے مطابق اس حدیث میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ فامرو عبد الرحمن
بالجعره ان يخرج معها الى التعيم۔ ناہم۔

بَابُ الْأَعْتِمَارِ لِعَدَا كَلْحٍ لِعَبِيرٍ هَدَاهُ

باب حج کے بعد عمرو کرنا اُعدتانی نہ دینا

اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو کتاب الحیض میں آویا ہے کہ کبھی تحمل الحائض میں جمع تعمیم
و ترجمانی کے گزر چکی ہے دیکھئے۔ فیوض ابدا پارہ ششم ص ۱۳۹۔ اس حدیث میں حسب ذیل الفاظ عنوان کے مناسب ہیں

فَأَهْلَتْ بِعَمْرٍو مَكَانَ عُمَرِئِمَا
تَقْفَى اللَّهُ حَجَّهَا وَعُمَرَتَهَا وَلَمْ
يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدًى وَلَا
صَدَقَةً وَلَا مَمْلُوكًا

میں نے اگلے عمرے کے بدل دوسرے عمرے کا
احرام باندھا حالانکہ (اپنے فعل سے) مجھ کو حج بھی
کرا دیا عمرو بھی نہ مجھے قربانی دینا پڑی نہ خیرات نہ
دوسرے رکھنا پڑے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جس نے حج کے بعد اُعدا یا م تشریق کے گزر جانے کے بعد عمرو کیا تو اس پر قربانی واجب

ہیں ہے کیونکہ قربانی متعین ہرگز نہیں ہے اور متعین وہ ہوتا ہے جو اشرار حج میں عمرہ کرنے اور عمرہ کا طواف و توفہ سے پہلے کرے لیکن جس نے یرم الفجر کے بعد عمرہ کیا تو اس کا عمرہ غیر اشرار حج میں ہوا اس نے اس پر قربانی لازم نہیں ہے۔

بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النِّصَبِ

باب عمرہ میں قیمتی مشقت ہو۔ اتنا ہی ثواب ہے۔

حضرت عائشہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اور لوگ تو دو دو ٹیکیاں لے کر جا رہے ہیں اور میں ایک ہی ٹیکہ لے جاؤں گی۔ آپ نے فرمایا جب تم حیف سے ایک ہرگز تو تنہا سے عمرہ کا احرام باندھو پھر فلاں جگہ سے آکر مل جاؤ۔ وَنَكْتُمَا عَلَى قَدَرٍ لِّفَقْتِكُمَا أَوْ فَيْسَلِكُمَا | کہات یہ ہے ثواب تو اتنا ہی ملے گا جتنا خرچ کرے یا تمہی تکلیف ملے علامہ عینی نے فرمایا کہ اسی حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت جس میں مشقت ہو اس کا ثواب زیادہ ملتا ہے بشرطیکہ وہ مشقت ایسی نہ ہو جس کی شریعت نے مخالفت فرمائی ہے۔ لیکن یہ قاعدہ یکدہ نہیں ہے بعض اوقات کمزوری عبادت کا بھی زیادہ ثواب ملتا ہے جیسے شب قدر کا قیام۔ رمضان کی دوسری راتوں کے قیام کی نسبت ثواب میں زیادہ ہے یا دو رکعت نفل مسجد حرام میں پڑھنے کا ثواب اور یکہ کی نسبت زیادہ ہے۔ (عینی جلد ۱ ص ۱۸)

بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يُحْبِزُهُ مِنْ طَوَافِ الْوُدَاعِ

باب جب عمرہ کرنے والا عمرے کا طواف کرے (حج کے بعد) کہ سے پہلے کہ تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں اس سوال کے تحت امام نے جو حدیث ذکر کی ہے جو باب الحج اشہرہ معلولات زیر میں اباری پانچو ششم ص ۱۱۱ میں مکمل ترجمانی کے ساتھ گزری ہے۔ علامہ حدیث یہ ہے کہ جناب عائشہؓ کو حقیقؓ آیا تو حضرت نے فرمایا یا انال حج ادا کر اور اس کے بعد عمرہ کی تھا کا حکم دیا اور فرمایا: فلاں مقام پر ہم سے آکر ملنا تو حضرت عائشہؓ نے نصف شب میں وہاں پہنچی حضور وہاں موجود تھے۔

آپ نے فرمایا فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا جی ہاں اب آپ اپنے صحابہ میں کبھی کی ندا دی۔ پس لوگ لگاتار ہو گئے اور وہ لوگ بھی جرمیج کی ناز سے پہلے طواف وداع کر چکے تھے۔ پھر آپ بھی دینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

فَقَالَتْ فَذَرْنِي فَمَاذَا قُلْتُ نَعَمْ فَنَادَى بِالنَّجِيلِ فِي أَصْحَابِهِ فَإِنْ تَحَلَّلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ مَوْجِعًا إِلَى الْمُحْشِيَةِ۔ (بخاری)

بَابُ تَفْعُلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا لَفْعُلُ فِي الْحَجِّ

باب عمرہ میں بھی اپنی کاسل کا پرہیز ہے۔ جی کا حج میں پرہیز ہے۔

منقود وغیرہ یہ بتا کر ہے کہ عمرہ کے احرام میں بھی ان امور سے پرہیز لازمی ہے جس سے حج کے احرام میں پرہیز کیا جاتا ہے یا یہ کہ جو فعل حال حج میں کئے جاتے ہیں وہی عمرہ میں کئے جائیں گے۔ سوا اہی اور ذنوف کے۔ اس حوالہ کے تحت امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کیں۔ حدیث اول باب غسل الخلق۔ فیوض پارہ ششم ص ۱۲ پر اور حدیث دوم۔ باب وجوب الصفا والموءدۃ فیوض پارہ ششم ص ۱۲ پر گذر چکی ہیں۔ ان حدیثوں میں سنائی کے مناسبت الفاظ ہیں۔

وَأَصْنَعُ فِیْ عُمْرَتِکَ کَمَا لَقِیْتُ فِیْ حَجَّکَ۔

اور جیسے حج میں کرتا ہے ویسا ہی عمرے میں بھی کر

واضع یعنی عمرہ کے احرام میں بھی انہیں امور سے پرہیز کیا جاتے جن سے حج کے احرام میں کیا جاتا ہے۔ اور عمرہ میں بھی وہی امور ادا کئے جائیں جو حج میں کئے جاتے ہیں سوا ذنوف اور رمی جمار کے۔ واضح ہو کہ عمرہ کے احرام چار ہیں۔ احرام۔ طواف۔ سعی۔ تقصیر۔

آمد حدیث دوم میں سنائی سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں عمرہ کے لئے بھی مفاہم مردہ کی سعی کا ذکر ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا مَجَاحَ عَلَيْهِ اِنْ يَطُوفَ بِهِنَّ۔ کہ صفا اور مردہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج کرسے یا عمرہ کرے تو ان میں پھرنے سے وہ نہنگار نہ ہوگا۔

جس سے واضح ہوا کہ حج و عمرہ میں مفاہم مردہ کی سعی ضروری ہے۔

بَابُ مَتَى يَجِزُّ الْمُعْتَمِرُ

باب عمرہ کرنے والا اپنے احرام سے کب فارغ ہو

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمْرًا يَنْبَغِيْ مَلَى اللّٰهِ عَلَيْهِ سَلَمٌ اَصْحَابَهُ اَنْ يُحَافُوا مَا عَمَرُوْهُ وَيَطُوفُوْا شَعَائِرَهُ وَيَحْدِلُوْا۔ (بخاری)

اور عطاء نے کہا کہ وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو یہ حکم دیا کہ وہ حج کو عمرہ کے اہل اور بیت اللہ کا طواف کر کے بال کراہی اور احرام سے نکل جائیں۔

یہ تعبیر اس حدیث کا ایک کڑا ہے جسے امام بخاری نے باب عمرہ التقیم میں مرفوعاً ذکر کیا ہے (۲) گوکہ اس میں مفاہم مردہ کی سعی کا ذکر نہیں ہے مگر یطوفوا کے معنی میں عموم ہے۔ طواف بیت اللہ اور طواف میں الصفا والموءدہ کر۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عمرہ کے لئے طواف۔ اور صفا مردہ کی سعی ضروری ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفَى قَالَ اَعْتَمَرْتُ سَوَّلَ اللّٰهُ عَلَيَّ وَتَمَّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور

وَأَعْتَمَرْنَا مَعَهُ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ
حَاتَ وَطَفْنَا مَعَهُ وَالَّتِي الصَّفَا وَ
الْمَرْوَةَ وَاتَّكِنَا مَعَهُ وَكُنَّا لَشُعْرَةٍ
مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَزِمِيهِ أَحَدٌ
فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ بَيْتِ أَكْمَانَ دَخَلَ
الْكُحْبَةَ قَالَ لَا قَالَ فَدَخَلَ شَا مَا قَالَ
لِيَعْدُ نَجْجَةً قَالَ لِيُزِمُوا خِدْمَةَ بَيْتِ
مَنْ الْخِزْمَةِ مِنْ نَصِيبٍ لَا مَعْبُوبٍ فِيهِ
وَلَا نَصِيبٌ -

(۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَلْنَا ابْنَ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَحِيلٍ
كَانَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَكَانَ يُكْفُ
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَّامًا وَأَمْرًا
فَقَالَ قَدِيرُ النَّبِيِّ كُنْتُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَطَلْتُ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَمَلَيْتُ خَلْفَ
الْمَقَامِ زَكَاةً وَطَلْتُ ثَوْتَ الْعَقَاءِ
وَالْمَرْوَةَ سَبْعًا قَدْ كَانَ لَكُمْ
فِي رَسُولِ اللَّهِ سُورَةٌ حَسَنَةٌ قَالَ
وَمَا لَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يُتَرَبَّسُّ بَنَاهَا حَتَّى يَكُونَ
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (بخاری)

ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا۔ پس جب آپ مکہ میں
داخل ہوئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور ہم نے جو کچھ
ساتھ طواف کیا آپ عفا و مرہ پر تشریف لائے اور پھر آپ
کے ساتھ اسی پر آئے اور ہم آپ پر آئے کہ جسے ہم نے اس
نے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی کہہ والا (لا کفر) آپ کو تیرے بغیر
نہیں سمجھتی تھے جو ہے پر چھایا کہ آپ کو بیت اللہ پر تشریف
لگے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اچھا یہاں پر
آپ نے معرفت خیرہ پر لگے کہ یہ فرمایا تھا انہوں نے
یہ فرمایا۔ کہ خیرہ پر لگے کہ یہ کھڑی ہو کر خیرہ پر
جو خیرہ پر لگے کہ اس پر خیرہ پر لگے کہ لکھنا
عمرہ پر دینا دے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم
نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آدمی کے بارے میں
دوایت کیا جس نے عمرہ پر بیت اللہ کا طواف کر لیا
لیکن عفا و مرہ کے درمیان سعی نہیں کی کیونکہ اپنی
سوی سے محبت کر سکتے؟ انہوں نے جواباً فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ سے) کہ تشریف لائے بیت اللہ
کا طواف کیا سات بار اور مقام ابراہیم کے چھ بیڑوں
پر تھیں اور (پھر) عفا و مرہ کے درمیان سعی کی سات
بار۔ اور تمہارے لئے اللہ کے رسول! ایک بہترین نوبہ میں
عمرہ پر دینا ہے کہ ہم نے قدرت مبارک میں عفا و مرہ پر
منہا سے پر چھایا انہوں نے فرمایا جب تک عفا و مرہ کی
سعی نہ کرے اس وقت تک اپنی سوی کے پاس نہ جائے

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ عمرہ کو طواف وسی کے بغیر حرام سے حلال ہوتا درست نہیں ہے اس کے بعد امام نے
ایک اور حدیث ذکر کی ہے جو کہ باب من اہل بیت النبی فی الباری پارہ ششم ص ۱۶ پر گذر چکی ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ إِذَا انْفَرَدَ

باب اگر کسی نے حج یا عمرہ سے لوٹے تو کیا کہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا أَقْبَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حِجٍّ أَوْ
غَيْرِهِ يُحْكِمُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ
الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَلَاذِيثٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ آمِينَ تَأْمِينُونَ عَابِدُونَ
سَاجِدُونَ لِرَبِّ رَبَّانَا حَامِدُونَ مَدَقَاتُ اللَّهِ
وَعُدَّةٌ وَلِقَاءُ عَبْدُهُ وَهَذَا الْأَخْرَابُ
وَعُدَّةٌ.

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوة سے یا حج سے یا عرس
سے واپس تشریف لاتے تو زمین کی ہر چڑھائی پر تین تکبیریں
اٹھالیں کہتے۔ پھر فرماتے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کرنے
والی نہیں۔ نہ کیا ہے۔ اس کو کوئی شریک نہیں ہے
اس کی داد و شہادت ہے امد ہی تشریف کے قابل ہے اور
وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم سفر سے اترنے والے ہیں
توبہ کرنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے
اپنے مالک کی تعریف کرنے والے۔ اللہ نے اپنا وعدہ
سچایا۔ اور اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور کافروں کی
فوج کو ہلایا۔

اس حدیث کو انام نے عورات میں۔ مسلم نے حج میں۔ ابوداؤد نے جہاد میں۔ نسائی نے تیسریں ذکر کیا ہے
فرائد و مسائل (۱۲) اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حج و جہاد سے فارغ ہو کر تہا کی جائے کہ اللہ نے اپنے فضل سے
کے پاس رکھ رکھا ہے یا جہاد میں کامیابی عطا فرمائی۔

۱۔ یہ تینوں کلمات دعا میں سمجھ کی مخالفت آئی ہے۔ حاکم نے زیر بحث حدیث میں کلمات دعا میں یہ سمجھ موجود
ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ یہ تین تہری ہیں۔ یوحنا البیہقی نے دعائیہ و دعاۃ اصحابہ۔ نامہ
یہ بھی ممکن ہے کہ مخالفت حضور نے اس میں دیکھی ہو کہ جب دعا کرنے والا یہ سمجھ کے مناسب الفاظ کی تلاش میں مشغول
ہوگا تو شروع و ختم ہر فرقہ آجائے گا۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّائِمَةِ

باب، جو حاجی مکہ میں آئیں۔ ان کا استقبال کرنا اور تیس آدمیوں کا ایک جاؤر پڑھنا

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو عبد المطلب
کی اولاد میں سے کسی نے کہا کہ آپ کا استقبال کیا آپ
نے ان میں سے ایک کو سامنے بٹھایا اور دوسرے کو
پیچھے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَكَّةَ اسْتَقْبَلْتُهُ أُغْلِمَةً بَعَثَ عَبْدُ
المطلب حَمَلًا فَاحِدًا ابْنَيْنِ يَدِينُهُ وَ
اُخْرًا خَلْفَهُ.

(بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حج کے لئے آنے والوں کا ان کے کرام اور تعظیم کے لئے استقبال کرنا جائز ہے۔ یہی جائز ہے

کہ اوتھ کھڑے دیو و پرتی آدمی سوار ہوں۔

بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ

باب۔ مسافر کا صبح کر اپنے گھر میں آنا۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب (دریغ) کو کوستانہ ہوتے تو
شجرہ کی سیدیں نماز پڑھتے اور جب (دریغ) کو
کو آتے تو ذرا علیحدہ میں ملے کے نشیب میں نماز پڑھتے
پھر رات کو وہیں رہ جاتے صبح تک۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ
الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى فِي أَيْدِي الْحُلَيْفَةِ
يُصَلِّي الْوُضُوءَ دُبَاتٍ حَتَّى يَقْضِيَهُ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جب آدمی سفر سے واپس ہو تو اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ دن کو گھر میں داخل ہو

بَابُ الدُّخُولِ بِالْعِشِيِّ

باب۔ شام کو گھر میں آنا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم (سفر سے) اپنے گھر میں آتا
کو آتے۔ یا صبح کو آتے۔ یا شام کو۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
يَطْرُقُ أَهْلَهُ كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا
غَدَاةً أَوْ عِشِيَّةً (بخاری)

عشی کے معنی ڈھال سے لے کر غروب شمس تک کے وقت کے ہیں جو ہر رات ہوتا ہے۔ عشی کے معنی شام سے لے کر
شام تک کے ہیں لیکن یہاں اول معنی ہی مراد ہیں۔ اور غرض اس باب سے یہ بتانا ہے کہ پہلے باب میں دن کو گھر میں
آنا مستحب نہیں بلکہ شام کو بھی گھر میں آ سکتا ہے۔ جن منع جوف رات کو گھر میں آنا ہے اور یہ حالت کی تنزیہ ہے اور سلا
کو اچانک بلا اطلاع گھر میں آنے کی حالت کی وجہ صرف یہ ہے کہ ممکن ہے اس کی بیوی ایسے لباس میں بیٹھ ہو جو شوہر
کو خویش نہ آئے۔ اور عواہر و خمر و دھڑ ترانچ پیدا ہو جائے۔

بَابُ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب۔ جب آدمی اپنے شہر میں آئے تو رات کو گھر میں نہ جائے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
انہوں نے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر سے)

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

(بخاری)

أَهْلًا كَيْلًا

مات کو اپنے گھر میں آنے سے منع فرماتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سفر سے آنے والا اپنے مکان میں مات کے وقت اپنا ملک جلاطلاع داخل نہ ہو کیونکہ یہ مکتا ہے اور اس کی بیوی شوہر پر انہم موجود کی وجہ سے ایسی حالت یا ایسے لباس میں جو شوہر کو پسند نہ آئے۔

بَابُ مَنْ أَمْرًا نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب جب شہر کے قریب پہنچے پسماری کو تہنہ کرنا۔

ہم کو حدیث طویل نے خبر دی۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے پہنچے تشریف لے کر آتے تھے کہ چڑھائیں نہ کیجئے۔ قرآن ہی اوشی کو تہنہ چلاتے اور اگر کوئی وہ سفر جا نہ کرتا تو اس کو ایڑ لگاتے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ حالت ج میں میرے حمید طویل سے تہ اند زیادہ ہی بیان کیا ہے کہ حدیث کی محبت کی وجہ سے ہا نو کو ایڑ لگاتے۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ أَنَّهُ يَجْمَعُ النَّاسَ فِي
لِلَّهِ عَنْهُ يَقُولُ كَأَنَّهُ يَقُولُ اللَّهُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ
مِنْ سَفَرٍ نَاقَتَهُ دَرَجَاتٍ الْمَدِينَةَ
أَوْ مَعَ نَاقَتِهِ وَلَنْ كَانَتْ دَانَةً
حَرَكَةً قَالُوا أَبُو عَسَدٍ (لَهُ زَادَ
الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَكَةً
مِنْ حَبْلًا) (بخاری)

اس حدیث میں درجات کا لفظ ہے جس کے معنی بلند راستے کے ہیں اور روایت مستطی میں دوحا ہے۔ دوحہ بڑے درخت کو کہتے ہیں اور روایت آخری میں جذبات کا لفظ آیا ہے یہ جمع ہے جذبات کی جس کے معنی دیوانہ کے ہیں۔

بَابُ تَوَلَّى (لِلَّهِ تَعَالَى) وَأَتَى الْبَيْتَ مِنَ الْبَلَدِ

باب۔ اللہ تعالیٰ کا (سیدہ خدیجہ) یہ فرماتا اور گھروں میں ان کے معاذ رکھ آؤ

البراسمات سے مراد یہ ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت برادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ کہتے تھے آیت (کہ تم گھر میں دو نماز سے آؤ) ہمارے پاس میں نہل پہنچا ہے انصاف چ کر کہ آتے تو اپنے گھروں میں دو نمازوں سے داخل ہوتے بلکہ گھروں کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے انصار میں سے ایک آدمی گھر کے دروازے سے داخل کرنے کے بعد داخل

عَنْ أُمِّ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَتْ سَمِعْتُ أَمِيرًا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لَوْ تَوَلَّيْتُ هَذِهِ
الْأَيَّامَ فَبَيْنَا كَانَتْ الْأَنْصَارُ إِذَا خَرَجُوا
فِي حَرْبٍ أَوْ لَمَّا خَلُّوا مِنْ بَيْتِ الْبَلَدِ
بِوَيْتِهِمْ وَلَيْسَ مِنْ ظَهْرِ مَسَا
فَحَبَّاءَ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ يَدْخُلُ
مِنْ بَيْتِ الْبَلَدِ بَيْنَهُ عَيْنٌ يَدُلُّكَ

فَقُرِئَتْ وَلَيْسَ التَّوْبَانُ مَا قُوَا
الْبُيُوتِ مِنْ ظِلِّ رَهْأَوْنِكُمْ أَلْبَرِ
مَنْ اتَّقَى وَأَذَرَا الْبُيُوتِ مِنْ
وَكُوْرِيهَا۔

ہو گیا تو اسی کو لعنت عامت ہوئے گی۔ اس وقت یہ
آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں پشت کی طرف سے داخل
ہونا کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی یہ ہے کہ گناہ سے
بچو اور گھروں میں اُن کے دعوانوں سے ڈرو۔

مفہوم حدیث باطل واضح ہے۔ الفارح و غرور سے واپسی پر اپنے گھروں میں دوسرا ذیل سے داخل نہ ہوتے تھے اور
اس پابندی کو انہوں نے از خود دیا ہے اور لازم کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر ان کی تردید فرمادی
اور فرمایا نیکی تو گناہوں سے بچنا ہے اور اتنی ہی کراختیار کرنا ہے۔

بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةً مِّنَ الْعَذَابِ

باب۔ سفر میں کیا قسم کا عذاب ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ
قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ مَنَعَ أَحَدٌ كَمُطْعَاةٍ
وَشَرَّابَةٍ وَتَوَمَّهَ تَيَّأَ فَاَقْتَنَى نَعْمَتَهُ
فَلْيُجْعَلْ إِلَى أَهْلِهِ۔ (ترمذی)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ سفر میں
گویا ایک قسم کا عذاب ہے آدمی کو کھانا پینا یا سونا ڈانک
کھانا نہیں دیا اس سے جب کوئی اپنا کام پورا کر لے
(تو سفر سے) جلدی اپنے گھر والوں میں لوٹ آئے۔

۱۱) مطلب حدیث یہ ہے کہ سفر میں ہر حال وہ سہویتی نہیں ہوتی۔ جو آدمی کو اپنے گھریں حاصل ہوتی ہیں۔ لہذا جب یہ
کام پورا ہو جائے جس کے لئے سفر کیا ہے تو بلا وجہ سفر کو جاری رکھنا مناسب نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے
بیوی بچوں سے بلا ضرورت غائب رہنا ٹھیک نہیں۔

۱۲) ابی حنیفہؒ کا کہ امام بخاری نے اس باب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مجاہدہ سے یا غیر ضروری سفر سے اپنے
اہل و عیال کو محنت و اذیت پہنچانے سے بچنا اور اصل اس مسئلہ سے امام بخاری نے حدیث عائشہؓ کی طرف اشارہ کیا
کہ اِذَا اقْتَنَى أَحَدُكُمْ حَاجَةً فَلْيُجْعَلْ۔ جب حج سے فارغ ہو جاؤ تو گھر کی طرف لوٹو جسے جلدی کرو۔
علامہ حنیفہ نے فرمایا اصل بات صرف یہ ہے کہ چونکہ سابقہ ساتوں ابواب میں سفر میں واقع برکتیں اس لئے امام
بخاری نے اس حدیث کو ذکر کیا کہ سفر ہر حال مشقت سے خالی نہیں ہوتا۔

بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا حَظَّ بِهِ السَّيْرُ وَلُجِعَ إِلَى أَهْلِهِ

باب جب مسافر جلدی کی کوشش کرے اور اپنے گھر جلدی پہنچنا چاہے!

یہ یہ اہم اپنے والد سے راز۔ انہوں نے کہا کہ میں کہہ سکتے ہیں عبد اللہؓ ہی عمر کے ساتھ تھا ان کو صغیریت ابی حنیفہ

(جو کہ ان کی بیویا تھیں) کی اطلاع غمیدہ کی اطلاع آئی تو وہ تیز چلے۔ جب شفق ڈوبنے لگی تو سارا گھسے اترے اور مغرب وقت تک نماز ملا کر پڑھی اور کہا کہ میں نے حبیبہ علیہ السلام کو دیکھا کہ جب آپ کو جلدی
 إِذَا جَدَّ بِهِ الشَّيْءُ أَخْرَجَهُ الْمُغْرِبُ وَ
 جَمَعَ بَيْنَهُمَا۔ (بخاری)
 پہلنے کی ضرورت ہوتی تو مغرب کی نماز میں دیر کرتے۔
 مغرب و فشار کو ملا کر پڑھ لیتے۔
 مطلب عنوان یہ ہے کہ جب سفر میں جلدی ہو تو مغرب پرستاد کو ملا کر پڑھ سکتے ہیں اس حدیث کے مکمل سارا
 اور اس مسئلہ پر مکمل و مفصل بحث فیوض الباری پارہ سوم پر ہو چکی ہے۔ قارئین کو ام ضرور مطالعہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ الْمُحْصَرِّ وَجَزَاءِ الْمُتَّيِدِ

باب محرم کے دیکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے متعلق

اُمہ سیدہ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے پھر
 اگر تم دیکے جاؤ تو قرآنی بیچو جو میرے آئے اور اپنے
 سر نہ مٹاؤ۔ جب تک قرآنی اپنے ٹھکانے پہنچ
 جائے۔ ——— وظان ابی رباح نے کہا جو چیز دیکے
 اس کا یہ ہی حکم ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَبَا
 اسْتَبْرَأْ مِنَ الْهَذَى وَلَا تَخْلُقُوا
 رَوْؤُسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَذَى حِمْلَهُ
 فَلَا عَمَلٌ إِلَّا حَصْرًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
 يُحْبِسُهُ۔

مُحْصَرٌّ اور اس کے احکام و مسائل (۱) جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اسے محصر
 کہتے ہیں جن وجہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ یہ ہیں۔ ——— و تَحْلُقُ۔ و رَوْؤُسُ۔ و رَوْؤُسُ
 کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا لگان غالب ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا۔ قید۔ عورت کے محرم
 یا شوہر جس کے ساتھ جاری تھی اس کا انتقال ہو جانا۔ عدت۔ معاشق یا سواری کا ہلاک ہو جانا۔ شوہر حج نفل
 میں عورت کو اور سوئی کو ہڈی غلام کو منع کر دے۔ (۲) محصر کو یہ اجازت ہے کہ محرم کو قرآنی بیچ دے جب قرآنی
 ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بیچ دے کہ وہاں مال نہ خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام
 نہیں کھل سکتا۔ جب تک کہ محصر پہنچ کر طواف وسیع و حلق نہ کرے، روزہ نہ رکھے یا صمتہ دینے سے کام نہیں چلے گا۔
 اگرچہ قرآنی کی استطاعت نہ ہو۔ (۳) یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قرآنی بیچے اس سے ٹھہرانے کے مطلق۔ دن غلام
 وقت قرآنی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا۔ ——— پھر اگر کسی وقت قرآنی ہوئی جو تہ
 کہ معین کیا تھا اس سے پیشتر نہہا اور اگر بعد میں ہوئی آدھا اسے اب معلوم ہوا تو چونکہ ذبح سے پہلے احرام سے باہر ہو
 اس لئے دم دے۔ (۴) محصر اگر محصر ہو یعنی صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو تو ایک قرآنی بیچے اور وہ بھیجے۔

پہلی ہی کے ذریعہ سے احرام کھل گیا اور تارن ہو تو دو ہیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔ (۱۵) اس قربانی کے لئے حرم شرط ہے۔ بیرون حرم نہیں ہو سکتی۔ دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں تاریخوں کی شرط نہیں۔ پہلی اور بعد کوئی بھی ہو سکتی ہے (۱۶) وہ مالغ جس کی وجہ سے رکنا ہوا تھا تارن۔ اور وقت آتا ہے کہ حج اور قربانی دونوں پائے گا تو جافاض ہے اب اگر گلی۔ اور حج پایا۔ جہاں وہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے۔ اور قربانی کا جانور جو بھی تھا لی گلی تو اس کا جو بچا کھلے۔

بَابُ إِذَا أَحْصَرَ الْمُعْتَمِرُ

باب۔ عمرہ کرنے والا اگر دو کا پیانے

حضرت نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ ابی عمر رضی اللہ عنہما جب (حج کے دن میں) فساد کے وقت کم کر کے عمرہ کرنے کے لئے مدائن ہوئے تو کہنے لگے۔ اگر میں بیت اللہ میں چلنے سے روک گیا۔ تو اس طرح کہنا گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے کیا تھا۔ تو انہوں نے عمرہ کا احرام اس خیال سے باندھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی، جس سال حیدریہ میں مکہ کے گئے تھے۔ عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ (بخاری)

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جِئَا خُرَيْجَ الْيَمَلِ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفَيْتَةِ قَالَ إِنَّهُ مَدَّ يَدَهُ عَنِ الْبَيْتِ مَنَعَتْهُمَا مَنَعًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْلًا لِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهْلًا لِعُمْرَةٍ عَامَ الْحَدِيثِ

اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے عمرہ میں وہی کچھ کیا جو محمد بن عبد اللہ نے کیا تھا جبکہ حیدریہ کے سال میں ان کا تاراپ کر کے تک پہنچنے سے روک دیا تھا تو حضور علیہ السلام نے قربانی کی اور حلق کیا اور احرام کھول دیا تھا۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی۔ ان دووں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو قاضی منہاس سے سزا دینے میں گفتگو کی جب کہ حضرت ابن زبیر پر حجاج کے لشکر نے چڑھائی کی مٹی تو دونوں کہنے لگے اسی سال اگر حج نہ کیجئے گا تو کیا فائدہ ہے! یہی ڈر ہے کہ آپ بیت اللہ سے نہ روک دیئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جِئَا خُرَيْجَ الْيَمَلِ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفَيْتَةِ قَالَ إِنَّهُ مَدَّ يَدَهُ عَنِ الْبَيْتِ مَنَعَتْهُمَا مَنَعًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْلًا لِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهْلًا لِعُمْرَةٍ عَامَ الْحَدِيثِ

فَعَالَ كَمَا قَرَأْتِ دُونَ النَّبِيتِ
فَنَعَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذِيهَ وَحَلَّتْ رَأْسَهُ وَاسْتَقْبَلَتْهُ
أَفَى قَدْ أَوْجِبْتَ الْعُمْرَةَ ابْنِ
شَاءَ اللَّهُ أَنْطَلِقُ فَإِنْ حَلَّتْ بِلِي وَ
بَيْنَ النَّبِيتِ لَقِيتُ وَإِنْ حَلَّتْ بَيْنِي
بَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَأَهْلُ
بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحَنَفِيفَةِ تَقَسَّرَ
سَاعَةً ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ
أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجِبْتُ حَجَّةَ
مَعَ عُمْرَتِي فَيَكُمُ حَجَلٌ مِنْهُمَا حَتَّى
حَلَّتْ لَكُمْ الْعُمْرَةُ وَاهْدَى وَكَانَ
يَقُولُ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوفَ طَرَفًا
وَاحِدًا أَيْ مَرَّةً خَلَّ مُلْكَةً عَنْ تَفَاعٍ
أَنْ تَعْضُ بِنِي عَبْدُ اللَّهِ قَالَ لَهُ
لَوْ أَقَمْتُ بِهِدَا عَمْرٍ عَيْكِرْمَةَ
قَالَ قَالَ إِنَّ مَعْبَاسَ رَفَعِيَ اللَّهُ عَفْهَا
قَدْ أَحْبَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَحَلَّتْ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ
وَنَحَرَ هَذِيهَ حَتَّى أَعْمَرَ عَامًا قَابِلًا

(بخاری)

کے ساتھ (مدینہ سے) مکہ کی طرف نکلی۔ قریش کے
کافر ملے آپ کو بیت اللہ میں جانے سے روک دیا
آفری علی، اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو ذبح کر دیا
اوپر سر نہ ڈالا۔ عبداللہ نے کہا میں تم کو گناہ
کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کریں۔ اگر خدا
نے چاہا تو میں جاتا ہوں پس اگر مجھ کو کسی نے بیت اللہ
سے نہ روکا تو میں طواف کروں گا۔ اور اگر میں بیت اللہ
سے روکا گیا تو میں اسی طرح کروں گا جس طرح نبی علی
اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور میں آپ کے ساتھ تھا۔
آفرانہوں نے دوا حقیقہ سے عمرے کا احرام باندھا۔
پھر قریشی دیر چلے اور کہنے لگے حج اودھر وہ دونوں
کیساں ہیں۔ تم گواہ رہنا میں نے عمرے کے ساتھ حج
کو بھی اپنے اوپر واجب کر لیا۔ پھر ان کا احرام پھینک
تاریخ ہی کو کھلا وہ قربانی لے گئے تھے اور وہ کہتے
تھے (بولیا) احرام اس وقت کھلتا ہے جبکہ مکہ
میں جا کر ایک طواف یعنی طواف زیارت کرے حضرت
نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بعض
بیٹوں نے ان سے کہا اس سال اگر آپ ٹھہر جائیں تو
اچھا ہے (حضرت حکمر سے مروی ہے) ہندسہ چھ کہا۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حدیبیہ والے سال مکہ میں
چلے گئے) روکے گئے آپ نے (حدیبیہ میں ہی) اپنا
سر نہ ڈایا اور نہ ہی میریں سے صحبت کی اور قربانی کو
ذبح کیا۔ پھر سال آئندہ آپ نے عمرہ کیا۔

اس حدیث میں منوں سے مناسب یہ الفاظ ہیں۔ وان حیل بیننا اعم مالم یبید کہ اگر مجھے بھی روک دیا گیا تو
میں بھی رہی پھر کروں گا جو حضور نے کیا تھا۔ اور حضور نے یہ کیا تھا کہ قربانی دی تھی اور طواف کر گئے تھے جس سے نافع
بولے کہ احرام کی صبرت میں حج وغیرہ نذر لے کر مکہ کیساں ہے۔

مَقَامًا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
نَقَلَ عَنْ جَدِّهِمَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَعْقُومَيْنِ فَخَالَ كَفَّارٌ قَرْنِي
ذُوتَ الْيَبْتِ فَخَرَّ سَوْسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَخَلَقَ رَأْسَهُ.

(بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عہد نے سر منڈانے سے قبل شرب پانی نہ دیا۔ تو جانو ہے۔ (۲) اور یہ حدیث مہام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو
کی کہ اس سال حج کو نہ جاؤ انہوں نے کہا ہم نبی
مصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کی نیت سے
نکلے۔ قریش کے کافروں نے ہم کو بیت اللہ میں
جبنے سے روک دیا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اونٹوں کو غر کر ڈالا۔ اور سر منڈایا۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصِرِ بَدَلٌ

باب۔ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ روکے گئے شخص پر قضا نہیں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
الْبَدَلَ عَلَى مَنْ تَقْضَى حَجَّتُهُ بِأ
الشَّدِيدِ فَلَا تَصِلُ حَجَّتُهُ عَدَا
غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَإِنْ كَانَ
مَعَهُ هَذِي وَهُوَ مُحْصَرٌ خَرَجَ إِنْ كَانَ لَا
يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَيْتَ وَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَتَيْتَ
بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيَ مَحَلَّهُ دَبْلَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ قضا
اس پر لازم ہے جو عورت سے محبت کر کے اپنا حج لٹوے۔
لیکن جس کو کوئی مذہب یا جلیہ یا دشمن دھنہ روکے
تو وہ اہرام مکمل کر لے اور قضا نہ کرے اور اگر اس کے
ساتھ قربانی ہو اور حرم میں نہ بھیج سکے۔ تو ذیبا ذبح
کرے (جہاں پر کہ روکا گیا ہے) اور اگر حرم تک بھیج سکتا
ہے تو جب تک قربانی دیا نہ پہنچ جاتے وہ حلال نہ ہو۔
ولا يرجع قضا نہ کرے۔ حکم نفل کے متعلق ہے۔ حج فرض کی قضا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر سال
تغذ کرے۔ اور روایت ابن جریر من طریق علی بن طلحہ کے الفاظ میں فان كانت حجة الاسلام فعليه قضا وصالا وان كانت غير
فرضية فلا قضا عليه الخ۔ اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ محصر اگر حلال ہو گیا۔ خواہ حج نفل ہو یا فرضی بہر صورت قضا لازم
ہے۔ اس نذر حرم میں کسی عامل بھی بائو ہے۔ مثلاً صحابہ میں بھی مختلف قیر رہا ہے۔ اور شہداء غشتا یہ ہے حضرت عطاء بن اسیق
یہ کہتے ہیں کہ عہد میں حضور نے حرم میں قربانی دی تھی اور اہل مغذی کہتے ہیں کہ حمل میں اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے قول مطلقاً کو اختیار فرمایا۔
مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

وَقَالَ لَا يَدْ وَغَيْرُهُ يَنْحَرُ هَذِي وَتَحْلِقُ فَإِذَا مَعَ مَوْضِعٍ كَانَ
وَلَا تَقْضَى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَتَيْتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَادَهُ
بِأَحَدٍ يَتَيْتَهُ نَحْرًا وَاحْلِقُوا وَحَلُّوا مِنْ نَحْرِ نَحْرِ الْقَوَائِدِ
وَقِيلَ أَنْ يَحْلِقَ الْهَدْيَ إِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَوْ كُنْ كَرَأَى الْبَيْتَ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَعْدَاءَهُ أَنْ يَقْضُوا شَيْئًا وَلَا يَحْلِقُوا
لَهُ وَالْحَدِيثُ خَارِجٌ مِنْ الْحَرْمِ دَبْلَى

فوائد و مسائل | امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ جہاں رک جائے اسی جگہ قربانی دے سکتا ہے۔ خواہ وہ جگہ حل میں ہو یا غیر حل میں۔ کیونکہ حضور نے حدیث میں قربانی دی تھی۔ اور حدیث میں عزم سے خارج ہے۔ اور

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کا خرچہ میں ہوا ضروری ہے۔ جب وہاں جو وقت مقرر کیا ہے۔ قربانی ہو جائے تو ہر اہرام کو ملے

۱۲۔ اس حدیث کے بعد امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو کہ فیض پارہ ہفتم، ۶، یرمین تعلیم و ترجمانی کے گزدر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ آذَى مِنْ رَأْسِهِ

کعب بن جراحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے کعب سے فرمایا۔ شاید جنوں نے تم کو تکلیف دے رکھی ہے انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا تو ان سے منادیاں دیتے رہیں۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَعَلَّكَ
أَتَاكَ هُوَ أَمَّاكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْ وَأَسْأَلُكَ
وَمَنْ ثَلَاثَةٌ أَيُّهُمْ أَوْ أَطْعِمَ سَقَاةً مَسْكِينًا أَوْ أَسْأَلَهُ بِشَاةٍ

سے لیکن امام طحاوی نے فرمایا: کہ محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حدیث میں اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور حضور علیہ السلام حرم میں نماز ادا فرماتے تھے۔ اگرچہ حضور کا اخیر میں تھا۔ اور اس کی تائید حدیث بخاری سے بھی ہوتی ہے امام بخاری نے اس قصہ کے متعلق ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ان ذاخت لما بلغت حدود الحوء خلعت واہر بدخنها واخذت ذالک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: جسمہا لباس الفیل (فدال علی قومہ من العجم۔ اور یہ کہ روایتوں میں التبت کہ جب حضور علیہ السلام نے بال کبروائے تو آپ کے بال حرم میں ہوا تے ذکر کیے گئے تھے۔ اس سے اتنی بات تو قطعی طور پر واضح ہوتی ہے کہ حدیث میں حرم بالکل قریب تھا۔ اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ جب حرم میں قربانی ممکن ہو تو عمل میں نہ کیا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ حضور نے حرم بن میں قربانی دی ہوگی خصوصاً جب کہ ارشاد فرمائی ہے حتیٰ مبلغ الہدیٰ وحملہ اور حضور نے فرمایا اس آیت پر عمل کیا مکان خلعت القراک۔ نیز حدیث نسائی کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ حضور نے اجیتہ بن کعبہ، اسلمی کو قربانی کا نذر حرم میں ذبح کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ حتیٰ غزوہ اور صف ابن شیبہ میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ ان منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الہدیٰ بنی۔ (العجم فی الاستدکاء قال عطاء بن اسیق ولید بن عمر علیہ السلام ہدیہ یوم الہدیٰ بنیۃ الا فی العجم۔ (ملخصاً من جہود النقی مشہور) ان تمام روایتوں میں حرم سے واقع ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حدیث میں کے موقع پر حرم میں قربانی دی تھی۔ جس سے امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

اس آیت و حدیث سے واضح ہوا کہ اگر عرم بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا جود کی سنت افزا کے باعث منافی احرام کوئی کام کرے تو صرف اس جرم غیر اعتدائی میں یہ اختیار ہے کہ وہ کم سے کم پچھلے کیوں کو ایک ایک حد تک دے دے یا دو وقت پیٹ بھر کھائے یا تین دو ڈسے رکھے۔

(۷) صدق سے مراد یہ ہے کہ پونے دو میراٹھی بھر گتھوں یا اس کے دس گتے جو یا کھجور یا ان کی قیمت دیے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْصِدْقَةً وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِينِ
باب۔ اسی آیت میں براءتہ تعالیٰ نے مصدقہ کا نام دیا۔ اس سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔

باب - اسی آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس سے مراد چھ امکنیں کو کہلائے۔

مجاہد نے کہا۔ میں نے عبد الرحمن بن ابی اسحاق سے سنا۔
ان سے حضرت کعب بن جوف نے بیان کیا۔ کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں میرے پاس ٹھہرے
اور میرے سر سے جو مٹی چھڑی اٹھیں۔ آپ نے فرمایا۔
جوؤں نے مجھے تکلیف نہ رکھی۔ مجھ میں نے کہاں
آپ نے فرمایا پانچ سو منڈا والے یاؤں فرمایا۔ سر سٹالے
کعبہ کیا آیت میرے ہی پاس سے نازل ہوئی ہے۔
فَقُلْ لِّكَ مِنْكُمْ مِثْلُ نِسْءِ أَبِي بَكْرٍ مِّنْ وَلَدِهِ
غیر آیت تک پھرتی مٹی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو تین
دن روزے رکھ لے۔ یا ایک فرق زمین اسلے
اناج خسیوں کو بانٹ دے۔ یا جو سیر ہو۔
فرمائی کرے۔

اس عنوان اور زیر عنوان حدیث سے واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن مجید میں جو صدقہ کا ذکر ہے اس سے مراد چھ نبیوں کو کھانا کھانا ہے۔ یہ جو رسول خدا کا بھی یہی مسکن ہے۔

باب - فدۃ میں ہر غریب کو آدھا صلہ دینا چاہیئے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمادی ہے۔ انہوں نے
کہا۔ میں حضرت کعب بن مجروح رضی اللہ عنہ کے
پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے فدۃ کے بارے
میں پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ یہ آئینہ فدۃ میرے بارے
میں اتاری تھی۔ گرائس کا حکم تم سب کے لئے مل
ہے۔ ہزارہ کہ کچھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْإِطْعَامِ فِي الْغَدِيَّةِ نَضْفُ
صَاعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَحْقُلٍ
قَالَ جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ
الْغَدِيَّةِ فَقَالَ نَزَلْتُ فِي خَامَةِ
وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ حُمِلَتْ إِلَيَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالْقَمَلُ بَيْنَا سِرْعَى وَجَيْهِي فَقَالَ مَا
أَذَى أَوْ مَا كُنْتُ أَذَى الْجَهْدِ بَلْغَ بِكَ مَا
أَذَى مُجِدِّ شَاءَ قُلْتُ لَهُ فَقَالَ فَصَمُّ
تَلْفَافِ أَتَمُّ أَوْ أَطْعَمُ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ
لِكُلِّ مِسْكِينٍ يَضَعُ صَرَفًا -

اس عنوان اور زیر عنوان حدیث سے واضح ہوا۔ کہ مکرہ و محرم بیماری وغیرہ کی وجہ سے ستانی کرام کوئی کام کرتا ہے تو اس کو یہ جائز ہے۔ کہ دم کی بجائے۔ فدیہ دے۔ اور فدیہ سے مراد یہ ہے کہ نصف صاع گیہون ہر مسکین کو دیدے۔ امام اعظم جو خیفہ کا مسک ہے۔ کہ گیہوں کو نصف صاع دے۔ اور اگر جو مالکھور دینا چاہتا ہے تو ہر پورا صاع دینا ہوگا۔

بَابُ النُّسْكِ شَاةٌ

باب (قرآن میں) فسک سے مراد بکری ہر

اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو اس سے قبل کے عنوان میں ذکر ہو چکی ہیں۔ ان احادیث میں یہ الفاظ ہیں اری محمد شافعہ اویہدی شافعہ جس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید میں شک سے مراد بکری ذبح کا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَبَلَّغْ

باب سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حج میں رفت نہیں

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحِجَةِ

باب اللہ عزوجل کا ارشاد حج میں گناہ اور جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔

ان دو حضراتوں کے ماتحت امام بخاری نے ایک ہی معنوں کی حدیث درج کی ہے۔ جو یہ ہے۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَمَعَ هَذِهِ الثَّلَاثَ
فَلَمْ يَزِفْهُ دَمٌ يَفْسُقُ رَجْمًا وَلَدَنَّهُ أُمُّهُ (بخاری)
حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے
فرمایا جس نے کچھ اور (دفت، ففس، کلام) دیکھا اور ففس نہ کیا
تو کچھ ہلکا ہو کر کیا اور ایسا جسے سن کر کس کے پیٹ پر پیدا ہوا
فائدہ و مسائل۔ جہیز کے نزدیک دفت سے مراد جھڑپ ہے اور فسوق کے معنی حدود شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ مطلب
حدیث یہ ہے کہ جس نے کچھ کیا اور اس میں احکام شریعت کا احترام کیا تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ظاہر یہ
ہے کہ اس سے گناہ صغیر۔ کبیرہ مراد ہیں البتہ وہی گناہ صغیر و کبیرہ معاف ہوں گے جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔

ثم والدليل عليه أن الرواية أحسن من أن شعبة نقصت ما عدا طعام وأصرح منه ما رواه إسماعيل بن عمار عن شعبة نقص ما؛ حجة فهذا يدل على صحة الفرق بين التتمه وغيره

كَأَبْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
وَأَنْتُمْ مَخْرُوجُونَ مِنْهَا قَتَلْتُمْ نَفْسَكُمْ فَتَكُونُوا
فَجْرًا لِمَنْ أَنْزَلَ مَا أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ عَلَيْكُمْ
يَوْمَ دُفَعَالٌ لِمَنْ تَصْطَفُونَ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ
أَوْ كَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ آيَاتِهِ أَنْزَلَ اللَّهُ
مِائَةً لِسَانٍ ذِي وَبِيلٍ وَأَمَّا عَقَابُ اللَّهِ
فَعَسَى أَنْتُمْ تَحْتَسِبُونَ عَذَابُ اللَّهِ يُصِيبُ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو شِقَاقٍ وَأَحْلِلْ لَكُمْ
مَيْدُ النَّخْلِ وَطَعَامُهَا مِنَّا وَالْحُمْرُ دَالِي
قَوْلِهِ الْمُحْشَرُونَ

(بخاری)

لے ایمان و ایمان کی حالت میں نکاح
نکرو۔ اور جو تم میں سے نفسنا جانور کو قتل
کے گا۔ تو جلد دے مثل اس جانور کے جو
قتل ہوا تم میں سے دو عادل جو حکم کریں
۱۰۰ بار قرانی ہوگی۔ جو کتبہ کو جانے یا کفار
مسکین کا کھانا یا اس کے برابر روزے تاکہ
اپنے گنہگاروں کو دال جائے۔ اللہ نے اسے
صاف فرما دیا۔ جو پیشتر ہو چکا اور جو پھر
کرے گا۔ تو اللہ اس سے بدلے گا۔ اور
اللہ غالب بدل لینے والا ہے۔ دریا کا نکاح
اور اس کا کھانا تم پر حلال کیا گیا ہے
اور مسافروں کے رہنے کے لئے۔ اور خشکی
کا نکاح تم پر حرام ہے۔ جب تک تم محرم
جو اور اللہ سے دے جس کو طرفتم اٹھائے
جاؤ گے۔

ضروری غور ہے۔ اس عنوان سے جرم اور اس کے کفارے کا بیان ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حب ذیل ماہ
کافیاں میں رہنا منہ دہی ہے۔

اول۔ محرم اگر یا قصد بلا ضرر جرم کرے۔ تو کفارہ بھی واجب ہے۔ اور گنہگار بھی ہوگا لہذا اس صورت میں
توبہ واجب ہے۔ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا۔ جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا ضرر سے جرم کرے۔ تو
کفارہ لازم ہے۔ البتہ گنہگار نہ ہوگا۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے۔ یا دے ہو یا بھول چوک سے یا بہوشی میں ہو
یا ہوش میں۔ خوشی سے ہو یا مجبور یا سوتے میں یا بیداری میں۔ اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اسے حکم دیا ہو۔
مگر اس فعل کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو تو بھی کفارہ لازم ہے۔

دو۔ دم سے مراد لیک بکری یا بھیڑ ہے۔ بدلتہ سے اونٹ یا گھٹھرا دے۔ یہ سب جلد انہیں شلٹا کے ہوں
قریبا میں ہیں۔ اور صدقہ سے مراد پانچ اونٹنی دور کا چاندی کا روپیہ سے ایک سو پچتر پانچ اونٹنی کے سیر کیوں کر
روپے کے سیر سے پونے دو سیر یعنی ہر اوپر ہرے یا اس سے دو نے جو یا کھور یا ان کی قیمت مراد ہے۔
سوگ۔ جہاں ایک دم یا مکتہ واجب ہوگا۔ تو قارن پر دو واجب ہوں گے۔

چھام۔ کفارہ یا قارن یا صحت کے شکرانہ قرانی کا جرم میں ہونا ضروری ہے۔ غیر جرم میں کہ تو امان ہوگی۔
پنجم۔ شکرانہ کی قرانی سے آپ بھی کما سکتا ہے۔ اور امیر وغریب سب کو کھلا بلا سکتا ہے اور کھلا دیکھ
فرمانا صرف عبادت کا حق ہے۔

نیز عنوان آیت سورہ مائدہ کی ہے۔ اس کے احکام و مسائل یہ ہوئے۔ تفسیر خازن میں ہے کہ جس میں حدیدہ کا واقعہ پیش آیا مسلمان محرم (احرام پوش) تھے۔ اس حالت میں وہ اس آزمائش میں ڈالے گئے۔ کہ وحوش و طیور بکارت آئے ہوگا یا نہ ہو پکڑنا اور شکار کرنا بالکل اختیار میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس آزمائش میں فرمانبردار اور حکمرانی کی تعلیمیں میں ثابت قدم رہے۔ (۱۶)۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ محرم پر شکار یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو بارہا حرام ہے۔ یہ وہی جانور کثیر پر شکار کرنے کیلئے اٹھا دیا گیا کہ اس کی طرح بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔ غرض کہ حالت احرام میں ہر وحشی جانور شکار ممنوع ہے خواہ وہ حامل ہو یا نہ ہو۔ اور حال میں ممنوع ہے۔ خواہ قصداً عمدتاً ہو جس کی ممانعت اہل مبارکہ میں ہے۔ یا غلطاً نہ ہو۔ جس کی ممانعت احادیث میں ہے۔ (۳) مثل ماقتل الخ۔ ویسا ہی جانور دینے سے مراد یہ ہے کہ قیمت میں مارے ہوئے جانور کے برابر ہو۔ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی و امام محمد کا قول یہ ہے۔ (ویسا ہی) جانور سے خلعت و صورت میں مارے ہوئے جانور کے مثل ہونا مراد ہے۔ (حدارک و احمدی) (۴) جبکہ مسلمان یعنی دوستہ آدمی جانور کی قیمت کا اندازہ کریں۔ اور قیمت و زل کی معتبر ہوگی جہاں شکار را گیا ہو۔ یا اس کے قریب کے تمام کی۔ (۵) بلغ الکعبۃ۔ یعنی کفار کے جانور احرام میں ذبح کیا جانا ضروری ہے۔ غیر رسم یا یعنی کعبہ میں ذبح جانور نہیں۔ اسی نے گمیر کو پیٹنے فرمایا۔ کعبہ کے اندر نہ فرمایا۔ (۶) اور کفار کا الخ۔ یعنی یہی جانور ہے۔ شکار کی قیمت کا غریب کر مساکین کو اتنا دے کہ ہر مسکین کو مدد فطر کے برابر پیٹے۔

۷۰) مہینہ ما — یعنی یہی جائز ہے کہ اس جانور کی قیمت میں جتنے مسکینوں کے حصے صدقہ فطر کے برابر حصے ہوتے تھے۔ اتنے روزے رکھے۔ یعنی اس جانور کی قیمت جتنے حصے (صدقہ فطر) کی مقدار میں ہوں۔ ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ اگر کوئی غریب جائے۔ جو پورا صدقہ نہیں۔ (یعنی صدقہ فطر کے برابر نہیں ہوتا)۔ تو اختیار ہے کہ وہ کسی مسکین کو دے۔ اس کے عوض بھی ایک روزہ رکھے۔ اور دوسرے ہوئے جانور کی پوری قیمت ایک صدقہ (صدقہ فطر کی مقدار) کے لائق نہیں ہے۔ تو بھی اختیار ہے کہ اتنے کا غلام خرید کر ایک مسکین کو دے۔ یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے (در مختار ص ۱۰ مانگیر)۔

(۸۱) عید البصر — یعنی حرم کیلئے دریا کا شکار حلال ہے۔ اور خشکی کا حرام دیا کا کفارہ جو پانی میں پیدا ہوا ہو۔ اگرچہ کسی میں کبھی کہیں رہتا ہو۔ اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔ اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔

باب جب کہ بغیر احرام و ناسکار کرے اور محرم کو کھانا
 دے تو وہ کھاسکتا ہے اور حضرت ابن عباس اور
 حضرت انس نے کہا جو باوجود ناسکار کا نہیں ہے مثلاً
 اونٹ لگانے مرغی، گھوڑا تو احرام والا اس کو فوج کو سکا
 ہے۔ قرآن میں بدل اس کے معنے مثل یعنی برابر کے میں اؤ
 اگر تعین کو زیر ہے کہ پڑھیں یعنی بدل تو اس کے معنے
 ہم وزن کے میں اور سورہ مائدہ میں قیاماً اس کا معنے ان
 کا گناہ اور سورہ النعام میں، یعدون کا معنے ہے کہ برابر کرتے
 ہیں حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ نے مروی ہے میرے والد

بَابُ إِذَا صَادَ الْحَالُولُ فَأَهْدَى إِلَى الْمُحْرِمِ
الْمُضِيدِ أَكَلَهُ وَالْمُزِيدُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَسَى
بِالدَّجِجِ بَأْسًا وَهُوَ غَيْرُ الْمُضِيدِ مَحْوَا
لِلْوَيْلِ وَالْعَتَمِ وَالْبَقَرِ وَالِدَّجَاجِ وَ
الْخَبَلِ يَقَالُ عَدَلٌ ذَالِكُ مِثْلُ فَاذًا
كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زَنْتٌ ذَالِكُ
قِيَامًا قَوَامًا يُعَدُّ لَوْثٌ يُحْمَلُونَ عَنْ لَوَاهِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ الطَّلَقُ
أَبَى عَامَ الْحَدِّ نِسْبَةً فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ

وَلَمْ يَحْزَمْ وَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدَاةً أَتَتْهُمُ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنْهُمَا أَنَا مَعَ أَهْطَابِهِ فَضَحَّكَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَطَرْتُ قَاوَا أَنَا مَجْدَارٌ وَخَيْشٌ فَهَلَلْتُ حَلْبِي فَطَعَنْتُهُ فَأَتَيْتُهُ، وَاسْتَعْنَيْتُ بِهِمْ فَأَبَوُا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِينَا أَنْ نَقْطَعَ نَطْلَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْفَعُ قَوْسِي شَاوَا وَأَمْسُو شَاوَا مَلَيْتُ دَجَلَةً مِنْ بَنِي عَقَارٍ فِي جَوِّ اللَّيْلِ ذَلْتُ أَيْنَ تَرَكْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِعَمِينَ وَهُوَ قَائِلٌ بِالتَّقْيَا فَخَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَهْلَكَ يَعْمُرُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ أَنَّهُمْ قَتَلَهُمْ أَنْ يَفْطَحُوا دُونَكَ فَاسْتَظَرُّمُ فَكَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْبْتُ جَمَادٌ وَخَيْشٌ وَبَعْدِي مِنْهُ فَأَمْلَيْتُ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَهُمْ مُخْرَمُونَ.

حدیبیہ والے سال گئے انہوں نے احرام نہیں باندھ رکھا تھا۔ ان کے ساتھی احرام باندھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ ایک دشمن آپ سے لڑنا چاہتا ہے۔ اوقات دہنے کہا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے میں بھی آپ کے صحابا کے ساتھ نکلتے ہیں وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے میں نے بڑھ دیکھا تو ایک گور ز جالہا ہے میں نے اس پر گھوڑا اٹھایا اور پیچھے سے مدد کر کے روک لیا میں نے اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی انہوں نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اس کا گوشت کھایا اور ہم ڈنکے کر کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سہارا جو جایش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ کر لیا گھوڑا تیز چلا تا کہ وہ کبھی تہمتہ آخرا دہی راست کے وقت قبیلہ غفار کے ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے دیکھا تو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑا ہے، اس نے کہا میں نے آپ کو تھیں میں چھوڑا ہے اور آپ کا ارادہ تھا کہ سچا پہنچ کر دوپہر کا کھانا کراں کریں راتوں میری آپ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے صحابا نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور وہ ڈر ہے ہیں کہ کہیں آپ سے جہاد ہو جائیں اس لئے آپ ان کا انتظار کیجئے پھر میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گڑھا مارا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت میرے پاس ہے آپ نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ اور وہ احرام باندھے ہوئے تھے۔

بَابُ إِذَا سَأَلَ الْمُحْرَمُونَ صَيْدًا أَفْضَحُوا فَفُطِنَ الْحَدَلُ

باب احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے (اور شکار کرے) تو وہ بھی کھا سکتے ہیں۔

اس عنوان کے تحت بھی اہم بخاری نے وہی حدیث عبد اللہ بن ابی قتادہ ذکر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن مال قتادہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ ہم حدیبیہ کے دن حضور کے ہمراہ تھے آپ کے صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ جب ہم مقام خیبر میں پہلے تو میرے ساتھیوں نے ایک لور خر دیکھا اور ایک دوسرے

کو دیکھ کر سننے لگے وہ ان کے بننے سے جب میں نے ادھر نکل کر تو گوشت کو دیکھا اور میں نے اس کا شکار کر لیا میں نے شکار زنا و پانے میں ساتھیوں سے جو کہ احرام بندھے ہوئے تھے امد چاہی۔ مگر انہوں نے دھوکے سے انکار کر دیا۔ پھر وہاں میں نے شکار کر لیا پھر ہم سب نے اس کا گوشت کھایا۔ اس کے بعد حضور صرد عالم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ

إِنَّا أَصْلَدْنَا جِمَارًا وَحَشَنَّا وَإِنَّا عِنْدَنَا
فَاضِلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَصْحَابُكُمْ كَلَا وَهُمْ فَجَرُّونَ

ہم نے ایک گور خر کا شکار کیا اور ہم اسے پاس اس کا بچا ہوا کچھ گوشت بھی ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اے مالک وہ احرام بندھے ہوئے تھے

۱۱۔ اہم حدیثی طیارہ نے اس حدیث کا ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ شکار ہلکے سے ہو اور عمر ایک دوسرے کو دیکھ کر سننے لگیں اور غیر عمر ان کو دیکھ جائے کہ شکار کیا ہے اور وہ شکار کر لے تو عمر ان کا مرنے کی امانت یا اقرار کے ضمن میں نہیں آتا۔

بَابُ لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

باب شکار کرنے میں عمر غیر محرم کی امانت نہ کرے

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام تاحہ میں تھے۔ بعض اصحاب تو ہم سے تھے اور بعض غیر عمر۔ میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے ہیں۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو ایک گور خر سامنے تھا۔ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا کوٹا گر گیا اور اپنے ساتھیوں سے اسے اٹھانے کے لیے انہوں نے کہا اب میں ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہاری مدد نہیں کر سکتے (کہو کہ عمر ہم نے اس لیے میں نے خود اٹھالیا۔ اس کے بعد میں اس گور خر کے پاس ایک ٹیلے کے پیچھے سے کھڑا ہوا اسے مار لیا پھر میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ پھر انہوں نے تو یہ کہا کہ ہمیں بھی کھا لینا چاہیے لیکن بعضوں نے یہ کہہ کر انکار کیا۔ چاہیے پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ ہم سے ہلکے تھے میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا
لِقَاعٍ وَدُونِهَا الْمُحْرِمُونَ وَمَا عَدُوُّ الْمُحْرِمِ
قَدَّيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا
فَنَظَرْتُ نَازِدًا جِمَارًا وَحَشَنًا يَعْنِي وَقَعَ
سَوْطُهُ فَعَالُوا لَا تُعِينُكَ عَلَيْهِ بَشَرٌ
إِنَّمَا مُحْرِمُونَ فَتَنَّاوَلْتُهُ فَاخَذَتْهُ ثُمَّ
أَتَيْتُ الْجَمَاعَةَ مِنْ دُونِهَا أَلَمْ يَنْعَقَتْهُ
كَأَنَّهُمْ بِهِ أَصْحَابِي فَقَالَ بَعْضُهُمْ كَلَّا
وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَكُلُوا فَإِنِّي نَسِيتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَمَّا مَا
فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَلَّوْهُ حَلَالَ

(بخاری)

فوائد مسایل

۱) اسی میں جو کہ عوم کو شکاری کے شکار کا شمار کرنا یا اس کی لذت شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی اور طرح بتانا یہ مبہم کام تمام میں اور سب میں انکار و رد جمید ہے (۲) عثمان اور زید عثمان حدیثوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ غیر عوم نے شکار کیا تو عوم سے کہا کہ شکار ہے اگرچہ غیر عوم نے عوم ہی کے لیے شکار کیا ہو۔ جو غیر طریقہ ہے عوم نے شکار کا پتہ بتایا وہ حکم کے لئے اور کسی طرح اس کام میں امانت کی کہ وہ اور یہ بھی واضح ہوا کہ عوم کو لگاتے بڑی ایلی کا قاتل کا گوشت کھانا جائز ہے۔

بَابُ الْأَشْيَاءِ الْحَرَامِ إِلَى الصَّيْدِ لَكِنَّ يَصْطَادُهُ الْحَالِلُ

باب غیر عوم کے شکار کرنے کے لیے، عوم شکار کی لذت اشدہ نہ کرے

مجھے عبداللہ بن ابی قتادہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دمرہ کا ارادہ کر کے نکلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان خبروں نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ عیادت دے کر بھیجا کہ دریا کے کنارے ہو کر ہاڈرلا دشمن کا پتہ لگاؤ اور پھر عوم سے آؤ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے سے ہو کر چلی سو اسی میں سب نے احرام باندھ لیا تھا۔ لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ ناخبر چل رہا تھا کہ چند گورخو کھائی دیتے۔ ابو قتادہ ابن پر چھوٹ پڑے اور ایک مادہ کا شکار کر لیا۔ پھر ایک جگہ ٹھہر کر اس کا گوشت کھایا۔ اب یہ خیال آیا کہ یہ عوم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ چنانچہ وہ کچھ گوشت باقی باجوہ ساتھ لائے۔ اللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یا رسول اللہ! ہم سب لوگ تو عوم تھے لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ پھر ہم نے کچھ گورخو کھائے۔ اور ابو قتادہ نے اس پر حل کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا۔ اس کے بعد ایک

رَافِي قَتَادَةَ كَانَ أَنَا هَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوا مَعَهُ لَصَرَفَ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى تَلْتَقُوا كَالْخَلْدِ سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا أَحْرَمُوا كُلَّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرَمْ فِيهِمَا هُمَ لَيْسَ بَرَكَةً إِذَا دَخَلَ حُمْرٌ وَحَشٍ فَعَمِلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمْرِ فَحَقَّرَ مِنْهَا أَنَا فَتَرَكُوا فَكَانُوا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٍ وَحَنُّ فَحُرْمُونَ فَعَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْإِنْسَانِ فَلَمَّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَوْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمًا وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرَمْ فَدَرَيْنَا حُمْرٌ وَحَشٍ فَعَمِلَ عَلَيْهِمَا أَبُو قَتَادَةَ فَحَقَّرَ مِنْهَا أَنَا فَتَرَكْنَا فَكَانُوا مِنْ لَحْمِهَا ثُمَّ قَالُوا أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٍ وَحَنُّ فَحُرْمُونَ فَعَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا قَالَ مِنْهُ أَحَدٌ أَمَرَكَ أَنْ تَعْمَلَ عَلَيْهِمَا أَوْ شَأْنًا الْيَتَافَا لَوْ لَا

قَالَ فَكُلُوا مَا لَكُمْ مِنْ لَحْمٍ.
(بخاری)

مگر ہم نے قیام کیا اور اس کا گوشت کھا یا۔ یہ خیال آیا
کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی
سکتے ہیں؟ اس لیے جو کچھ گوشت باقی بچا وہ ہم ساتھ
لائے ہیں۔ آپ نے یہ چھایا کہ تم میں سے کسی نے شکار کرنے
کے لیے کہا تھا یا کسی نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟
سب نے کہا کہ نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر باقی ماندہ
گوشت بھی کھاؤ۔

بَابُ إِذَا أَهْدَى الْمُحْرِمُ جِمَاسًا وَحَنْثِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

باب اگر محرم کو کوئی زندہ گورغز تحفہ دے تو قبول نہ کرے۔
مسند بن جشامہ لیشی سے مروی ہے۔ انہوں نے محذور غوی ایک گورغز بطور ہدیہ ارسال کیا۔ حضور علیہ السلام
اس وقت ابواء میں یا دثان میں جلوہ فرماتے آپ نے اس کو واپس کر دیا۔
فَلَمَّا كُنَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا كُنَّا
نُؤَدُّهُ عَلَيْهِمْ إِنَّا أَنَا حَوْزُهُ
(بخاری)

فوائد و مسائل | اس حدیث سے فقہی حقائق، جہاں جابر بن زید، یسقط بن سعد، اہم توری، امام مالک و اسحاق (دنی و دینی) نے
اس مسئلہ لال کیا کہ محرم کو غیر محرم کا شکار کیا ہوا کھانا ہایز نہیں ہے (۲) اور حضرت عطاء و سعید بن جسر
امام ابو یوسف و ابو یوسف و حماد و احمد فرماتے ہیں کہ غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے یہ حضرات ان متعدد حدیثوں سے
استدلال کرتے ہیں جو اوپر گذر چکی ہیں۔ ————— حدیث بیہش کے مرت اس قدر واضح ہوتا ہے کہ غیر محرم، محرم کو
زندہ جانور نہیں دے سکتا۔ یعنی محرم کو غیر محرم محرم مید تو دے سکتا ہے مگر نفسی مید تو نہیں دے سکتا۔ حویہ تشریح و تفسیر کے
لیے شرح صافی الامار باب میدا لال المحرم کا مطالعہ کیجئے۔

(۳) اہل حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی قدر محتول کی بنا پر ہدیہ کا نہ قبول کرنا جائز ہے مابعد واپس کرتے وقت ہدیہ
کو دے، اگر بدیہ دینے والے کو مال نہ ہو۔

بَابُ مَا يَتَقَلُّ الْمُحْرِمُ مِنَ اللَّذَائِبِ

باب محرم کون سے جانور مار سکتا ہے۔
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پانچ ماہ اور ایسے ہیں کہ جس کے ارٹالے میں عوم
پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ ماہ اور
ایسے ہیں جن میں ارٹالے میں کوئی حرج نہیں۔ گناہ چلن
جو انچھوڑ کر رکھنے والا نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ
ماہ اور بذات ہیں۔ ان کو حرم میں بھی مار ڈالنا
ہما جائیے۔ گناہ چلن اور پھر اولہ جو اولہ کشتا
کشتا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
کہا۔ ایسا ہولہ ایک بار ہم میں۔ میں جب مدینہ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس وقت میں حورہ
والمرسلت عرفا آپ پر آری آپ اس کو پڑھ رہے
تھے اور میں آپ کے منہ سے سن کر سیکھ رہا تھا آپ کا
منہ اس کے پڑھنے سے تروتازہ تھا یا ایک ایک
ساپ ہم پر کودا۔ آپ نے فرمایا اس کو مار ڈالو ہم
لوگ اس پر پلکے وہ جیل و ماتمب آپ نے فرمایا وہ
تہا ہادی نہ سے نکالو اور تم اس کی زد سے بچ کر رہو۔
اہم بخاری نے کہا ہمارا مطلب اس حدیث کے لانے
سے یہ ہے کہ منی حرم میں داخل ہوا اور صحابہ نے اس
کے ارٹالے میں کوئی قناعت نہیں کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی تھیں۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھپکلی (رد کار)
مروزی ہے۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اس کے ار
ڈالنے کا حکم دیا۔

قَالَ خَمْسٌ مِنَ الْمَنَاقِبِ لَيْسَ عَلَى الْمَخْرِمِ
فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ (بخاری)
مَا كُنْتُ حَفْصَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الْمَنَاقِبِ لَا خُرُوجَ
عَلَى مَنْ تَتَلَهَّنَ الْغَرَابُ وَالْجِلْدُ أَوْدَةُ وَالْفَارَةُ
وَالْعَصْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔ (بخاری)
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ
مِنَ الْمَنَاقِبِ كُفَيْتُ فَاَسْتَقْبَلْتُ يَتِيمًا
فِي الْحَوْزِ غَرَابٌ وَالْجِلْدُ أَوْدَةُ وَالْعَصْرَبُ وَ
الْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔ (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَبْنَا
نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
غَارٍ بَعْدَ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَ
إِنَّهُ لَيَسْتَوْحَا وَإِنِّي لَأَتْلُو حَا مِنْ
بَيْتِهِ وَإِنَّ مَا هُ كَرُطِبَ لِيَا أَفَرِثَتْ عَلَيْنَا
حَيْثُ فَقَدْ أَشْبَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَوْهَا فَتَنَدَّرَتْ ذَنْ هَبَتْ فَقَالَ
الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبِيتَ
شَرَكُكُمْ لِمَا وَقَبِيتُمْ شَرَهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ
اللَّهِ أَلَمْ أَسْمَعْ أَنَا بِهَذَا أَنَّ مَنِي مِنْ
نَحْوِهِمْ لَمْ يَرَوْا يَقْتُلِ الْحَيَّةَ
بِأَسَا۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ نَزَّجْتُ قَوْلِي
دَلَّهَا سَمْعُهُ أَمْرًا يَقْتُلُهَا۔

(بخاری)

فوائد مسائل اس عذاب دابتہ کی جمع ہے جو بھی زمین پر پئے اس کو ابرہہ کہتے ہیں اور یہ لفظ مذکور و مذکور کے لیے استعمال ہوتا ہے، اگر کہا جائے حوان میں حیوان کا لفظ لاتے تو اچھا تھا کیونکہ اگر حوان احادیث میں پہلے لکھ دیتے تو کہہ دیتے۔ جو ابرہہ کہہ کر جو کچھ غیر حوانی احادیث میں زیادہ تر وہاب کا ذکر ہے۔ اس لیے مخالف وہاب سے تاہم کہو یا (۱) ان احادیث سے واضح ہوا کہ عمر کو شیعہ و موزی ہاوندوں کا ماننا جائز ہوا تو غیر حرام کو تو بطریق ادنیٰ جائز ہو گا۔ نیز جب حرم میں ان موزی ہاوندوں کو ماننا جائز ہے تو غیر حرم میں بھی جائز قرار پائے گا۔ انھیں پکلی کے متعلق صحیحین الی و اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مؤلفاً مروی ہے کہ "خواریہ اسلام نے پکلی کے مارنے کی اجازت دی ہے و مسلم شریف"۔

فائدہ مذکورہ بالا پانچ ہاوندوں کو حضور علیہ السلام نے حرام قرار دیا ہے۔ لہذا دوسرے امت فتن کے معنی خروج کے ہیں۔ عرب ہرے میں فسقت الموطأ ملخصاً خروج سے عدہ کشا ہا۔ اور قرآن مجید میں ہے ففسق عن اصولہ ای خروج آدمی کو فاسق اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کی اطاعت سے نکل جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان جو جاتا ہے ملود مذکورہ بالا ہاوندوں کو فاسق اس معنی فرمایا گیا ہے کہ یہ اس حرم سے خارج ہو گئے ہیں جو دوسرے ہاوندوں کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ فی الحدیث ہاوندوں کو حرم میں ماننا جائز ہے۔

غالباً کئی نہایت دھوکہ باز شریک باور ہے دھوکہ سے اونٹ کی آنکھ پھوٹ دیتا ہے۔ بچوں کے ہاتھ سے بدلتی ٹھین لیتا ہے گندگی کھا کھاتے۔ کھانے کی چیزوں کو خراب کر دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی اس کو فاسق قرار دیا ہے۔ تعجب سے کہ بعض علماء نے بولند اس کو سے کھال بلکہ اس کے کھانے کو کاڑھاب قرار دیتے ہیں۔ سنا ہے پچھو اور پاگل کتا بھی موزی ہاوند میں پہل بھی کرے کی طرح ہی ہے۔ پورا کھانے کی چیزوں کو برباد کر دیتا ہے۔ جتنی سے جتنی کپڑے، کاغذات وغیرہ کاٹ دیتا ہے۔ جہاز غ کی تیلی لے لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض اوقات گھروں کو آگ لگ جاتی ہے۔ بہر حال انہی وجوہات کی بنا پر ان ہاوندوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

باب حرم کے درخت نہ کاٹنے میں

اس عثمان کے ماتحت امام بخاری نے وہی حدیث درج کی ہے جو غرض الباری پارہ اول صفحہ ۲۹۲ میں ابی یوسف علیہ السلام نے اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے حرم میں خون بہانا اور یہاں کے درخت کاٹنا منین منوط ہے جس سے واضح ہوا کہ کو معطل کر دو گویا کسی کو سن تک جو حرم کا چکل ہے اور جس کی مدینہ یعنی جہنم میں ان حدیث کے اندر لگائے گئے ہیں۔ خود رو پڑ کاٹنا وہاں کے وحشی ہاوندوں کو غلطیت دینا حرام ہے۔ سچ کہ اگر سخت دھوپ ہے اور ایک ایک درخت ہے جس کے سایہ میں پہلے بیٹھا ہے تو یہ ہاوند نہیں ہے کہ اپنے بیٹھنے کے لئے اس ہرن کو وہاں سے اٹھائے۔

بَابُ لَا يُفْرَصُ صَيْدُ الْحَرَمِ

باب حرم کے شکار کو ستایا نہ جانے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
الدِّيَّانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
خَزَفَ مَلَكَةً نَزَعَهُ مِنْ أَحَدِ قَبَائِلِ وَلَا
يَقُولُ إِلَّا أَحَدٌ بَعْدِي وَإِنَّمَا أُجِيتُ بِهَا
سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يَحْتَمِلُ حُلَاها وَ
لَا يُعَصِّدُ شَجَرها وَلَا يُتَمَرُّ صَيْدُها
وَلَا يَطْفَأُ نَافِثُها إِلَّا لِمَعْرُوفٍ وَ قَالَ
النَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لِيَ وَخَصْرٍ
لِصَاحِبَتِنَا وَبُزْرٍ نَأْكُلُ إِلَّا إِذْ خَرَجَ
وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ
تَدْرِي مَا لَا يُتَمَرُّ صَيْدُها هُوَ أَنْ
يُخَيِّجَ مِنْ الظِّلِّ يَقُولُ مَكْنَنُ

(بخاری)

حضرت جان جس رضی اللہ عنہما سو بچ کر نجات کر لیں
 علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موت
 کو رحمت و حلالت فرمائی ہے۔ اس لیے میرے بعد بھی
 وہ کسی کے لیے حلالت نہیں ہو گا میرے لیے صرف
 ایک دن توڑ دیں دیر کے لیے حلالت تو ختم اس لیے
 اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اس کے درخت
 نہ کاٹے جائیں اس کے شکار نہ بڑھائے جائیں
 اور نہ وہاں گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے پتہ
 اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے دیکھ کہ اصل مالک
 تینکے پہنچا دے، جو کس رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول
 اللہ اذہو کی اجازت ہمارے کا گھسوں اور عاری قبول
 کے لیے دے دے مجھے تو آپ نے فرمایا کہ آخر کی اجازت
 ہے۔ مخالفانہ روایت کی کہ مگر رحمت اللہ علیہ نے فرمایا
 صلح ہے شکار کو بڑھانے سے کیا مراد ہے؟ اس
 کا مطلب ہے کہ اگر کہیں کوئی جانور یاہ میں بیٹھا تھا
 ہے تو اسے سارے بچا کر خود وہاں تمام کر کے لے جائے ۛ

بَابُ لَا يُحِلُّ الْقِتَالُ بِسَكَّةَ

باب گمہ میں جہک ہاڑ نہیں

ابو تریح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا کہ وہاں خون نہ بہا۔

وَقَالَ أَبُو مُسْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
الْعَبْدِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْفِكُ
بِهَذَا مَاءً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے میان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر فرمایا: اب ہجرت نہیں رہی لیکن (ماچھی) اینٹ کے ساتھ جہاد اب بھی باقی ہے اس لئے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو فوراً سو جاؤ۔ اس شعر کو اٹھانے کے بعد انہوں نے ہجرت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ افْتِتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ
بِحِمَاؤِ وَنِسْبَةٍ إِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ
فَالْعَمْرُ وَأَيُّكُمْ هَذَا أَبَدُ حَرَّمَ اللَّهُ
يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهُوَ

حَرَامٌ مَّحْرَمَةٌ لِلَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ
لَمْ يَحِلَّ لِنِسَاءٍ فِيهِ لِأَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنْ يَحِلَّ
لَهُنَّ فِي الْأَسَاعَةِ مِمَّنْ تَحَارَمْنَ فَتَمُوتُ
حَرَامٌ مَّحْرَمَةٌ لِلَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
لَا يُحْضَرُ شَوْكُهُ وَلَا يَنْقَرُ
صَبْدُهُ وَلَا يَنْتَقِطُ لِقَطْعَتِهِ إِلَّا مَنْ
عَزَّيْضًا وَلَا يُخْتَلَى خَلَا هَذَا قَالَ النَّبِيُّ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الذَّخِرَ فَإِنَّهُ يَتَّبِعُهُمْ
فَرَلَيْسَ بَيْنَهُمْ قَالَ قَالَ إِلَّا الذَّخِرَ
(درمندی)

عطار کی قمی جس دن اس نے زمین اور آسمان پیدا
کیے تھے۔ اس لیے یہ اللہ کی دی ہوئی حرمت کی
وجہ سے حرام ہے یہاں کسی کے لیے بھی مجھ سے پہلے
جنگ جاتو نہیں تھی اور مجھے بھی ایک دن موت تھی
دور کے لیے اجازت کی تھی۔ اس لیے یہ شہر اللہ کی تعلیم
کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے
حرام ہے۔ نہ اس کا کاشا کاٹا جائے۔ نہ اس کے شرکاء
بہر کاشے یا اس میں اشخاص کے سوا جو اطلاع کا تبادلہ
دکھتا ہو کوئی یہاں کی گری پڑی چیز نہ اٹھائے اور نہ
یہاں کی گھاس اٹھاؤ گی جائے۔ جاس رضی اللہ عنہ
یہ لے لے اٹھالے اللہ دفتر ایک گھاس کی اجازت دے
دیجیے کیونکہ یہ کاریگروں اور مردوں کے لیے ضروری ہے
قواب نے فرمایا اوٹو کی اجازت ہے۔

ذکرہ عثمان کے تحت اس حدیث سے واضح ہوا:

قواب و مسائل حرم کی گھاس و درخت کاٹنا، اکیر ٹھکانا، ان کے وحشی جانور کا شکار کرنا۔ اس کو ہانکنا، تھکانا، ایڑا دینا اور وہاں
قتل و قتل حرام و ناجائز ہے۔

۱۱) جو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے اب جبکہ کوہ دار السلام ہو گیا ہے۔ تو
اب وہاں سے ہجرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جہاد کا قواب نہایت کی دقت تھی کہ ساتھ قیامت تک باقی رہے گا۔
۱۲) کہ میں قتل و قتال ممنوع ہے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے موت ایک ساعت کے لیے زمین کی مقدار طلوع
آفتاب سے قدر تک تھی (اجازت کی تھی)۔ اور اس ساعت میں اس خط و غیرہ کو مکہ نبوی قتل کئے گئے تھے اس کے بعد یہ اجازت
کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

۱۳) اور اگر ایک قسم کی گھاس ہے جناب میرزا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیاز پر حضور علیہ السلام نے حرم میں اوٹو گھاس کے
کاٹنے کی اجازت حضرت فرادی جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برا اختیار دیا ہے کہ ممنوعات میں سے بعض
چیز کو چاہیں طلال قرار دے دیں۔ چنانچہ امام ربیع نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسئلہ کے حکم فی مسئلہ
المسئلة مطلقاً (یعنی ص ۵ ص ۹۵)

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمَحْرَمِ
باب حرم کا پھینکا گواہ

(۱) اس حدیث میں بحالت احرام حسب ذیل امور کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ عورت کے ہونے پر طے پنا اٹھیں۔ پاجامہ۔ عمامہ۔ کوٹ۔ وغیرہ۔ غوثیہ کا استعمال۔ ایسا کپڑا پہننا جو عرفان یا دوس سے رنگا ہوا ہو۔ اسی طرح مونہ کے استعمال بھی ناجائز ہے۔ اگر چہلی۔ تو جو طے کے منہ کے غوثیوں سے بنے کاٹ کے پٹن سنگلہ ہے۔ عورت کو بحالت احرام نقاب ڈالنا اور منہ سے کہنا ممنوع ہے۔ دانتیں دھونا۔ اگر احرام کی حالت میں عورت کو بھی منہ چھپانا حرام ہے۔ البتہ ناموس کے آگے کوئی چھما نیو کی آؤ کر کے اس طرح کہ دیکھا منہ سے بالکل چھپا رہے (پردہ کرنا چاہیے)۔

(۲) حدیث میں اسے یہ ارشاد کیا گیا ہے۔ عجم کرنے کے بعد بھی احرام پر ہاتھی جتا ہے۔ اسی لیے معزز علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا۔ اس کا سر نہ ڈھاؤ اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ۔ لیکن احکامات ایسے ہیں کہ یہ بات اسی شخص کے لیے تھی۔ یہ حکم عام نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ عجم کرنے کے بعد عجم پہنے احرام پر ہاتھی نہیں رہتا۔ اور دین اس کی یہ وی ہے کہ اگر یہ حکم عام ہو تو معزز علیہ السلام فان المحرم کا غفلتاً استعمال فرماتے۔ علیہ کہ شہید کے متعلق فرمایا ان الشہید یتبع وجرحہ یتعصب بدماء (یعنی بدلہ من ۱۰۵)

بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کو غسل کرنا

۱۱۔ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَتَمَ وَلَوْ ابْنُ عَمَرٍ وَعَائِشَةُ يَا لِحَدِّثِ بَأْسًا۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا محرم غسل کے لیے حمام میں جا سکتا ہے۔ جناب عائشہ صدیقہ و ابی عمر محرم کا اپنے بدن کو کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(بخاری)

(۱۲) اس حوالہ کے تحت دوسری حدیث کے انسانی حوالوں کا ترجمہ ہے۔

عبد اللہ بن عباس اور مسود بن حمزہ رضی اللہ عنہما کا ختام الواء میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ عبد اللہ بن عباس تو یہ کہتے تھے کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے لیکن مسود کا کہنا تھا کہ محرم کو سر نہ دھونا چاہیے۔ پھر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے (ابو بکر النعمانی رضی اللہ عنہ) کے یہاں مسئلہ پر پچھنے کے لیے بھیجا۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ تو وہ کوئیں کے کنارے غسل کر رہے تھے۔ ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا۔ میں نے سوچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کن ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبد اللہ بن عباس ہوں۔ آپ کی خدمت میں مجھے جلالہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے۔ یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر

لے لیغ محرم کو موز سے یا جواہری دھو جو وسط قدم کو چھپائیں وہاں مٹی جوتے کا تھر جوتا ہے اپنا حرام ہے اور اگر کتیاں دھوئے تو موز سے کاٹ کر چھپے تو کتیاں موز سے چھپے ۱۲

بمذکر کس طرح دھرتے تھے۔
فَوَضِعَ الْاِذَاكَ يَدَهُ عَلَى الشَّوْبِ فَطَاطَا
حَتَّى بَدَأَ لِي نَاسَهُ ثُمَّ قَالَ لَا اِسْمَانِ
يَتَصَبَّ عَلَيْهِ اَصْبَبْ فَعَصَبْتُ عَلَى نَاسِهِ
ثُمَّ حَذَرَكَ نَاسَهُ بِمَذْكُورِهِ مَا قَبْلَ
يَعْنِي اَوْ يَدُ بَرْدٍ قَالَ هَلْ كُنَّا نَاسِيْتُهُ مُلِي
اَللّٰهُ عَيْتٌ وَوَسْلَمٌ يَفْعَلُ

(بخاری)

انہوں نے کپڑے پر جس سے بدہ تھا، اتار کر رکھ کر
اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا
تھا، تو شخص ہی کے بدن پر پانی ٹپال رہا تھا اس
سے انہوں نے پانی ٹپالنے کے لیے کہا اس نے ان
کے سر پر پانی ڈالا پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں
ہاتھوں سے ڈکھا اور دونوں ہاتھ اٹکے۔ اے ہدیہ
پچھنے والے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسی طرح کرتے دیکھا، انہوں کی حالت میں

۱۱ اس حدیث سے واضح ہوا کہ محمد کو حالت اسلام میں غسل کرنا جائز ہے۔ اور یہ کہ بدن کو اس طرح کھانا کہ بال نہ ٹپٹے
فواہد و مسائل اجازت ہے۔ حضرت ابن عمر کے الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو ملاحظہ فرمائیے
نے وصل کیا ہے واضح ہو کہ اس پر اجماع ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غسل کرنا فرض ہے۔
۱۲ حدیث مذکورہ بالا سے یہ بھی واضح ہوا کہ کجالت اہرام غسل کرنا بدعت بن کر بال نہ ٹپٹے جائز ہے
احتیاج کی صورت میں صحابہ کرام نے کسی کی موت پر غسل کرتے تھے رہا، خود واحد کو غسل کرنا چاہیے رہا، فاضل کی فضیلت کا استزاد کرنا
اور احکام میں فیصلہ کے لیے معصفت بنانا جائز ہے رہا، وقت غسل پورہ ضروری ہے رہا، حسب ضرورت وضو و غسل میں کسی
دوسرے سے مدد لینا جائز ہے۔ اور یہ کہ کجالت غسل ملامت و کلام جائز ہے۔

بَابُ لِبْسِ الْخَفِيِّ لِلْمَحْرَمِ إِذَا لَمْ يُجِدِ النُّعْلَيْنِ

باب محرم کے پاس جب جو تیناں نہ ہوں تو وہ مونہ پہن سکتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ
وفات میں خلیہ دے دے تھے کہ جس کے
پاس جو تیناں نہ ہوں وہ مونہ پہن لے اور جس
کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے (آپ پریم)
محمد کے لیے نزار ہے تھے۔

لَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَخْطُبُ بَعْرَ كَمَاتٍ مِنْ لَمَّا يُجِدِ النُّعْلَيْنِ
كَذَلِكَ لِبْسِ الْخَفِيِّ وَمَنْ لَمَّا يُجِدِ
إِذَا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَجَاءٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سُئِلَ
السُّؤَالَ الْمَعْلُومَ أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا يَلْبِسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ
لَا يَلْبِسُ الْقُمِيصَ وَلَا الْعَمَامَةَ وَلَا
السَّوَادَ يَلْبَسُ وَلَا الْبُرْصَ وَلَا تَوْبًا
مُسْنَهُ لَعَفْرَانٍ وَلَا دَرَسَ وَإِنْ كُنْجُونُ
لَعَلَّيْنِ فَلْيَلْبِسِ الْخَفَيْنِ وَلْيَنْطَلِعْ مِمَّا
عَنَى يَكُونَا اسْتَعْلَى مِنَ الْكُتُبِ

کہ محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؛ آپ نے
فرمایا نہ تو وہ قمیص پہنے نہ پگڑی یا زردہ دشوار
پہننے اور نہ باراف کوٹ پہنے اور نہ ایسا کپڑا
پہنے جس میں زعفران یا درس لگی ہوئی ہو۔ اور اگر
میں کے پاس جو تیاں نہ ہوں تو وہ موزوں کو
تھیلوں سے بیچے ملک کاٹ کر پہن لے۔

بَابُ إِذَا الْحَرَامُ جِدَّ الْإِذَا فَلْيَلْبِسِ الشَّرَ لَوْ بِلَ

باب جب حرام کے پاس تہجد نہ ہو تو وہ دشوار پہن لے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعْرَكَاتٍ فَقَالَ مَنْ تَعْرِجِدُ الْإِنْسَانَا
فَلْيَلْبِسِ الشَّرَ لَوْ بِلَ وَمَنْ تَعْرِجِدُ
الْعَلَّيْنِ فَلْيَلْبِسِ الْخَفَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
انہوں نے کہا ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
میدانِ عرفات میں چلیج دیا آپ نے فرمایا جس شخص
کے پاس تہجد نہ ہو وہ دشوار پہن لے اور جس
کے پاس جو تیاں نہ ہوں وہ نوٹس پہن لے۔

نوٹہ: بالا حدیث سے امام شافعی و امام احمد بن حنبل نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ محرم کو کمالیت ملو
فوائد و مسائل | پہلے دو روزے پہننا جائز ہے۔ اور اس پر اس صورت میں فدیہ نہیں ہے۔ لیکن محمود غلام کے نزدیک
اگر محرم کو تہجد نہ ملے۔ تو دشوار یا پاجامہ یا موزہ پہن سکتا ہے۔ مگر پاجامہ کا پھاڑنا اور موزے کا ٹخا موزی ہے
یا کہ لسمہ کی جگہ نہ چھپے۔ اور اگر بغیر پھاڑے یا کھائے ہیں یا تو کفارہ لازم ہے اس مسئلہ کے دلائل کے لیے شرح صفاتی
باب یلبس المحرم من الثياب كما مضى كذا جازي

بَابُ لِبْسِ السَّلَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کا ہتھیار بند ہونا

وَقَالَ يَلْبَسُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ
لِبْسَ السَّلَامَةِ وَالْقَدَى وَلَمْ يَتَابَعْ
عَلَيْهِ فِي الْعَدِيَّةِ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اعْتَمَرَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رِي

حضرت عمر نے فرمایا اگر دشمن کا خوف ہو
اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے
فدیہ کے متعلق کوئی حدیث متابع نہیں ہے۔
حضرت برادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فدیہ دینے میں

الْمَرْءُ قَاتِلُ أَهْلِهِ مِثْلُ مَنَکَةِ أَنْ تَلَّ عَوْهَ
يَكْدُ مِثْلُ مَنَکَةِ حَتَّى قَاتِلًا هُوَ لَا
يُدْخِلُ مَنَکَةَ سِلَاحًا لَوْ الْقَتْلَ أَب
روا بخاری

مرد کے ارادہ سے رواد ہوئے تو اہل گھر سے
آپ کو مکر میں داخل لاہونے دیا پھر مال سے
صلح اس شرط پر ہوئی کہ دائرہ سال تک نہ بھڑکائی
ڈال کر گدہ میں داخل ہوں

اس روایت سے واضح ہوا کہ وقت ضرورت عدم کو اختیار لینا جائز ہے۔

بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَنَکَةِ بَغَيْرِ أَحْرَامٍ

باب۔ حرم اور گھر میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَا لًا
اور حضرت ابن عمر نے بغیر احرام کے داخل ہوئے

رواد بام بخاری نے فرمایا

وَأَمَّا أَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِأَدْخَالِ ابْنِ أُمِّ الْوَلَدِ
وَالْعَمْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْحَطَّابِينَ
وَعَبَائِهِمْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا
حکم کسی کے لیے دیا جس کی نیت حج اور عمرہ کی
ہو اور کراہتوں وغیرہ کو آپ نے اس کا حکم
نہیں دیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ
رَأْسَهُ لَمَّا بَيَّعَهُ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَا أَهْلَ
تَجْدَا قَرْنِ النَّبَادِلِ وَلَا أَهْلَ الْيَمَنِ
يَلْمُزُهُمْ لَهْمٌ وَكَلَّمَ ابْنَ
أُمِّ عَيْسَى مِنْ غَيْرِهِمْ مَنْ أَرَادَ
الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ
فَمِنْ حَيْثُ أَلَسَّ حَتَّى أَهْلُ مَنَکَةِ
مِنْ مَنَکَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد والوں کے لیے
ذوالحلیفہ کو بیعت قرار دیا۔ اور عجب مالوں
کے لئے قرین منازل رسیل کو اور یمن مالوں
کے لیے یلم کو۔ یہ بیعتیں مذکورہ ملک مالوں
کے لیے ہیں۔ اور ہر اس نے اسے اس کے لیے میں
کا ان بیعتوں پر سے گذرے اور حج و عمرہ کے
ارادے سے آئے اور جو کوئی ان بیعتوں کے واسطے
بہتا ہے وہ جہاں سے چلے رہی ہے احرام باندھے کہ
مالے کو سے راندھیں

(بخاری)

حدیث مذکورہ میں من اہل الحلیف والمعمرة کے الفاظ سے یہ استدلال کیا
کہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے؛ ایسا ہے کہ جو لوگ حج و عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں ان کے لیے احرام
مردی ہے اور جو اپنی ذاتی ضرورت کے لیے جائیں ان کے لیے احرام ضروری نہیں۔ یہ
لوگوں

کو حکم دیا کہ بکراؤ کی کر کے کھانا بنا کر لے۔ اور یہ کہ اگر سو گیا جب جاگا تو دیکھا کہ غلام نے بھی تک کھانا بنا کر نہیں کیا لہذا میں اگر غلام کو قتل کر دیا۔ اور خود مرتد ہو کر شہر کیسے یا ملا پھر اس نے اپنی شکوت غلام کا اظہار یوں بھی کیا کہ مجھے دالی لالہ لوں سے حضور علیہ السلام کی جو کھانا تھا اور منہ سے لے کر کھانا لے اور خود بھی تو میں آمیز اشتداد کہتا تھا۔ فتح مکہ کے دن اس شخص کو کہہ کے پندول سے جوڑ دیا گیا کہ اس شخص کی اتنی کربانیاں تھیں وہی گئی اور وہ کوئی عرم ہی میں قتل کر دیا گیا۔

بَابُ إِذَا أَحْرَقَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَبِيضٌ

باب اگر آگ داد قیامت کی وجہ سے کئے قیاس پہنچے ہوتے اہرام باندھے

حضرت مطہران نے کہا اگر عرم سے بول کر یا آگ دہنی کی وجہ سے خوشبو لگا لی یا کپڑا نہیں لیا۔ تو اس پر کفارہ نہیں۔

صداق بنی یعلیٰ نے اہل سے الگ کے والد بچے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا جو جہر پہنچے ہوئے تھا اور اس پر زہری یا اسی طرح کی کچھ چیز کا اثر تھا اس نے سوال کیا اور پھر آپ پر ہی نازل ہوئی عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ جب آنحضرت پر وہی نازل ہوئے تھے تو تم اس حضور کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وہی نازل ہوئی اور پھر سلسلہ تم جو گید پھر آپ نے فرمایا کہ اس طرح اپنے جین کرتے ہو۔ اسی طرح عرو میں بھی کرو ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں عدالت سے کھانا تھا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ کھینچو تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کئی معاوضہ نہیں دیا۔

وَقَالَ عَلَاءُ إِذَا انْطَلَبْتُ أَوْ لَيْسَ جَاهِلًا
أَوْ تَابَ سِجَانًا خَلَا كَفَّارَةً عَلَيْهِ

حدیثی صفحہ ان بن یعلیٰ عن ابنہ
قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فأتاہ رجل علی جبة ویدہ
أثرو صفریہ أذ نحوہ کان عمر یقول
فی یحییٰ إذا نزل علیہ الوحی أن تراه
ونزل علیہ ثم صری عنه فقال
أضغ فی عمرتک ما أضغ فی جحرک
وعص عصی یجد رجل یعنی فاشترع
ثم یبتدئ فالبطلہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم (بخاری)

نواید و مسائل اگر عطا کو ابن منذر سے مسلمان ہو اور طہرانی نے کیر میں وصل کیا ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قائل ہے کہ اگر عرم نے بول کر یا مسک سے نداد قیامت کی وجہ سے خوشبو لگا لی یا مسک پکڑا لیا یا تو اس پر کفارہ نہیں ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ لازم ہے۔ ایسے ہی جیسے اگر کوئی شخص جات نازل ہو

ہلے احرام کا حکم دیا گیا ہے جو حج و عمرہ کا اندازہ رکھتے ہوں۔ انہم شافعی رو کا بھی یہی ہے۔ جس ملک سے لیکن میرا نام اہل علم و احسان
یہ فرماتے ہیں احرام ہر شخص کے لیے مندرجہ ہے۔ جو جلد و زہر میں داخل ہو فدا و حج و عمرہ کے ارادہ سے کوہ میں داخل ہو
نہی دوسری ضرورت تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ احرام حرم کی حرمت کی وجہ سے واجب ہو جائے اس میں حج یا عمرہ کی کوئی قسم نہ
ہو۔ بلکہ صرف باقائیں حضور علیہ السلام کا حضوریت سے حج و عمرہ کا ذکر کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ حضور حج ہی کے
لوہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے نامی طور سے حج و عمرہ کا ذکر فرمایا۔

مثلاً: نہ صرف میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد لا یجوز لاجل احد ان یصلیٰ کرم محمد سے پہلے نہ کسی کے لئے حلال ہو بخدا میرے
نہی کسی کے لیے حلال ہے۔ میرے لیے بھی ایک دن تھوڑی دیر کے لیے حلال ہوا تھا۔ اس وقت کے ملک کی تائید کرتا ہے کیونکہ حضور
و السلام کا یہ ارشاد قبل اذ دروخل بلا احرام و دون کے لیے ہے کیونکہ حج کو کے موقع پر حضور علیہ السلام کے سر اقدس پر
فرمایا اور آپ اس دن حرم نہ تھے۔ لیکن قال اذنوا لخل بلا احرام یہ دونوں اس دن حضور علیہ السلام کی خصوصیات سے تھا۔ اور
یہی لاجل احد بعدی کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد اب نہ کسی کو حرم میں قتال ہوتا ہے اور نہ حرم میں بلا احرام داخل ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
فتح کرتے کو فتح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب کوہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس
وقت آپ نے اسے اتار دیا تو ایک شخص نے اگر اعلان دی
کہ ابن خطل کہہ کر پروسے سے چوٹ لگایا ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ پھر بھی اچھے قتل کر دو۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلَى
عَامَرُ الْفُتَيْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْيَعْقُوبُ فَلَمَّا
نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطْلٍ
مُتَعَقِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكُحْبَةِ فَقَالَ أَتَشْكُوهُ.

(بخاری)

یہ بھی وہ وقت ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

میرے لیے حرم ایک دن تھوڑی مسامت کے لیے حلال کر دیا گیا:

ابن خطل:- ابن خطل کا نام عبداللہ تھا حضور علیہ السلام نے اس کو کھنڈ میں قتل کرنے کی اجازت دی۔ یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔
مرکز ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو ذرا دھوکا دے کر اس کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ ایک مسلمان غلام تھا۔ ابن خطل نے غلام

میں علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ فتح کر کے دن غیر احرام کے داخل ہوئے و علیہ جماعۃ سوداء و غیر احرام۔ لاہور میں
سیا ہوا تھا۔ منبر اسی میں جہاں آپ کے سر پر خود تھا۔ ماکم نے کلین میں کہا کہ بظاہر وہ قول لہو ابوں میں تھا۔ اچھے۔ مگر
یقیناً ہے کہ شریح و ائمہ کے وقت سر اقدس پر خود تھا۔ پھر جب آپ کوہ میں داخل ہو گئے تو قمار باندہ لیا۔ تو ہر صاحب نے اپنی
مدایت کے مطابق بیان کر دیا۔ اس وقت قلعہ التجار میں اس حدیث کی تائید حدیث مسلم بروایت یحییٰ بن یحییٰ
نے بھی ہوئی ہے۔ کہ افاک میں ان خطیب الناس و علیہ جماعۃ
سوداء۔ یعنی وقت غیر سر اقدس پر سیاہ عامر تھا۔

اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ فَلْيَغْتَسِلْهُ
فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمْسُوهُ بِطَبِّ
وَلَا تَحْمِلُوهُ اِرْسَاسَةً فَاِنَّهُ يَبْعَثُ
بِمَعْرِ الْقِيَمَةِ مُكَلَّبًا

(بخاری)

اسی کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔ دو
کپڑوں میں بغیر دوسرے شے نہ لگاؤ۔ اس کا سر د
ڈھانکو۔ پس تحقیق یہ قیامت کے دن لپیٹے کہتا
ہو اٹھایا جلتے گا۔

قواعد و مسائل | دونوں نمازوں کے تحت حدیث سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ محرم اگر مر جائے
تو اس کی طرف سے باقی امور یعنی رمی جمار، حق وغیرہ ادا کیے جائیں گے۔ کیوں کہ حضور علیہ
السلام نے باقی حج ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔
اور یہ کہ محرم اگر مر جائے تو اس کو اس طریق سے دھوا جو حدیث میں مذکور ہے مسنون ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت
فیوض البخاری کتاب الحرمین میں گذر چکی ہے۔

بَابُ الْحَجِّ وَالْتَذُّرِ عَنِ الْمَيْتِ وَالرَّجُلِ يُحْجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

باب میت کی طرف سے حج اور نذر کرنا اور مرد کا عت کی طرف سے حج کرنا

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک ثور
قبیلہ ہذیلہ کی حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر
ہوئی اور عرض کی میری والدہ نے حج کی نذر دینی
تھی مگر حج ذکر مکی اور مری کیا میں اس کی طرف
سے حج کر سکتی ہوں۔ فرمایا اے اس کی طرف سے حج
کرلو۔ اگر تیری ماں پر نذر ہے تو اس کو پورا کر دینی تو
اللہ کے حق کو بھی پورا کر۔ اللہ کا حق و نذر کا
نزدہ دینی دار ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ امْرَأَةً مِنْ
جَهَنَّمَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُخِي نَذَرَتْ
إِنْ تَحَجَّ فَلَمْ تُحَجَّ حَتَّى مَاتَتْ
أَنَا حُجُّ عَنْهَا وَالْأَخِي حُجُّ عَنْهَا أَرَأَيْتَ
لَوْ كَانَتْ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ
قَاضِيَةً أَوْ ضَاًا اللَّهُ فَاَللَّهُ أَحَقُّ
بِالْوَفَاءِ

بخاری

بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثَّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

باب جو سواری پر نہ ٹھہر سکے اس کی طرف سے حج کرنا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ
مِنْ خَثْعَمٍ عَامَ حَجَّةِ الْوُدَّاجِ
فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرَسِي مَعَهُ
عَلَى عِبَادَةٍ فِي الْحَجِّ أَذْرَكْتُ إِيَّاهُ
كَيْدًا لِيَسْتَطِيعَ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ
فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ
قَالَ نَعَمْ بخاری

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک
عورت خثعم شمر کی بھورہ بوی حاضر ہوئی عرض کیا
یا رسول اللہ! قتلے نے جو اپنے بندوں پر حج فرض کیا
وہ ایسے وقت پر کہ میرا باپ اتنا بوڑھا ہے کہ
کوئی پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر میں اس کی طرف سے حج
کروں تو حج ادا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں
بخاری

بَابُ حَجِّ الْمِرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

باب عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ عَامَ
حَجَّةِ الْوُدَّاجِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّ فَرَسِي مَعَهُ عَلَى عِبَادَةٍ فِي الْحَجِّ
أَذْرَكْتُ إِيَّاهُ كَيْدًا لِيَسْتَطِيعَ أَنْ
يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ
أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے
کہا۔ حجۃ الوداع والے سال قبیلہ شمر کی ایک عورت
آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! اللہ نے جو اپنے
بندوں پر حج فرض کیا۔ وہ ایسے وقت پر کہ میرا
باپ اتنا بوڑھا ہے کہ کوئی پر نہیں ٹھہر سکتا
اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو حج ادا ہو جائے
گا۔ آپ نے فرمایا ہاں!

ایہ نثران احادیث مندرجہ ذیل میں پر مشتمل ہیں:-

فوائد ومسائل

(۱) میت کی طرف سے حج کرنا اور اس کی تدفین کرنا جائز ہے (۲) مرد کی طرف سے عورت اور عورت کی
طرف سے مرد حج بدل کر سکتا ہے۔ کیوں کہ حضور علیہ السلام نے افضوا اللہ فرمایا جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں
۔ اسی مسئلہ کو مثال دے کر سمجھاتا جائز ہے (۳) اگر کوئی مالدار بغیر حج کیے مر جائے یعنی اس پر حج فرض تھا اور اس نے حج نہیں کیا
تو اگر وارث اس کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! یہ ہے کہ ادا ہو جائے اور وصیت کر لیا ہے
تو تہائی مال سے کر لیا جائے (۴) جو خود حج نہیں کر سکتا یعنی عاجز ہے ضعف کہنہ یا بیماری کی وجہ سے خود حج نہیں کر سکتا۔ تو اس
کی عفت سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کی قبل ہے کہ خود کر سکتا ہے تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی حج نہیں کر سکتا۔

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ الْيَوْمِ
سَمِعَ مِنْ بَنِيهِ (بخاری)

کہ مجھ سے حضور علیہ السلام کے ہمراہ حج کر آیا گیا اور میں
وقت میری عمر سات برس کی تھی۔
واضح ہو کہ تاریخ کی عبادت کا شریعت نے اعتقاد کیا ہے یعنی ان کا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وغیرہ صحیح ہے لیکن
یہ کہ وہ نابالغ ہیں اس لیے ان کی عبادت نفل قرار پاتی ہے اور ان کا ثواب ان کے والدین کو ملتا ہے۔ بچپن میں اگر کسی نے
حج کیا اور بالوغت ہونے کے بعد اگر حج کی شرائط پائی گئیں تو پھر بھی حج کرنا پڑے گا کیوں کہ محال تھا نابالغ ہو حج کیا ہے
وہ نفل قرار پائے گا۔

بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

اب حورن کا حج کرنا

وَقَالَ ابْنُ الْحَمْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا
أَبُو هِنْدٍ عَنْ سَعْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ قَالَ أَدْنُ عُمَرَ لَا زَوَاجَ لِلنِّسَاءِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَجَّتِهِ
حَتَّى تَبْتَاعَ مَعْهُنَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ (بخاری)

واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر میں تردد تھا کہ جب لوہیں ایک مرتبہ فریضہ حج ادا کر چکی ہیں تو ان کو
دوبارہ حج کے لیے جانے کی اجازت دی جائے یا نہیں۔ اسی بند پر ازدواج مطہرات کو آپ نے اجازت نہ دی۔ کیوں کہ وہ
ایک بار حج سے فارغ ہو چکی تھیں۔ پھر حضرت عمر نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں یہ سبق کر کے نیک کام سے
نہ روکا جائے اجازت دے دی اور ازدواج مطہرات حج کو روانہ ہوئیں۔ ان کی گنجائی اور اولاد احترام کے لیے حضرت عمر
نے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا۔

ہفتاقت ابن سعد میں ہے کہ حضرت عثمان ان سے اگے اگے چلتے تھے اور حضرت عبدالرحمن پیچھے پیچھے۔ ازدواج مطہرات
مردوں میں تشریف فرما تھیں۔ ان پر سبز پادریں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ ازدواج مطہرات
کے قریب کوئی غیر مومن نہ لگائے۔ (یعنی حج ۵ ص ۱۲۵)

(۱۶) یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان و عبدالرحمن ازدواج مطہرات کے محرم نہ تھے اور حضور علیہ السلام نے تنہا
کے لیے غیر مومن کے نہ مومن قرار دیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ازدواج مطہرات کو قرآن انہما المؤمنین ہیں۔ اور تمام مسلمان ان کے

محرم میں۔ محرم اس کو کہتے ہیں جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو اور ازدواج مطہرات کو حضور علیہ السلام کے بعد است کے کسی فرد سے نکاح جائز نہیں۔ اس بنا پر حضرت عثمان و عبدالرحمن ازدواج مطہرات کے محرم قرار پائیں گے۔ علامہ ابن قیمی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و عمری کی اس سند پر گفتگو ہوئی تو امام اعظم نے اس کو یہی جواب دیا تھا (یعنی ج ۵ صفحہ ۱۲۶)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا ہم بھی آپ کے ہمراہ غزوہ اور جہاد میں نہ جایا کریں؟ آپ نے فرمایا تم غزوئوں کے لیے بہترین اور عمدہ جہاد ج ہے وہ حج جو مقبول ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سننے کے بعد میں حج کو کبھی چھوڑنے والی نہیں

(۱۱) عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَعَزُّوهُنَّ بِجَاهِدٍ مَعَهُمْ فَقَالَ لَكُنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ الْحَجُّ حَجٌّ مُبْعُودٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعِي الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (بخاری)

یعنی مسورات کے لئے بہترین اور اچھا جہاد حج ہے۔ الایہ ضرورت شرعیہ تقاضی ہو۔ تو پھر وہ جہاد میں بھی شریک ہو سکتی ہیں۔ حج مرد و عورت ج ہے جس میں کسی گناہ کی آمیزش نہ ہو۔ مقبول حج وہ حج جس میں ریاء، سمعہ، رقت و متوق نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ حج مرد و عورت ج ہے جس کے بعد آدمی گناہ ہی نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور کوئی آدمی کسی عورت کے پاس ان کے محرم کے بغیر نہ جائے۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا فلاں نواں لڑکر کے ساتھ توجہ و کے لیے نکلنے کا ارادہ ہے اور میری بیوی کا حج کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا۔ اپنی بیوی کے ساتھ توجہ

(۱۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسَافِرُوا الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحَرِّمْ وَلَا يَكُنْ حُلٌّ عَلَيْهِمَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحَرَّمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُسْرِبُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَنَاشٍ كَذَا وَكَذَا وَأَمَّا فِي تَرْيِيدِ الْحَجِّ فَقَالَ أَخْرِجْ مَعَهَا. (بخاری)

(۱۱) - اس حدیث سے واضح ہوا کہ ذی محرم کے بغیر عورت کو سفر جائز نہیں ہے۔ اور علوم لفظ، علم سفر پر دل ہے۔ یعنی سفر خواہ حج کے لیے ہو یا کسی اور مقصد کے لیے۔

(۱۲) اگر عورت حج فرض ادا کرنا چاہے تو اس کے خانہ کے لیے افضل یہی ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لئے جائے اور جہاد میں شرکت نہ کرے (۱۳) عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کے لیے نہیں جا سکتی۔ خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور کو نک جانے میں تین دن سے کوئی راہ ہو تو بغیر شوہر اور محرم کے بھی حج کو جا سکتی ہے (۱۴) حج فرض کے لیے عورت محرم کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے۔ اگرچہ شوہر اجانتہ نہ دے۔ البتہ اگر نفلی حج ہے تو شوہر کو منع کا اختیار ہے۔

بغیر محرم کے عورت حج کے لیے نہیں جا سکتی

واضح ہو کہ عورت کو کہ مکہ تک جانے میں حج کے لیے تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے اور بغیر محرم کے حج کو عمری سے حرام ہو۔ جیسے باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ چچا۔ بھتیجا۔ بھانجا۔ لاسہ۔ پوتا۔ خواہ دو دو کے رشتہ کی وجہ سے نکاح کی حرمت ہو۔ جیسے رضائی بھائی۔ باپ۔ بیٹا وغیرہ یا سال۔ رشتہ سے حرمت آئی ہو جیسے خسر شوہر کا بیٹا وغیرہ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لَا مَرَسَيْنِ الْأَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكَ مِنَ الْحَجِّ يَا ابْنُ كَلَانَ يَفْعَى رُوجَهَا كَانَ لَهُ نَاصِحَاتٌ حَجَّ عَلَى أَحَدٍ هِمَا وَالْأُخْرَى لَيْسَتْ بِي أَسْمًا لَنَا قَالَ يَا ابْنُ عَبَّاسٍ لَا فِي رَمَضَانَ تَقْضَى حَجَّةٌ أَوْ حَجَّةٌ مَعْنَى

(بخاری)

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کر کے لوٹے تو ام منان سے جو انصاری عورت تھی یہ پوچھا۔ تو حج کو کیوں نہیں گئی۔ وہ کہنے لگی منان کا باپ یعنی میرا خاوند اس کے پانی لانے کے دو اونٹ تھے۔ ایک پر تو وہ خرچ کو گیا۔ درود سڑا مای زمین میں پانی پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا رشتہ میں عمر کرنا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

اس حدیث میں عبداللہ کے مطابق حضور علیہ السلام کا اس انصاری عورت سے یہ فرمانا ہے تو حج کو کیوں نہیں گئی؟ جس سے واضح ہو کہ عورت کو بھی حج فرض ہے جبکہ اس کی شرط پائی جائیں۔

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کے ہمراہ بارہ جماد کے۔ میں نے حضور علیہ السلام کو بیٹھتے ہوئے سنا۔ ایک یہ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر بغیر محرم رشتہ دار یا خاوند کے ساتھ ہوئے نہ کرے دوسرے عبدالعزیز اور عبدالغنی کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ تیسرے عمر کے بعد سورج ڈوبنے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ چوتھے کچھ ایسے تین ہی مسجدوں کی طرف گئے جہاں مسجد نبوی مسجد اقصی مسجد نبوی (بخاری)

أَنَّ لَنَا سَائِدًا مَرَأً لَا مُسَيَّرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا رُوجُهَا أَوْ دُوْهُ مُحَرَّمَةٌ لَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفَطْرِ وَلَا ضَعْفَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا تَشُدَّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى (بخاری)

اس حدیث میں چار احکام ہیں۔ اول عورت کی مسیبتی سفر نہ کرے جس کے متعلق تفسیر اہل حق میں گفتگو ہو چکی ہے۔ دوم عبدالعزیز اور عبدالغنی کے دن روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے جب تک نماز پڑھنا نہ ہو۔ تیسرا اب الصیام میں آمد ہی ہے۔

سید عمر دہلوی کے بعد نماز نہ پڑھی جائے یہ سارا مفصل طور پر فیض البخاری بارہ سو کم ۱۲۰ پر گزر چکے ہیں۔ مطالعہ کیجئے۔ چہاں تین سنا کے سوا کسی اور جگہ پر سفر نہ کیا جائے۔ اس مسئلہ پر فیض البخاری بارہ سو کم ۱۲۰ پر مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔ مطالعہ کر لیجئے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

باب اگر کسی نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان ٹیکا دے کر چل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا اس کو کیا بتا ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے کعبہ کو پیدل چلنے کی نذر مانی تھی، آپ نے فرمایا اللہ اس بات سے بے پروا ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب میں ڈالے۔ آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے، انہوں نے کہا میری بہن نے بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر مانی اور مجھ سے کہنے لگی کہ میں اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کر دوں (الغرض) میں نے آپ سے پرسند پوچھا آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى ثَنِيئًا يُهَادِي بَنِي أَبِيهِ قَالَ مَا بَالُ هَذَا قَالُوا نَذَرَ أَنْ يُشْيِيَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعَذُّيبِ هَذَا النَّفْسَةِ لَعَنَى أُمَّةً أَنْ يَذْكَبَ -

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرْتُ أُشْيِيَ أَنْ تَمْشِيَ إِلَيَّ بَيْتَ اللَّهِ وَآمَرْتَنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفَيْتُهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَسْأَلْهُ لَمْ يَسْأَلْهُ

(بخاری)

فوائد و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ اور جس نے کعبہ کی طرف چلنے کی نذر مانی اس پر حج و عمرہ واجب ہو گیا اس کو چاہئے کہ اپنی مذکور پورا کرے۔ رہا یہ امر کہ پیدل چلنے کی نذر مانی ہے تو پیدل چل کرے یا سوار ہو کر اس میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ حضرت علی - ابن عمر - عطاء - حسن - امام اعظم - ابو حنیفہ اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ جس نذر پیدل چل سکے چلے۔ جب پیدل چلنے کی طاقت نہ رہے تو سوار ہو جائے اور ایک گہری صدقہ دے۔ اور اگر باوجود پیدل چلنے کی طاقت کے سوار ہو کر گیا تو اسے ہم کا کفارہ دے۔

بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ

باب مدینہ کے حرم کا بیان

(۱) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِدَّتْ حَرَمٌ مِّنْ كَذِّ الْإِنْفِطَاحِ شَيْخًا وَلَا يُحَدَّثُ فِيهَا حَدَّثٌ خَرَفَ أَحَدٌ ثًا فَعَلَّيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کا حرم یہاں سے (جہلی میر) سے وہاں (توہ) تک ہے۔ اس کا دھت نہ لانا جائے اس میں کوئی بدعت نہ کی جائے۔ جو کوئی بدعت نکالے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (بخاری)

فوائد وسایل | مدینہ منورہ سے مد خطبہ انوری مراد ہے۔ جس کی طرف حضور صمد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور جہاں مسجد نبوی اور حضور علیہ السلام کا روضہ اقدس ہے۔ اس حدیث سے محمد بن ابی ذہب زہری، امام ترمذی، امام مالک، احمد، اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیروانے قلم کر کے جیسے کہ کے لیے حرم ہے اسی طرح مدینہ کے لیے بھی ہے اور جو احکام کر کے حرم کے ہیں وہی احکام مدینہ کے حرم کے ہیں۔ البتہ اگر کسی نے حرم مدینہ کے درخت کاٹے یا گھاس لٹکاری تو اس پر نذر نہیں ہے۔ اور امام نووی، عبد اللہ بن مبارک، امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد کا قی یہ ہے کہ مدینہ کے حرم کے وہ احکام نہیں جو مکہ کے حرم کے ہیں۔ پس حرم مدینہ کے درخت کاٹنا اور شکار کرنا ممنوع نہیں ہے اور حدیث مذکورہ میں جو ممانعت ہے وہ دراصل مدینہ کی زینت کی بنا پر ہے۔ چنانچہ اس کی تائید خود حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے کہے تھے: "مَنْ قَطَعَ شَجَرًا مِّنْ مَّوَدِّهِ لَمْ يَمُوتْ"۔

(۲) بَرِئْتُكَ مِنْ مَرَادٍ مَا مَرَّ بِهِ مِنْ جَوَابِ دَسْتِكَ خَلْفَ مَنِّهِمْ۔ ظاہر ہے کہ کتاب سنت کے خلاف کسی کام کو رائج کرنا جہاں منع و حرام و مکہ ہے۔ تاہم مدینہ منورہ کی عظمت و بندگان کی وجہ سے یہاں بدعات کو رواج دینا اور بھی زیادہ مبرا ہے۔

(۳) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَآمَرَ بِبَنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَارِ مَا مَنُورِي؟ فَقَالُوا لَا نُطْلُبُ سَمْنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَأَمَرَ بِقُبُورِ الْأَنْسَارِ كَيْفَ تَنَظَّرُ فَتَبَيَّنَتْ لَهَا الْخَرْبُ فَسَوَّيْتُ وَبِالنَّحْلِ فَتُطْعَمُ فَتَصْعَقُ النَّحْلُ فَيَبْلُغُ الْمَسْجِدَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف اور مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنی نجار سے فرمایا اپنے بارگاہ کا جو سے سول کر لو۔ انہوں نے کہا ہم تو انیس سے اس کا عمل نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ مفرکین کی ترقی جو وہاں تھیں وہ کھور کھینک دی جو میں اور کھور کرکٹ برابر کیا گیا اور درخت کھٹائے گئے

(بخاری)

(بخاری)

لہ۔ ولا یحدث بلفظ المعلوم والمجهول الا لیسئل فیہا عمل مخافہ نکتہ کتاب والسنۃ ۱۲

فایده مسائل

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حرم دین کا حکم حرم مکہ کی طرح نہیں ہے۔ اگر اس کے احکام بھی حرم مکہ کی طرح ہوتے تو پھر حرم دین کے درخت نہ کٹائے جاتے۔ لہذا یہ کہا جائے کہ حرم دین کے درخت جمعہ کی ضرورت کے لیے کاٹے گئے تھے، ان کی تعمیر کر لیا جائے کہ مصلحت مصلیٰ کے لیے حرم دین کے درخت کاٹنے سے ہمارے میں تو کیا حرم مکہ کے درخت بھی اس مصلحت کے لیے کاٹے جائز قرار پائیں گے، ملاقاتی ہم اس سے واضح ہوا کہ حرم دین کے درخت و غیرہ کا کٹنا کی مصلحت پر جو زینت دین کے لیے یہی وجہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر حرم مکہ کے درخت کسی ضرورت و مصلحت کی وجہ سے اکٹھے یا کاٹے جائیں۔ تو ذریعہ حاجب ہو جائیے۔

۱۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُبِرَ مَا بَيْنَ يَدَيِ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي قَالَ وَأَنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِي حَارِثَةَ فَقَالَ إِنَّمَا كُنْتُ بِنِي حَارِثَةَ قَدْ خُبِرْتُ مِنْ الْحَدِيثِ ثُمَّ التَفَتَ فَقَالَ بَلْ أَتُفَرِّقُهُ (بخاری)

۱۶ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا عَدَدْنَا شَيْئًا إِلَّا كِتَابَ اللَّهِ وَهَذَا الصَّبِيغَةُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ خُورَ مَا بَيْنَ عَائِشَةَ إِلَى كَذَا مِنْ أَحَدَاتٍ فِيهَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ اللَّهَ وَالْمَلَائِكَةَ وَالنَّاسَ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرَفٌ وَلَا عَدْلٌ وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاجِدَةٌ فَمَنْ أَجْعَلَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرَفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا يَغْتَابُونَ مَوَالِيَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرَفٌ وَلَا عَدْلٌ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین کے درختوں پر چڑھ کر کٹا کر دیں۔ وہ میری رائے پر حرم دین کی گئی۔ ابو ہریرہ نے کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم دین کے پاس آئے اور فرمایا میں تمہاری بیوی حارثہ تم حرم کے باہر ہو گئے۔ پھر دیکھا تو فرمایا میں بدلتی حرم کے اندر ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے صرف اللہ کی کتاب ہے اور یہ کاغذ۔ اس میں بھی یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ عمار پہاڑ سے کریمیاں تک حرم ہے جو کوئی وہاں جنت نکالے یا بدعتی کو پناہ دے۔ اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا نقل قول ہو گا اور فرم۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عہد کافی ہے جو کوئی مسلمان کا عہد توڑے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا کوئی فعل قبول ہو گا اور فرم۔ اور جو کوئی اپنے مالک کو چھ لکھوں کی اجازت کے بغیر اور کسی کو مالک بنائے۔ تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا

نقل تھیں ہو گا نہ فری۔

حضرت علی فرماتے ہیں۔ ماعندنا ناشیق۔ یعنی میرے پاس کوئی خاص احکام شرع نہیں ہیں۔ جو حضور علیہ السلام فرمایا ہو گا۔ اسے ہی خیر طور پر منٹے ہوں۔ بلکہ اللہ کی کتاب قرآن ہے اور ایک صحیفہ ہے جس میں دینہ کے حرم ہونے کا بیان ہے۔ کتاب العلم میں۔ حدیث گذر چکی ہے۔ کہ اس صحیفہ میں غزل، انگلیا میر کے مسائل بھی درج تھے دعوت سے مراد فرار من اور جدل سے فواصل مراد ہیں۔ دستا مسلمین سے مسلمانوں کے ہمدرد پیمان اور کسی کو ایمان دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کا فرکان و سر دے۔ تو دوسرے مسلمانوں کو نقصان دے گا تو نہیں ہے۔ البتہ ایمان دینے کے شرعاً نہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ فمن لم يخضر جنداً فله من كسبه۔ حدیث ہذا میں اصل یہی نقل ہوئی ہے۔

(۱) اس میں دو فرض کا وہ ہے جو کہتے ہیں حضرت علیؑ کے پاس دین کے ایسے احکام و مسائل تھے جو حضور علیہ السلام نے ان کو وصیت کیے تھے اور اس کے انتشار کی مانعت فرمادی تھی (۲) علم کی کتابیت جائز ہے اس پر کھانا و ناکھانہ ہے۔

بَلْبُ فَضْلِ الْمَدِينَةِ وَآلِهَا تَنْتَفِي بِالْأَسْ

ماہرین کی فضیلت اور مدینہ کا بڑے آدمی کو کمال و بنا

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھ کو اس میں ہی جملے کا حکم ہو گا جو دوسری بستیوں کو کہلے گا اور ان کی سردار بنے گی اس میں اس کی شربا کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے بڑے لوگوں کو اس طرح سے کمال باہر کرے گی جیسے بھٹی ہوئے کا میل کمال دیتی ہے۔

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ يُقَرِّبُ بَيْنَ تَأْكُلُ الْقَرَى يَقُولُونَ يَتَرَبَّ وَهِيَ الْمَدِينَةُ تَنْتَفِي النَّاسُ كَمَا يَنْتَفِي الْكِتَابُ خُبْرًا لِحَايِلِهِ

(بخاری)

اہمیت کا مطلب یہ ہے مجھے ایسے قریہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔

فوائد و مسائل تا کمل القرائی کا مطلب یہ ہے جو تمام سنیوں کو کیا ہے۔ یعنی حدیث کو ہر کرا اسلام و مرکز رشد و ہدایت ہونے کا شرط حاصل ہو گا۔ یقولون بیترب یعنی منافق مدینہ منورہ کو شربا کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ تنفی الناس یعنی جیسے بھٹی میں جب لیا بھٹایا یا گرم کیا جائے تو وہ اس کے میل میل کو علیحدہ کر دیتا ہے ایسے ہی مدینہ شریہ لوگوں کو اپنے اندر بک نہیں دے گا۔

اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے:

مدینہ میں من زلزلے آئیں گے۔ فیخرجہ اللہ کل منافق و کافر و نجاری و کس کے موجب اللہ تعالیٰ مدینہ سے تمام منافق اور کافروں کو نکال دے گا۔ نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا لا تقوم الساعة الا قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ مدینہ ان تمام شریوں کو اس طرح نکال باہر کرے گا جیسے بھٹی کو بے کمال نکال دیتی ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ فلاحی حدیث شاد کا ظہور قریب قیامت میں ہو گا۔

مدینہ منورہ کو شرب کہنا جائز نہیں۔ ہجرت سے پیشتر لوگ مدینہ کو شرب کہتے تھے۔ حدیث
مدینہ منورہ کو شرب کہنا جائز نہیں۔ میں اس کی حاضنت آئی ہے۔ حدیث مسلم میں ہے کہ مدینہ کا نام اللہ تعالیٰ نے طاب رکھا ہے
معاذ اللہ کہ مجھ میں مدینہ کو شرب کیا گیا ہے یہ وہ اصل قول غیر مؤیدین بطور حکایت ہے۔ یعنی حاج و مس ۱۲۱۱۔ یقولون یعنی بعض
منافقین مدینہ کو شرب سے موسوم کرتے تھے۔

۱۱۰ حدیث لیلۃ ابن حازب سے مروی ہے

عن مکی المدینۃ یتوب علیہ مستغفر اللہ | کہ جو مدینہ کو شرب کہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی
تعالیٰ ہی طابہ | معافی چاہے۔ مدینہ کا نام طاب ہے۔

حضرت ابوالیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو شرب
ان یتقال للمدینۃ یتوب | کہنے سے منع فرمایا ہے۔

بعض شعرا اپنے شعرا میں مدینہ علیہ کو شرب لکھتے ہیں۔ اور یہ حال میں دوبارہ کا بھلا ہے۔ انہیں اس سے احتراز لازم ہے۔ مدینہ
کا جو کچھ پڑنا چاہیے۔

۱۱۱ حدیث زہیر بحث میں تاکل النری کے الفاظ سے یہ تاہم ایک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ نزلین کو کہہ سطر سے افضل ہونے کا
تذلل فرمایا ہے۔ اور مدینہ کے الفاظ مدینہ نزلین کے لیے اسی درجہ کے تقاضی ہیں۔

بَابُ الْمَدِينَةِ طَابَةِ

باب مدینہ کا ایک نام طابہ سے

عَنْ أَبِي حَنِظَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقْبَلْنَا | ابوحنظلہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ | کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجاز
تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ | تو مکہ سے لوٹ کر آئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو
فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ (بخاری) | آپ نے فرمایا یہ طابہ آگیا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت علیہ السلام نے مدینہ منورہ کا نام طاب رکھا۔ لہذا اسی نام سے پکارنا چاہیے۔ اور تلور تحویر
مدینہ منورہ کو شرب سے موسوم نہ کرنا چاہیے۔

بَابُ لَابَتِي الْمَدِينَةِ

باب مدینہ کے دو ذوق پتھر لیے میدان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

كَانَ يَقُولُ لَوْ مَا آتَيْتُ الظُّلُمَاءُ بِالْمَدِينَةِ
تَرَوْنَهُ مَا دَعَنْتُهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابِنِيهَا
حَرَامٌ (بخاری)

وہ کہتے تھے اگر میں یہاں جوتے دیکھتا
اُن کو نہ چھڑوں۔ پھر حضرت علیؓ نے اُنہیں روک دیا
فرمایا کہ میری زمین دونوں پہلوئے میدانوں کے بیچ
میں حرم ہے (وہاں ٹھکانا جائز نہیں)

فوائد ومسائل: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم مدینہ کو حرم کرکے
یہ کہتے تھے۔

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نفرت کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ
فرماتے تھے تم مدینہ کو اچھی حالت میں چھوڑ
ہاؤ گے پھر دایا اچال چوہانے لگاؤ گے، وہاں
وحشی جانور درندے اور چرندے بسنے لگیں گے
اور آخر میں قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ میں آئیں گے
اس لیے کہ اپنی بکریاں مالک لے جائیں۔ یکسویں گے
کہ وہاں تو سے وحشی جانور ہی جانور ہی۔ جب وہ تیز
الوداع پر پہنچیں گے تو ادھر سے مدینہ پر آئیں گے۔

حضرت عثمان بن ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے ملک میں فوج ہو گا۔
پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور لائے ہوتے
آئیں گے۔ اور اپنے گروالوں کو اور جوان لاکھائیں
گے جن کو لاد کر مدینہ سے لے جائیں گے مالا کر اگر
اُن کو معلوم ہوا تو مدینہ میں رہنا اُن کے لیے بہتر
تھا۔ اسی طرح ملک شام فتح ہو گا اور کچھ لوگ
سواریاں لائے ہوتے آئیں گے اور اپنے گروالوں

أَنَّ أَبَاهُ رِثَةً رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ الْمَدِينَةُ عَلَى خَيْرٍ
مَا كَانَتْ لَا يَبْقَى هَا إِلَّا الْعُرْلَانِ يُرِيدُ
عَوَانِي السَّبَاعِ وَالطُّيُورِ أَخْرَجَ مَنْ
يَحْتَسِرُ لِعِجَانٍ مِنْ مَزِينَةَ يُرِيدُ أَنَّ
الْمَدِينَةَ يَنْعَقَانِ فَيَنْتَهِيَانِ بِهَا
وَحَشَا حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَبَتَتِ الْوُدُوعُ
خَرَا عَلَى وَجْهِهِمَا. (بخاری)

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُعْتَمَرُ الْيَمَنُ
فَيَأْتِي كُوفَرِيَّةً يَسْتَوْنَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَلَيُعْتَمَرُ الشَّامُ فَيَأْتِي
كُوفَرِيَّةً يَسْتَوْنَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَيُعْتَمَرُ الْوُحْدَانُ فَيَأْتِي

قَوْمٌ يَسْتَوُونَ فَيَحْمِلُونَ بِأَهْلِهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ (بخاری)

اور اپنا کتنا منہ داول کو لاد کر لے جائیں گے۔ اور
گروہ سمجھتے تو ان کا مدینہ میں رہنا بہتر تھا اور اسی
طرح ملک عراق فتح ہو گا اور دانی کے کچے لوگ ساریاں
لاکھے برسے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور اپنا کتنا
منہ داول کو لاد کر لے جائیں گے۔ اگر ان کو سمجھ ہوئی تو
مدینہ میں ان کا رہنا بہتر تھا۔

(۱) شیعہ اوداع مدینہ منورہ کے پاس ایک پہاڑی کا نام ہے عمار نوئی نے فرمایا۔ یہ ترکہ اتنی زملاں میں ہو گا۔ اور طامریاں
کا مکہ یہ ہے کہ خضر اہل مدینہ منورہ کے ساتھ ہی مسلم ہو چکا ہے۔ (۱) عمار (۲)
(۲) ان دونوں حدیثوں میں مدینہ منورہ کی خیر و برکت کا بیان ہے۔ اور اگر مدینہ سے بے رغبتی اور اسے چھوڑ کر مدینہ منورہ کو
انتخاب کرنا اچھا نہیں۔

حضرت علیہ السلام نے فتح مکہ کی جنگ کوئی فرانہ جو حضور علیہ السلام کے زمانہ نبی میں پوری ہوئی۔ پھر مد مدینہ نبی میں شام و عراق
فتح ہونے اور لوگ منورہ علاقوں میں سکونت اختیار کرنے لگے۔
خاک طیبہ از دو عالم بہتر است | ان خشک شہر کے ایک باہر است

بَابُ الْإِيمَانِ بِأَرْضِ الْمَدِينَةِ

باب ایمان مدینہ کی طرف صحت آنے کا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان مدینہ
کی طرف اس طرح صحت آنے کا جیسے سانپ اپنے
بل میں آجایا کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
نَعْمَانَ بْنَ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنَّ الْإِيمَانَ بِأَرْضِ الْمَدِينَةِ حَكْمًا
تَأْوِي إِلَى حُجْرَتِهَا۔

اس حدیث سے بھی مدینہ منورہ کی عظمت و بزرگی واضح ہوتی ہے۔ اور یہ کہ جیسے سانپ طلب معاش میں ادھر
ادھر پھرتا ہے اور جب کسی چیز سے خوف کھاتا ہے تو واپس اپنے بل کی طرف پلٹ آتا ہے۔ ایسے ہی آخر زمانہ میں اہل
مدینہ کی طرف لوٹ آئیں گے۔

بَابُ إِثْمٍ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

باب۔ اہل مدینہ سے فریب کرنے والے کا گناہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَكُونُ
أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا أَسْمَاعُ كَمَا
يَسْمَعُ الْمَلِكُ فِي الْمَلَأِ

(بخاری)

سعد رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔
انہوں نے فرمایا تمہارا اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص
بھی قریب کرے گا وہ اس طرح کل جائے گا جیسے
نمک پانی میں کل جاتا ہے۔

کسی بھی مسلمان کو وہ مکہ و مدینہ پر مال نامائز حرام ہے۔ اہل مدینہ کے ساتھ ایسا سلوک کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے کیونکہ
ان کو کسی سے مقدس شہر سے نسبت ہے جس شہر کو نبی کے فتنے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور مکہ خدا
اسی شہر کی طرف آپ نے ہجرت فرمائی۔ مسجد نبوی و کائنات عالم میں سب سے مقدس مسجد ہے تیسرا فرمائی پھر اسی شہر میں
آج بھی جلوہ فرمایا ہے۔

بَابُ أَطَامِ الْمَدِينَةِ

آپ مدینہ کے عملوں کے متعلق

ابن شہاب حنفی اسامہ سے مروی ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک اونچے مکان پر جلوہ فرما
ہوئے۔ اور فرمایا: کیا تم دو دیکھتے ہو جو میں دیکھتا
ہوں۔ میں تمہارے گھروں میں فتوں کے مقام
ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرے گا تمام

قَالَ أَخْبَرَنِي عُذُوذُ بْنُ سُوَيْدٍ أَنَّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَطَامِ
الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَأَى
أَنِّي لَأَمَازِي مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بَيْتِكُمْ
كَمَا وَقَعَ الْوَقْطَرُ

(بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اونچے مکان پر جلوہ فرمایا۔ علامہ سیوطی نے فرمایا اھذا امن
علامات النبوة لاجلاس باہما سیدہ کی بات نبوت کی علامات سے ہے کہ آپ نے آئندہ ہونے والے حوادث کی خبر
دی۔ علامہ سیوطی نے فرمایا دیکھنے سے مراد غلبہ ہے یا تمہ سے دیکھنا کہ فتوں کی صورت آپ کے سامنے کر دی گئی۔ مطلب یہ کہ
مدینہ میں فتوں کا ظہور ہو گا اور نبوت کی نشانیوں میں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمایا اور انہما حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
شہید ہوئے۔ یہیذ کی جانب سے واقعہ جو میں اہل مدینہ پر آئیں آئیں۔

بَابُ أَكِيدُ خُلُ الدَّجَالِ الْمَدِينَةِ

آپ - دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
حَضْرَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رَجُلٌ يَسْتَبِغُ بِالدُّجَالِ
لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَلْجَابٍ عَلَى كُلِّ
بَابٍ مَلَكَانِ (بخاری)
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى أَلْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا
يَدْخُلُهَا الظَّالِمُونَ وَلَا الدُّجَالُ (بخاری)
عَنْ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَّطُوهُ الدُّجَالُ
لَا مَلَكَ وَالْمَدِينَةُ لَيْسَ لَهَا مَرْجُؤٌ
يَقْبَاهُ الْقَبْرُ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِقُونَ
يُخْرِجُونَهَا ثُمَّ تَرْجِعُ الْمَدِينَةُ
بِأَهْلِهَا رَجْعًا تَبْعُجُ بِهِ اللَّهُ كُلَّ كَافِرٍ
وَمُتَافِرٍ (بخاری)

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ يَأْخُذُ بِرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنْ الدُّجَالِ
فَكَانَ فِيهِمَا حَدِيثَانِ أَنْ قَالَ يَأْتِي
الدُّجَالُ وَهُوَ مَخْرُوعٌ عَلَيْهِ وَأَنْ يَدْخُلَ
بِقَابِ الْمَدِينَةِ بَعْضُ السَّيَّائِرِ بِالْمَدِينَةِ
فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ
خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ
أَشْهَدُ أَنَّكَ الدُّجَالُ الْكَذِبُ حَدَّثَنَا
عَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے
فرمایا۔ مدینہ میں دجال کا کچھ خوف نہ ہو گا اس وقت
مدینہ کے سات دروازے میں آگے بہرہ و دانسیہ
دو فرشتے پہرہ دیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ کے دروازہ و در
فرشتے ہوں گے۔ اس میں طاغوت داخل ہو سکے گا
دو جال۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ
نے فرمایا دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں میں کو جال نہ
روئے گا۔ مگر دو روئے گا کہ مکر اور مدینہ ال
دو فرشتوں میں آئے کے جتنے راستے ہیں ان
پہرہ فرشتے صف بانچھے ہوئے پہرہ دے رہے
ہوں گے۔ پھر مدینہ کی زمین میں دو کاپے کی جس
سے ایک ایک کافر و منافق کو اللہ تعالیٰ زمین
سے باہر کر دے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا
کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے
متعلق ایک طویل حدیث بیان کی۔ آپ نے اپنی
حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ دجال مدینہ
کی ایک سو بلانہ زمین تک پہنچے گا۔ حالانکہ مدینہ میں
دعوت اس کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ اس دن ایک شخص
اس کی طرف نکل کر پڑھیں گے۔ یہ لوگوں میں ایک
بہترین فرد ہیں گے یا یہ فرما کہ بہترین لوگوں میں
ہوں گے۔ وہ چشم کرے گا۔
تم دی و مال جو جس کے متعلق ہیں رسول اللہ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَمَّا أَيْتَانِ
تَنُكِّلُ هَذَا أَمَّا أَحْيِيَّتُهُ هَلْ تَسْكُونُ
فِي الْأَمْرِ يَقُولُونَ لَا يَقِفْ لَهُ نَمَّ يَجِبُ
لَيَقُولُ حِينَ يَجِبُ بِهِ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ
قَطُّ أَشَدَّ لِمَسْئُورَةٍ بَنِي الْيَوْمِ يَقُولُ
لَمَّا جَاءَ أَقْبَلَهُ فَلَا يَسْكُطُ عَلَيْهِ

(بخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی۔ حال ہے
گیا کیا اگر میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر دلوں تو
نہم کو گناہ کیسے معاملہ میں کوئی ضرر پہنچے گا
اس کے حواری کہیں گے کہ نہیں۔ چنانچہ وہ حال
انہیں قتل کر کے پھر زندہ کرے گا جب وہاں ہمیں
زندہ کرے گا تو وہ کہیں گے بخدا جس درجہ میں
آج تمہارے قتل سے عبرت حاصل ہوئی اتنی بھی
دعائی وہاں کہے گا، لاؤ تو اسے قتل کر دوں لیکن اس
مرتبہ کا بوندہ پاس ہے۔

ان احادیث میں دنیہ طیبہ کی خصوصیات کا ذکر ہے۔

فوائد مسایل

۱۔ وہاں کو سب اس لیے کہا گیا کہ وہ مسموح العین یعنی کانا ہو گا۔ یا اس لیے کہ وہ لوگوں کی سیاحت
کرے گا۔ وہاں کو محل سے شت ہے اس کے معنی جھوٹا ہے۔

(۲) دنیہ منورہ طاہرہ اور فتنہ وہاں سے محفوظ و معصون رہے گا (۳) اگر وہ مرتد کے ہر راستہ پر رشتے پہنچتا رہے گا۔
وہ وہاں کو ان دونوں مفرد شہروں میں داخل نہ ہونے دیں گے (۴) قریب قیامت میں مریض میں تین مرتبہ دلاول آئے گا
یہ دلاول وہاں میں ان لوگوں کو دینے سے نکالتے کے لیے ہو گا جن کے دلوں میں فتنہ ہو گا۔ منافق ان دنوں سے ہر گز مریض
سے بھاگ جائیں گے اور خالص مخلص مسلمان مریض میں رہ جائیں گے (۵) حدیث فہرہ کی باب سے مناسبت یہ ہے
کہ اس میں اس امر کا اظہار ہے کہ وہاں مریض میں داخل ہونے کی تعدد نہ پائے گا (۶) رجل ہو خیر الناس سے بعض
شمار میں نے حضرت خضر کو مراد لیا ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْمَدِينَةِ تَنْفِي الْخَبَثِ

باب دنیہ پر آدمی کو نکال دیتا ہے

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ
أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ
مَحْمُومًا فَقَالَ أَقْبِلْنِي ذَا بِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
فَقَالَ الْمَدِينَةُ كَالْكَبِيرِ تَنْفِي خَبَثِهَا
رَيْضُحٌ طَيِّبًا (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک
دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور آپ سے اسلام پر بیعت کی۔ دوسرے دن بخار
میں جلا ہوا۔ آیا اور کہنے لگا میری بیعت کوڑا دینے
میں نے تین بار یہی کہا۔ آپ نے ٹھاکا کیا۔ پھر
فرمایا۔ مریض تو گویا بھٹی ہے۔ جو میل کھیل کو نکال دیتی

(ببخاری)

ہے اور اچھے کو چھانٹ لیتا ہے۔

فائدہ و مسائل ۱۔ اس حدیث میں کابلیکین بھی تھے کے الفاظ ترجمہ باب ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو احکام میں اور انسان نے ج ۳ میں ذکر کیا ہے ۲۔ ینصع ، قطع سے ہے جس کے معنی خالص کے ہیں۔ قرآن مجید میں قویۃ نصوص کا الفاظ آئے ہیں جس کے معنی خالص اور سچی قویۃ کے ہیں۔

حدیث زیر بحث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مدینہ منورہ کفار و منافقین کو جگہ نہیں دیتا۔ صرف غلص مسلمان ہی مدینہ میں سکونت رکھ سکتے ہیں۔ حدیث کے اس مفہوم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ بھی مدینہ میں سکونت پذیر ہیں وہ سب کے سب خالص غلص مسلمان ہیں۔ لیکن اس سلسلہ کے دیگر احادیث کی روشنی میں حدیث زیر بحث کا مفہوم صحیح یہ ہے کہ مدینہ شریف کی طبیعت خصوصیت یہی ہے کہ گمراہ و بدین ، کافر اور منافق کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی منافق یا گمراہ بدین مدینہ میں سکونت اختیار کرے تو اس کی منافقت اور گمراہی چھپی نہیں رہ سکتی۔ مسلمانوں پر اس کی منافقت اور گمراہی ہر حال واضح اور ظاہر رہے گی۔ لیکن یہ خصوصیت بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک رہی۔ آپ کی وفات کے بعد مدینہ کی یہ خصوصیت باقی نہ رہی۔ علامہ قاضی حیا علیہ الرحمۃ نے بھی مدینہ شریف کی اس خصوصیت کو حضور کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص ہونے کا قائل کیا ہے۔ اور یہ ہی صحیح ہے۔ علامہ بدر عینی شارح بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اسی مفہوم کی تائید کی اور فرمایا۔ فذل علی ان الصراط بالحدیث تخصیص ناس دون ناس و وقت دون وقت یعنی ۶۷ حد ۳۳۴ اور دیگر دلائل شرعیہ سے بھی اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ البتہ قرب قیامت میں مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت دوبارہ لوٹ آئے گی۔ جب کہ دجال کا ظہور ہوگا۔ تو دجال مدینہ شریف میں داخل نہ ہو سکے گا۔ مدینہ کی حدود سے باہر پڑاؤ ڈالے گا۔ پھر مدینہ منورہ میں تین دن لڑائے آئیں گے اور جس قدر منافقین و کفار مدینہ میں ہوں گے سب مدینہ سے بھاگ جائیں گے۔ منافقین دجال کی پیروی کریں گے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک مدینہ اشرا کفار و منافقین کو باہر نکال دے گا جیسے بھیڑی توپ کی گولی کو علیحدہ کر دیتی ہے (مضم ۱ ص ۳۸۹)

لا تقوم الساعة حتى تنفي المدينة شراها
كما تنفي الكبر حيث الحديد

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :-

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ منورہ کو منظر کے سوا دجال ہر شے کو پال کرے گا۔ مدینہ و مکہ کے ہر راستے پر ملائکہ صفت باندھے پہرہ دیں گے۔ دجال مدینہ سے باہر شور زمین میں قیام کرے گا۔ پھر مدینہ میں تین مرتبہ لڑائے آئے گا جس کی وجہ سے منافق اور کافر مدینہ سے نکل کر دجال کی طرف چلے جائیں گے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس
بكدية الا سيطوة الدجال الا المدينة
والموتى على كل نقب من
انقاب المدينة الملوثة صافين
يخرجونها فينزل السبخة فتزحف المدينة
ثلاث رجفات يخرج اليه منها كل منافق
وكافر۔
الحمل لابن حزم ص ۲۸۱ ج ۱

اسی مضمون کی حدیث حضرت انس ہی سے بخاری میں ہے۔ جو ص ۱۰۷ پر گذر چکی ہے۔ اسی سلسلہ کے دیگر احادیث کے

پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث زیر بحث کا مطلب اگر یہ ہی ہے کہ مدینہ کا فروعی کو قبل نہیں کرتا یا جو بھی مدینہ میں آباد ہو جائے۔ وہ ضرور غرض مسلمان ہی قرار پائیں گے۔ تو پھر سوال یہ ہے فروعی جہاں کے وقت کا فروعی مدینہ میں کہاں سے آگئے ہوں اور کدھشت سے وہاں سے کوچ کریں گے۔ پھر قرآن مجید کی یہ آیت و ان اهل المدينة مردوا علی النفاق (سورہ) سے بھی واضح ہے کہ یہ میں منافق اقامت رکھتے تھے۔ اس لیے حدیث زیر بحث الحدیثہ کا لکیر بنی حبشہ الا کا مطلب یہ قرار پاتا ہے کہ مدینہ شریف کی یہ خصوصیت حضور کی حیات ظاہری تک کے لیے تھی۔ حضور کی حیات ظاہری میں بھی مدینہ میں منافق موجود تھے۔ مگر نفاق حضور پر تو ظاہر ہی تھا۔ مگر عام مسلمانوں پر بھی واضح تھا جس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

هَآكَانَ اللّٰهُ لَیْذًا لِّلْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَا اَنفَعُوْهُ عَلَیْهِ
حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ۗ وَ مَا كَانَ
اللّٰهُ لَیْطْلِعَ عَلَی الْغَیْبِ ۚ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَعِیْ
مِنْ وَّ سُلْطٰنِهٖ ۚ فَاَمِّنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رُسُلِهٖ ۚ (آل عمران ۱۱۶)

اللہ اللہ اس کے رسولوں پر۔

اس آیت میں نبی سے منافق اور طیب سے عموماً مراد ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ گو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں منافق مدینہ میں قیام رکھتے تھے۔ مگر منافقوں کا نفاق مسلمانوں سے پریشیدہ نہ تھا۔ اور یہ ہی مطلب ہے حدیث (المدینہ کا لکیر یا) کا کہ حضور کی حیات مبارکہ تک مدینہ کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں جو منافق ہیں یا اس کا نفاق چھپا نہیں رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ خصوصیت باقی ندرستی۔ مدینہ میں منافق جو آباد ہوئے بلکہ ان کی حکومت ہو آئی۔ البتہ قرب قیامت میں مدینہ کی یہ خصوصیت دوبارہ عود کرے گی اگر جس قدر منافق و گمراہ و لے۔ ان مدینہ میں مقیم رہائیں گے سب کا نفاق ظاہر ہو جائے گا اور وہ مدینہ سے باہر نکل جائیں گے۔

حضرت زید بن ثابت ثابت کتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُرد میں نکلے۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ منافق (لوٹ گئے۔ بعضوں نے کہا۔ ہم چل کر ان کو قتل کریں گے۔ بعضوں نے کہا۔ ہم قتل نہیں کرنے کے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اتری تو تم کو کیا ہو گیا۔ منافقوں نے کہا میں تمہارے دوفرنگے ہو گئے اور آنحضرت نے فرمایا۔ مدینہ

لَقَدْ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْ
اِحْدٍ رَّجَعَ نَافِثًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ
فَرَضَ نَفْسُہُمْ وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا تَقْتُلُوْهُ
فَنَزَلَتْ مِمَّا لَعَنَہُمْ فِی الْمُنَافِقِیْنَ فِثْنِیْنِ
وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّہَا
تَنْفِی الْوَجَالَ کَمَا تَنْفِی الْمَا وَ حُبِّتْ

ابن حزم کہتے ہیں۔ مدینہ زیر بحث کا جب یہ مطلب حسین ہو گیا۔ تو اب کسی منافق و گمراہ کا ذکر اس حدیث سے یہ استدلال کا حق نہ رہا کہ اگر ہم گمراہ و بدینہ ہوتے تو مدینہ میں قیام نہ رکھتے یا ہماری حکومت مدینہ میں قائم نہ ہوتی۔ کیونکہ مدینہ کی ذکرہ فی الحدیث خصوصیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک محدود تھی۔ اس کے بعد کہتے ہیں۔

و ساکن المدینۃ الیوم اخبث الخبث اما بقلیہ و اما الیہ و اجعون علی مصیبتنا ف
ذالک فبطل تمویہہم بہذا الخبر

شانچہ۔ روکوس طرح عا دینا بہت مشکل ہے کی
میل کیل کر۔

بخاری سیرت کی اس حدیث سے ہیں واضح ہے حضور کے نام مبارک میں منافقہ۔ میں سکوت رکھتے تھے مگر ان کا خاف ظاہر
ہو جاتا تھا چاہے جب منافق جنگ اُحد میں شریک نہ ہوتے قرآن کا تعلق عام مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا اور اس معنی میں حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ مدینہ میں منافق رہ بھی جائے تو اس کا تعلق چھپا نہیں رہ سکتا۔ اِنَّهَا تَشْفِي الرَّجَالَ كَمَا تَشْفِي النَّارَ حَبَشَتْ
الْحَدِيثُ ۲۔ اس حدیث کو امام بخاری نے تفسیر ذکر منافقین، منافق، منافک میں بھی اور امام ترمذی و نسائی نے تفسیر میں
ذکر کیا ہے۔ ۳۔ اس حدیث کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں صحابی صحابی سے روایت کر رہا ہے۔ عبداللہ بن یزید اور زید بن ثابت
دونوں صحابی دراصل ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا جَعَلَ اللَّهُ يَنْتَهَ ضَعْفِي مَا
جَعَلَ يَمْكُرُ مِنَ الْبَرِّ كَبْرًا (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! مجھنی تو نے کمزوری میں برکت
عطا فرمائی ہے۔ مدینہ میں اس سے دو گنی برکت عطا فرما۔

تاریخین نے اس حدیث پر طوں و طویل لکھو فرمائی ہے۔ بعض نے اس حدیث سے مدینہ منورہ کی کمزوریت کا قائل کیا ہے
دیکھئے یعنی فتح الباری۔ نوی علی سلم۔ لیکن متن حدیث سے اتنی بات واضح ہے کہ مدینہ منورہ خود رکعت کا شہر ہے۔
۱۔ حضور سرور انبیاء علیہ السلام نے مدینہ کے لیے کمزوریت کی دعا فرمائی ہے۔ وہ یقیناً مقول ہے۔ حضور کو مدینہ
سب شہروں سے زیادہ محبوب بھی ہے۔ کیا مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت نظر انداز کی جاسکتی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں
حاکم طیبہ از دو عالم خوشتر است اے شنگ شہر کے کہ دروے دلبر است

۳۔ یہاں امر قابل ذکر ہے کہ ان اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں دشنام کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائی ہے۔ آپ نے
تین مرتبہ دعائیں کلمات کا اعادہ فرمایا۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس دعا میں صرف دعا کی گئی ہے۔ اس میں نہیں
ہے کہ الہی! شام میں میرے دو گنی برکت عطا فرما۔ مگر مدینہ منورہ کے لیے حضور نے جو دعا فرمائی ہے اس میں
قرینہ نظر ہو وہیں۔ اللہم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بضعك من البر كبراً (بخاری)

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھاتی ہے
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم حب بھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ
کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز کر دیتے اور اگر کسی
جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت کی آرمیں سے
ایڑھ لگاتے۔

طیبہ نہ سہی افضل کم ہی بڑا زاہد
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَضَرَ مِنْ شَقِيٍّ قَطَرٍ
إِلَى حَيْدَرَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْ ضَعٍ رَاحِلَتَهُ
وَأَنَّ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَوَّكَهَا مِنْ
حُبِّهَا (بخاری)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھ کر سواری کو تیز کر دینا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو
مدینہ منورہ بہت محبوب و پسند تھا۔ گوشت حضور پسند ہو۔ اس کی عظمت اور برکت اور نصیحت کا کنارہ کے ہاتھ اُٹھاتا

بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کو دیران کرنا ناگوار خاطر تھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ انصار کے کہنے پر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکان چھوڑ کر مسجد نبوی کے پاس آ جانا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو نال دیران (چھوڑ دینا پسند نہ کیا اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے۔ پھر وہ وہیں رہ گئے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ بَشِيرُ سَلَمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِينَةُ وَقَالَ يَا بَنِي سَلَمَةَ أَلَا تَخْشَبُونَ أَنْ تُكْرَفَ فَأَقَامُوا

(بخاری)

قبیلہ بنی سلمہ نے یہ چاہا کہ مسجد نبوی کے قریب سکونت اختیار کریں۔ حضور نے یہ بات پرندہ فرما کر لوگ مدینہ شہر کے کسی حصے منتقل ہوں اور وہ حصہ دیران رہ جائے۔ حضور کی مرضی یہ تھی کہ مدینہ شہر کے ہر حصہ میں دو وقت دینی چاہئے۔ مگر مسجد سے دور ہو اور مسجد میں جماعت سے نماز ادا کی جائے تو جس قدر دور سے مجھ میں آنا ہوگا ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس حصے منتقل نہ ہونے کے لیے یہ فرمایا۔ أَلَا تَخْشَبُونَ أَنْ تُكْرَفَ یعنی تم جتنے قدم من کر مسجد نبوی میں آتے ہو۔ ان کے ثواب سے محروم رہنا چاہتے ہو۔ اس پر بنی سلمہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

بَابُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

حضور علیہ السلام نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کی (درمیان) جگہ جنت کی کیا ریلوں میں سے ایک گیارہویں ہے اور قیامت کے دن انیرا منبر میرے عوض پر ہے۔

قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ (بخاری)

اس حدیث کو امام احمد، امام مسلم، امام نسائی و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ابی ہریرہ کی روایت میں ما بین منبر و نبی کے الفاظ آتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اقدس حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہے۔ طبرانی کی حدیث میں۔ ما بین المنبر و بیت عائشہ و روضۃ من ریاض الجنۃ کے لفظ مروی ہیں۔ جس سے واضح ہو کہ بیت سے حضرت عائشہ کا حجرہ مبارک مراد ہے ۲۔ منبر و حجرہ مبارک کے حصہ کی پیمائش کے متعلق مختلف قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ تین ہاتھ ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کونسا افضل ہے یا مدینہ منورہ۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ زمین کا وہ حصہ جہاں آج حضور مہجورہ فرما ہیں۔ ہزاروں جنتوں بلکہ عرش اکبر سے بھی افضل درجہ علامہ شہاب خاں جس شارح شفا علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۹۸ھ فرماتے ہیں کہ حضور کی قبر مبارک زمین کے تمام جہات سے

افضل ہے بلکہ تمام آسمانوں اور
بل هو افضل من السموات والارض والکعبة
(جوامع البحار ص ۶۸۲)

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے باب فضل ما بین القبر والمنبر کا عنوان قائم کر کے یہ واضح فرمایا کہ حضور کی قبر مبارک پر کھڑے مکان میں ہے۔ اس لیے قبر نبوی بعینہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے ۲۔ حدیث زیر بحث کے متعلق شارحین کے متعدد قول ہیں۔ یہ کہ روئے اقدس صحرای سعادت اور نزول رحمت میں جنت کی طرح ہے۔ اس لیے اسے روضۃ من دیاض الجنة فرمایا گیا۔ علامہ ابن حجر شائع بخاری علیہ الرحمۃ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ قبر نبوی روضۃ من دیاض الجنة کی جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔ اس لیے اسے گلستان جنت فرمایا گیا ہے۔ لیکن مجازی معنی کیوں لیے جائیں؟ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا۔ یہ حصہ زمین جنت کا باغ ہے تو بلاشبہ یہ حصہ جنت کا باغ ہی ہے ایسی جنت کہ جس پر ہزاروں جنتیں نثار — علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ زمین کا وہ حصہ جو حضور کے جسم اطہر سے متصل ہے، کعبہ معظمہ، مکہ مکرمہ بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل و اکرم ہے (مرقات باب حرم، مکہ)

مسجد نبوی، گنبد خضریٰ و حجرات مبارکہ
۱۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کا اہتمام فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عائشہ اور حضرت سوڈار کے لیے دو عدد حجرے بنوائے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے جن مسورات نے حضور سے شرف زوجیت حاصل کیا ان کے حجرے تعمیر ہوئے رہے۔ تمام حجرات کے ایک ایک اور حضرت عائشہ کے حجرہ کے دو دروازے تھے۔ یہ حجرے مسجد نبوی سے اس قدر متصل تھے کہ حضور جب مسجد میں اشکاف فرما ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازادچی مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کے بال و دھو دیتی تھیں۔ (وفاء الوفا) ۲۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد مکہ معظمہ میں ہوا اور مدینہ منورہ میں جب رکعتی ہوئی تو حضرت عائشہ اسی حجرہ میں سکونت پذیر ہوئیں۔ جو آج گنبد خضریٰ کے نام سے معروف ہے اور حضور نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام بھی اسی حجرہ میں گزارے۔ جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح وفات دی

فَبَقِيَ اللَّهُ مَبْنً مَّصْحُوبً وَ نَحْوً
وَدُفِنَ فِي بَيْتِي (بخاری)

جناب صدیقہ طیبہ طاہرہ عظیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ وہ فضیلت ہے جس کی عظمت کو بیان کرنا ناممکن ہے۔
۳۔ دورانِ علالت جب نماز کا وقت ہوا تو حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امامت کرنے کا حکم دیا اور حضور نے اسی حجرہ مبارکہ سے پردہ اٹھا کر دیکھا تھا کہ صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر کی اقتدار میں فجر کی نماز ادا کر رہے ہیں۔
۴۔ حضور کے روضہ پاک کی تولیت و عمارت کی سعادت حضرت عائشہ صدیقہ کو ملی۔ حضرت صدیق اکبر کا جب وصال ہوا تو ان کی وصیت اور حضور کی واضح اجازت کے مطابق آپ کو بھی حضور کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت امام فاروق اعظم بھی حضرت عائشہ صدیقہ کی اجازت سے اسی حجرہ مبارکہ میں دفن ہوئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ حضور علیہ السلام اور میرے والد حضرت ابوبکر کے دفن کے بعد میں حجرہ مبارکہ میں بلا جھجک حاضر ہوتی تھی۔ لیکن جب حضرت فاروق اعظم بھی یہاں دفن ہو گئے تو اب

مدفن عیسیٰ علیہ السلام | حضرت اسی عمر میں نہ تھا کہ جس نے مروی ہے کہ حضور نہ مل سکے تو جب حضرت
ناظر بنید حضرت یس حبیب عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے لیے جگہ مانتی ہے۔ (مدارج السنہ ۱: ۲۰۳)۔ حضور علیہ السلام نے
فرمایا: **شَوْصَمُوتٌ، فَيَدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِ قَبِيْرِ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرِ وَاحِدٍ بَيْنَ**
ابى بَكْرٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: **فَدَفِنُ فِي قَبْرِ مَرْيَمَ بِنْتِ مَرْيَمَ** اور امام عادلین جو کہ انہوں نے ان کے حضور شایع عام
کے لئے حج امرہ کو مانتا ہے۔

وَلَيْسَ بِهِ مَعْرُوفٌ۔ **فَيَدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِ قَبِيْرِ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرِ وَاحِدٍ بَيْنَ**
ابى بَكْرٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

حضور انہوں نے اللہ علیہ وسلم کے دھال کے بعد دوسرا مسند جو اصحاب کرام کو پیش آیا وہ آپ کے
نہ نہ تھے۔ **فَيَدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِ قَبِيْرِ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرِ وَاحِدٍ بَيْنَ**
ابو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو یہ تے جو نہ تھا کہ اب رہی جس حدوت پاتا ہے ۱۱
پھر دفن بھی ہوتا ہے۔ چونکہ ان کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر فرمائی تھی۔ اس بنا پر
انہوں نے اتفاق و اجماع کے ساتھ فرمایا کہ ان کے جسم اور ان کی ملامت فرمائی کے لیے متوقف کر لیا اور جب سے
ان کے کفن تک عمر عائشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار ہوا ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ (ابو سعید
بروید ص ۱۱۱)۔ (ابو ماجہ ذکر وفات النبی)

تو یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ مسجد نبوی کے پہلو میں حجرہ عائشہ صدیقہ میں حضور کی قبر مبارک کا سوا حضور کے حکم سے ہے کہ کوئی
حضور کا شہ ہے۔ چنانچہ جگہ وہاں پاتا ہے۔ اسی جگہ دفن ہوتا ہے اور امام صحابہ کرام خلفاء راشدین تابعین عظام و ائمہ مجتہدین
علیہم الرحمۃ والرضوان کا اس امر پر اتفاق و اجماع بھی ہے۔

حیات نبوی پر اجماع ہے | علامہ شیخ علی بن ابی الدین عیسیٰ علیہ الرحمہ توفی ۱۰۲۲ھ اپنے رسالہ تعریف اہل الاسلام
میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام روح و جسم کے ساتھ حیات حقیقی رکھتے ہیں
حضور کے جسم مبارک میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا اور حضور آج بھی انظار ارضی اور ملکوت

وَابَ يَتَصَوَّفُ حَيْثُ شَاءَ فِي أَتْهَارِ الْأَرْضِ | میں بھیجے چاہیں تعریف فرماتے ہیں
وَفِي الْمَلَكُوتِ (ابراہیم اجماع ۱ ص ۲۴)

علامہ جلال الدین سیوطی مرقات اسود حاشیہ شمس لی اوروں فرماتے ہیں کہ حیات خدا کے بارے میں احادیث و روایات
و اجماع میں تباہ و تاراج ہے۔

حیوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صمد ہو | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، ہی بزرگترین درام
وَالْإِنْبَاءُ مَعْلُومَةٌ عِنْدَنَا عَلَمًا قَطْعِيًّا | انباء کرام کی حیات ایسی قرین علم قطعی اور یقینی سے

لَعَادَمٌ عِنْدَ مَا مِنْ الْاَدَلَةِ فِي ذَلِكَ وَقَوَانِئُ
وَالْاَخْبَارُ لِدَالَةِ حَقِّكَ

علوم ہے یہ زندگیات انبیاء و ائمتہ سے ثابت ہے
حکایت متواترہ اس پر شاہ میں

علامہ شیخ محمد بن عبد الباقی رفاہی متوفی ۱۱۳۰ھ شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ حضور کی حیات ہند - کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ علم نفسی سے یہ بات اس سے کہ حضور اپنی قرب مبارک میں سات جنتی کے ساتھ علوہ فرامیں - یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ اعیانہ کے حملوں و سی نیز کمال اور اس امر پر اتفاق ہے ۲۰ حدیث میں حضور نے اسرار کرم سے ظاہر ہے تمام زمینوں سے افضل ہے اور علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے حضرت ابن قتیل جنبل علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث میں رشتہ سے اعلیٰ ہے - (جمہار البحار ج ۱ ص ۹۸۲ ۹۸۶)

علامہ توفیق الدین سبکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدر مرفوف و قیام فی اللہ تعالیٰ عیسا مسیح نبوی کی آواز کر کے کہ اللہ فرماتے ہے جو شخص مسجد میں آواز دے گا - اس کو فرماتے - تحقیق دے آواز دے گا کہ رسول اللہ

عند اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد یہی
حضرت ام امینہ عاتقہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حال تھا کہ اگر مسجد نبوی سے متصل مقامات پر کسی دور
کیل ٹھوکنے کی آواز دے - جو کسی مسجد پہنچی تو جناب عاتقہ فرما اس کے پاس یہ ملو اگر بھیجیں -
اَشْفُو دُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیل ٹھوکنے کی آواز
سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

تمام ائمہ ہند و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے
بعد زندہ ہیں اور غار و عبادت میں مشغول ہیں - قرآن مجید میں فرمایا -

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ
لَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ
لِصَفِيَّائِهِمْ وَالسَّادَةِ وَالصَّالِحِينَ (آل
ہم اسرار کرام کا وہ شہداء سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مقدم فرمایا ہے - شہداء پر اور شہداء کے بارے میں
فرمایا میں یہ ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ
اور شہداء کے بارے میں دوسری آیت ہے -

وَلَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
كُنُوا ثَابِلِينَ أَمْوَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ
جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو
وہ زندہ ہیں مگر تم اس حیات کا احساس نہیں کر سکتے۔

جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو
مگر وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک کہ یہ
جانتے رہے ہیں۔

پانچ آیت میں لائے ہوئے اس طرز انہی کو شہداء کی یاد ہے بلکہ تم کو اس کا شہرہ نہیں اور تشریح
حیات جہان کے ساتھ ہے روحانی کے ساتھ نہیں اور دوسری آیت میں لائے ہوئے صرف عبادت جہان پر

اور آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب کہ دن کچھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی

کیف تعرض صلوٰتنا علیک و قد اومت یقولون
بابت فقال ان الله حرم علی الارض ان تاكل
اجساد الانبياء اخرجه ابو داؤد و قال
البیهقی له شواهد وقال العلامة القادری
رواه ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححه
وقال النووی اسنادہ صحیح موقیات صفحہ ۲۱۰ ۲۶۔

صحابہ نے عرض کیا، ہمارا صلوٰۃ و سلام آپ پر کیسے پیش ہوگا، چنانچہ وفات کے بعد آپ کا جسم بوسیدہ اور بزرہ و ریزہ ہو چکا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یحییٰ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیروں پر عوام کیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھاتے۔ اس حدیث کے ابو داؤد نے روایت کیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ابن ماجہ میں ابو داؤد سے روایت ہے کہ جب کہ روزِ عاصی طور پر کثرت سے درود پڑھو۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ وبعد الموت قال ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (صفحہ ۲۶)۔

مسند ابی یعلیٰ میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبياء احیاء قبورہم یصلون انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز اور نیازی میں منقول ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو حسن فرمایا اور علامہ ردی فیض القدر شرح جامع صغیر صفحہ ۱۸۴ ج ۳ میں فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث صحیح زیارت و روضہ اقدس کے مستحق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی
حیاتی (طبرانی دارقطنی)
من حج ولو من رنی فقد جفائی
(دارقطنی)

مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ زَارَنِي فِي مَسْجِدِي
كَتَبْتُ لَهُ حَسْبَتَانِ حَبْرٍ وَدَتَانِ (مسند الفردوس)
من زار قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان في جواره (ابن عساکر)

مدینہ منورہ کے مقامات زیارت مسجد نبوی کے ستون

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ مسجد جس کی بنیاد بقعہ نبی پر رکھی گئی ہے کو کسی سے حضور نے فرمایا۔

تمہاری یہ مسجد مدینہ کی مسجد (مسلم) جابر الجعفی ۱۵۶۶

مسجد کہ ہذا مسجد المدینۃ

۱۔ **حنا** | یہ عراب یعنی صلے اللہ علیہ وسلم کے متصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر مندر شریف فرمایا کرتے تھے۔ یہی وہ خشک گکڑی ہے جو آپ کے فرائض میں مدنی تھی۔

۲۔ **ستون عائشہ** | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری محبوبہ میں ایک ایسی جگہ ہے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے تو میرے دروازے سے ناز پڑھنا میری ذمہ داری ہوگی۔ اس جگہ کا تعین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔ اس ستون کے نزدیک دُعا مانگنی اللہ نوافل پڑھنے سے مستحب ہیں۔

۳۔ **ستون توبہ یا ستون ابی لبابہ** | ایک صحابی ابی لبابہ نے ایک تصور کے اندر میں خود کو اس جگہ باندھا تھا اور اور نماز کے وقت کھول دیا کرتے تھے۔ شیعہ المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا کہ چونکہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے حضور میں پابند کر دیا ہے۔ اس لیے میں اللہ کے حکم کے بغیر نکھولوں گا۔ یہاں تک کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نذر کرو۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھول دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں نوافل ادا فرماتے اور بتنا قرآن پاکہ مانگے ہوتا لوگوں کو سناتے۔

۴۔ **ستون سرمدیہ** | یہاں سرمدیہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعطاف فرمایا۔

۵۔ **ستون علی** | اسے اسطوانہ خمس بھی کہتے ہیں۔ یہاں حضرت علی اکبر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی جگہ بیٹھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی فرماتے تھے۔

۶۔ **ستون وفود** | جب کبھی باہر سے لوگ اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوتے تو آجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہی جلوہ افروز ہو کر شرف زیارت بخشا کرتے۔

۷۔ **ستون تہجد** | یہاں عراب تہجد بھی ہے۔ یہاں پر ہی سیدہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے

۸۔ **ضعفہ** | مسجد نبوی میں ایک بندہ قطع ہے جہاں پر سیدہ الامام صلی اللہ علیہ وسلم کے پردانے دن رات موجود رہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت بلالؓ، حضرت انسؓ انھی خدام میں شامل تھے۔

اس مقام پر ستر صحابہ قیام پذیر تھے۔ ان کا مقصد حیاتِ صرف حضور اکرمؐ کی پیروی اور غلامی کرنا تھا اور آپ کے اقوال و افعال کا قیمتی ذخیرہ جمع کرنا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مدینہ منورہ کی زیارتیں

مدینہ منورہ میں آجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دس سال گزارے ہیں۔ یہاں قدم قدم پر برکات ہیں کیونکہ شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کچوں اور گلیوں میں آدورت فرماتے تھے۔ چند زیارات زیر تحریر ہیں۔

۱۔ **مسجد قیبرا** | دنیا نے اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یہیں پہنچے اور اپنے چند روزہ قیام میں یہ مسجد اپنے مبارک اطفال سے تعمیر فرمائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کے روز

جس سوار کبھی پیادہ یہاں تشریف لائے اور نماز ادا فرماتے۔ آپ کے زمان کے مطابق مسجد قبا میں نماز کا ثواب ایک عورت کے برابر ہے۔ مسجد قبا کے ساتھ ہی سر اسیس ہے۔ جسے ہر خاتم بھی کہتے ہیں۔ اس کنویں میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے سر کا شات صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گم ہو گئی تھی۔

مسجد منجور | مسجد منجور سے آدھ سل مدینہ منورہ کی طرف سفر کے بعد مشرق و شمالی سو فیصد نسبتیں یکساں واقع ہے۔ سب سے پہلے نماز جمعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مسجد میں ادا فرمائی۔

مسجد شمس | یہ مسجد مدینہ منورہ سے تقریباً ۳ میل بہت جنوب مشرق آباد ہے۔ یہاں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت نضر بن حارث کے سلا میں چھ دن قیام فرمایا اور نماز ادا کیں۔ اسے کیا ہے اور اسی راتے میں شہر میدان حاکم نفاذی آیت

مدینہ منورہ کی مساجد

مسجد قبلین | اس مسجد میں سیدہ کنوین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ۵ اشعبان بروز جمعہ اور ہا ہے تھے اور وقت قبلیت المقدس کی طرف تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ عرض کیا کہ پھر مساک بیت اللہ کی طرف لے جائیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی میں محو ہو گئے۔

مسجد فتنہ | جبل سلح کے دامن میں ایک جھوٹے ٹیلے پر یہ مسجد بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرہ منورہ خندق کے دنوں میں ۳۱ سال ۳۱ دن غازی ادا فرمائیں۔ تیسرے دن قبلیت کی شدت ملی کہ اندھ کی ذرے ایسے جھانگ کر اٹھیں کہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی بہت نہ ہوئی۔ حضرت جابر فرمایا کرتے تھے کہ جب انھیں کوئی شکل پیش آتی۔ اسی وقت مسجد فتح میں جا کر دعا کرتے اور قبولیت کے ساتھ واپس آتے۔

مساجد خمسہ

مسجد فتح کے قریب ہی یاج چھوٹی چھوٹی مساجد ہیں جو حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت سعد بن معاذؓ، ابو بکرؓ کے محل سے منسوب ہیں۔ مساجد خمسہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائیں۔
فخر مجددہ جبل سلح کے ایک کونے میں عمارت ہے جہاں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے موت سے سال قبل رسول کی بات میں ایک طویل عرصہ شکر ادا فرمایا اب بھی آثار محفوظ ہیں اور پیدل جانا پڑتا ہے۔
مسجد اجابہ | یہ مسجد بقیع سے نصف میل شمال مشرق میں واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اس جگہ تشریف لائے اور نماز پڑھ کر یہ ایک دعائیں منقول رہے اور پھر فرمایا کہ میں نے تین دعائیں مانگی ہیں :-

۱۔ اے اللہ میری اہمیت قطعے نہ مارنا۔ ۲۔ اے اللہ میری امت کو پانی میں غرق کر کے نہ مارنا۔ ۳۔ اے اللہ میری امت کو آپس میں قتل اور غول دیر سے بچانا۔ پہلی دونوں دعائیں قبول ہو گئیں تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔

مساجد شہر

مسجد نبوی سے صحابہ بن مغزیل جاب فدا کر جاتے رہے جب تک مسجد ایک سو چوبیس سال کے مساجد میں چھوٹی

کی اور ایک قول کے مطابق حضرت علیؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ بھی بیس دفن ہیں۔ آخر میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر تمام اہل بیت علیہم السلام کو خواب پہنچاتے۔ جنت البقیع میں تمام صحابہ کرام کی قبروں کے نشانات منادیتے گئے ہیں۔

شہدائے اُحد

مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً ۲ میل کے فاصلے پر وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے متعلق شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: "اُحد ہم کو محبوب رکھتا ہے۔ ہم اُحد کو محبوب رکھتے ہیں۔"

اُحد کی زیارت جمہرات کے دن فجر کی غاڑ کے بعد مقب ہے۔ اس منورہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے جن میں سید الشہید حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہاں شہداء کے پاس عبداللہ بن عباسؓ اور مصعب بن عمیرؓ مدفون ہیں۔ روایت ہے کہ ۹۹ جوشی شہداء کی چند قبروں کو نہر کھدوانے کے لیے کھولایا تو ان کے اجسام ترو تازہ پائے گئے اور بعض شہداء نے اپنے ہاتھ زخموں پر رکھے ہوئے تھے۔ ہاتھ اٹھانے سے تازہ خون جاری ہو جاتا اور اگر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیتے تو پھر وہیں زخم پر جا پھرتا اور خون بند ہو جاتا۔ انہ حضرات کی زیارت نہایت سکون اور وقار اور پردے آداب سے کی جانی چاہیئے۔

مقبرہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کا مزار بھی مدینہ شریف ہی میں ہے۔ مسجد نبوی کے مغربی جانب ایک چوک ہے۔ اسی چوک کے شمال مغرب کی طرف سے ایک چوک مدینہ منورہ کی آبادی میں جاتی ہے۔ اسی پر چلیں تو ایک بل کھاتے ہوئے تنگ کو چہیں حضرت عبداللہ کا مزار ہے۔ اس کو چہیں کھڑے ہو کر سلام دوغا کرنی چاہیئے۔ مگر شاہ ابابہؓ یہ خبر مبارکہ بھی بتائی نہیں رکھا گیا۔

بیت ابوالثوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مسجد نبوی کے جنوب مغرب گوشہ کے بالمقابل منبر کے پار حضرت ابوالثوب انصاریؓ کا مکان ہے۔ ہجرت کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی سواری اونٹنی اور خود اسی مکان پر آکر ڈکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً سات ماہ اسی میں قیام فرمایا۔ آج اس گھر میں شیشے کی منتقل الماری میں وہ تیرکان بھی محفوظ ہے جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں حضرت سیدہ کو کفار پر تیر میلانے کا حکم دیا تھا۔

بیت امام حسین علیہ السلام۔ بیت ابوالثوب انصاری کے بالمقابل ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کے رہائش گاہ کی جگہ ہے۔ جہاں اب ایک لائبریری ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کلمہ جو قرآن مجید بھی ہے۔

مقبرہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ۔ آپ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ مقبرہ مدینہ منورہ کے قدیمی حصہ کے بازار میں واقع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ تو ابو بکر صدیقؓ اور بلالؓ کو بخار چڑھا گیا۔ ابو بکرؓ کو جب بخار چڑھا تو وہ یہ شعر پڑھتے۔ گھر میں اپنے صبح کرتا ہے ہر ایک فرد بشر۔ موت اس کی جوئی کے تھے سزا زیادہ تیرتی اور بلالؓ کا بچہ رجبؓ آج جاتا تو وہ رو کر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ دُعِيَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَحْذَنَهُ الْحَيَّ يَقُولُ كُنْ أَمْرِي مُصْبِحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَذَى مِنْ مِثَالِهِ نَعْلِهِ وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا فُتِحَ عَنْهُ الْحَيَّ يَقُولُ عَقِيْقَتُهُ

يَقُولُ الْاَوَّلِيَّةُ شَيْخِي هَلْ اَسَمِيَّ لَيْسَتْ
بِقَادِرٍ وَحَوْلِي اَذْهَبَ وَجَلِيلٌ وَهَلْ اَرَدْنَا
كَفَرًا قَبِيْهًا مَحْجُوَّةً وَهَلْ بَيَدُوْنِ لِيْ
وَطَعْنِيْ قَالَ اَفَلَمْ اَلْعَنَ مُشْنِيَّةً بِنَ
دَبِيْعَةَ وَعَبِيَّةَ بِنَ رَزِيْنَةَ وَامْتِيَّةَ بِنَ خَلْفٍ
كَمَا اَخْرَجُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا اِلَى اَرْضِ الْوَيْلِ
ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَللّٰهُمَّ حَبِيْبُ الْبَنَاتِ الْمَدِيْنَةِ لَحِيْنًا مَلَكَةً
اَوْ اَسْتَدَّ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِي
مُدِنَا وَصَبِّحْ خِيَمَانَا وَانْقُلْ حُمَاهَا اِلَى
الْجُحْفَةِ فَالْتَّ وَفَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ
اَنْ بَارِئُ اَرْضِ اللهِ قَالَتْ فَكَانَ بِطَحَانَ يَنْجُوْهُ
نَحْلًا تَغْنِيْ مَسَاةً اِحْنًا

کاش پھر مگر کی عادی میں رہوں میں ایک رات سب طرف
میری آگے ہوں وہاں جلیل اذہب نبات اور میں پانی مجنہ کے
جو کسی آب حیات۔ کاش پھر دیکھوں میں شامہ کاش پھر
دیکھوں طفلی۔ اسے میرے اندر شہید بن ریجہ اور مقبرہ بن
ریجہ اور اُسیستہ بن غلغٹ ابن مردودہ بن برغنت کر جنھوں نے
ہمارے ملک سے ہمیں نکال کر ہمارے ملک میں دھکیل دیا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ یا اللہ! مدینہ
میں ہم کو کہ کی طرح یا اس سے زیادہ پسندیدہ کر دے۔ یا اللہ!
ہمارے صانع میں اور مدینہ میں برکت دے اور مدینہ کی ہوا
صحت نیز کر دے اور مدینہ کا بخار جو منتقل فرما دے حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب ہم مدینہ آئے تو مدینہ
کی زمین اللہ کی تمام زمینوں سے بڑھ کر بادلانی تھی۔ اور مدینہ میں
بھلان ایک نالہ تھا اس میں ذرا ذرا پانی بہتا رہتا۔ وہ بھی بد مزہ اور

بہتر اور بھلا

(بخاری)

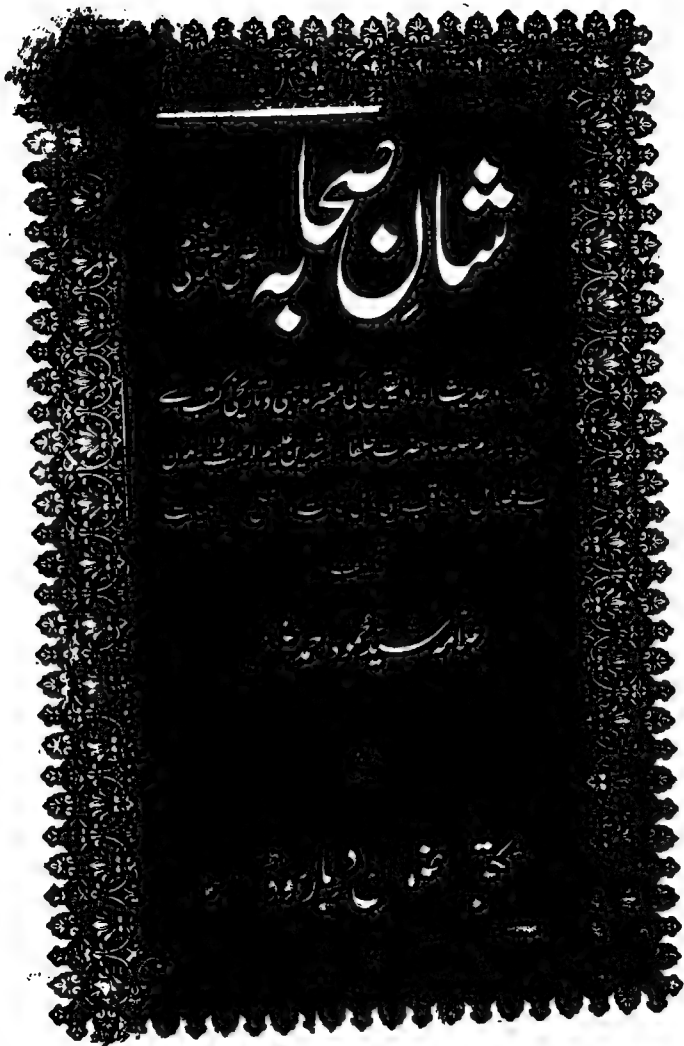
فوائد

۱۔ اس حدیث کو تمام مسلم نے کتاب الحج میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ حضور ضرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضرت نے دوران کے وقت ۱۲ ربیع الاول سنہ ہجریہ منورہ جلوہ فرمایا۔ مدینہ جس کا نام پہلے
یثرب تھا یعنی گرو آؤد شہر۔ موسم قریب پانی کمادی۔ اس پر مزید یہ کہ یہاں بھار کی دہائی ہو چو تھی صحابہ کرام حضور کے ہرگز مدینہ
آئے تو حضرت بلال کو بھار لگیا۔ جب عافہ مرزا تو حضرت بلال کو گویا دو کرتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں کے شہزادہ
پر حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ دو گھر دھکوکہ اور دھن کو یاد کیا بلکہ یہ فرمایا۔ ملاو معصیت یا موت بہر حال مقدرات سے ہے
خواہ آدمی کیسں ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کیفیت طالع فرمائی تو دعا فرمائی۔ اے مدینہ میں کس سے زیادہ مجبور بنائے
حضور کی اسی دعا کا تقاضا ہے کہ اہل ایمان مدینہ منورہ کو تمام شہروں میں بخشنے کے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ حضور نے مدینہ کے
صانع و مدینہ میں برکت کی دعا فرمائی کہ اس کی تاب و برور کو عین محبت ہر سنے کی دعا فرمائی۔ مدینہ کو بخار کو جگر میں منتقل کی دعا
فرمائی اور یہ تمام دعائیں قبول ہوئیں۔ مدینہ جو بلاؤں کا شہر تھا۔ حضور کے اور بپاک کی برکت سے خیرات و حسنات کا مخزن بن گیا
عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عقی قال اَللّٰهُمَّ
دُرِّقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَسُوْقِيْ
فِيْ بَيْلِكَ رَسُوْلًا

(بخاری)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا کہ حضور نے یہ دعا فرمائی ہے
الہی مدینہ کو ہمارے لیے محبوب کر دے۔ کہ سے ہی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔ تو حضرت فاروق اعظم



دینِ مذہب کا خیر بنو ہر سنی مسلمان کے لیے ضروری ہے

دین اسلام کی تعلیمات اور مسلک اہل سنت سے صحیح واقفیت کے لیے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی مندرجہ ذیل تالیفات کا مطالعہ کیجئے، اسلامی تقریبات کے موقع پر ان اہم دینی کتابوں کو اپنے حلقہ میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کیجئے۔ ان حضرات بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ قرآن مجید اور تمام اہل سنت علماء کی تصانیف مکتبہ رضوان سے طلب فرمائیے۔

فیوض الباری شرح صحیح البخاری حصہ ۹	دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۵۶ روپے	مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۱۸ روپے	روح ایمان قیمت ۱۸ روپے	روشنی قیمت ۳۶ روپے
جامع الصفا قیمت ۳ روپے	خصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۲ روپے	بصیرت قیمت ۳۹ روپے	معراج النبی قیمت ۸ روپے	مسائل نماز قیمت ۲۱ روپے
یشان صحابہ قیمت ۳ روپے	اسلامی تقریب قیمت ۲۱ روپے	سیدی ابوالبرکات قیمت ۱۴ روپے	باغ فدا قیمت ۷ روپے	حدیث قرطاس قیمت ۵ روپے
فتاویٰ برکات العلوم قیمت ۹ روپے	بیعت رضوان قیمت ۶ روپے	رضوی گوہری قیمت ۵ روپے	ماہنامہ رضوان سالانہ چھپنے ۲۰ روپے	حصہ کی نماز جنازہ قیمت ایک روپیہ

پتہ: مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور فون ۳۲۳۵۶۳

وَمَا أَكْبَرُ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ
 احادیث نبویہ کا محبوب مقبول فیض قرآن مجید صبح صحیح کتاب
 امام الدنیا امیر المومنین فی الحدیث راس المحدثین اساتذہ افاضہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بخاری
 قدس سرہ الباری کی تالیف صبح البخاری کا تیسرا اردو ترجمہ اور مکمل شرح

فیوض الباری

فی بیروت

صبح بخاری

حصہ ہشتم

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر: مکتبہ رضویان، داتا دار روڈ، لاہور

تَحْمِيْلًا وَتَحْمِيْلًا عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضورِ عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم طیب ظاہر و معصوم رسول ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکی زبان مرضی الہی کی ترجمان جن با نطق لفظ خدا جن کا حکم
حکم خدا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ جن کی شان جو مرکزدین محمد شریعت، امر و نواہی معصوم
رسول ہیں جن کا قول بھی معصوم فعل بھی معصوم اور وہ خود بھی معصوم ہیں۔ آپ پی کی کائنات
کیلئے روشنی کا میزار ہیں۔ دین بھی وہی، ایمان بھی وہی اور قرآن بھی وہی ہے

نگاہ عشق و متی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی ایمان وہی ایس وہی طہ

قرآن کیا ہے؟

اِنَّا لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ
بِقَوْلٍ شَاعِرٍ (الحاقہ ۵)

وَإِنَّا لَنَسُوْا اِيْنِكَ الْكِتٰبُ تَنْبِيْهًا
لِّلنَّاسِ مَا سُوْرَ الْبَيِّنٰتِ (پ ۱۳ غل)

پس حضور نے قرآن کے اجمال کی جو توضیح اور اس کے اصولوں کی جو تبیین فرمائی اس کا نام سنت ہے۔ بخاری
شریف سنت نبوی کا نہایت معتبر اور پاکیزہ مجموعہ ہے پوری دنیا کے لئے مشعل راہ ہے اور فیوض الباری
اسی سنت نبویہ کی تفسیر و ترجمانی ہے

ایمان ہے قال مصطفائی

قرآن ہے حال مصطفائی

سید محمد صالح المنجد
مدیر مکتب

فتنۃ انکارِ حدیث



جو لوگ حدیثِ نبوی کو دین کا ماخذ و مرکز تسلیم نہیں کرتے اور سنتِ رسول کے واجب العمل ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآنی احکام کی تعبیر و توضیح اپنی مرضی و منشاء کے مطابق کر سکیں۔ اور اس طرح قرآن و اسلام کو اپنی ذاتی خواہشوں اور نفسی تقاضوں کے تابع بنا لیا جائے۔ یہی وجہ ہے یہ لوگ حدیثِ نبوی کے متعلق مختلف قسم کے خائنہ ساز شبہات و شکوک پیدا کر کے حدیث کی آئینی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت کو مضحک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور قرآن کو اس کے لانے والے (رسول) کی قولی و عملی تشریح و توضیح سے اور اس نظامِ فکر و عمل سے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہنمائی میں قائم فرمایا تھا الگ کر کے محض ایک کتاب کی حیثیت میں ماننے پر زور دیتے ہیں۔

”حدیثِ رسول حجت ہے واجب العمل ہے، دین کا مرکز و محور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔“ اس موضوع پر فیض الباری جلد اول کے مقدمہ میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ آج کی مجلس میں تو ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ منکرینِ سنت کا مذکورہ بالا مقصد اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ اور ان آیات کو جن میں حضور کے بشر ہونے کا ذکر ہے اور ان احادیث کو جن میں خود جنسِ انسانی کے اعضاء و انکسار اپنے بشر و انسان ہونے کا اقرار فرمایا ہے اس اہتمام اور اس انداز سے پیش کیا جائے کہ عام لوگ یہ تاثیر لینے پر مجبور ہو جائیں کہ حضور بھی ہماری طرح ایک انسان ہی تھے، قطع نظر اس کے کہ کوئی سلیم العقل انسان حضور کے بشر اور اللہ کا بندہ و مخلوق ہونے کا انکار نہیں کر سکتا، کمنا صرف یہ ہے کہ بشریت رسول سے متعلق آیات و احادیث کو اس انداز سے پیش کرنا کہ خصائصِ نبوت و رسالت منصبِ نبوت کا جلال و اکرام تک مجروح ہو جائے، فتنۃ انکارِ حدیث کی جڑوں کو پانی دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ منکرینِ سنت بھی اپنے مقصد کے حصول کے لیے بڑے اہتمام سے ان آیات و احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں حضور کی بشریت کا واضح لفظوں میں ذکر ہے اور ان آیات و احادیث کو

چھپاتے ہیں جن میں حضور کے خصائص، معجزات، مرتبہ و مقام کی عظمت اور آپ کی تشریف نشینیت کا بیان ہے جس سے ان کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ :-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تنویدہ صفات کے متعلق یہ تاثر دیا جائے کہ وہ تو ایک انسان تھے، ہماری طرح انسان۔ پھر ان کے قول و عمل کی دین میں کیا ضرورت ہے؟ — چنانچہ مخدوم دوی صاحب کو جب منکرینِ ہدایت سے واسطہ پڑا تو انہیں بھی حضور سرورِ عالم نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے متعلق وہی موقف اور وہی انداز اختیار کرنا پڑا جو موقف اور انداز اہل سنت و جماعت بریلوی مکتبہ نمبر کا ہے چنانچہ وہ دوی صاحب کی ہدایت کی تائید کرتے ہیں۔

ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک قرآن پینچانے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ سو انھوں نے وہ پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے ہم ہیں۔ انھوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لیے حجت کیسے ہو سکتا ہے۔ (ترجمان القرآن جلد ۶، عدد ۶۔ منصب رسالت نمبر ۱۸)

پھر حضور کی بشریت کے متعلق لکھتے ہیں :-

آپ قرآن سے یہ دھوری بات نقل کر رہے ہیں کہ حضور بار بار اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرماتے تھے۔ پوری بات جو قرآن نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بشر ہیں جسے رسول بنایا گیا ہے (قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا) اور حضور ایک ایسے بشر ہیں جس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحِي إِلَيَّ) کیا آپ ایک عالم بشر اور رسالت و وحی پانے والے بشر کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں سمجھتے؟ جو بشر خدا کا رسول ہو، وہ تو لامحالہ خدا کا نمائندہ ہے اور جس بشر کے پاس وحی آتی ہو وہ خدا کی براہ راست ہدایت کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کی تنہیت اور ایک عالم بشر کی حیثیت کیسا ل کیسے ہو سکتی ہے۔ (منصب رسالت ص ۱۸)

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ حضور بشر ہیں۔ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ مگر کیسے بشر ہیں؟ سہ

۱۔ مولانا اس فقرہ کے بائیں کے متعلق کہتے ہیں: میں اس کی ابتداء کرنے والے سرسید احمد خاں اور مولوی چراغ علی تھے۔ پھر مولوی عبد اللہ کھوکھڑی اس کے علمبردار بنے، اس کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ پھر مولانا مسلم حیراچ پوری اسے لے کر آگے بڑھے اور آخر کار اس کی ریاست چودھری غلام احمد قزلباش کے حصے میں آئی۔ جنھوں نے اس کو خلافت کی انتہائی تک پہنچا دیا۔ (منصب رسالت ص ۱۸)

وہ حسن بے حد نظر کا حال ہے ؟ دیکھیے رخِ نبی کسے تابِ مجال ہے

اور خود حضور سرورِ عالم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں:-

- اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّی اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔
- لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنْکُمْ اِنِّی اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔
- اِنِّی لَسْتُ کَهَیئَتِکُمْ اِنِّی اَبِیتُ بَیْ مُطْعَمٍ وَاَسْقٰی یَسْقِیْنِ۔
- اِنِّی لَسْتُ کَهَیئَتِکُمْ اِنِّی یُطْعَمُنِی سَرَبِّی وَاَسْقِیْنِ۔
- اَیُّکُمْ مِثْلِی اِنِّی اَبِیتُ یُطْعَمُنِی سَرَبِّی وَاَسْقِیْنِ۔
- لَسْتُ کَهَیئَتِکُمْ اِنِّی اَبِیتُ بَیْ مُطْعَمٍ یُطْعَمُنِی وَاَسْقٰی یَسْقِیْنِ۔

پلا دیتا ہے۔ (بخاری ج ۱ صفحہ ۳۶۳، ۳۶۵)

ۛ

چنانچہ صحابہ کرام بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے۔

قَالُوا اِنَّا لَسْنَا کَهَیئَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (بخاری ج ۱ ص ۱)

یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں

اس لئے میری گزارش ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت و بشریت کے اظہار و بیان میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور ایمان کا تقاضہ بھی یہ ہے، حضور سرورِ کائنات کا ذکر جب کیا جائے تو آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا خیال رکھا جائے۔ جو لوگ اس معاملہ میں غلو و شدت سے کام لیتے ہیں وہ دین کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ منکرینِ حدیث کو تقویت پہنچاتے ہیں ۛ

ترتیب :

فطر آدین
فہرست مضامین

کتاب الصوم

- روزہ کی تعلیف
- روزہ کے درجے
- روزہ کب فرض ہوئے
- فضائل رمضان
- رویت ہلال
- مسائل سحری
- روزہ کی نیت
- تفت
- روزہ نہ رکھنے کے عذر
- روزہ ٹوڑنا گناہ ہے
- روزہ کے مکروہات
- روزہ ناسد نہ ہونے
- کی صورتیں
- روزہ کے مضادات
- روزہ کا فدیہ
- روزہ کا کفارہ
- صدقہ فطر
- افطار
- مسائل تراویح
- احکام اعتکاف

مختصر فہرست مضامین فیوض الباری پارہ شتم

۳۳	باب سحری اور نماز فجر میں تاخیر سے نہیں رکھی۔	۱۴	باب جو شخص بجا لیت روزہ
۳۴	باب سحری اور نماز فجر میں تاخیر کے متعلق۔	۱۵	باب جب کوئی گالی دے
۳۵	باب سحری کھانا مستحب ہے	۱۶	باب جو شخص زنا میں مبتلا ہوئے کا خون کہے ، وہ
۳۶	باب اگر روزے کی نیت دن میں کی	۱۷	باب رمضان کے روزے کی فرضیت
۳۷	باب روزہ دار کا صبح کو بجا لیت جنابت اٹھنا	۱۸	باب روزہ سے کی فضیلت
۳۸	باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا۔	۱۹	باب روزہ گناہوں کا کفارہ
۳۹	باب روزہ دار کا غسل کرنا	۲۰	باب روزہ دہر کے لیے ریان
۴۰	باب بجا لیت روزہ بھول کر	۲۱	باب روزہ سے داخل ہوگا۔
۴۱	باب بجا لیت روزہ ناک میں	۲۲	باب رمضان کا چاند
۴۲	باب بجا لیت روزہ تھکا	۲۳	باب آیت احل اللہ لکم
۴۳	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۲۴	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۴۴	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۲۵	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۴۵	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۲۶	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۴۶	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۲۷	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۴۷	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۲۸	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۴۸	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۲۹	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۴۹	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۰	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۰	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۱	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۱	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۲	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۲	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۳	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۳	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۴	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۴	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۵	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۵	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۶	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۶	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۷	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۷	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۸	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۸	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۳۹	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۵۹	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۰	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۰	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۱	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۱	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۲	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۲	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۳	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۳	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۴	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۴	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۵	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۵	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۶	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۶	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۷	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۷	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۸	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۸	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۴۹	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۶۹	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۰	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۰	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۱	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۱	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۲	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۲	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۳	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۳	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۴	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۴	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۵	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۵	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۶	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۶	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۷	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۷	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۸	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۸	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۵۹	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۷۹	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۰	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۰	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۱	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۱	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۲	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۲	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۳	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۳	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۴	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۴	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۵	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۵	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۶	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۶	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۷	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۷	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۸	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۸	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۶۹	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۸۹	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۰	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۰	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۱	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۱	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۲	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۲	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۳	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۳	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۴	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۴	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۵	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۵	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۶	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۶	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۷	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۷	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۸	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۸	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۷۹	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۹۹	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۸۰	باب آیت وکلوا واشربوا الخ
۱۰۰	باب بجا لیت روزہ صوماک کرنا	۸۱	باب آیت وکلوا واشربوا الخ

۸۸	منوع ہے	نفل روزہ توڑنے کے لیے	باب جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے	باب بحالت روزہ جماع کرنا اور کفارہ میں خیرات کی چیز دینا۔
۸۹	کب کچھ دن خاص کیے جاسکتے ہیں؟	نفل روزہ بعد از بلوغ	وفات شدہ کی طرف سے فرضی روزہ رکھنے کے متعلق مکمل بحث	باب کفارہ کا کھانا اپنے محتاج اہل عیال کو کھلانا
۹۰	غزوہ کے دن کا روزہ	توڑنے کے مسائل	باب روزہ کس وقت افطار کرنا چاہیے۔	باب روزہ دار کا تے کرنا اور بچھنے لگانا۔
۹۱	نویں زاد الحج کا روزہ	باب شعبان کے روزوں کے متعلق	افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے	باب سفر میں روزہ اور افطار کے متعلق۔
۹۲	عید الفطر کا روزہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے متعلق روایات	باب جو چیز میسر ہو اس سے افطار کرے	باب رمضان کے کچھ روزے رکھنے کے بعد سفر کرنا
۹۳	قربانی کے دن کا روزہ	روزہ میں مہمان کا حق	افطار میں جلدی کرنا رمضان میں اگر افطار کرے بعد سورج نکل آیا	باب سفر میں روزہ رکھنا مناسب نہیں۔
۹۴	پانچ دن جن میں روزہ رکھنا منوع ہے	روزہ میں جسم کا حق	بچوں کا روزہ صوم وصال اور جنوں نے یہ کیا کرات میں روزہ نہیں پڑتا	باب صحابہ کرام بحالت سفر روزہ رکھتے اور کوئی نہ رکھتا اور کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا۔
۹۵	باب عاشورہ کے روزہ کے متعلق	ساری عمر روزے سے	ایک دن کا روزہ حضرت واد علیہ السلام کا روزہ	باب بحالت سفر لوگوں کو دکھانے کے لیے روزہ نہ رکھنا
۹۶	صوم عاشورہ	روزہ میں بیوی کا حق	ایک دن افطار	باب آیت علی الذین یطیعونہ خذ یہ الخ کے متعلق
۹۷	پیر کے دن نفل روزہ بعض دوسرے دنوں کے نفل روزے	ایک دن روزہ اور	حضورت واد علیہ السلام کا روزہ	باب رمضان کے نقصان روزے کب رکھے؟
۹۸	ہفتہ کا روزہ - پیر اور جمعرات کا روزہ	نفل روزوں کے احکام	نفل روزوں کے احکام	باب حاضرہ عورت نماز روزہ چھوڑ دے
۹۹	شوال کے روزے	جس نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی اور ان کے یہاں جا کر روزہ نہیں توڑا	ایسا ہی بعض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے	
۱۰۰	باب رمضان میں تراویح کی فضیلت	ایسا ہی بعض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے	میسے کے آخر کا روزہ	
		جہو کے دن کا روزہ	کیا جمعہ کے دن روزہ رکھنا	

کتاب التراویح

تراویح کے متعلق بعض اہم حقائق

۱۱۱	اعتکات	حائضہ متکلف کے سر میں لنگھا کرتی ہے۔	۹۵	تراویح میں رکعت ہے اس مسئلہ پر مکمل بحث
۱۱۲	استحاضہ عورت کا اعتکات	متکلف گھر میں ملا ضرورت نہ آئے	۹۶	شب قدر کی فضیلت
۱۱۵	شہر سے اعتکات میں بیوی کا ملاقات کے لیے جانا	۱۰۶	شب قدر کی تلاش	رمضان کی آخری راتوں میں
۱۱۵	عشرہ میں اعتکات	۱۰۷	شب قدر کی تلاش	آخری عشرہ کی طاق راتوں میں
۱۱۵	اعتکات کا ارادہ ہوا	۱۰۸	رمضان کے آخری عشرہ میں عمل	آخری عشرہ میں اعتکات
۱۱۳	لیکن پھر مناسب معلوم ہو کر اعتکات نہ کریں	۱۰۹	خواہ کسی مسجد میں ہو	
۱۱۳	جو اپنے اعتکات سے صبح کے وقت باہر نکلا	۱۱۰	تک جاسکتا ہے؟	
۱۱۴	شوال میں اعتکات			
۱۱۴	اعتکات کے لیے جرورہ کر سکتا ہے۔			
۱۱۵	ضروری نہیں سمجھتے			
	ختم شد			



جلوے بکھیر دیں، شب غم کی سحر کریں
عشق نبی کی آگ کو کچھ تیز تر کریں
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں
وہ چاہیں تو خوف کو خیریت گہر کریں
چاہیں تو اک اشارے سے قمر کریں

آؤ کہ ذکر حسن شہر بحسرو بر کریں
مل کر بیاں محاسن خیر البشر کریں
جو حسن میرے پیش نظر ہے، اگر اسے
وہ چاہیں تو صدف کو دُرِ بے بہا ملے
فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب

کو نین کو محیط ہے سرکار کا کرم
سرکار! آپ ہم پر کرم کی نظر کریں

حافظ مظہر الدین



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الصوم ○ کتاب روزے کے بیان میں

۱۔ رمضان - رمضان سے شتن ہے۔ اس کے معنی چلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا۔ اس لئے اس کا نام رمضان ہو گیا۔ حدیث میں آیا ہے جِئْنَا نَرُفُضُ الْفَصَالَ یا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ روزہ دار کے گناہ چل جاتے ہیں۔

از روزے لغت صوم کے معنی راسک کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا:-

۲۔ روزہ کی تعریف

اِنِّیْ نَزَّلْتُ الرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ اس آیت میں صوم سے مراد محض بولنے سے ترک جانا ہے۔ اور عزت شرع میں روزہ یہ ہے کہ مسلمان بریتِ عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو تصدق کھانے پینے اور جماع سے باز رکھے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ یہ تو نفسِ روزہ کی تعریف ہے جس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن روزے کے کچھ ادب بھی ہیں جن کا لحاظ روزہ میں رہبر جس پیدا کرتا ہے۔ اسی بنا پر صحابی اور موفیام نے روزہ کے تین درجے مقرر کئے ہیں۔

اولے - عام لوگوں کا روزہ : وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا ترک کر دے۔

روزہ کے تین درجے

دوم - خاص لوگوں کا روزہ : وہ یہ ہے کہ کان - آنکھ - زبان - ہاتھ - پاؤں اور باقی اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ اس کی تکمیل چھ چیزوں سے ہوتی ہے۔

۱۔ آنکھ کو مذہم و مکروہ اور ہر اس چیز سے بچائے جو کرکراہی سے غافل کرتی ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بُرئِیَ لِنَظَرِ شَیْطَانٍ كَے زہر آؤد تیروں سے ایک تیر ہے۔ پس جو بُرئِیَ لِنَظَرِ کو خراب الہی سے چھوڑے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ایسا ایمان عطا فرمائے گا۔ جس کی حلاوتِ قلب میں محسوس ہوگی۔

۲۔ زبان کو بکواس چھوٹ۔ غیبت۔ فحش گوئی سے محفوظ رکھے۔ عبد بنوی میں عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں بھوکا اور پیاسا اس نے اس قدر ستا ہا کہ جان پر گئی۔ حضور رسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدی بھیج کر روزہ توڑنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ایک پیالہ بھیجا اور حکم دیا کہ جو کچھ ان دونوں نے کھا یا ہے اس کو اس پیالہ میں قے کر کے نکال دیں چنانچہ ایک نئے کی ترے تھے ہیں اُدھا خالص تازہ خون تھا اور اُدھا تازہ گوشت اور دوسری عورت کی قے میں بھی خون اور گوشت نکلا۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کے استعمال سے اپنے آپ کو بچایا۔ مگر اس کی حرام کی ہوئی چیز کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے ایک دوسرے کے پاس جا کر بیٹھی اور دونوں نے ل کر لوگوں کی غیبت کی۔ کسی آدی کی غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ یہ گوشت جتنے میں نکلا وہی غیبت ہے۔

۳۔ کان کو نیزہ اثر آواز کے سننے سے بچائے۔ اگر کسی مجلس میں غیبت ہوتی ہو تو وہاں سے اُٹھ جائے۔ حدیث میں فرمایا غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

۴۔ بوقتِ افطار تازہ کھانے کو سپٹ تن جائے۔

۵۔ افطار کے بعد دلِ خوت و امید کے درمیان ہے۔ کیا معلوم کر اس کا روزہ قبول ہوگا۔ لیکن اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

مسموم۔ خاص الحاح حضرت کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ دل ذہنی خیالات سے پاک مصات رہے۔ ہر لمحہ دوسرا حق کا ناست ہی کی طرف لوگی رہے۔ اسوائی اللہ کا خیال نہ آئے۔ اسی کے ذکر و فکر و مراقبہ میں دن اور رات گزر جائیں۔ ایسا روزہ انبیاء و کرام اور صدیقین و مقربین کا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ نے اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے :-

الدُّنْيَا دُورٌ وَلَكَا فِيهَا صَوْمٌ

دنیا کی عمر ایک مگک دن ہے اور ہم اس میں روزے سے ہیں۔

روزے کب اور کس طرح فرض ہوئے

غذا اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ارشادِ تعظیم ﷺ میں اس مبارک مہینے کے روزے فرض ہوئے۔ اس سے پیشتر عاشرہ نبویؐ و کس محرم کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس

بجائے ہرمہینہ میں نبیؐ یوم البیتر ہوجو پندرہویں کے روزے فرض ہوئے جن کو ایامِ نبیؐ کہتے ہیں پھر ان کے بجائے رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے قدر میں کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع خجودا کرے۔ پھر ہر روزہ رکھنا ہنتر قرار دیا۔ کچھ نہ لے کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہونا صرف غروب آفتاب سے نماز پڑھنے یا سونے تک کھالے پینے اور ہم بستری ہونے کی اجازت تھی۔ اگر عشاء سے پہلے آدمی سو جائے تو اب بھی یہ تینوں باتیں حرام ہوجاتیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نماز عشاء اپنے مکان پر پہنچے۔ خوشبو محسوس ہوئی جس سے قلب میں انبساط اور ترقی میں انتشار پیدا ہوا۔ اہل بیت سے ہم بستری ہو گئے۔ ناراض ہونے کے بعد عدلِ حکمی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی۔ اپنے نفس پر ملامت کرنے لگے اور ٹوٹے ہوئے بارگاہِ شفیع المذنبین میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا۔ یہ سن کر مجلس میں کچھ اور حضرات بھی کھڑے ہوئے اور اور محدث پیش کرنے لگے جس سے تم کا ارتکاب ہوا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوئی اور پوری شب میں ہم بستری ہونا حلال فرما دیا گیا۔

فیس بن مصلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے۔ یہ مدبر شریف کے باغات میں مزدوری کرتے تھے۔ شام کو کچھ چوریس کے مکان پر آئے اور اعلیٰ سے کہا کہ ان کے بدلے میں کسی سے آٹے لو۔ وہ پڑوس میں آٹا بدلنے گئیں۔ یہ ہارے ٹھکے تھے ہی بیٹھے سوئے انکھ لگی اور سو گئے۔ جب وہ واپس آئیں انہیں سوتا دیکھ کر انہیں کراہوس کرنے لگیں اور کہا نامراد رہے کسی طرح رات گزری صبح ہوئی۔ مگر ان کی حالت درست نہ رہی جب دوسرے کو تو بیہوش ہو گئے۔ حجت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ وحی آئی اور غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا بیہ حلال کر دیا گیا۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)۔

زیرِ عنوان احادیث کی تفصیل و ترجمانی سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور اس کے متعلقات کے احکام و مسائل، مطابق مذہبِ حق بطور خلاصہ پیش کر دیے جائیں۔ تاکہ تاجرنِ نفس مسائل سے یکجا مکمل طور پر واقف ہوجائیں۔

حضور نبی کریم ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعبان کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت مبارک ہے اس میں ایک رات ہے (لیلۃ القدر) جو ہزار ماہ سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے

فضائلِ رمضان

قبام کو ثوابِ عظیم نیا یا جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر سو ادا کرے۔ یہ ماہ مبارک ہے اور ہر بار جنت ہے۔ یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کا ہے۔ اس میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ اس ماہ میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ روزہ وصال ہے۔ لہذا روزہ داکر کو چاہیے کہ خش بات نہ کہے۔ جہالت سے کام نہ لے کہ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑے یا اسے کالی دے تو وہ دوزخ میں کر دے یہی روزہ دار ہوں۔ نیز فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے

مذکر خوشبو المٹر کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ مہذب ہے۔ روزہ والا پنا کھانا پینا اپنی خواہش میں سے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے ہٹے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ لیکن روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ غرضیکہ یہ بارہ برکتوں اور نعمتوں کا خزانہ ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی حرمت و عزت کو ملحوظ رکھیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام الہیہ کی پابندی کریں۔ دن میں تورا اور رات میں ندرتیں۔ زیادہ وقت تلاوت قرآن، ذکر الہی اور دود و شریف کے ورد میں گزاریں اور بحضور الہی خلوص قلب کے ساتھ ملک و ملت کی سہلائی اور اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگیں۔

رویت ہلال شریعت میں رویت ہلال کا اعتبار ہے جو واضح طور پر یا شرعی شہادت سے ثابت ہو، چاند دیکھنے کی نشاندات شہر کے مقتدر عالم کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں۔ یونہی ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے اور شرعی شہادت سے بھی اس کا ثبوت نہ ملے تو رمضان کے ۳۰ دن پورے کر کے عید کریں۔ شک کا روزہ رکھنا گناہ ہے۔ مسحری کھانا سفت ہے اور باعث برکت۔ اگرچہ ایک نذر ہی کھائے۔ مسحری میں تاخیر مکتب ہے۔ مگر اتنی نہیں کہ کہ وقت میں شک ہو جائے۔ اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو بحالت حرجی کھا سکتا ہے۔ ویسے غسل جنابت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ وضو میں کلی ایسی کو منہ کے سر پر زہ پر پانی بہ جائے۔ اور ناک میں اس طرح پانی لینا چاہا نرم ہانسہ پانی پیچ جائے، سفت ہو کر وہ ہے اور غسل جنابت میں فرض ہے کلی اور ناک میں پانی نہ لیا جائے تو غسل ہی نہ ہوگا۔ اس لئے روزہ دار کو غسل فرض میں اس احتیاط کا کلی کرنی چاہیئے کہ نہ کہ ہر پڑ زہ پر پانی بہ جائے مگر حلق سے نیچے نہ اترے اور ناک میں پانی اس احتیاط سے لیا جائے کہ نرم ہانسہ کھل جائے اور پانی نہ حلق میں اترے۔ نہ دماغ میں چڑھے۔ اور اس کا اسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مسحری کے وقت اٹھا اور نہانے کی حاجت یعنی فنی اہل خوب اچھی طرح کلی کر لے، ناک میں پانی لے لے اب جب بحالت روزہ نہانے کا تو کلی دناک میں پانی لینے کی دوبارہ ضرورت نہ رہے گی۔

ضروری مسئلہ مسحری کھا کر سو یا دن میں سویا۔ احتلام ہو گیا۔ تو روزہ میں کچھ فساد نہیں آئے گا۔ غسل کر لے۔ یونہی اپنی بیوی کا بحالت روزہ بوسہ لیا۔ حرج نہیں۔ بشرطیکہ انزال نہ ہو۔ بعض لوگ ذکی الحس ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بحالت روزہ بیوی کو دیکھ کر انتشار ہو جاتا ہے اور مذی نکلتی ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی اور ودی وہ رطوبت ہے جو جنسی کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوئی۔ صرف اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ استنجہ کر کے وضو کر لیں۔ نیت کا وقت بعد غروب آفتاب سے منجھوئی کبریٰ تک ہے۔ ہر روز کے لیے نیت لازم ہے۔ نیت زبان سے بہتر ہے اور نیت منجھوئی کبریٰ سے پہلے کرے تو روزہ ہوگا۔

تَوْبَتُ أَنْ أَصُومَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ قَوْصٍ وَمَضَانٍ
اگر نیت دن میں کرے تو یوں کہے :-
تَوْبَتُ أَنْ أَصُومَ هَذَا الْيَوْمَ لِلَّهِ
مسحری نیت ہے جبکہ کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ روزہ رکھوں گا۔

روزہ کی حقیقت نماز اور زکوٰۃ کی ذمیت کے بعد ۱۱ شعبان ۱۱ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ عن شرح میں مسلمان

کا بنیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قہراً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا روزہ ہے۔ عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ رکھنے کے ساتھ ہر روزہ دار پر یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ صحت کھانے پینے اور مباحات سے ہی اجتناب نہ کرے بلکہ قول فضل، لین دن اور دیگر معاملات میں بھی پرہیزی اختیار کرے۔ جیسا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ سے ظاہر ہے۔ روزہ کی حالت میں آدمی یا عورت کو کسی بھی بُرے کام کے لیے حرکت نہ دے، گالی گلوچ، غیبت جیسی خرافات زبان پر نہ لائے۔ نہ کان میں پڑنے دے۔ اس کی آنکھ بھی غیر شرعی کام کی طرف نہ اٹھے۔ بلکہ انسان تقویٰ کا عملی نمونہ بن جائے۔ اگر رمضان المبارک کے روزے ان تینوں شرطوں کو نہ نظر رکھ کر پورے کئے جائیں تو اختتام رمضان پر تقویٰ و پرہیزگاری کا یہاں ہوجانا لازمی امر ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر جب آدمی ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنے سے جان جائے یا مرض کے بڑھنے یا دیر یا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ جب صحت ہو جائے فضا دکرے۔ ایسا توڑنا کہ روزہ برور کر دے ہر گز نابالغ روزہ رکھنے پر قادر اور نہ ظاہر اُتو نہ قادر ہو سکے گا، ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ توڑنا شخص جو فدیہ دینا رہا پھر روزہ پڑنا تو ہو گیا تو فدیہ نفل ہوگا۔ اور روزہ کی فضا لازم ہے۔ جو ایسا مریض یا بوڑھا ہو کہ گرمیوں میں روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اب انتظار کرے جائز دن میں رکھے۔ حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی جب انہیں اپنی ذات یا بچہ کا اندیشہ ہو تو ان کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن فضا لازم ہے۔

روزہ توڑنا گناہ ہے روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ان اگر ایسا بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑنے سے جان جائے یا خطرہ ہو یا بیمار کسی کے بڑھ جانے کا احتمال قوی ہو یا ایسی شدید بیماری ہو کہ مر جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔ البتہ صحت ہو جانے پر فضا لازم ہے۔ مسئلہ جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر وجہیں ونفاس والی چرب دن میں پاک ہوں۔ نابالغ چرب دن میں بالغ ہو۔ مسافر چرب دن میں مقیم ہو یا جب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں، مسئلہ نابالغ جو بالغ ہوگا کافر جو مسلمان ہو ان پر اس دن کی فضا واجب نہیں۔

روزہ کے مکروہات کسی چیز کا بلا عذر چکھنا چبانا کہ بائیں طور کہ حلق سے نیچے نہ اترے۔ جھوٹ۔ جھپٹی۔ غیبت۔ گالی گلوچ۔ کوسنا۔ ناحق ایذا دینا، بے ہودہ فضول بکنا۔ چیخنا۔ چلانا۔ لڑنا۔ کسی بھی خلاف شرع کام میں مصروف ہونا یا منہ میں بہت سا تنوک جمع کر کے نگل جانا۔ کلی ازدناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔ یہ تمام امور مکروہات روزہ سے ہیں۔ اگرچہ ان باتوں کے ارتکاب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تاہم جب آدمی روزہ رکھ رہا ہے جو ایک قسم کی مشقت ہے، بھوک کی تکلیف اٹھا رہا ہے تو مذکورہ بالا چیزوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ تاکہ روزہ کے ثواب میں اضافہ ہو۔

ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا جھول کر کھانا پینا، جماع کرنا، بلا اختیار گردوغبار، دعوائی، مکھی یا مچھر کا حلق میں آکھ میں دوائی ڈالنا۔ دن میں سوتے ہوئے احتلام ہو جانا، دانٹوں میں جو چیز رہ گئی چنے کی مقدار سے کم ہو اس کو نگل لینا، نکل دانتوں میں رہ گیا۔ اس کو نگل لیا۔ بیوی کا لوسر لیا، چھو اور انزال نہ ہوا، ان سب صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ مسئلہ بحالت روزہ سر نہ لگانا، سر اور بدن پر تیل مٹا، مسواک کرنا، خوشبو وغیرہ نہ کھینچنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ باتیں روزہ کو مکروہ نہیں کرتیں۔

روزہ کے مفسدات

کلی کرنے میں پانی صلیق کے نیچے اتر گیا۔ تاک میں پانی ڈالنے میں دماغ تک چڑھ گیا۔ قصداً منہ بھر کھانے، پیت یا خون کی نئے، منہ بھر کرتے خود کوئی اور چیز برابر یا زیادہ نکل لی جسے برابر یا زیادہ کھانا یا دانتوں میں اٹکا تھا نکل گیا۔ تاک میں دوا مُشک لی۔ کان میں دوا یا تیل ڈالا جھنڈا لیا۔ صبح صادق کے قریب یا بھلی کر جماع میں مشغول تھا صبح ہونے پر یا یاد آنے پر انگ نہ ہوا۔ مباشرت فاحشہ کرنے بوسہ لینے، چھونے سے انزال ہو گیا، جھق، بیڑی، سگڑ، سگار وغیرہ پینے، پان کھانا اگرچہ پیک تھوڑا ہے، صلیق تک نہ جائے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ دار ہونا یا دے تو روزہ جاتا رہا اور نقصا لازم ہے۔ دانتوں سے خون نکلا اور صلیق میں داخل ہو گیا۔ اگر تھوڑا غالب ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہوگا۔ قصداً اور صلہ پہنچا یا خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اگر قوی سگڑی تھی اس کے دھوئیں کو ناک میں کھینچا۔ منہ میں نگینے، دودرا، کھانہ، تھوڑا رنگین ہو گیا۔ اس کو نکل لیا یا منہ میں سنوار لی۔ ان صورتوں میں روزہ جاتا رہا نقصا لازم ہے۔ مسئلہ کان میں تیل چھپا یا دماغ کی جھکی تک زخم تھا۔ دوا لگائی اور دماغ نکتہ پتھر گئی یا جھنڈا یا تاک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کسکر، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں، یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ کی طرح رہا یا صیوم کی نیت کی تھی یا دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کیا تھا یا روزہ کی نیت کی تھی۔ مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے صلیق میں میز کی لونڈ یا اول چلا گیا۔ بہت سے آئینہ یا لپ بیلنگ لگ گیا۔ ان صورتوں میں صرف روزہ کی نقصا لازم ہے کفارہ نہیں۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹا لیکن روزہ کی صورت میں نہ چاہیے کہ تعریفیں علی افساد ہے۔ ہاں اگر جوہر دماغ یا جوہر معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا نیچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قصداً اگر روزہ یا دوسرے ہٹے کھا یا پیاجامہ کیا۔ بھول کر کھاپی رہا تھا۔ روزہ یا دوسرے پر یا سحری کھا رہا تھا صبح صادق ہونے پر نہ کھانا نکل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ قصداً کفارہ دونوں واجب ہو گئے۔ اسی طرح جن کو تنہا کی عادت ہو اس نے بجا کرتے روزہ جھق سگریٹ پیا تو قصداً کفارہ دونوں لازم ہیں۔

روزہ کا فدیہ

بروزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت سکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار سکین کو دینا۔

روزہ کا کفارہ

باندی غلام آزاد کرنا (یہ بیان مکمل) تو پے درپے ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ سکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

صدقہ فطر

برایسے مسلمان پر جو حاجت اُصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہے واجب ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے۔ صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

افطار

افطار میں جلدی سنت دوموجب برکت ہے۔ غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے۔ اگر میں جلدی نہ کی جائے، نماز سے پہلے افطار کریں۔ کھجور چھوڑے، یہ نہ ہوں تو پانی سے۔ ان تینوں سے سنت ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں۔ مرد و عورت کھانے کی وجہ سے چھوڑیں۔ وقت افطار پر دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُحُوتٌ وَ لَكَ اَمْنٌ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاعْظُرْنِيْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ۔

مسائل تراویح

۱۰ رکعت تراویح پر غیر معذور مرد و عورت کے لیے سنت ہے۔ مستورات گھر میں پڑھیں اور مردوں کے لیے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نیت سنت تراویح کریں۔ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد صبح صادق تک ہے۔ قبل و ترپہ میں یا بعد ترپہ مسئلہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت جیسا کہ بیچ و قبل یا دو در شریعت پڑھنا مستحب ہے۔ جامع الرمز میں نہیں جہاں اس میں تسبیح کا پڑھنا مستحب لکھا ہے۔ سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَ

الْكَبِيرُ يَأْمُرُ بِالْجَبْرِ وَتُتَابَعُ سُبْحَاتُ الْبَيْتِ الَّذِي لَا يَتَأَمَّرُونَ وَلَا يَكْمُرُونَ سُبْحُ قَدْ دُوسَ وَتَبَا وَرَبُّ الْعَالَمِينَ
وَالزَّوْجِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ وَنَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ مُسْأَلَةُ تَرَاوِجِ كے بعد لوگوں کو تمہیں ناگوار
ہو تو نہ بیٹھیں۔ مسئلہ تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔
مسئلہ اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن نہ ہو یا جماعت تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان خوش عقیدہ صحیح خوان متبع سنت ہو اور ان وجوہ
سے مسجد محل چھوڑ کر دوسری جگہ جائے جائز ہے۔ مسئلہ امام غلطہ یا عقیدہ ہو تو دوسری مسجد میں جانا ضروری ہے۔ مسئلہ ایک امام کو مسجد میں
پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ مسئلہ ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے۔ مسئلہ اگر کسی نے عشاؤ کی نماز جماعت سے نہیں
پڑھی تو اس کو تر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگرچہ وتر ادا ہو جائیں گے۔

۲۰ رمضان المبارک کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت و مکروہ کفارہ ہے۔ یعنی تمام شہر کے باقی محلّے
اعتکاف سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے گا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترک
سنت کا الزام کسی پر نہ رہے گا۔ مسئلہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیے جس میں بیچ و نشر نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ مسئلہ بعدیت اعتکاف
حد مسجد سے نکلتا بجز انسانی حاجتوں اور شرعی ضرورتوں کے حرام ہے۔ مسئلہ انسانی حاجتیں منیاب پانچاد اور نہانا ہے ناگرنے کی حاجت ہی
اور استنجائز اور وضو کرنا ہے۔ مسئلہ اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ
کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے۔ مسئلہ اور حاجات شرعی نماز جمعہ ہے۔ لہذا اگر جو کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطہ میں
لے اور بعد چھ رکعت سنت پڑھے۔ بلا ضروریات مذکورہ منکف کو مسجد سے باہر نکلتا مکروہ ہے۔ مگر جب تک کہ اسی دن سے زیادہ مسجد سے باہر
نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ اعتکاف میں منکف کو کھانا پینا، سونا، دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا مسائل دینی کا بیان کرنا، بزرگان دین، انبیاء اکرام
کے حالات بیان کرنا۔ اگر ضرورت پڑے تو نینر لائے مال کے مسجد میں خرید و فروخت جائز ہے۔

سالی کی راتوں میں شب قدر افضل ترین ہے۔ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ رحمت خصوصی
طور پر متوجہ فرمائش ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن، ذکر الہی، اور دو شریف کی کثرت کیجئے۔ جتنی توفیق ہو نفل پڑھے۔ اور اس
رات میں کثرت سے یہ دُعا پڑھے جو کہ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو تعلیم فرمایا تھا:-
اللَّهُمَّ ارْزُقْنَاكَ عَفْوَ حَبِّ الْعَفْوَ عَفَى عَفَى (ترمذی)

عید کی سنتیں غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عید گاہ کو پیادہ یا جاننا، ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے
واپس ہونا، عید الفطر میں عید گاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھور دینی کو کھانا (اسی بنا پر ہمارے ملک میں سویاں
مروج ہیں کہ کھانا شیریں ہو اور سنت بھی ادا ہو جائے) اور عید الفطر میں قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

صدقہ کی کثرت کرنا، باہر ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور مصافحت کرنا ارشاد ولی اللہ
صاحب فقرے میں امام قوی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں:- هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُقَالُ فِي الْمَصَافَحَةِ
يَوْمَ الْعِيدِ وَالْمَصَافَحَةِ يَوْمَ الْعِيدِ اور ہلای میں ہے کہ المصافحة بل هي سنة عقيب الصلوة كآثار راہ میں
تکبیر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر درمیان بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز قاصد ہو جائے گی۔

عید کی نماز کا وقت

عید کی دو رکعت نماز ہر اقل بالغ مقیم قدرست پر شرمیں واجب ہے۔ گاؤں میں عید اور حجہ کی نمازیں جائز نہیں۔ مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شہر کا شمار رکھتے ہیں۔ ان میں حجہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں۔ حجہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں۔ مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عید میں سنت۔ دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور عید نماز کے بعد۔ اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا، یا نماز سے قبل پڑھ لیا، دونوں صورتوں میں نماز تو ہو گئی۔ مگر یہ شخص گنہگار ہوا۔

نماز عید

پہلے یوں نیت کرے نیت کی کہ میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زمانہ تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے اکابر شریفیت کی طرف منکر کے پھر گاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور شاہ پڑھے پھر دوم مرتبہ گاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتے ہوئے چھوڑ دے۔ تیسری مرتبہ گاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق معمول ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد از است قبل رکوع تین مرتبہ گاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے۔ چوتھی مرتبہ گاؤں تک ہاتھ لے جائے۔ بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطبہ کی آواز پہنچے خواہ نہ پہنچے۔ بعد خطبہ دعا مانگیں۔ سلام، مصافحہ و ماعتا لقرین۔

بہ صاحب نصاب پراپی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیرتیں چھانک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ صدقہ فطر اس کا مصرف وہی ہے جو رکوع کا ہے (۲) نابالغ اور بچوں کو ایک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے (۳) صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو ضل واقع ہو اس کی ٹائی ہو جاتی ہے (۴) عورت کو ایک نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے (۵) صدقہ فطر فجر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلے مر گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے (۶) روز عید سے پہلے بھی صدقہ فطر کا دینا جائز ہے۔ وہ پورے یا مرے جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہے صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے (۷) مستحب یہ ہے کہ فطرہ عید گاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

نشوال کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روز رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان روزوں کا متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر تواتر چھ روزے رکھ لیے تو بھی حرج نہیں۔

بابُ وَجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

باب رمضان کے روزوں کی فرضیت کے متعلق

اور اللہ عز وجل کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا۔ جیسا کہ ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے۔ تاکہ تم گنہگار نہ رہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(بخاری)

۱۔ اس آیت سے روزوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ اور یہ کہ روزے عبارت قدیم ہیں۔ زمانہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوئے ہیں۔

چلے آئے۔ اگرچہ روزوں کے دن اور احکام مختلف تھے۔ مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے۔ لہذا کہ متفقون۔ یعنی روزہ پر پیرہا روں کا شمار ہے اور کفر نفس کا سبب ہے۔

۲۔ حضرت تنادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی امتوں پر رمضان کے روزے فرض کیے۔ تو ان کے پادریوں نے دس دن اپنی طرف سے اضافہ کر کے چالیس کر لیے۔ پھر ان کا ایک بڑا لوپ بیمار ہوا تو اس نے نذرانی کر کے اگر مجھے شفا ہوگی تو دس روزوں کا مزید اضافہ کروں گا۔ چنانچہ اسے شفا ہوئی اور اس نے مزید دس زیادہ کر کے پچاس کر دیے۔ مگر میں یہ لوگ پچاس روزے نہ رکھ سکے تو انھوں نے رمضان کی جگہ ربیع کے موسم میں بعضوں کو منتقل کر دیا (تفسیر قرطبی) اس سے واضح ہوا کہ روزہ ہر امت میں کسی طرح رائج رہا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی جو کرا گندہ بالوں والا تھا بحضور نبوی حاضر ہوا اور عرض یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا پانچ نمازیں۔ ہاں اگر تو نفل زیادہ پڑھے تو یہ اور بات ہے۔ پھر اس نے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا رمضان کے بیسے کے۔ ہاں اگر تو نفل روزے رکھے (تو بڑی مرضی ہے) پھر اس نے عرض کی مجھے بتائیے اللہ نے مجھ پر زکوٰۃ سے کیا فرض کیا۔ راوی نے کہا الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرائع اسلام یعنی زکوٰۃ کا نصاب بتا دیا۔ اعرابی نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کی تکریم کی ہے میں اس میں سے جو اللہ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے، اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا۔

اسے حضور نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہو گیا (یا آپ نے یہ فرمایا) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے عائشہ سے کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوا تو عائشہ سے کا روزہ موقوف ہو گیا۔ عبد اللہ بن عمر عائشہ سے کے دن روزہ نہ رکھتے۔ مگر

جب ان کے روزے کے دن آن پڑتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کونیش جاہلیت کے زمانہ میں عائشہ سے کے دن روزہ رکھا کرتے۔ پھر

۱۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبِيدِ اللَّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثَرُ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْبَبْتُ فِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَاةُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَحْبَبْتُ فِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّيَامِ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَحْبَبْتُ فِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ فَقَالَ فَأَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ - قَالَ وَلَيْدِي أَكْرَمَكَ لَا أَطَوُّعُ شَيْئًا وَلَا أَفْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا إِذَا صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ (بخاری)

۲۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَاشُورَاءَ وَآمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا قَرِئَ رَمَضَانَ تَرَكَهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُؤَافِقَ صَوْمَهُ (بخاری)

۳۔ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور (اس وقت) آپ نے فرمایا جو کچھ چاہے وہ عاشورے کا روزہ رکھے، جس کا جی چاہے، نہ رکھے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَيَاتِهِ حَتَّى فُرِصَ رَضَّانَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرْ (بخاری)

تینوں حدیثوں کا باب سے تعلق یہی ہے کہ ان میں رمضان کی فرضیت کا بیان ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۱۱ باب سے مناسب یہ الفاظ ہیں اخیر فی ما فرض الله على من الصيام اور یہ حدیث کتاب الامیمان باب الذکرۃ من الامیمان فی فیوض الہدی پارہ اول ص ۲۰ پر مکمل ترجمانی کے ساتھ درج کیا ہے۔ مزبور مطالعہ کوئے (۷) حدیث نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ سے واضح ہوا، صوم عاشورہ پہلے واجب تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس کا وجوب ختم ہو گیا۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

باب روزے کی فضیلت کے متعلق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ (روزہ) کی سپر ہے۔ روزے میں بخش باتیں ذکر ہے، زچہالت کی باتیں۔ اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا لگا دے تو دوبارہ کہنے میں روزہ دار ہوں۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میری جہاں ہے روزہ دار کے منہ کی بوا اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے ستر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ دار میرے لیے اپنا کھانا، پینا اور اپنی شہرت چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور وہ کئی نیکیوں کا ثواب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الصَّيَّامُ جَنَّةٌ كَلَّا يَزُفْتُ وَلَا يَكْفُلُ وَإِنْ أَمْرُو قَاتِلَهُ أَوْ شَأْنُهُ فَلْيَقُلْ رَأَيْتُ صَائِمًا قَرَّتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَقُولَنَّ قَدْ صَامَ طَيْبٌ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمَسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مَنْ أَحْبَبَ الصَّيَّامَ لِي وَأَنَا أَحْبَبْتُ بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا (بخاری)

اصل نیکی سے دس گنا ہوتا ہے۔

حدیث ہذا اس میں ذیل پر مشتمل ہے۔

- ۱۔ روزہ دوزخ کے لیے سپر ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا اس ماہ کا اول حصہ رحمت ہے اور اس کے درمیانی حصہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادگی مل جاتی ہے۔
- ۲۔ بحالت روزہ سرفش۔ بخش کلامی، اگر کوئی اور انفعال جاہلیت وغیرہ پر سبیز مزیں ہے۔
- ۳۔ اور اگر کوئی گالی دے یا لڑے تو یہ کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔
- ۴۔ حَلَّوْف سے مراد سن کی وہ دہائی ہے جو جمعہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ تفسیر سراج حدیث کے اس کے متعلق تقریباً اٹھ قول ہیں۔ تین قول راجح ہیں:-

اولے: اللہ عزوجل آخرت میں اس بدلو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائے گا جو شک سے زیادہ عمدہ ہوگی۔

دوم: تیاست میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو روزہ دار کے مُرنے سے ایسی خوشبو آئے گی جو شک سے بھی بہتر ہوگی۔ سوم: دنیا ہی میں اللہ عزوجل کے نزدیک اس لوگ قدر شک سے زیادہ ہے۔

۵۔ وَاَنَا أَجْزَى بِهِ، کیونکہ روزہ ایک پُر خلوص عبارت ہے۔ اس لیے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب بذریعہ ملا کر دیا جاتا ہے۔ مگر روزہ کا ثواب میں خود عطا فرماتا ہوگا کیونکہ روزہ خالص میرے لیے رکھا جاتا ہے۔

بعض شائخے سے منقول ہے کہ یہ لفظ أَجْزَى بِهِ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار کو روزہ کے بدلے میں خود اپنے کو تیار پالو۔

۶۔ وَالْحَسَنَةُ سِتُّ مِائَاتٍ سَوَاقِطٌ بَلَدًا سِوَى مَعْنَى زِيَادَةٍ عَطَا فَرِيَا جَاتِيَةً۔ قرآن مجید میں فرمایا: تَمَایُكُوفِي اَوْ صَایِدُفُونَ اَجْدُھُ لِبَعْدِ حِسَابٍ۔ ہم صابروں کو بجز حساب کے ثواب عطا فرمائیں گے۔ اور اکثر مفسرین نے صابورون سے صابونوں سے صابونوں مراد لیے ہیں اور ظاہر ہے کہ روزہ میں ہر وضبط سے کام لیا جاتا ہے۔ انسان محض حکم الہی و رضا الہی کے لیے لذات دنیوی سے پرہیز کرتا ہے اور بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثواب بھی بے حدود غایت عطا فرماتا ہے۔

بَابُ الصَّوْمِ كَفَّارَةً

باب روزہ کفارہ بنتا ہے۔

حضرت: حذیفہ رضی اللہ عنہ، نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ

نے پوچھا، فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا

تھا کہ انسان کے لیے اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے بیٹے کی فتنہ آزمائش کا امتحان ہیں۔ جن کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ

ہیں جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا، میری مراد تو اس فتنہ سے تھی جو مسند رکھ کر طرح طرح کی باتیں

مارے گا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے یعنی آپ کے دور

میں وہ فتنہ شروع نہیں ہوگا، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو جائے

ہم نے سرفیق سے کہا آپ حذیفہ سے پوچھئے کہ کیا حضرت عمر کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ چنانچہ سرفیق نے پوچھا تو آپ نے فرمایا

عَنْ حَدِيثِهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ يَحْفَظْ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حَدِيثُهُ أَنَا سِدِّعُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ التَّجَمُّلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ وَتَكْفُرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ أَسْأَلَ عَنْ ذَلِكَ أَسْأَلَ عَنْ الَّذِي تَتَوَجَّعُ كَمَا يُتَوَجَّعُ الْخَيْرُ قَالَ وَإِنْ دُونَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُفْتَحُ أَفِي يَكْتَسِرُ قَالَ ذَلِكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَى دَوْمِ الْقَبْرِ فَقُلْنَا لَيْسَ دُونَ سَلَةِ أَكَانَ عُمَرُ يُكَلِّمُ مِنَ الْبَابِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ عِدِّ الْبَيْلَةِ۔

کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو جائے ہم نے سرفیق سے کہا آپ حذیفہ سے پوچھئے کہ کیا حضرت عمر کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ چنانچہ سرفیق نے پوچھا تو آپ نے فرمایا

ہاں بالکل اسی طرح جیسے رات کے بعد دن کے آنے کا علم ہوتا ہے۔

فوائد و مسائل یہ حدیث کتاب موافقت الصلوٰۃ باب الصلاۃ کفارۃ فیعن الہادی حصہ سوم ۲۶۶ پر گزر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ روزہ صدقات و خیرات اور نیک کام انسان کی بد اعمالیوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ مانند روزہ صدقات و خیرات دوسری بکرت سے آدمی صاحبِ آلام سے محفوظ ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْقَوْلُ النَّارُ وَكُلُّ لَبِيقٍ تَشْرُكُو (بخاری) | کھجور کا نصف چھوڑ دیا وہ خدا میں دیکر کجاہنم سے بچو۔
اور قرآن مجید میں فرمایا:۔

وَيُكَرِّرُ الصَّدَقَاتِ (بقراء) | اللہ صدقہ و خیرات کو پڑھتا ہے یعنی اس کا ثواب بہت عطا فرماتا۔

بَابُ الرِّيَّانِ لِلصَّائِمِينَ

باب روزہ داروں کے لیے ریّان

عَنْ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُومٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرِّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ آتَيْنَ الصَّائِمُونَ قِيَمَهُمْ مَوْنٌ كَيْدُ حُلٍّ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ لَوْ دَاخِلُوا لَأَخْتَفَتْ فَكُنْ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ

فرمایا سہیل بن زید نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت کا ایک دروازہ ہے "ریّان" قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس سے داخل نہیں ہو سکتا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہے اور روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے جنت میں اس دروازہ سے جانے کے لیے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں

اندھا جانے پائے گا۔ اور جب بزرگ اندر چلے جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس سے کوئی اندر نہ جاسکے گا۔

فوائد و مسائل ۱۔ ریّان۔ سرائی سے شت ہے جس کے معنی سیرابی کے ہیں۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ریّان دروازہ سے داخل ہوگا وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا۔ یہ دروازہ صرف روزہ داروں کے لیے مخصوص ہوگا۔ کوئی اور اس دروازہ سے داخل نہ ہو سکے گا۔

۲۔ حدیث مسلم کا مضمون ہے کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہو کر اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جائیں گے۔
يَدْخُلُ مِنْهُ آتَيْنَا

اور ممکن ہے یہ شخص اہل صیام سے نہ ہو۔ تو پھر یہ کتنا کیسے صحیح ہوگا کہ ساری دروازہ سے صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکے گا؟ جواب یہ ہے کہ حدیث مسلم میں جنت کے آٹھ دروازوں کا ذکر ہے ان میں ساری دروازہ شامل نہیں ہے کیونکہ جنت کے دروازوں کی تعداد صرف آٹھ نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہے۔

محدثین نے ساری دروازہ کی وجہ تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس کی طرف کثرت سے نہیں جاری ہیں اور اس کے قریب بھیل بھیل ننگوں نے چین لگا ہوا گونا گونا رنگ اور دلوں کو شور مچانے والے بکثرت ہیں۔ اس لیے اس کو "ساریان" کہتے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ جو دہان تک پہنچنے کا اس سے روز قیامت کی تشنگی نازل ہو جائے گی اور اس کو طراوت و نظافت دائمی والہ الخمار

میں حاصل ہوگی۔ زکری نے کہا کہ سیران غفلان کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی میں کثیر الارسی، یعنی بہت زیادہ سیرانی والا۔ چونکہ روزہ داروں کی جھوک پیاس پر کثرت سیرانی کے ساتھ یہ جزا دی جائے گی۔ اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لشکر کے راستے میں جوڑا جوڑا خرچ کیا، اسے بہت کے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ اللہ کے بندے! وہ اچھا ہے، جو شخص نماز ہی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے، جو عباد ہوگا اسے عباد کے دروازے سے، جو سادات سے اب سادات سے اب صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلا لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایسے لوگ بھی ہوں گے اور مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو گے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اتَّقَى زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نَزَّحَى مِنَ الْبُؤَابِ الْجَنَّةِ يَأْتِيهِ اللَّهُ هَذَا خَيْرٌ فَخَن كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كَيْفَ يَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ ذَلِكَ الْبُؤَابِ مِنْ مَكْرُورَةٍ فَهَلْ يَأْتِي أَحَدًا مِنْ ذَلِكَ الْبُؤَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَنْتُمْ أَجْمَعُونَ مِنْهُمْ رَجُلَانِ

حضرت صدیق اکبر کو جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا اس حدیث روزہ دار کے فضل و شرف کا بیان ہے اگر اس کا اعتراف نہ ہوگا کہ جنت میں ایک خاص دروازہ سے داخل ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تمام المؤمنین اصدق الصادقین امام الیقین و سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و بزرگی کا بیان بھی ہے کہ آپ تمام حسنات و خیرات کے جامع ہیں اور تقویٰ کے نہایت بلند ترہ پر فائز ہیں اور آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو جنت کے ہر دروازہ سے بلایا جائے گا۔

بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمِنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسْعًا

باب رمضان یا ماہ رمضان کیا کہیں اور اس کی دلیل جو دونوں طرح کہنا درست جانتا ہے اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ رمضان کو شہر رمضان کہنا مناسب ہے یا صرف رمضان۔ بعض صرف رمضان کہنے اور بولنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ مگر زہری و حنوفی احادیث میں خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان بغير لفظ شہر اور لفظ شہر کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ لہذا دونوں طرح بلا کر بہت جائز ہونا چاہیے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور فرمایا رمضان سے آگے روزے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَالَ لَا تَقْبَلُ مَرًا

انہ دنوں تعلیقات سے اور ان کے بعد کی احادیث کو ذکر کر کے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ شہر رمضان اور رمضان دونوں طرح حدیث نبوی میں وارد ہو رہے۔ اور یہی ان احادیث کی عنوان سے مناسبت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دروازہ کے صدارت سے بند

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَتُجْتَبَأُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ (بخاری)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَتُجْتَبَأُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَتُسَلِّسُ لِمَنْ يَشَاءُ طُلُوبُ

کیے جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں میں کس دیے جاتے ہیں

۱۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ بعض شارحین نے اس سے کثرت طاعات فرمادیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ماہ رمضان میں نیکی کی توفیق بڑھ جاتی ہے۔ آدمی اس ماہ مبارک میں اور بخیر کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ حدیث نمبر ۱۷۱۱ میں سما سے مراد جنت ہے۔ ایک حدیث میں ابواب رحمت کے لفظ مروی ہوئے ہیں اور اس سے بھی جنت مراد ہے۔ کیونکہ ابواب رحمت کا اطلاق ابواب جنت پر۔ حدیث اجتبت الجنة والنار سے واضح ہے۔

۲۔ اور یہ جو فرمایا کہ شیطان رمضان کے مہینے میں قید کر دیے جاتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں شریعت کی پیروی ہو جاتی ہے۔ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر شیطان قید ہو جائے تو جب رمضان میں لوگ کوئی گناہ ہی نہ کریں؟ جواب یہ ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو روزہ کو اس کے مکمل آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بعض نے یہ جواب دیا۔ شیاطین الجن تو قید ہو جاتے ہیں مگر انسانوں میں جو شیطان ہیں وہ قید نہیں ہوتے۔ وہ ہی گناہوں کا سبب بن جاتے ہیں۔ یا انسان کی مشغولی قوت سبب گناہ بن جاتی ہے۔ علامہ ابن حنفی علیہ الرحمہ نے فرمایا والمقصود تفتیل الشیطان لئلا یغفل عما لا یحکم فیہ ہے کہ ماہ مبارک میں شر اور شرارت میں کمی ہو جاتی ہے۔

محدثین کرام نے فرمایا: انسانوں کے دروازے کھولنا رحمت نازل کرنے سے کیا ہے اور جنت کے دروازے کھولنا نیکیوں کی توفیق عطا کرنے سے، کیونکہ وہ دخول جنت کا سبب ہے اور جب کے دروازوں کا بند کرنا روزے داروں کو سما میں سے امن دینے سے کیا ہے لیکن امام نووی نے فتح۔ و غلق میں دونوں صحیحین جائز رکھی ہیں۔ حقیق معنی بھی اور مجازی معنی بھی۔ یعنی دونوں میں سے کوئی سائنسی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ رُؤْيَةِ الْهَلَالِ

باب رمضان کے چاند کے متعلق

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْوَلِيدِ بْنِ عُرْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَتَبَتْ تَحْتَهُ. يَمِينُ ابْنِ عَبَّاسٍ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا
رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا دَأَبْتُمُوهُ فَافْطُرُوا
فَإِنَّ عَمَلَكُمْ عَلَيْهِ فَاذِلُّوا لَهُ -

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے جب تم رمضان کا
چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ
موقوف کرو اور اگر پر تو ہمینہ کے تیس دن پورے کرو۔

فائدہ و مسائل عربی میں تیسری شب کے چاند کو بلالؓ اور اس کے بعد کی راتوں کے چاند کے قرار پر چوبیس شب کے چاند کو بند کہتے ہیں
یہاں رمضان کی پہلی شب کا چاند مراد ہے۔ اکثر عبادات اسلامی کا مدار چاند پر ہے۔ اس لیے ہرمید کا چاند دیکھنے کا اہم
ہونا چاہیے۔ خصوصاً شبِ بَرَات، رمضان، شوال، عید الاضحیٰ کے چاند کے لیے تو خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ فُصُوْمُوْا کے خطاب تمام مسلمان ہیں
راہِ نبیہ میں غنیمت کا مرجع چاند ہے۔ جس سے واضح ہو کہ بعض کا چاند دیکھنا کل مسلمانوں کے لیے کافی ہے۔ چاند میں اختلاف مطالعہ کا اعتبار
نہ ہوگا۔ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا خیال ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جب رمضان یا شوال کا چاند ثابت ہو جائے تب روزہ رکھو اور
اور عید مناوے شک و شبہ کی بنا پر نہ روزہ رکھو اور درعید کرو۔ فَإِنْ عَجَزَ عَلَيْكُمْ دَرَاكُهُ رَدُّهُ عَنْكُمْ دَرَجَةً جَسَدًا فَاصْبِرُوا لَهَا فَإِنَّ لَهَا فِي الْبَرِّ كَرَامًا وَمَنْ دَرَسَهَا نَزَلَ مِنْ رَبِّهِ كَرَامًا
اندازہ کرو (فاقداً والدہ) یعنی تیس دن پر سے کرو کیونکہ قمری مہینہ ۲۹ دن سے کم اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔

واضح ہو کہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی تلاش واجب علی الکفایہ ہے اگر چاند نظر آجائے۔ روزہ رکھ لیں ورنہ شعبان
کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھیں جسو علیہ السلام کا فرمایا ہے۔

صَوْمُ الرُّبُوعِ وَافْطُرُوا الرُّبُوعَ فَإِنَّ عَمَلَكُمْ
الْهَلَالَ فَكُلُوا عِدَّتِ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ
يَوْمًا - (ابوداؤد)

حضور نے فرمایا روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو
(یعنی عید کرو) چاند دیکھ کر۔ اگر پر دربار کی وجہ سے چاند نظر
نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ روزے پورے کر کے عید کر دیں۔

۱۔ اگر ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اسان پر بار دربار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے لیکن ایک مسلمان چاند دیکھنے کی خبر دے تو اس کی خبر پر
اعتماد کر کے روزہ رکھا جائے گا جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔

حضور کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا۔ عرض کیا
میں نے چاند دیکھا ہے۔ فرمایا کیا تو کو اسی دیتا ہے کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں؟ عرض کیا بیشک۔ فرمایا کیا کو اسی دیتا
ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ عرض کیا۔

اعْرَابِي فَقَالَ إِنْ سَأَيْتُ الْهَلَالَ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بَلَالُ اذْنِ فِي النَّاسِ
فَلْيُصُومُوا -

یقیناً۔ حضور نے فرمایا۔ ۱۰ سے بلالؓ اسلطان کرو۔ لوگ روزے رکھیں

اسے حدیث کی بنا پر فقہاء کرام نے فرمایا۔ اگر ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو۔ تو ایک مسلمان کی خبر رویت سے رمضان کا ثبوت ہو جائے گا۔

۲۔ شرح قنابریں ہے وقت بلادعری ولفظ اشھد للصوم مع غیر خبر فرد۔ ورنہ رعبین ہے۔ قبل بلادعویٰ بلا لفظ اشھد
وبلا حکم و مجلس فضلاء لانتہا خبر بلا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم و عتبار خبر عدل و مستوی الخ۔ وقال انشائی
رَآتْهَا السَّوَادِيَةُ اَيْضًا رَدًّا لِمُخْتَارِ

- اور اس صورت میں لفظ اشہد، مجلس قضاء وغیرہ کی حاجت نہیں ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہے۔
- ۲۔ اگر ۲۹ رمضان کو مطلع صاف نہ ہو اور غبار ہو تو ایسی صورت میں اگر دو عادل مسلمان چاند دیکھنے کی گواہی دی تو ان کی شہادت پر عید کی جائے گی۔
- ۳۔ اور اگر ۲۹ رمضان کو مطلع صاف ہو، اور غبار نہیں ہے تو ایسی صورت میں جمیع عظیم کی گواہی سے عید کر سکیں گے۔ بصورت دیگر ۳۰ روزے پورے کر کے عید کی جائے گی۔

فائدہ باب میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کی رائے میں ۵ آدمی جم غفیر ہیں۔ اور بعض نے کوئی تعداد مقرر نہیں کی۔ بلکہ اس کو قاضی و عالم کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جس قدر افراد سے اسے ظن غالب ہو جائے، کافی ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب عظیم کی قید کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ قاضی یا اس زمانہ میں مفتی کو چاند دیکھنے کے دعویداروں کی بات پزیرن غالب ہو جائے، عالمگیری میں ہے وان لم یکن فی السماء علة لحد ثقليل الا شهادة جمع عظیم ليقع العلم بخبرهم

× × × وسواء فی ذلک رمضان وشوال وذو الحجة۔ ومنتار میں ہے وقيل بلا علة جمع عظیم ليقع العلم

النشرعی وهو غلبتا الظن بخبرهم وهو مفرغ فی ساری الامار من غیر تقدیر بعد۔ علی المذهب و

عن الامامانہ یکتفی بشاہدین واختاره فی البحر

پسے جب ظاہر الروایت دو گواہوں کی ہے تو مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو گواہوں کی گواہی سے عید کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ صاحب بحر نے تصریح فرمائی (واختاره فی البحر) حیث قل وینبغي العمل علی هذه الروایہ فی زماننا (رد المحتار) اور علامہ شامی نے بطور فیصلہ فرمایا فتعین الاختاء بالروایۃ الاخری۔ لهذا صفاء مطلع کی صورت میں ہمارے علماء کا جمع عظیم ہی کی شرط کو بہر صورت و بہر حال پیش نظر رکھنا اور دو کی شہادت کو کافی قرار دینا

لہ ہدایہ شرح البروج ہے۔ واذکان بالسواء علتہ لثقل فی ہلالی القطع الا شہادۃ رجلین۔ اور رجل وامرأتین۔ والاضحیٰ کالقط فی ظاہر الروایت وهو الاصح خلافاً لما روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ کہل لرمضان لانہ تعلق بہ نفع العباد وهو التوسع بالحکم الاضاحی۔ علامہ ابن ہام علیہ الرحمہ نے اس کی شرح میں فرمایا: قوله لانہ تعلق بہ نفع العباد۔ تعلیل ظاہر الروایت ہے۔ وفي التفتہ رجع روایۃ النوادر فقال والصحیح انہ یقبل فیہ شہادۃ الواحد لان هذا من باب الخبر فیلزم الخبر اولاً ثم ینتجی منہ الی غیرہ۔ فساد کہلال رمضان فی تعلق حق اللہ تعالیٰ بہ یقبل فی الخیر الواحد العدل ولا یقبل فی الصحر الا التواتر اور ما بلکہ یہ ہے کہ صحیح کو اصرار ترجیح ہے لا نہما اتفاقاً علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اذنی۔ اس مذکورہ بالا روایت جو کہ صحیح ہے کہ دوسے بجانب ابو غبار ایک مرد عادل مسلمان کی گواہی سے بھی عید اضحیٰ کر لینی جائز ہے۔

درست نہیں ہے۔ جب ہمارے امام علیہ الرحمہ سے ظاہر الروایۃ دو گواہوں کی شہادت قبول کر کے عید کے دن کی ہے تو اس کو نظر انداز کر دیں کیا جاتا ہے

بَابُ مَنْ صَامَ مَصْنًا اِيْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا وَ نِيَّةً

باب جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کے ارادہ اور نیت سے رکھے

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے فرمایا کہ لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کے ارادہ سے عبادت کرتا رہا۔ اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کے ارادہ سے رکھے اس کے پچھلے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ مَرْغَبِي اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْتَوَّنُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا عَفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْهُ وَ ذُنْبُهُ وَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَ اِحْتِسَابًا عَفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْهُ وَ ذُنْبُهُ۔

گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

فَاُذِّنْ مَسَائِلَ مَنْ صَامَ مَصْنًا یعنی ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے والے کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ سے خاص رمضان کی رات مراد ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ جیسے

مَنْ قَامَ مَصْنًا (المحدثین) میں نماز تراویح مراد ہے جو صرف رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔ اگرچہ بعض نے تہجد بھی مراد لیا ہے لیکن تراویح مراد لینا زیادہ صحیح ہے شب قدر ہر رمضان میں آتی ہے۔ یہ غالباً ستائیسویں رمضان کی رات ہے۔ اس رات میں عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر و افضل ہے۔ احمد و نسائی کی حدیث میں ہے:-

مَنْ حَرَّمَ خَيْرُهَا فَقَدْ حَرَّمَ

یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات

بھی بلا عذر شرعی عشا و فجر جماعت سے نہ پڑھی وہ اس کی خیر و برکت سے کلی طور پر محروم ہو گیا۔ کیونکہ شب قدر میں عبادت کی ایک قسم عشا و فجر جماعت سے ادا کرنا ہے تو جس نے یہ بھی نہ کیا وہ محروم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عبادت عطا فرمائے۔

احتساباً: حسب سے۔ اس کے معنی سمجھنے گمان کر کے ہیں۔ یعنی وہی روزہ بارگاہِ الہی میں شرف قبولیت پانے کا جو ایمان و احتساب طلب ثواب اور اداء الہی کے حصول اور غلوں کے ساتھ رکھا جائے۔ یہی ہے کفار و مشرکین کے روزوں کا انہیں ثواب دینے کا کہ یہ کہان میں ایمان نہیں اور ایسی طرح جو مسلمان محض خالص علاجِ دینی نیت سے روزہ رکھے گا ثواب سے محروم رہے گا کہ بیان ایمان تو ہے مگر احتساب طلب ثواب نہیں ہے۔

عُفِيَ لَهُ: یعنی ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے والے کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ مثلاً جو عینِ کام نہ تصریح کی ہے صفیہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ علی ثاری علیہ الرحمہ کے فرمایا عیضہ صحت پر بھی ہیں گے۔ عیضہ و عیضہ بھی ہیں گے۔ ہمارے کوئی مسلمان ایسا ہو جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو تو اس کے درجے بلند ہو جائیں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روزہ سے عیضہ گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح و لیلۃ القدر کی عبادت

عبادت سے کیا معاف ہوا جواب یہ ہے کہ روزہ کی برکت سے گناہ وغیرہ معاف ہوئے اور زیادہ کیے کیسے، معین و قرار پائے اور لیلۃ القدر کی عبادت سے درجات بلند ہوئے

بَابُ أَجْوَدَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں سب سے زیادہ عبادت کرتے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سعی تھے اور آپ کا جو اس وقت اور بڑھ جاتا تھا جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملے تھے۔ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تاکہ رمضان کا معینہ گزر جائے اور حضور اور جبریل علیہ السلام کا دور کرتے۔ اور جب حضرت جبریل آپ سے ملنے آتے تو آپ نہایت تیز ہو جاتے۔

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرَائِيلُ وَكَانَ جَبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَبْسُطَ لِيَعْرِضَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جَبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرَّجُلِ الْمُسْئِلِ

رحمت سے بھی زیادہ مہربان اور عبادت کرتے تھے۔

یہ حدیث باب کیفیت کان بداء الوجی فیض الباری جلد اول میں مسطور جہاں کی گزر چکی ہے حضور علیہ السلام سب سے زیادہ عبادت کرتے۔ لیکن رمضان کے مبارک مہینہ میں آپ کی سخاوت اور جو در کم بہت بڑھ جاتا تھا۔ کیونکہ رمضان کے مہینہ میں ثواب گناہ طلبے نیز رمضان میں روزہ ہے جو اشرف العبادات ہے۔ لیلۃ القدر ہے اور رمضان کی راتوں میں جبریل علیہ السلام آتے تھے اور حضور کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَلَّ بِهٖ فِي الصَّوْمِ

باب جو شخص روزے میں جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا نہ چھوڑے۔

ہر یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو یہ احتیاج نہیں کوئی اچانک ناپانی چھوڑ دے۔

هُزَيْفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَلَّ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَبْدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

قول الزور سے جھوٹ بولنا، حتیٰ سے اعراض کرنا، باطل کو اختیار کرنا، تہمت لگانا مراد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے لوگ عمر ان بیمار یوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو روزہ کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی تمام کاموں اور برائیوں سے پرہیز کرے۔ خصوصاً روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا، تہمت لگانا، جھوٹ بولنا، جیہوٹ ہے۔ حدیث ہذا میں فلیس للہ حاجۃ کے جملے سے کذب و افتراء

فوائد و مسائل

تحت ایسے گناہوں کی سنگینیت کو بیان فرما کر ان سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ یہ ایسے گناہ ہیں کہ روزہ کے ثواب میں کمی کر دیتے ہیں لہذا مسلمانوں کو بجا بہت روزہ گناہوں سے پرہیز کر کے روزہ کا پورا ثواب حاصل کرنا چاہیے۔

بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شِئْتُ

باب کوئی اس کو گالی دے تو یہ کہہ سکتا ہے۔ میں روزہ دار ہوں

ابو صالح جو گھمی بیٹھا تھا، اُس نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا دہ کتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آدمی کا ہر نیک عمل اُس کے لیے ہے۔ مگر روزہ، وہ خاص میرے لیے ہے اور میں جس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی سہ ہے۔ اور جب تم میں کوئی روزہ رکھے تو خوش باطنی نہ کرے، نہ غل چائے۔ اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اُس سے لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار آدمی ہوں۔ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بوائے کو شک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ روزہ دار کو دو خوشبیاں ہیں۔ ایک خوشی روزہ اظہار کرنے کے وقت اور دوسری لقاء الہی کے موقع پر جبکہ روزہ کا ثواب

عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَبَاهُ يُرِيدُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ
لَهُ إِلَّا الصَّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهٖ وَ
الصَّيَامُ حُبُّهُ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمٍ أَحَدُكُمْ
فَلَا يَزِفُّ مَنَّهُ وَلَا يَفْخَبُ فَإِنْ سَأَلَتْهُ أَحَدٌ أَوْ
قَاتَلَتْهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ وَالَّذِي لِي نَفْسِي
مُحَمَّدٌ يَدِينُ لِي لَخُلُوفٌ فِي الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ
اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ
يَفْرَحُهُمَا إِنْ أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ
فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔

حاصل کر کے خوش ہوگا

مقصود عنوان یہ ہے کہ روزہ دار کو اگر کوئی گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو روزہ کے تقدس کا اظہار یہ ہے کہ آدمی جواب میں یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔ حدیث زیر عنوان میں بھی اسی کا بیان ہے۔ حدیث مذاہم میں روزہ کی عظمت کا بیان ہے کہ روزہ کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ اور یہ کہ روزہ دار کو ہر حال صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے۔ برائیوں، فضول و لغو باتوں، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲) روزہ دار کو بوقت افطار روزہ کے پورا ہونے کی خوشی ہوتی ہے اور دوسری خوشی لقاء الہی کے وقت ہوگی جبکہ روزہ دار گناہ الہی میں مرتبہ جہل نہ پڑے گا۔ اور ثواب عطا فرمایا جائے گا۔

کل عمل ابن آدم : مطلب یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا فرمایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

عَنْ جَابِرٍ بِأَنَّ حَسَنَةَ قُلَّةٍ عَشْرُ أَفْئَالِهَا

اگر آج رہے اور جو بدی کیبر کرے گا تو اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے قصور کیا ہے (سورہ انفام) سورہ نساء میں فرمایا۔

وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يَّضْعِفْهَا وَأَبْغُوتَ مِنْ ذَلِكَ أَجْرًا

اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دو چند کرنا ہے اور پھر

عَظِيمًا (سورة نساء)

اپنی طوت سے بڑا اجر عطا فرمائے۔

اور اتنا عطا فرمائے کہ بندہ کہ دم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کا فضیل خاص ہے جس کو چاہے نواز دے تو عام اعمال خیر کے لیے تو یہی طریقہ ہے کہ ایک نیک کتاب دس سے سیکر سات سو عطا فرمایا جاتا ہے۔ لیکن روزہ کے متعلق ارشاد باری یہ ہے:-

إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّ فِي

نَوَافِلَ رَزَقَ كَے روزہ کو تومیر ہے۔ اگرچہ تمام عبادتیں

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ مگر روزہ کے متعلق خاص طور پر یہ فرمانا "رَزَقَ مِیرَے لیے ہے" اس کی چند وجہیں ہیں۔

- ۱۔ تمام عبادات میں ریا و مکر ہو سکتا ہے کیونکہ ان عبادات کی کوئی نہ کوئی ظاہری صورت ہوتی ہے۔ جیسے نماز میں سجدہ رکوع و قیام، حج میں طواف کعبہ وغیرہ۔ زکوٰۃ میں مال کا غریب کو دینا کہ غنا پر ٹھننے والا، حج کرنے والا، زکوٰۃ دینے والا پہچانا جاتا ہے۔ مگر روزہ کی ظاہری صورت نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ جو روزہ رکھتا ہے وہ مخلص ہی ہے کیونکہ یہ ایک چھپ کر کھا پی کر روزہ کا اظہار کر سکتا ہے تو روزہ بہر حال ایک مخلصانہ عبادت ہے۔ اس لیے فرمایا یہ تومیر سے لیے ہے اور انا اُجِزْ شِیْءٌ۔ اور میں ہی اس کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ انا اُجِزْ شِیْءٌ معبود کے معنی یہ ہوں گے کہ روزہ کا ثواب براہ راست میں خود دلوں گا۔ کتنا دل کا تو اس کو مقرر نہیں فرمایا۔ اور اُجِزْ شِیْءٌ مجھ کو پڑھا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ تمام عبادات کا ثواب جنت ہے۔ مگر روزہ ایک ایسی مخلصانہ عبادت ہے کہ اس کا ثواب میری ذات ہے۔ بندہ کو روزہ کے ثواب میں میں ہل جاؤں گا۔ غور کیجئے فقہاء الہی کے مقابل بھی کوئی ثواب یا درجہ ہے؟
- ۲۔ قیامت کے دن دوسری عبادتوں کا ثواب اہل حق کو دیا جاسکتا ہے جتنی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نازیں قرض کے عوض میں حاصل کر کے گا۔ لیکن روزہ کسی حق والے کو دیا جائے گا کہ روزہ تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

۳۔ کفار و مشرکین قرآنی، حج، خیرات، سجدہ وغیرہ قبول کے لیے کرتے ہیں۔ مگر کوئی کافر نیت کے لیے روزہ نہیں رکھتا۔ کافر روزہ رکھتا بھی ہے تو صفائی نفس کے لیے تاکہ قبول سے قرب حاصل ہو سکے۔ تو روزہ ایسی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لیے نہیں کی جاتی (مزمناوات واشتقاقیات)

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعَزْوَبَةَ

باب جو شخص زنا میں مبتلا ہونے کا خوف کرے وہ روزہ رکھے

فَقَالَ مِنْ اسْتِطَاعَ انْبَاءَةً فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْنَىٰ
لِلْبَعْرِ وَاحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِخْ فَعَلَيْهِ
بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءُ قَالَ ابُوعَبْدٍ اللّٰهُ انْبَاءَةً
النِّكَاحُ۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے
اسے نکاح کرنا چاہیے۔ نکاح آنکھوں کو نیچا کرتا ہے۔ اور شرک
کا محافظ ہے اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا تو روزہ سے کولانم
کیڑے کیونکہ روزہ اس کے لیے قاطع شہوت ہوگا۔ امام ابو عبد اللہ

بخاری نے فرمایا باءۃ کے معنی نکاح کے ہیں۔

مطلب حدیث واضح ہے کہ نکاح جذبات لطیفانہ میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔ آدمی میں اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح بے راہ روی سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح روزہ قاطع شہوت ہے اور روزہ بھی جذبات و احساسات انسان میں اعتدال کا ذریعہ بنتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ فَصُومُوا وَإِذَا سَأَيْتُمُوهُ فَافْطِرُوا

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جب چاند رمضان کا دیکھو تو روزے رکھو اور جب (عبدا) چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو
وَقَالَ صَلَّاتُ مَنْ عَمَّادٍ مِّنْ صَاعَةٍ يُؤَمُّ الشَّيْءَ فَقَدْ
عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ مَصَابِنَ فَقَالَ لَا تَصُومُوا
حَتَّى تَرَوْا الْهَيْلَالَ وَلَا تَقْطُرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَمَّ
عَلَيْكُمْ فَأَقْدِرُوا لَهُ۔

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جب چاند رمضان کا دیکھو تو روزے رکھو اور جب (عبدا) چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جس نے
شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ جب تک چاند نہ
دیکھو تو روزہ نہ شروع کرو۔ اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھو تو
افطار بھی نہ کرو۔ اور اگر چاند چھپ جائے تو انہما کرلو۔

یہ حدیث باب ہل یقال رمضان اوشہر رمضان میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں شک کا روزہ رکھنے کو ممنوع قرار
دیا گیا ہے۔

یوم الشک روزہ ممنوع ہے جس دن کی رمضانیت میں شک ہو اس دن کا روزہ بائیں نیت رکھنا اگر یہ دن رمضان کا
ہے، تو روزہ رمضان کا اور نہ نفل کا۔ اس طرح کا روزہ مکروہ ہے، لیکن جو لوگ ہر مہینے کے آخر
میں نفل روزے رکھنے کے عادی ہیں یا خالص نفل کی نیت کرنے پر قادر ہیں، ان کو بغیر نفل روزہ رکھنا جائز ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میناتے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا
ہے۔ اور تیسری بار آپ نے انکو صاف دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: میناتے دنوں کا ہوتا ہے تو روزہ نہ رکھو
حتیٰ کہ چاند دیکھو پھر اگر تم پر چاند شبہ ہو جائے تو تیس دن کی
گنتی پوری کرلو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر موقوف بھی کرو، اگر بار
ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو (بخاری)

قَالَ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَحَسَنُ
إِلَّا بَهَا فِي الثَّالِثَةِ۔ (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ يَكُونُ
فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَمَّ عَلَيْكُمْ فَالْكِتَابُ
الْجَدِيدُ ثَلَاثِينَ۔ (بخاری)

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُومُوا الرُّيُوتَ وَأَفْطِرُوا الرُّيُوتَ
فَإِنْ أَعْيَى عَلَيْكُمْ فَالْكِتَابُ عِدَّةٌ ثَلَاثِينَ۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایک مہینے کا ایلا کیا رحمت نہ کر کے
قسم کھائی۔ جب انتیس دن گزر گئے تو جمع سویرے یا تیسرے پر
کو آپ ان کے پاس آ گئے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ نے تو ایک مہینہ
انگہ بنے کی قسم کھائی تھی۔ آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا
ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا۔ آپ
کے ہاتھ میں مورچہ لگتی تھی۔ آپ انتیس راتوں تک ایک
بالاٹنے میں رہے۔ پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مِثْلِهِ شَهْرًا أَكَلْنَا مَقْطَى تَشَعَّةٍ
وَعِشْرِينَ يَوْمًا عَدًّا أَذْكَرَ فَقِيلَ لَكَ إِنَّكَ خَلَفْتَ
أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا أَقْعَالُ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تَشَعَّةً
وَعِشْرِينَ يَوْمًا.
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَسَائِدِهِمْ وَكَانَتْ أَفْعَلَتْ رَجُلًا
فَأَقَامَ فِي مَشْرُوبَةٍ تَشَعَّةً وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ
فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْتَ شَهْرًا أَقْعَالُ إِنَّ الشَّهْرَ
يَكُونُ تَشَعَّةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا.

مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل ان تمام حدیثیں کا مطلب یہ ہے کہ عربی مہینہ بھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے (لیکن ۲۹ سے کم اور انتیس سے زیادہ نہیں ہوتا)
تو شعبان کے تیس دن پورے کیے جائیں گے۔ اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کر کے عید کی جائے گی۔
مثلاً اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے

بَابُ شَهْرٍ عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

باب عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دو مہینے
ناقص نہیں ہوتے۔ رمضان اور ذوالحجہ کے دونوں مہینے۔

ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ احمد بن حنبل نے فرمایا۔ اگر
رمضان ۲۹ کا ہو تو ذوالحجہ تیس کا ہوگا۔ اور اگر ذوالحجہ
۲۹ کا ہو تو رمضان تیس کا ہوگا۔

ابو الحسن نے فرمایا کہ حضرت اسحق بن راہویہ
فرماتے تھے کہ وہ مہینے کا مطلب یہ ہے کہ فضیلت میں کمی نہیں
ہوگی۔ خواہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهْمَلَانِ
لَا يَنْقُصَانِ شَهْرًا عِيدٍ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ -
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهُ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ أَنْ نَقُصَّ
رَمَضَانَ تَحْرُزُوا الْحِجَّةَ وَأَنْ نَقُصَّ ذُو الْحِجَّةِ
تَحْرُزُوا رَمَضَانَ -
وَكَانَ ابْنُ الْحَسَنِ كَانَ اسْلِقَ بْنَ رَاهَوِيَةَ
يَقُولُ لَا يَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيلَةِ إِنْ كَانَ
تَشَعَّةً وَعِشْرِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ (بخاری)

بعض علماء نے اس حدیث پر یہ شبہ کیا ہے۔ کہ اگر ایک سال میں رمضان اور ذوالحجہ دونوں انتیس دن کے
نہیں ہوتے یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا دوسرا تیس کا۔ لیکن یہ غلط فہم لینا درست نہیں ہے۔ مثلاً اگر

فوائد و مسائل

یہ بتاتا ہے کہ رمضان و ذوالحجہ کبھی دروزوں تیس دن کے ہوجاتے ہیں اور کبھی دونوں تیس دن کے۔

۲- صحیح یہ ہے کہ احادیث ہذا میں کمی سے مراد وہ نہیں ہیں بلکہ ثواب کی کمی مراد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ رمضان و ذوالحجہ ہر تیس دن کے ہوں یا ان تیس دن کے، ثواب بہر حال اللہ تعالیٰ اپنے نفع سے ہر دے دن کا ہی عطا فرمائے گا۔

فائدہ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں نور رمضان باٹے جن میں دیتے تھے اور سات تیسے (روزہ)

قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْتُبُ وَلَا تُحْسَبُ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ حساب کتاب نہیں کرتے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُوتِيَتْهُ لَا تَكْتُبُ وَلَا تُحْسَبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا يَغْفِي مَرَّةً لِنِشْعَةٍ وَعِشْرَيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ

مطلب حدیث یہ ہے کہ ہم حجاز کے رہنے والے عموماً حساب کتاب نہیں کرتے۔ مہینہ ۲۹ دن یا تیس دن کا ہوتا ہے۔

فوائد مسائل

اَنَا أُمَّةٌ أَحِبُّهُ: شارحین نے اس کے متعدد معنی و مفہوم بیان کئے ہیں۔ سب سے زیادہ مناسب معنی علامہ داوری علیہ الرحمہ نے لکھے ہیں۔ ”ہم سابقہ کی کتابوں سے برابرت نہیں حاصل کرتے۔ ہم توحید الہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔“

لَا تَكْتُبُ وَلَا تُحْسَبُ: نہ لکھیں نہ حساب لگائیں، کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لکھنا یا حساب کرنا نہیں جانتے۔ پھر یہ بھی امر واقعہ ہے کہ کچھ بھی تھے اور حساب بھی لگاتے تھے۔ قرآن مجید میں فرض وغیرہ کو لکھنے کی برابرت موجود ہے۔ اس بنا پر لا تکتب کا مفہوم یہ ہے کہ عموماً لکھتے نہیں اور لا تحسب کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا حساب کتاب فتنہ، تحقیر، انذار اور علم نجوم پر مبنی نہیں ہے بلکہ حقائق پر موقوف ہے۔ اس تقریب سے خط کشیدہ جملوں کی مناسبت رمضان کے چاند سے بالکل واضح ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی عبادات اور ان کے اوقات کے معاملہ میں ہم علم نجوم کے محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی عبادات کے اوقات اعلام ظاہرہ و امور واضحہ پر مبنی ہیں۔

بَابُ لَا يَتَقَدَّرُ مَنْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

باب رمضان سے پہلے ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے جائیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّرُ مَنْ أَحَدُ كُفَرٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص رمضان سے پہلے اشباہ

۱- قَالَ الدَّوْدِيُّ أُمَّةٌ أَحِبُّهُ لَمْ يَأْخُذْ عَنْ كِتَابِ الْإِسْمِ قَبْلُهَا۔ اِنَّمَا اخَذَتْ عَمَّا جَاءَ عَالِمُ وَجْهِ (عینی)

۲- وَالْمَلَدُ بِالْحِسَابِ مَعْنَا حِسَابِ النُّجُومِ۔

رَضَّانَ يَصُومُ كَيْدُكُمْ أَوْ يَكُونُ رَجُلٌ
كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلَيْسَ ذَلِكَ الْيَوْمَ -

کی آخری تاریخوں میں، ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے۔
البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ سدن کی ذمہ رکھ۔

فوائد و مسائل

مقصود ماغت رمضان وغیر رمضان میں التباس سے بچنا ہے کہ اگر ۲۰ یا ۲۹ شعبان کو نفلی روزہ رکھا گیا تو لوگوں کو رمضان کے چاند کا شبہ ہو سکتا ہے اور وہ صحیح میں شاید روزہ رکھنے والے نے رمضان کا چاند مجھ لیا ہے۔ بعض اہل ممانت تنزیہی ہے اور عوام کے لیے ہے۔ بخاص لڑکے علماء و صلیا اگر روزہ رکھیں اور ظاہر نہ کریں تو درست ہے یا اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ وہ ہر پیر یا جمعرات اجماع کو نفلی روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے ایسی جمعہ یا روزہ آئی تو اسے بالاکراہت نفلی روزہ رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ شک کے دن کا دن نہیں بلکہ اپنی عادت کے مطابق روزہ رکھتا ہے۔ جب تک کہ احادیث سے واضح ہے کہ خود حضرت علی علیہ السلام شعبان کے نفلی روزے رمضان سے ملا دیتے تھے (۲) رہے قضا و قدر کے روزے تو وہ ان دنوں میں بالاکراہت جائز ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

بَابُ النَّذْرِ عَزَّ وَجَلَّ كَارِشَاد

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تھا ہے
لیے حلال ہو۔ وہ نہاری لباس میں اور تم ان کے لباس -
اللہ تعالیٰ نے جاکر تم اپنی جانوں کو نجات میں ڈالتے تھے تو
تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔ تو اب ان سے صحبت کرو۔ اور

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ
لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَخْتَلِفُونَ أُنْفُسَكُمْ فَبِأَبْ عَيْنِكُمْ وَمَعَا عَنُكُمْ
فَالَا نَ بَاطِلٌ فِي ذَلِكَ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ - (قُرْآن)

طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو

فوائد و مسائل

۱۔ پہلی سرحد میں افطار کے بعد کھانا پینا، جماعت کرنا نماز، عشاء تک حلال تھا۔ بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں شب میں حرام
ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ حکم زمانہ اقدس تک باقی تھا۔ بعض صحابہ سے جن میں جناب عمر فاروق بھی شامل ہیں۔ رمضان کی
بعد عشاء مباشرت وقوع میں آئی۔ اس پر یہ حضرات نام نہوتے اور بارگاہ نبوت میں عرض حال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں معافی کے
اعلان کے ساتھ ساتھ عدو کے لیے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک جماعت کو حلال قرار دیا۔

۲۔ آیت میں غیبت تھے جماعت مراد ہے جو قبل اباحت رمضان کی راتوں میں مسلمانوں سے سرزد ہوئی اور جس کی مُصافی کا اعلان فرما کر
اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین فرمادی

۳۔ فالان، یا مرا باحت کے لیے ہے کہ اب رمضان کی راتوں میں کھانے پینے جماع کرنے کی ممانعت اٹھا دی گئی ہے۔ لہذا رمضان کی
راتوں میں اپنی بیوی سے قربت کی جا سکتی ہے۔ وابتغوا منسے یہ تانا مقصود ہے کہ مباشرت نسل و ملاو حاصل کرنے کی نیت سے بولنا چاہیے
جس سے مسلمان بڑھیں اور دین قوی ہو یا اس کے معنی یہ ہیں کہ مباشرت موافق حکم شرع ہو یعنی جس عمل میں جس طریقہ سے مباح کی گئی ہے اس
سے تمنا نہ کیا جائے (تقریب احمدی) وابتغوا ما کتب اللہ کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد رمضان کی راتوں میں کثرت عبادت
اور بیدار رہ کر شب قدر کی تلاش و جستجو کرنا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا حَضَرَ الْإِفْطَارَ قَالُوا قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ نَيْلَهُ وَلَا يَوْمُهُ حَتَّى يُبْسِي وَيَأْتِيَنَّ بَنُ مَرْثَةَ الْأَنْصَارِيِّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارَ أَقْبَى أَمْرًا ثُمَّ قَالَ لَهَا عِنْدَكَ هَآمٌ قَالَتْ لَا وَلَكِنْ أَتُفْلِقُ فَأُطْلِبُكَ لَكَ وَكَانَ يَوْمُهُ يَعْمَلُ فَعَلَيْتَهُ عَيْنًا جَاءَتْهُ أَمْرًا ثُمَّ قَالَتْ خَيْبًا لَكَ فَلَمَّا انْصَلَفَ النَّفَارُ عَشِيَ عَلَيْهِ فَعَدَّ لَكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرَرْتُ هَذِهِ الْآيَةَ أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الْيَقِينِ الْمَرْفُوعُ إِلَى نَسَا كُمْ فَفَرَّجُوا لَهَا فَرَجًا شَدِيدًا وَتَرَكْتُ دُمُوءًا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ أَلَا بَيِّنَ لَكُمْ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (بخاری)

حضرت برادر نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا یہ قاعدہ تھا ان میں کوئی روزہ دار نہ پڑتا اور افطار کے وقت وہ افطار کرنے سے پہلے سوجھتا تو پھر رات کو کچھ نہ کھا سکتا نہ دوسرے ہی جب شہر میں ہوتی تو کھا سکتا ایسا ہوا کہ قیس بن مسرہ انصاری روزہ دار تھے، افطار کے وقت وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا کچھ کھانے کو ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ لیکن میں جاتی ہوں انہیں سے ڈھونڈھ کر کچھ لاتی ہوں قیس سارے دن مزدوری محنت کیا کرتے تھے ان کی آنکھ لگ گئی۔ ان کی بیوی لوٹ کر آئی دیکھا تو وہ سو گئے ہیں۔ اس نے کہا بٹے بڑھیب دوسرے دن دوپہر کو وہ بیوش ہو گئے بھوک کے مارے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر آیا۔ اس وقت یہ آیت روزہ کی رات میں تم کو اپنی عورتوں سے محبت درست کی گئی (نازل ہوئی)، اس پر صحابہ محبت خوش ہوئے اور انہی

جب تک سفید دھاری والی دھاری سے تم پر کھل نہ جائے۔ کھلتے پھٹتے رہو (بخاری)
اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان کی راتوں میں کھانا پینا جماع کرنا پہلے منع تھا، لیکن اب مانعت نہیں رہی۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

بَابُ التَّعَالَى بِالْإِشْرَافِ

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (قرآن مجید)

اور کھاؤ اور پیو۔ بیان تک کہ تمھارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈھیرا سیاہی کے دوسرے سے پوچھ کر پھر رات تک روزے پر رہ کر دوسرا قباب تک اپنے روزے پڑے

فوائد ومسائل ۱۔ حضرت برادر سے روایت ہے یہ آیت حضرت عمر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ مجتبیٰ آدمی تھے ایک دن بحالت روزہ دن ہجراتی زمین میں کام کر کے شام کو گھر آئے۔ بیوی سے کھانا مانگا وہ پکانے میں مصروف ہوئی یہ تنگے مانگے تھے آنکھ لگ گئی جب کھانا تیار کر کے انہیں بیدار کیا انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ اس زمانہ میں سوجھنے کے بعد روزہ دار پر گھب بھی کھانا پینا منع ہو جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسی حالت میں دوسرا روزہ رکھ لیا صفت انتہاء کو پہنچ گیا۔ درپہر کو نشی گئی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور رمضان کی راتوں میں ان کے سبب کھانا پینا مباح فرمایا گیا۔

۲۔ رات کو سیاہ دوسرے سے اور صبح صادق کو سفید دوسرے سے تشبیہ دی گئی۔ مطلب یہ ہے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح تک

کھانا پینا صباح ہے (۲) صبح صادق تک اجازت دینے میں اشارہ ہے کہ جنابت روزے کے منافی نہیں جس شخص کو بحالت جناب صبح ہوئی وہ غسل کرے اس کا روزہ جائز ہے۔ اسی سے علامہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں جائز ہے۔

فائدہ آیت مذکورہ میں صبح صادق تک کھانے پینے جماع کی اجازت دینے میں اشارہ ہے کہ جنابت روزے کے منافی نہیں تو جس شخص کو بحالت جناب صبح ہوئی وہ غسل کرے اس کا روزہ جائز ہے (تفسیر احمدی) اسی سے علامہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں جائز ہے۔

حضرت مسلم بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی کھاؤ پیو، تا آنکہ تم ہمارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے متنازع ہو جاؤ۔ لیکن تم الفجر (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جب روزہ کا ارادہ ہو تا تو سیاہ اور سفید دھال گئے کہ پاؤں میں ہانڈھ لیتے تھے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دیتے گئے کھانا پینا بند نہ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے من العقر

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبْيُتْنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ وَلَمْ يَنْزِلْ مِنَ الْفَجْرِ وَكَانَ رَجُلٌ إِذَا أَدَّاهُ كَالصُّومِ سَلَبَ أَحَدُهُمْ فِي رَجْعِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضُ وَالْخَيْطُ الْأَسْوَدُ وَلَمْ يَنْزِلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَبْيُتْنَ لَهُ رُؤُوسُهُمَا فَإِنَّكَ نَزَلَ اللَّهُ بَعْدَ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوا أَنَّهُ يَبْعَثُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (بخاری)

کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔ ان صحیح حدیثوں سے واضح ہوا کہ رات کے دوسرے صبح کا جب اور سفید سے مراد ہے صبح صادق مراد ہے اور یہ کہ ابتداء میں رمضان کی راتوں میں کھانا پینا جماع کرنا ممنوع تھا۔ لیکن اب اس کی اجازت دے دی گئی۔

حضرت عقیل بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: تا آنکہ تمنازع ہو جاؤ ہمارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے۔ تو میں نے ایک سیاہ رسی لی اور ایک سفید اور دونوں کو ٹکڑی کے شے رکھ لی، پھر انہیں میں رات میں بکھٹا رہا کہ جب دونوں ایک دوسرے سے متنازع ہوں تو کھانے پینے کا وقت ختم ہو جائے (لیکن رات میں) ان کا رنگ ایک دوسرے سے متنازع ہوا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کا جب اور دن کی سفیدی) صبح صادق مراد ہے (سفید اور رات کے دوسرے کا متنازع ہونا مراد نہیں ہے۔

عَنْ عَاقِلِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتَّى يَبْيُتْنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ عَمِدْتُ إِلَى عَقَالٍ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ هُمَا تَحْتَ وَسَادَةٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ لِي فَخَدَّوْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُكُمُ مِنْ صُحُورِكُمْ أَذْ بَلَالٍ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہیں روکتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُنْ اَوْ اَشْرُؤْ اَحْسِ بُؤْدُنَ
ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ فَارْتَهَ لَا يُؤَدِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ قَالَ
اَلْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ يَبْقَى اَذَانُهُمْ اِلَّا اَنْ يَبْدُوَ فِي ذَا
يُنْزِلُ ذَا۔

رات میں اذان دیا کرتے تھے (رمضان کے مہینہ میں) اس لیے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم
رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے بیٹے رہو، نیز کہ وہ صبح صادق
کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں کی

اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے (اذان دینے کے لیے) تو دوسرے اُتے ہوئے ہوتے (اذان دے کر)

فوائد و مسائل

- ۱۔ اس حدیث سے واضح ہو کہ سحری کا وقت صبح صادق ہے۔ جب صبح صادق ہو جائے تو کھانے پینے سے رک جانا چاہیے۔
- ۲۔ حضرت بلال صبح صادق سے بہت پہلے اذان دے دیا کرتے تھے جو سحری کے لیے جوئے کو ہوتی تھی۔ اور حضرت ابن مکتوم
طلوع صبح صادق پر ختم وقت سحری، اذان دیتے تھے۔ اس لیے حضور نے فرمایا: بلال کی اذان کو سحری کے وقت کا ختم ہو جانا نہ سمجھا جائے۔
- ۳۔ دونوں کی اذان میں اُترنے اور چڑھنے کا وقفہ ہوتا تھا۔ حضرت قاسم بن محمد کے اس ارشاد کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا کہ حضرت بلال
اذان دینے کے بعد درود وظیفہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور طلوع فجر کا انتظار کرتے۔ جب صبح صادق یعنی سحری کا وقت ختم ہونے کے
قرب ہوتا تو حضرت بلال اُترتے اور حضرت ابن مکتوم اذان دینے کے لیے چڑھتے تھے۔

بَابُ تَاخِيرِ السُّكُورِ

باب سحری میں تاخیر کے بیان میں

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنْتُ اَلْتَسَحَّرُ فِي اَهْلِي ثُمَّ
تَكُونُ سُرْعَتِي اَنْ اَذْكُرَكَ السُّكُورَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے: اُنہوں نے کہا:
میں اپنے گھر میں سحری کھانا پھر مجھ کو جلدی ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پالوں۔

اس حدیث سے بھی سحری میں تاخیر کا مستحب ہونا واضح ہوا کہ حضرت سہل اخیر وقت میں سحری کھاتے پھر حضور کے ساتھ نماز فجر میں
شامل ہو جاتے تھے۔

بَابُ قَدَرِ كَمَ بَيْنِ السُّكُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں: ہم نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ صبح کی نماز کے لیے کھڑے
ہوئے (اس نے کہا) میں نے پھر سحری میں اور صبح کی اذان میں کتنا

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ تَكُنْ
كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّكُورِ قَالَ قَدَرُ ثَمَنَيْنِ اَيَّة۔

فاصلہ ہوتا، اُنہوں نے کہا پچاس تین پڑھنے کے مواقع۔

فوائد و مسائل

- ۱۔ واضح ہو کہ سحری کا وقت صبح صادق تک ہے اور حضرت زید کا یہ بیان کہ سحری اور اذان کے درمیان پچاس آیتوں
کے پڑھنے کا وقفہ ہوتا تھا تو یہ ضابطہ کلی نہیں ہے۔ ان کا یہ اندازہ مطلقاً ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ جب سحری کھا چکے تو سحری
کا وقت اتنا باقی رہا ہوگا جس میں پچاس آیتیں پڑھی جاسکتیں۔

۲۔ سُحُور۔ سین کے پٹے سے اور زبر سے۔ مگر زبر سے زیادہ فیض ہے۔ صبح صادق سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کے کھانے کو سحری۔ یعنی آخری رات کا کھانا۔ سحر کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے۔ مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چوتھے حصے میں سحری کھا جائے۔

بَابُ بَرَكَةِ السُّحُورِ مِنْ غَيْرِ اِيجَابٍ لِانَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصْحَابَهُ وَاصَلُّوْا وَلَمْ يَذْكُرِ السُّحُورُ

باب سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ حضور اور آپ کے اصحاب نے پے درپے روزے رکھے اور میں سحری کا ذکر نہیں۔
عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم
عليكم وسلة واصل فواصل الناس فشكوا عليه
فنهاهم قالوا انك تواصل قال لست كهيئتكم
اقتي اكل اطعمه واسقى قال النبي صلى الله عليه وسلم
وسلتم تسعموا وفات في السحور ببركة (بخاری)
باب سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ حضور اور آپ کے اصحاب نے پے درپے روزے رکھے اور میں سحری کا ذکر نہیں۔
حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے پے درپے روزے رکھے تو لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا۔ تو یہ
روزے ان پر شاق گزرے۔ حضور نے ان کو منع کیا۔ انھوں
نے عرض کی آپ تو ایسے روزے رکھتے ہیں جسٹور نے فرمایا،
میں تمھاری طرح نہیں، میں تو بار بھلا یا بلا جاتا ہوں حضرت
اس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سحری کھایا کرو۔ اس میں برکت ہے۔

۱۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے پے درپے روزے رکھے اور اس میں سحری کھانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

فوائد ومسائل

- ۱۔ سحری کھانے میں برکت ہے۔ روزہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ صوم وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر انتظار کے ماور کچھ کھا پئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے حضور علیہ السلام صوم ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی روز کا وصال فرماتے تھے۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کے اتباع میں وصال کرنا شروع کیا تو ان پر اس طرح کے روزے شاق گزرے حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرما دیا صحابہ نے عرض کی حضور آپ تو وصال فرماتے ہیں تو ہمارے لیے ممانعت کیوں؟ حضور نے فرمایا تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں (۴) اَبَیْکُمْ فِشَیْئِی۔ میں تمھاری طرح نہیں ہوں۔
- ۳۔ لَیْسَتْ کَہَیئَتِکُمْ۔ یعنی میرا حال اور ہے۔ تم میری برابری نہیں کر سکتے۔ مجھے تو میرا رب کھلانا بلا تا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ صوم وصال حضور کے خصائص میں سے ہے اور عوام کو صوم وصال جائز نہیں ہے۔
- ۴۔ ابیکھ۔ صحابہ کرام اور تمام انسانوں سے خطاب ہے۔ غور کیجئے جب صحابہ کرام حضور کی مثل نہ ہو سکے اور حضور نے واضح الفاظ میں انسان فرما دیا کہ میں تمھاری طرح نہیں ہوں تو کسی کا کیا منہ ہے جو حضور سے ہمسر یا کا دعویٰ کر سکے۔
- ۵۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور بصر ضرور دیکھتے تھے۔ مگر آپ کی بشریت تمام انسانوں کی بشریت سے افضل والی ہے اور کوئی بشر حضور علیہ السلام کی بشریت کا مثل و نظیر نہیں ہو سکتا۔ یعنی

تو وہ بشر کہ جس پر پرانے آدمی ہیں

میں وہ بشر جس سے ہر آدمی کو نفرت

ہماری بشریت کی کیفیت یہ ہے کہ پھول اٹھائیں تو کانٹے بن جاتے ہیں اور حضور کی بشریت کا یہ عجز ہے کہ کانٹے اٹھائیں تو پھول بن جاتے ہیں۔ میری نگاہ سے مجھ گئے جسے بٹھوئے چراغ تیری نگاہ سے میکہ سے آباد ہو گئے

بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

باب اگر روزے کی نیت دن میں کی!

ام درود و صنی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابو درود صنی اللہ عنہ پوچھتے ایک کچھ کا نام نہ رہے پاس ہے؛ اگر ہم جواب نفی میں دیتے تو فرماتے کہ پھر کچھ میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابو طلحہ، ابو ہریرہ، ابن عباس اور حفصہ رضو اللہ عنہم نے بھی کیا۔

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّارِ كَانَ أَبُو الدَّارِ إِذَا
يَقُولُ عِنْدَ كُلِّ طَعَامٍ فَإِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي
صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا فَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَأَبُو
هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحَدَّثَ يَفَّةُ

مطلب عنوان یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد (زوال سے قبل) روزہ کی نیت کی تو جائز ہے۔ حضرت امام غنی و ترمذی و سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد و زکریا بھی یہی مذہب ہے کہ رمضان۔ نذرین اور نفلی روزہ کی نیت اگر دن میں صبح صادق کے بعد اور زوال سے قبل کر لی تو درست ہے۔

فوائد ومسائل

مسائل ابن الکثیر رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے کھانا کھا لیا ہے وہ اب (دن ڈوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے، اور جس نے نہ کھایا ہو وہ

عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْكَوْكَبِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يَبْذُرُ فِي النَّاسِ بِكُفْرٍ عَاشِرًا
أَنْ مَنَ أَكَلَ فَلْيَكْمُرْ أَوْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا
يَأْكُلْ - (بخاری)

(تو بہر حال روزہ رکھے) نہ کھائے۔ (بخاری)

- ۱۔ اس حدیث سے بھی واضح ہوا جس نے رات کو روزہ کی نیت نہ کی۔ صبح صادق کے بعد زوال سے پہلے نیت کر لی۔ اس کا روزہ درست ہے خواہ رمضان کا روزہ ہو یا نفلی ہو یا نذر کا روزہ ہو کیونکہ حضور علیہ السلام نے دن کے حصے میں روزہ کی نیت کرنے کا حکم دیا۔
- ۲۔ دس محرم کا روزہ ابتداء میں فرض یا واجب تھا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ تَزَلَّجَ ابے دس محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ یا عث اجر و ثواب ہے۔

بَابُ الصَّائِمِ يُضْحِكُ جُنْبًا

باب روزے دار کو جنابت میں اُٹھے (تو کلمہ حکم ہے)

حضرت عائشہ اور مسلمہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام کو گوہر صبح ہو جاتی اور آپ جماع کی وجہ سے جنبی ہوتے پھر غسل فرماتے

أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَحْبَبَتَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذُرُ سَائِلَةً الْفَجْرَ وَهُوَ

اور روزہ رکھتے۔

جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهَا تَحَرَّيْضُ لُ وَيَصُومُ (بخاری)

فائدہ مسائل اس حدیث سے واضح ہوا کہ روزہ کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو ناسد نہیں کرتا۔ خواہ روزہ فرض ہو یا نفل اور اس کی تاثیر فالان باشرط ذہن اور احق لکھ لیکن الصیام المکتفٰی الیٰ نساء کھر سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب صبح صادق (یعنی سحری کا وقت ختم ہونے تک) کھانے پینے جماع کرنے کی اجازت ہے تو جس نے آخری حصہ وقت میں جملہ کیا۔ وہ غسل بہر حال صبح صادق کے بعد ہی کرے گا۔

۲۔ درختنا میں ہے کہ جنابت کی حالت میں صبح کی، بلکہ اگر سارا دن جنبی رہا، روزہ نہ گیا۔ مگر اتنی دیر تک قطعاً بلا غدر غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب جس گھر میں ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

اور مروان نے عبدالرحمن بن حارث سے کہا میں تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم یہ حدیث ابوہریرہ کو ٹھوک بجا کر سناؤ اور ان دنوں مروان مدینہ کا حاکم تھا۔ ابوہریرہ عبدالرحمن نے کہا عبدالرحمن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ہر سب ذوالحلیفہ میں اکٹھے ہوئے اور وہاں حضرت ابوہریرہ کی زمین تھی تو عبدالرحمن نے ابوہریرہ سے کہا۔ میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اور اگر مروان نے مجھ کو قسم نہ دی ہوتی تو میں تم سے اس کو بیان نہ کرتا۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ کی حدیث بیان کی۔ ابوہریرہ نے کہا میں کیا کروں، مجھ سے تو فضل بن عباس نے حدیث بیان کی تھی وہ جا میں۔ اور عامر و ابن عبداللہ بن عمر نے حضرت ابوہریرہ سے حدیث عائشہ و ام سلمہ زیادہ معتبر ہے۔

وَقَالَ مَرْوَانُ لِغَدِ الرَّحْمَنِ الْحَارِثِ أَقْبِسْ بِاللَّهِ لَسْتُ عَنْ يَمَانٍ أَبَاهُ نَزِيَّةٌ وَمَرْوَانُ يُؤْمِنُ عَلَى الْعَيْنِ بِنَّةَ ظَا أَبُو كَيْفَ فِكْرَةٍ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَمْ يَدْرِكْنَا أَنْ يَجْتَنِبَ بَذِي الْحَلِيفَةِ وَكَانَتْ لِي فِي هَذِهِ هَذَا لِكِ أَرْضِي فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِي فِي هَذِهِ لِي فِي ذَا كِرْلَكِ أَمَّا وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَتَمَمْتُ عَلَى فِيهِ لَمْ أَذْكُرْ لَكَ لَكَ نَذْكُرْ قَالَ عَائِشَةُ وَأَمَّا سَلَمَةُ وَكَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَقِيهُ ابْنُ عَمَّاسٍ وَهُوَ عَلَمٌ وَقَالَ هَمَّزٌ وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عَمَّاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْأَوَّلِ أَشَدُّ دَخَارًا

یوں روایت کی کہ ایسی حالت میں (یعنی جبکہ روزہ دار جنابت کی حالت میں صبح کرے) حضور علیہ السلام انظار کا حکم دیتے تھے مگر

فائدہ مسائل واضح ہو کہ جو شخص احتلام یا جماعت کی وجہ سے صبح صادق سے قبل سحری کھنے وغیرہ کی وجہ سے غسل نہ کر سکا تو وہ صبح صادق کے بعد غسل کرے مگر اگر روزہ اس کا درست ہے لیکن حضرت ابوہریرہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایسا شخص جس نے بحالت جنابت صبح کی روزہ درست نہیں۔ اس پر مروان نے جو امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا عبدالرحمن کو حکم دیا کہ ابوہریرہ کو اس فتوے سے روکو۔ حضرت عبدالرحمن اس وقت تو خاموش ہو گئے مگر پھر موقع پا کر ابوہریرہ سے اس مسئلے کا ذکر کیا۔ اور حضرت عائشہ و ام سلمہ کی حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ ابوہریرہ نے یہ حدیث سن کر فرمایا: ٹھیک ہے وہ آپ کی حالت خوب جانتی تھیں میں نے تو فضل بن عباس سے حدیث سن کر یہ فتویٰ دیا تھا۔

فتح الباری میں ہے کہ فضل کی حدیث اس وقت کے لیے تھی جب کہ رمضان کی راتوں میں کھانا پینا اور جماع کرنا منع تھا۔

فَدَلَّ عَلَى أَنَّ حَدِيثَ عَائِشَةَ كَأَسَمَحَ بِحَدِيثِ الْفَقِيهِ وَكَأَسَمَحَ بِجَلْبِ الْفَضْلِ وَلَا أَبَاهُ نَزِيَّةٌ النَّاسِخُ فَاسْتَمْتَوَا

اَبُو هُرَيْرَةَ تَمَرَّجَهُ عَنْهُ بَعْدَ ذَالِكَ لَمَّا بَلَغَهُ۔

منہج پہنچا تو فوراً اپنے فتنے سے جوع کر لیا۔

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ کسی مسئلہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو کتاب و سنت کو حکم بنا کر اس کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ جناب ابو ہریرہ نے جوع فرمایا۔

۲۔ اکابر کے ساتھ حرمِ ادب سے پیش آنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن اس وقت خاموش ہو گئے۔ پھر موقعِ محلِ دیکھ کر ادب کے ساتھ جناب ابو ہریرہ سے مسئلہ مذکورہ کے متعلق بات کی۔

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت کے متعلق

وَقَالَتْ عَالِشَةُ يُخْرِجُ مِنْ عَلَيْهِ قَرْجُهَا | اور حضرت عائشہ نے فرمایا زہ دار پر زبیوی، کہی شرم گاہ حرام ہے

(یعنی جماع کرنا)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لینے اور مباشرت کرنے اور پُر زہ دار ہوتے۔ مگر بات یہ ہے کہ آنحضرت تم سب سے زیادہ اپنی خواہش پر اختیار رکھتے تھے۔ ابن عباس نے کہا سورہ طہ میں جی مآرب

کا لفظ ہے اس کے معنی حاجت کے ہیں۔ طائوس نے (سورہ نور میں جو) غیر اولی الاربعہ اس کے معنی بوقتوں کے ہیں بخاری

۱۔ مباشرت سے میاں مروت بوس و کنارے لگنا حرام ہے۔ جماع مراد نہیں۔

۲۔ بحالتِ روزہ اپنی عورت کا بوسہ لینا، گلے لگانا، بدن چھونا مکروہ ہے۔ جبکہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا۔ حضور علیہ السلام صبر و ضبط والے تھے۔ اس لیے حضور کا معاملہ دوسرا ہے۔ واضح ہو کہ اگر بوسہ لیا یا عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھا۔ مگر باخود نہ لگایا اور انزال ہو گیا۔ اگرچہ بار بار دیکھنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہو تو ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ اور اگر عورت کے ہونٹ چومے یا عورت کا بدن چھوا اور بدن کی گرمی محسوس کی اور انزال ہو گیا تو ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ قطعاً واجب ہے۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب بحالتِ روزہ زبیوی، کا بوسہ لینا

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ لَقِيتُ نَافِثِي يَتِيَهُ مَضْمُونَهُ | حضرت جابر بن زید سے مروی ہے کہ اگر روزہ دار نے

(شہوت سے) دیکھا اور منی نکل آئی تو اپنا روزہ پورا کرے۔ یعنی روزہ نافذ نہیں ہوا۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُ أَزْوَاجِهِمْ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ فَجَّكَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بعض بیویوں کا بوسہ لینے کے بعد روزہ سے ہوتے پھر مسکرا دیں۔

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ روزہ دار اپنے نفس پر کبھی طور پر تجاوز نہ کرے نہ بجا لے نہ روزہ اپنی بیوی سے بوسہ دینا کر سکتا ہے اور جو نکاحوں کے وہ ایسا کرے۔ اسی لیے جناب عائشہ نے تصریح فرمادی کہ حضور علیہ السلام اپنی انہی حاجت پر تجاوز کرتے تھے۔
۲۔ اور یہ کہ اگر لاشعوت عورت کو دیکھا اور نہ مال ہو گیا تو روزہ ناسد نہ ہو گا۔

فوائد و مسائل

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَيْضَةِ إِذْ جِئْتُ فَأَسْكَلْتُ فَأَخَذَتْ يَتَابُ حَيْضَتِي فَقَالَ مَا لَكَ أُنْفِصْتُ قُلْتُ نَعَمْ فَقَدْ خَلْتُ مَعَهُ فِي الْحَيْضَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَسَأَلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَكِرُ لَانِ مِنْ أَنَاءِ وَاحِدٍ وَكَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ (بخاری)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ میں حضور کے ساتھ ایک چادر میں بیٹھی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے آہستہ سے نکل آئی اور اپنا حیض بیکراہ میں لیا حضور نے فرمایا کیا حیض آ گیا، عرض کی ہاں، پھر میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں چلی گئی۔ ام سلمہ اور حضور علیہ السلام ایک ہی رتن سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور حضور روزہ سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

باب سے مناسب حدیث کے آخری الفاظ ہیں کہ حضور بجا لیتے روزہ ازواج کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ یہ حدیث فیوض الباری میں حضور دم باب النسل میں موثر شرع و توضیح کے گرد لکھی ہے۔

بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

باب روزہ دار کا غسل کرنا

۱۔ وَرَبُّ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلًا قَالَ قَالَ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ
۲۔ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَتَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ ۳۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَغَطَّحَ الْفَقِيرُ أَوْ الشَّيْءُ ۴۔ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْعُصْمَةِ وَالتَّبَرُّكِ لِلصَّائِمِ
۵۔ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا كَانَ صَوْمًا أَحَدُكُمْ فَلْيَصْبِغْ دَهْنًا مَتَّحِلًا ۶۔ وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَوْ أَنَّكَ تَغْتَسِمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ وَتَبَّكَ عَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ ۷۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْنَاكَ أَكَلُ النَّهَارِ وَاجْتِرَاةُ اللَّيْلِ رَفِيقٌ ۸۔ وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي سَرْدِيقَةَ لَا أَقُولُ لُبَّطٌ ۱۰۔ وَقَالَ

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تڑکے اپنے جسم پر ڈال لیا، حالانکہ آپ روزے سے تھے ۲۔ شعبی روزے سے تھے ۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ باندی یا کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں ۴۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح کھائے کہ نہ بھرا اور نہ کٹا کیا ہو ۵۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک آئینہ (حوض کی طرح چمکا بنا ہوا ہے) جس میں روزے سے ہونے کے باوجود داخل ہو جاتا ہوں ۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ آپ نے روزہ میں سواک کی سختی۔

اِنَّ مَّبِيْرِيْنَ لَا يَأْتِيَنَّكَ السَّوَالُكَ الرَّطْبُ قِيْلَ لَهُ كُلْهُ
قَالَ وَالْمَاءُ مَكْلَهُ طَعْمًا قَاْنَتْ تَبْصِيْحِيْ يَوْمَ ۱۱
وَكَمْ يَزِيْزُ اَنْسَ وَ اَلْحَسَنُ وَ اَبْنَاهُم بِالْعَجْلِ
لِلصَّائِيْمِ بَاسًا (بخاری)

۱۰۔ ابن سیرین علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ترمسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں کسی نے کہا اس کا تو مزہ ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا پانی کا مزہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ تم اس سے کھلی کرتے ہو۔ ۱۱۔ انس حسن۔ ابراہیم روزہ دار کے لیے سرسنگا نے میں کوئی حرج نہیں خیال کرتے تھے۔ (بخاری)

ان آثار و تعلیقات سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

فوائد مسائل

بحالت روزہ غسل کرنا، سرسنگا، بدن کو پانی یا برت سے ٹھنڈک پہنچانا، کسی چیز کا بغزورت مزہ چکھنا۔ اس احتیاط سے حلق سے کوئی ذرہ نیچے نہ اترے۔ کھانا صبح و شام مسواک کرنا، مسواک تہہ پر یا خشک، حمام میں نہانا، یا حوض میں داخل ہو کر نہہنا، مزہ کے اندازہ نہ رہی خشک کا نکل جانا، آنکھوں میں سرسنگا۔ ان باتوں سے روزہ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت ابی سعید کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ روزہ دار سر میں تیل ڈالے ہوئے اٹھے تو دن میں دماغ تروتازہ رہے گا۔ حضرت عطاء کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسواک کرنے کے بعد خالص لعاب دہن کے نکل جانے سے روزہ میں فساد نہیں آئے گا۔ اثر انس و ابراہیم حسن سے واضح ہو کہ کجالت نہانا جائز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ شافعی و مالک کا یہ کہا مذہب ہے۔ اسی طرح آنکھ میں کسی قسم کی دوائی ڈالنے سے روزہ میں فساد نہیں آتا اگرچہ دوا کا رنگ یا مزہ حلق میں محسوس ہو تو بھی روزہ کو مضرت نہیں۔

اگرچہ بوقت ضرورت محض ذائقہ چھیننے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ اس چیز کا کوئی ذرہ حلق سے نیچے نہ اترے لیکن ایسا ہر کجالت روزہ ابھار دینا مستحب ہے۔

فائدہ

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ رمضان میں فجر کے وقت حضور احتلام سے نہیں دیکھا اپنی ازواج سے ہمبستری کی وجہ سے غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدِيرُ لَكَ الْفَجْرَ فِيْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلَّةٍ يَغْتَسِلُ وَ يَصُومُ (بخاری)

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے۔ تو جناب عائشہ نے فرمایا۔ میں گو ایسی دہتی ہوں کہ حضور علیہ السلام صبح صبحی ہونے کی حالت میں کرتے، احتلام سے نہیں، بلکہ جماع کی وجہ سے۔ پھر آپ روزہ سے رہتے (یعنی غسل فجر سے پہلے سحری کا وقت ختم ہوجانے کے بعد کرتے تھے) اس کے بعد ہم ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی یہ ہی بیان کیا۔

قَالَتْ اَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ كَانَ لِيَصُومُ جُنُبًا مِنْ جَمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ وَ تَغْتَسِلُ يَوْمَهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ اَوْ سَلَّمَهُ فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ (بخاری)

۱۔ علماء فرماتے ہیں انبیاء و کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا۔ کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے۔ شیطان عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور انبیاء و کرام کے اظہار کے لیے ہے کہ حضور علیہ السلام کو نہ ملے کی حاجت مقاربت سے ہوتی تھی احتلام سے نہیں۔

۲۔ جناب عائشہ صدیقہ کا حضور کے ساتھ اپنے تعلق کی جو بیات کو بیان فرماتا مسئلہ شرعی کے بیان کے لیے ہے۔ اگر حضرت صدیقہ ان امور کو بیان نہ فرماتیں تو مسائل شرعیہ سے آگاہی نہ ہوتی (۱۲) اس حدیث سے واضح ہوا کہ جنابت مفہوم صوم نہیں ہے۔

بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

باب اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے (تو روزہ نہیں جاتا)

اور عطا دے گا اگر روزہ دار ناک میں پانی ڈالے اور پانی حلق میں آرائے تو روزہ نہ جائے گا اگر اس کو نکال نہ سکے۔ اور امام حسن لمبری نے کہا اگر روزہ دار کے حلق میں کھٹی گھس جائے تو روزہ نہیں جاتا۔ اور حسن اور مجاہد نے کہا اگر کھجور

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ أَشْتَرْتُمْ كَذَخَلِ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا نَاسِيَ إِنْ لَمْ يَكِلْهُ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقُهُ الذَّيْبُ بَابٌ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَنَجَاهُ لِمَنْ جَاءَهُ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔

سے جماعت کرے تب بھی روزہ نہیں جاتا۔

۱۔ ان لم یملک کا مطلب یہ ہے جو پانی حلق سے اترتا ہے اس کے وکے پر قادر نہ تھا۔

۲۔ بھول کر کھانے پینے جماعت کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (شرط یہ ہے جب بھی روزہ یاد آجائے فوراً ترک جائے۔ جو نہ میں باقی ہے اس کو تھوک دے)۔

بھولے سے ہے کہ روزہ دار کو روزہ بالکل یاد نہ رہے اور وہ ارادہ کھاپی لے۔ اس صورت میں نہ نفضا ہے نہ کفارہ اور وہ درست ہے۔ خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہے مگر بلا ارادہ پانی حلق سے نیچے اتر گیا۔ جیسے کلی یا غرغره کرنے میں احتیاد کے باوجود حلق سے پانی اتر جائے۔ اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا اس کی قضاء کر لے کفارہ نہیں۔

عصم یہ ہے کہ روزہ یاد ہونے کے باوجود قصد و ارادہ سے کھائے پئے۔ جماعت کرے۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ روزہ فاسد ہو گیا۔ نفضا و کفارہ دونوں لازم (۳) مکھی خود بخود حلق میں چلی گئی۔ اسی طرح گرد و غبار (خواہ وہ آٹے کا ہی ہو) اگر حلق میں پہنچا۔ روزہ نہ گیا۔ یا بھول کر اپنی بیوی سے قربت کی، روزہ نہ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا جب بھولے سے کوئی روزہ دار کھاپی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کہے۔ اللہ نے اسے کھلا دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا لَحِصَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطَعَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ۔

مطلب حدیث یہ ہے روزہ دار نے بھول کر جو کھایا یا پیو تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلا دیا۔ کیونکہ روزہ دار نے تو حکم خداوندی کی تعمیل میں

پوری احتیاط کی اور بالقدح کھانے پینے سے باز رہا۔

فلیتم صومہ سے واضح ہو کر نفل روزہ شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے نفل روزہ رکھا اور پھر کسی وجہ سے افطار کر لیا تو اب اس کی تقاضا واجب ہے۔

بابُ سَوَالِ الرَّطْبِ وَالْيَاسِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کے لیے تر یا خشک مسواک

عابر بن ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ انھوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے دیکھا جیسے نہیں شہار میں نہیں لاسکتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ اگر میری ہمت پر شائق ذکر زنا تو میں ہر صومہ کے لیے مسواک کا حکم دے دیتا۔ اسی طرح کی حدیث حمار اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی بھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہے۔ اس میں ان حضوروں نے روزہ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی۔ غرض رضی اللہ عنہا سے عطا دو قناد نے کہا اس کا فتوک بھی نکل سکتا ہے۔

وَيُذَكِّرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ يَتَّبِعَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أَحْصِي أَوْ أَعَدَّ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَا مَرْلَهُمْ بِالْيَسَاكِ عِنْدَ كُلِّ وَضُوءٍ وَيُذَوِي نَحْوَهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخْصُ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلَعَةٌ لِلْفَقْرِ مَضَاةٌ لِلرَّيِّ وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ بَيْنَهُمَا سِرْقَةٌ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسواک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے۔ عطا دو قناد نے

بحالت روزہ مسواک کرنا جائز ہے

۱۔ ان آثار و احادیث کی بنا پر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بحالت روزہ ہر وقت مسواک کر سکتے ہیں۔ زوال سے قبل کرے یا بعد مسواک تر ہو یا خشک ہر حال

ملا کر اہت جائز ہے۔ امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے اور امام احمد کے نزدیک آخر میں مسواک کرنا مکروہ ہے لیکن مذہب حنفی ہر حال قوی ہے۔

۲۔ دارقطنی کی حدیث میں ہے کہ روزہ دار کا بہترین شغل مسواک ہے۔

۳۔ طبرانی کی حدیث میں حضرت معاذ ابن جبل نے فرمایا، دن کے ہر حصہ میں روزہ دار مسواک کر سکتا ہے۔

۴۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بحالت روزہ مسواک کی۔

۵۔ حضرت عطاء کا ارشاد کہ روزہ دار فتوک نکل سکتا ہے، کا مطلب یہ ہے کہ مسواک کرنے کے بعد منہ کا آب نکل جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ جیسے لک کی اور بانی بالکل پھینک دیا۔ صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی۔ فتوک کے ساتھ اسے نکل گیا۔ روزہ نہ گیا۔

عطا ابن زید اور دہقان سے راوی انھوں نے عثمان کو

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ جُمَيْرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَأَيْتُ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ

فَاَتَوَضَّعَ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَمْتَلَ ثُمَّ
عَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ عَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى
الْيُسْرَى ثُمَّ عَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْيُمْنَى ثَلَاثًا
ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ عَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ
الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ مِائَتَيْنِ هَذَا التَّوَضُّعُ قَالَ مَنْ
تَوَضَّأَ مِائَتَيْنِ هَذَا التَّوَضُّعُ بَصُرَتْ رُكْعَتَيْنِ لَا يُحِيقُ شَيْءُ
نَفْسِهِ فِيهِمَا بِشَيْءٍ عِزِّي عَزَّ وَجَلَّ لَهُ مَا لَقَّاهُ مِنْ ذُنُوبِهِ عِزِّي

وضو کرتے ہوئے آپ نے پچھلے اپنے دونوں اعضاء پر تین مرتبہ پانی
برسایا۔ پھر کل کی، تاک میں پانی لیا، تین مرتبہ چروھو، دھونا
باقہ کہیں تک دھو یا پھر بائیں اندہ کہیں تک دھو یا، تین تین
مرتبہ اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر تین مرتبہ پہلے دا یاں پاؤں
دھو یا پھر بائیں پاؤں۔ آخر میں فرمایا جس طرح میں نے وضو کیا
ہے میں نے حضور کو بھی اسی طرح دکھاتے دیکھا ہے۔ پھر
فرمایا جس نے میری طرح وضو کیا، پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھی
کردل میں کسی قسم کے خیالات و وساوس گزرنے میں دیے
نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

یہ حدیث فیوض الباری صحاح کتاب الاذنیہ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ وضو جو حضرت عثمان نے کر کے دکھایا وضو کامل
جامع ستین و محتبات تھا اور وضو کی سنتوں میں سواک بھی ہے۔

ابن بطائی نے فرمایا اس حدیث سے واضح ہوا کہ بحالت روزہ سواک کرنا جائز ہے، خواہ سواک خشک ہو یا تر، کیونکہ وضو وضو روزہ دار کے لیے
یا کوئی شخص دونوں کے لیے طریقہ وضو ایک ہی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخَرِهِ الْمَاءَ وَلَمْ يُبِزْزَيْنِ الصَّلَاةِ وَغَيْرِهِ

باب نمبر کریم سئل اللہ علیہ وسلم کیا ارشاد کر جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے۔ اُن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار اور غیر روزہ دار
کی کوئی تخصیص نہیں کی (بخاری ص ۷۷)

وَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُ عَنْهُ مَا يَسْأَلُ عَنْهُ النَّاسُ مِنْ غَيْرِهِ وَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُ عَنْهُ مَا يَسْأَلُ عَنْهُ النَّاسُ مِنْ غَيْرِهِ
ذَكَرَ فِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ عَنْهُ مَا يَسْأَلُ عَنْهُ النَّاسُ مِنْ غَيْرِهِ
يَالِي لَسَاكَ دَاعٍ كُنْ جَزَعًا جَاءَ اِسْمِي لَيْسَ لِي نَعْبَاتِي لَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ عَنْهُ مَا يَسْأَلُ عَنْهُ النَّاسُ مِنْ غَيْرِهِ
يَسْأَلُ عَنْهُ مَا يَسْأَلُ عَنْهُ النَّاسُ مِنْ غَيْرِهِ

حضرت حسن نے فرمایا کہ ناک میں (دعا وغیرہ) چڑھانے

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسُّعُوطِ لِلصَّلَاةِ إِذَا تَوَضَّأَ
يَعْمَلُ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتُمُ حَلْقَهُ

ہیں اگر وہ حلق نہ پہنچے کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ روزہ دار پر رحم

کرمی لگا سکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ناک میں دعا اس احتیاط سے چڑھائی وہ حلق تک نہ پہنچی۔ مرت ناک کے اندر ہی رہی تو عمل روزہ کو معتبر نہیں۔ اور اگر دعا

حلق تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح روزہ دار سر ملگا سکتا ہے۔ اگرچہ سر ملکا نہ اس حلق ہی مخصوص ہو، بلکہ تنہا میں سر ملکا رنگ بھی دکھائی دے جب تک بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

فَاتِ اسْتَشْتَرُوا فَكُلْ حَلَّ الْمَاءِ حَلْقَهُ لَا بَأْسَ بِكَ أَنْ تَلْعَنَ لَيْلِكَ۔ (بخاری)

حضرت عطاء نے فرمایا اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیار) کی طرح حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں

کیونکہ یہ چیز اس کے اختیار سے باہر تھی مگر صحیح یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈالا اور حلق سے نیچے اتر گیا۔ تو اسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقہاء واجب ہے۔ اگرچہ گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ حلق میں پانی غیر اختیار کی طرح بر گیا ہے۔

وَقَالَ عَطَاءُ إِنْ تَمَضَّضْتُ نَوْمًا فَرَعَمَ مَا فِي فِئِدِي مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُكَ إِنْ لَمْ يَزِدْ سِرْدِي لَيْفَةً وَمَا ذَا بَقِي رَفِيْدِي۔ (بخاری)

حضرت عطاء نے فرمایا اگر مضمضہ کیا اور پھر اپنے منہ کے پانی کا لٹی کر دی تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس کا تنہا نہ ٹھکانا چاہیے اور اب اس کے منہ میں باقی رہ ہی کیا گیا۔

یعنی لٹی کر لی اور پانی بالکل پھینک دیا صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی، تنہا کے ساتھ اسے نکل گیا، روزہ نہ گیا۔

وَلَا يَضِيْرُكَ إِنْ لَمْ يَزِدْ سِرْدِي لَيْفَةً وَمَا ذَا بَقِي رَفِيْدِي۔ (بخاری)

حضرت عطاء نے فرمایا مضمضہ نہ چھانی چاہیے۔ اگر کوئی مضمضہ کا تنہا نہ ٹھکانا چاہیے۔

اس سے روکنا چاہیے۔

یعنی اگر مضمضہ چھانی یا پھر چوس لی اور تنہا نہ ٹھکانا چاہیے۔ مگر تنہا کے ساتھ پڑا مضمضہ کا کوئی حرج حلق میں نہ پہنچا، روزہ نہ گیا۔ مگر ایسا نہ کرنا چاہیے۔

علک عرب کا مشورہ گوند ہے جسے دانوں کی صفائی و مضبوطی کے لیے چھایا جاتا ہے۔ مضمضہ کی طرح دانہ دار ہوتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کو جب تک تنہا نہ ٹھکانا چاہیے۔

فائدہ: تنہا دینا مکروہ ہے کہ جس سے گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں۔ لیکن جو شخص یہ گوند چبا کر خوب اچھی طرح تنہا دے پھر تنہا نکلے۔ اگرچہ گوند کا نام معلوم ذرے حلق سے اتر جائیں، روزہ فاسد نہ ہوگا۔

بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

باب اگر جان بوجھ کر رمضان میں جماع کیا

اور ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جس نے رمضان میں بے غلظہ و بے مرن ایک دن روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے اس کا بدل نہیں بن سکتے۔ ابن مسعود نے بھی یہ ہی فرمایا تھا۔ سعید بن مسیب شعی، ابن جبر، ابیہیم قتادہ اور حماد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھنا چاہیے۔

(بخاری)

وَيُذَكِّرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ اللَّهِ هِيَ وَإِنْ صَامَهُ وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَإِبْنُ جَبْرِ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ وَحُمَادٌ يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ۔

فوائد و مسائل

۱۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ اگر روزہ دار نے قضاء عجماء کیا تو اس پر قضا دو کفارہ دونوں لازم ہیں۔ یعنی روزہ رکھ کر توڑ دینا سخت گناہ ہے اور قضا دو کفارہ بھی واجب ہے۔

۲۔ حدیث ابو ہریرہ کا مطلب یہ ہے رمضان کے ایک روزے کو ایک روزے کے برابر شرعی سمجھو دیا (یعنی سرے سے رکھا ہی نہیں) تو رمضان کے ایک روزہ کا جو ثواب ہے وہ ساری عمر کے روزوں سے بھی حاصل نہ ہوگا۔

۳۔ حضرت سعید بن مسیب شہی ابراہیم وقتادہ و صحابہ کے ارشاد کا شارحین نے یہ مطلب لیا ہے کہ اگر کسی نے جو کوئی حالت میں قضاء عجماء کھایا یا تو اس پر پرتن قلبہ کفارہ نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قضا دو کفارہ دونوں لازم ہیں اور مجہور کا مذہب بھی یہ ہی ہے۔

حضرت عیاد بن عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہ سے سنا کہ کبھی تین ایک شخص (ربیع یا جہان بن جحر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آجائے اور عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نہ فرمایا کیوں کیا مجھ کو؟ عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے صحبت کی۔ پھر آپ کے پاس مجھ کو ایک قبیلہ آیا جس کو عرض کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ روزہ میں جلتے والا کما ہے؟ اس نے کہا

عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّادٍ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَا أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّ سَرَّحَلًا أَيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ اخْتَرَقَ قَالَ مَا لَكَ قَالَ أَصْبَحْتُ أَهْلِي فِي دِمَاصَاتٍ فَأُفِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكْتَبَةٍ يُدْعَى الْخَرَقُ فَقَالَ أَيْنَ الْمُخْتَرَقُ قَالَ أَنَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا (بخاری)

میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! اس سے فرمایا تو خیرات کر دے۔

بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ قَصْدًا عَلَيْهِ فَلْيُكْفِّرْ

باب اگر کوئی رمضان میں قضاء عجماء کرے اس کے پاس خیرات کو بھی کچھ نہ ہو پھر اس کو کمین سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دے دے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آجائے اور عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نہ فرمایا کیوں کیا مجھ کو؟ عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے صحبت کی۔ پھر آپ کے پاس مجھ کو ایک قبیلہ آیا جس کو عرض کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ روزہ میں جلتے والا کما ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: خیر تو دو مہینے لگاتا روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو ساٹھ سکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں کر آپ طھر رہے۔ ہم لوگ بھی سب بیٹھے تھے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجھ کو ایک قبیلہ آیا جس کو عرض کئے ہیں، خرے کی چھال سے بنے ہیں، آپ نے پوچھا

أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَبِيًّا أَخْبَرَنِي جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَةٍ وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَعِدُّ رَقَبَةً لَتَعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ اطْعَامَ سِتِينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَهَكَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَابِعَنَّ عَلَى ذَلِكَ أَيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِقُ فِيهَا نَسْرًا وَالْعَرَقُ الْمَكْتَلُ قَالَ أَيْمَنَ سِتِينَ قَالَ أَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَعْلَى

أَفْضَرُ مَعْنَى مَا رُفِعَ اللَّهُ عَنْهُ مَا بَيْنَ لَابِتَيْهَا كَيْفَ رُفِعَ
الْحَوْرَيْنِ أَهْلُ بَيْتِ أَفْضَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ فَضِيكَ
وَالْتَّبَعِي صَلَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَكُونَ أَتْيَابُهُ
تَعَرَّاقَ أَطْعَمَهُ أَهْلُكَ.

وہ شخص کما گیا۔ کہنے لگا۔ حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تھیلے
اس کو حیرات کر دے۔ وہ کہنے لگا حیرات تو اس پر کر دی جو مجھ
سے زیادہ محتاج ہو۔ قسم خدا کی میں کی دلوں طرے کے پتھر بنے گا تو
میں کوئی گھر والے مجھ سے زیادہ محتاج نہیں۔ یہ سُن کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے۔ بیان تک کہ آپ کی کچیلوں کھل گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

بَابُ الْمَجَامِعِ فِي سَرْمَضَانَ هَلْ يُطْعَمُ أَهْلُهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مُحَاوِمًا

باب رمضان میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے والا شخص، کیا اگر اس کے
گھر والے محتاج ہوں تو وہ انہیں کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْأَخْرَجَ وَقَعَ
عَلَيَّ أَمْرٌ أَنَّهُ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا
تُحَرِّمُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتُطْعِمُ مَنْ تَصُومُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ أَفَتُحِدُّ مَا تُطْعِمُ
بِهِ سِتِّينَ مُشْكِيئًا قَالَ لَا قَالَ فَأَنَّى النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرِي فِيهِ نَمْرٌ وَهُوَ الرَّبِيعُ
قَالَ أَطْعِمُ هَذَا عَنكَ قَالَ عَلَى أَخْوَجَ مِنْ
مَا بَيْنَ لَابِتَيْهَا أَهْلُ بَيْتِ أَخْوَجَ مِنْ أَطْعَمَهُ
أَهْلُكَ (بخاری)

فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بھیب
رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر رہا ہے۔ اُن حضور نے
دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس اتنی استطاعت ہے کہ ایک
غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم پانچ
دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے
دریافت فرمایا کیا تمہارے اندر اتنی استطاعت ہے کہ ساتھ سکنیوں
کو کھانا کھلا سکو؟ اب اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان
کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا لایا گیا۔
جس میں عجیبی بھیب، عروق زہیں لکھتے ہیں۔ اُن حضور نے فرمایا

کرے جاؤ اور اسے اپنی طرف سے (محتاجوں کی کھلا دے۔ اس شخص نے کہا، اپنے سے بھی زیادہ محتاجوں کو، حالانکہ ان دو سکنیوں کے
درمیان کوئی گھر نہ ہو۔ یہ زیادہ محتاج نہیں۔ اُن حضور نے فرمایا کہ پھر اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

فوائد ومسائل

۱۔ ماہ رمضان میں مجامعت روزہ دن میں اپنی بیوی سے قصد صحبت کر لینے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔ چنانچہ آیت تَحَرَّاتُوا الصَّيَّامَ إِلَى اللَّيْلِ سے روزے کی آخری حد معلوم ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے۔ ۳۔ روزہ روزوں میں دُعا و دعا
براکہ کے قصد عمدًا ترکِ کتاب سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے (مدارک)

۲۔ قصداً غذا کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے کیونکہ کفارہ کا سبب قصداً روزہ توڑنا ہے تو جیسے جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی کھانے پینے سے بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۳۔ روزہ توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا، دو ماہ مسلسل روزے رکھنا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور اس میں ترتیب شرط ہے یعنی اگر غلام آزاد نہ کر سکے تو پھر دو ماہ مسلسل روزے رکھے یہی ذکر کر کے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۴۔ دارقطنی میں بروایت ابو ہریرہ و سعید بن المسیب ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن کو بھلائی تو اسے حضور نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے رمضان کا روزہ رکھ کر توڑ دیا حضور نے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا۔ الخضر رمضان میں کسی طرح بھی قصداً غذا روزہ توڑے اس پر کفارہ واجب ہے۔ احاث کا یہ ہی مسلک ہے۔

۵۔ کفارہ اگر ساٹھ مسکینوں کو کھلایا جائے تو ہر مسکین کو نصف صاع کھدوے یا ایک صاع کھجور دے۔ صبح مسلم میں ہے فاموہ ان یجلس فجاء عس قان فیہما طحا فاموہ ان یتصدق بھ۔ عرق ۱۵ صاع تھا۔ ۲ عرق ۳۰ صاع ہوئے تو ساٹھ مسکینوں میں ہر ایک کے حصہ میں نصف آیا۔

۶۔ جن جریموں میں حد نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قاصی یا امام کے سامنے اس جرم کا اعتذار کرے تو اس کو سزا نہیں دی جائیگی۔ جیسے باعزالی جس نے رمضان کا روزہ توڑ کر رمضان کی بے حرمتی کی حضور علیہ السلام نے اس کی کوئی سزا اس کو نہ دی۔

واضح ہو کہ کوئی شخص اپنا کفارہ یا زکوٰۃ نہ خود کھا سکتا ہے نہ اس کے بیوی بچے۔ مگر یہاں حضور نے اس اعلیٰ کو یہ اجازت دی کہ اپنا کفارہ خود ہی کھا لے اور اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔ نیز کفارہ ادا ہو جائے گا۔ تو حضور کے خصوصیات سے ہے۔ امام زہری و دیگر محدثین نے بھی اسے اس شخص کے خصوصیات سے مانا ہے (مرقات اشعة اللمعات)۔ چنانچہ بدایہ میں ہے۔

تُو اور تیرے عیال کھالیں یہ صفت تجھے جائز ہے
اَحَدُ بَعْدَكَ | تیرے بعد اور کسی کو نہیں۔

اور دارقطنی کی حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تو اور تیرے بیوی بچے کھالیں۔

فَقَدْ كَفَّرَ اللَّهُ عَنْكَ | اللہ تعالیٰ نے تیری گنہگار سے کفارہ قبول فرمایا

انے حدیث تقریبات سے واضح ہوا کہ کفارہ کا خود ہی کھانا اس شخص کے لیے خاص تھا اور حضور علیہ السلام کے اختیارات خدا وادی کیفیت پر بھی روشنی پڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے۔ آپ جس کو چاہیں جس حکم شرعی سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔

بَابُ الْحَجَامَةِ وَالْقِيَاءِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کا قے کرنا — اور پھینچنے لگنا

عمر بن حکم بن ثوبان نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا
جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے جو
چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی۔ اور ابو ہریرہ ہی سے روایت

عَنْ عُمَرَ بْنِ حَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ
إِذَا قَاءَ فَلَا يَفْطِرُ إِنَّمَا يَخْرُجُ وَلَا يُؤْخَذُ بِهِ وَلَا يَكُونُ يَوْمًا
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ يُفْطِرُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔
ابن عباس اور کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا: ٹوٹتا ہے
ان چیزوں سے جو اندرجاتی ہیں۔ ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔
ابن عمر روزہ کی حالت میں پھینکا گوتے تھے۔ مگر بعد میں
اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اسی میں پھینکا گوتے تھے۔ ابوہریرہ
نے بھی رات میں پھینکا لگایا تھا۔

سعد و زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
روایت ہے کہ انھوں نے روزہ کی حالت میں پھینکا لگایا۔ پھر
نے اعلیٰ سے کہ ہم حضرت عائشہ کے ہاں روزہ کی حالت میں پھینکا
لگواتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد افراد مروی روایت کرتے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ عَلِيٌّ مِمَّنْ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ
مِمَّا خَرَجَ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَخْتَجِمُ وَ هُوَ صَائِمٌ لَمْ
تَرَكَ فَكَانَ يَخْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَ اخْتَجَمَ ابْنُ مَوْسَى
لَيْلًا وَ يَذْكُرُ عَنْ سَعْدٍ وَ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمٍ وَ اُمِّ سَلَمَةَ
اَخْتَجَمُوا اَصِيَامًا وَ قَالَ لَيْثٌ عَنْ اُمِّ عُلَيْمَةَ كُنَّا
نَخْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهَى وَ يَذْكُرُ عَنِ الْحَسَنِ
عَنْ غَيْرِ وَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ قَالِ افْطَرُ الْحَاجِمُ وَ
الْمُخْجَمُ وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلَى
حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ الْحَسَنِ هُنَالَهُ قِيلَ لَهُ عَرَفَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ لَمْ قَالَ
اللَّهُ أَغْلَمُ۔ (بخاری)

ہیں کہ حضور نے فرمایا: پھینکا لگنے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(۱) یعنی خود بخود تھے جب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہاں اگر قصداً نہ بھرتے کی اور روزہ دار مرنے یا دھواؤں سے قطعاً
روزہ جاتا رہا۔

فوائد ومسائل

۲۔ بحالت روزہ قصد کھانے اور پینے لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کراہت بھی اسی صورت میں ہے۔ جبکہ اس عمل سے ضعف کا اندیشہ ہو
اور ضعف کی وجہ سے روزہ افطار کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عمر اور دیگر صحابہ رات کو پھینکے لگواتے تھے۔

۳۔ چونکہ صحیح حدیثوں سے یہ واضح ہے کہ خود حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام بحالت روزہ پھینکے لگواتے تھے۔ اس لیے یہ حدیث (جس میں ہے
پھینکے لگوانے اور لگنے والے کا روزہ ٹوٹ گیا) حدیث ابن عباس سے منسوخ قرار پائے گی۔

بعض شارحین نے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ وہ دونوں بوقت قصد غیبت کر رہے تھے۔ اس لیے اس غیبت کی وجہ سے
حضور نے فرمایا ان کا روزہ جاتا رہا۔ لیکن ظاہر ہے یہ تاویل محض تاویل ہے اس میں متعدد وجوہ سے کوئی وزنی نہیں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَخْتَجَمَ وَ هُوَ فَحِيْرٌ وَ اَخْتَجَمَ وَ هُوَ صَائِمٌ عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَائِمًا وَ هُوَ صَائِمٌ۔ (بخاری)

علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں اور جب آپ روزہ دار
تھے پھینکا لگا۔ ابن عباس سے کہا کہ اے اللہ علیہ وسلم نے
روزہ میں پھینکا لگا۔

فوائد ومسائل

۱۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور نے بحالت احرام قصد کرائی اور بحالت روزہ بھی قصد کرائی ہے۔ تو
قصد سے احرام میں کوئی خرابی ہوتی ہے اور نہ روزہ فاسد ہوتا ہے۔ البتہ بحالت احرام روزہ وی ہے کہ

قصد کرنے سے بال نہ اٹھنے۔ ورنہ کفار لازم ہوگا۔

- ۲۔ اس حدیث سے واضح ہو کہ رمضان روزہ فاسد ہو تا ہے اور نہ مکروہ۔ امام عظیم علیہ السلام کا یہی مذہب ہے۔
۳۔ ترمذی میں بروایت ابو سعید مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں۔ کچھنا، قے آنا اور احتلام ہو جانا۔ تو اگر بھری سنگی لگوائی یا تے خود خود اگئی یا بحالت روزہ سو یا اور احتلام ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

آدم بن ابی ایاس نے یاس بن کیا کو کہم سے شعبہ نے کہا میں نے ثابت بنانی سے سنا وہ انس بن مالک سے پوچھ رہے تھے کیا تم روزہ دار کو کھین لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے کہا نہیں فقط صنعت کے خیال سے ہم اس کو برکرات جانتے تھے اور شاید شعبہ سے اس روایت میں اتنا زیادہ کیا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتَ بْنَ الْبُنَاتِي يَقُولُ أَسْأَلُ عَنْ مَا لَكَ أَكْتَمْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحِجَابَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَحْبَلِ الصُّعْفِ وَرَأَى شَبَابَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

اس سے واضح ہوا بحالت روزہ فصد کھلوانا، کچھنا لگانا مکروہ نہیں ہے جبکہ صنعت کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر اندیشہ ہو، تو مکروہ ہے۔ اس پر ایسے کہ غروب آفتاب تک مؤخر کرے۔

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ

باب سفر میں روزہ اور افطار

ابو اسحاق شیبانی سے روایت ہے، انہوں نے ابن ابی اوفیٰ سے سنا، کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ روزہ کی حالت میں، آپ حضور نے ایک صاحب سے فرمایا کہ اگر تم کریم سے یہے سنا گھول لو۔ انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ابھی تو سورج باقی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر تم سنا گھول لو۔ اب کی تیرہ بھی انھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ سورج ابھی باقی ہے، لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا کہ اگر تم کریم سے یہے سنا گھول لو چنانچہ چودھارے اور سنا گھول لیا۔ پھر آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم کو بھی کورات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے

عَنْ أَبِي اسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنُ لَاحِجٍ إِنِّي قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَمْسُ قَالَ ابْنُ لَاحِجٍ إِنِّي قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الشَّمْسُ قَالَ ابْنُ لَاحِجٍ إِنِّي فَكَّرْتُ فَجَعَلَ حَلًّا فَكَّرْتُ ثُمَّ سَمِعْتُ رَجُلًا يَقُولُ هُمْنَا ثُمَّ قَالَ إِنْ كَانَ مِنْكُمْ اللَّيْلُ أَتَمْسُ جِئْتُمْ هُمْنَا فَقَدْ أَفْطَرْنَا الصَّائِمُ تَابَعَهُ جَدِّي وَابْنُ كُبَيْسٍ بْنُ عَمِيْنٍ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ

(یعنی اس وقت سورج غروب جاتا ہے، اس کی متابعت جبر اور ابوبکر بن عباس نے شیبانی کے واسطے سے کی ہے اور اس سے ابوالاؤنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔

۱۔ واضح ہو کہ بحالت سفر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا جائز ہیں۔ عمنان کا مقصود یہی ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن ابی کا خیال یہ تھا کہ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد جو آسمان پر سرخی رہ جاتی ہے، جب تک

فوائد و مسائل

یہ سخی زائل نہ ہو جائے اس وقت تک افطار نہ کیا جائے۔ اسی لیے بار بار الشمس الشمس عرض کرتے رہے حضور علیہ السلام نے ان پر واضح کر دیا کہ روزہ اس وقت افطار کر لیا جائے کہ جب سورج کی پوری ٹکڑی غروب ہو جائے۔

۳۔ کہتے ہیں کہ باب سے اس حدیث کی مناسبت یہ ہی ہے کہ حضور نے بجا لت سفر روزہ رکھا۔ لیکن اس حدیث نے اس امر پر کوئی اثر نہیں ہے کہ حضور کا یہ سفر رمضان کے مہینہ میں تھا۔ فافہم

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حمزہ بن عمر اسلمی نے یارسول اللہ! ہمتو تو روزے رکھتا ہوں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حمزہ بن عمر اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مغرب میں ہمیشہ روزے رکھتا ہوں۔ وہ روزے کثرت رکھا کرتے تھے حضور نے فرمایا اگر جی چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو افطار کرے۔

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْأَسَدِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَشْرُدُ الصَّوْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَأَوْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَانَ حَمْزَةَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْأَسَدِ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصُومُ فِي السَّعْيِ وَكَانَ لَكَيْثٍ الصَّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَلَا تَنْتَ فَاظْنِ - (بخاری)

۱۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابی کلمات اِنْ شِئْتَ فَصُمْ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر چہ سفر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ مگر روزہ رکھ لینا افضل و بہتر ہے۔ تاکہ مسلمانوں سے موافقت ہو جائے اور رمضان کے بعد گراں نہ گزرے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے روزہ رکھنے کو پہلے ذکر کیا۔

۲۔ واضح رہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن رمضان کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے کہ علانیہ کھاتا بیٹھا پھرے۔ بلکہ مسافر کو چاہیے پوشیدہ طور پر کھانی لے۔ جیسے عین و فاس والی عورتوں کو حکم ہے کہ چھپ کر کھائیں۔

۳۔ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنی چھتیس کوس (۵۶ میل) کے ارادہ ہو۔ پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مسافر ہی ہے گا۔ مسافر کے لیے فرض نماز میں قہر واجب ہے اور روزہ فضا کرنے کی اجازت ہے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ مالک و شافعی و ثوری کے نزدیک مسافر کو افطار جائز اور روزہ رکھنا بہتر ہے۔

بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

باب رمضان کے کچھ روزے رکھنے کے بعد کسی نے اگر سفر کیا

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے (غزوہ تبوک) میں چار شنبہ کے دن (بعد) آپ نے روزے رکھے۔ حتیٰ کہ جب آپ مقام کدیر پہنچے تو پہنچے تو افطار کیا۔ لوگوں نے بھی افطار کیا۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ کدیر مدینہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدْبَيْدَ فَأَفْطَرَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ الْكَدْبَيْدُ مَاؤُهُمُ عَشْفَانُ وَقَدْ نَبَذَ -

سے سات منزل پر عشفان اور قدید کے درمیان ہے۔

یہ غزوہ فتح کا واقعہ ہے۔ حضور دس رمضان گزر جانے کے بعد بدھ کے روز بعد نماز عصر روانہ ہوئے۔ جب مصلصل پہاڑ جو کذا و الجلیفہ کے پاس ہے پہنچے تو ایک منادی نے ندا کی جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے افطار کرے۔ حتیٰ کہ حضور کو دید کے مقام پر پہنچے تو آپ نے سواری پر افطار فرمایا۔ تاکر لوگ وکیلین اور انہیں مسئلہ معلوم ہو جائے کہ بحالت سفر روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

علامہ علی قاری نے نزوات میں لکھا ہے کہ حضور نے فتح کو بدھ کے موقع پر رمضان میں سفر کیا۔ ان دو مسافروں کے علاوہ اور کبھی **فائدہ** رمضان میں سفر ثابت نہیں (مزقات)

۲۔ حضور علیہ السلام فتح مکہ کے لیے ۲ رمضان ۸ھ بعد از نماز عصر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور عین رمضان کو مکہ فتح ہوا (مرفعات)

بعض مؤرخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے۔
عَنْ أَبِي الْكَرْدِ أَخْبَرَنَا قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَشْفَادِهِ فِي يَوْمٍ مَحَارِبٍ سَحَنِي كَيْفَ الدَّجَلُ يَكْأَعْلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فَنِيَّا صَالِحَهُ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَرَّادَةَ۔

ابو بردا سے روایت ہے اُفصول نے کہا کہ کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایسی گرمی تھی کہ آدمی سر پر پاتھر رکھتا۔ گرمی کی شدت سے آدمی میں کوئی روزہ سے نہ تھا۔ حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ روزہ دار تھے۔ (بخاری)

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ بحالت سفر روزہ رکھنا یا افطار کرنا دونوں مباح ہیں۔ یہی وجہ ہے تمام مسافروں میں صرف حضور اور ابن رواحہ روزہ دار تھے اور باقی صحابہ روزہ سے نہ تھے (۱۲) اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ ترکِ مسجبت گناہ نہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْإِبْرَةِ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص کے لیے جس پر سایہ کیا گیا تھا اور سخت گرمی ہو رہی تھی یہ فرمانا کہ سفر میں ہلکا روزہ رکھنا اچھا نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے اُنہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے ایک جگہ جویم آیا اور ایک شخص دقتیں غامری کو دکھایا لوگ اس پر سایہ کیے ہیں۔ آپ نے حال کو چھایا لوگوں نے کہا روزہ دار ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا وَرَجُلًا قَدْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا أَفَقَالُوا صَالِحَهُ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْإِبْرَةِ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔

آپ نے فرمایا سفر میں ہلکا روزہ رکھنا بہتر نہیں۔

یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے یا فتح کا جو صاحبِ روزہ کی وجہ سے بحال ہوئے ان کا نام تیس یا تیسرا ورنہ کنیت ابو سرائیل ہے۔ سخت گرمی تھی اور نصیر سحری نے نغزہ رکھا تھا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مساجد کرام نے اپنی چادروں سے ان پر **فوائد و مسائل**

سایک ۱۰ اس موقع پر حضرت علیہ السلام نے فرمایا: "آئیے سخت سفر اور بے سروسامانی میں روزہ مناسب نہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہی ہدایت ہے
يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اس سے بھی واضح ہوا کہ شریعت نے جن امور میں آسانی دی ہے ان کو اپناتا
تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔"

بَابُ لَمَّا يَعْبُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ

بَعْضًا فِي الصَّوْمِ الْأَفْطَارِ

باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کوئی سفر میں روزہ رکھتے، کوئی انتظار اور کوئی کسی پر عیب نہ لگاتا۔
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا سَافَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْبُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ (بخاری)
اس میں ایک سے روایت ہے کہ ہم نے نبی سے روایت کیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے، روزہ رکھنے والا انتظار کرنا نہیں دیکھا اور نہ صائمتہ پر عیب نہ لگاتا اور نہ انتظار کرنے والا روزہ (ارپر بخاری)

اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ بحالت سفر سفر کر روزہ نہ رکھنا مباح ہے اور روزہ رکھنا افضل و بہتر
و مستحب ہے، لیکن بھی حضور کے ہمراہ سفر کرتے، بعض روزہ نہ رکھتے، بعض سبب پھل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیتے۔ عمر
ایک دوسرے پر عیب نہ لگاتے، اس سے واضح ہوا کہ سبب پر اعتراض جائز نہیں ہے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو خانہ ساز تقویٰ
میں مبتلا ہو کر سبب کے تارک پر اعتراض کرتے ہیں اور عبادات و ریاضت میں تہمت و تشدد کو تقویٰ کا نام دیتے ہیں۔

بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

باب جس نے سفر میں اس لیے روزہ چھوڑا، تاکہ لوگ دیکھ لیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عَشْرَ أَشْهُارٍ عَامًا فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسُ فَأَنطَحَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَدَا إِلَيْكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ نَحْنُ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ (بخاری)
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ سفر کرنے لگے تو روزہ رکھتے رہے حتیٰ کہ عشاء پہنچ گئے، آپ نے پانی لگایا اور اسے اٹھایا، تاکہ لوگ دیکھ لیں، پھر حضور افطار فرماتے رہے حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے۔
ابن عباس نے فرمایا کہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا، اس لیے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا بحالت سفر سفر کر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں لیکن روزہ رکھنا افضل ہے (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا، پانی پا کر حضور نے سلسلہ شرعی بیان فرمایا کہ سفر میں افطار جائز ہے۔

بَابُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ قَدِيَّةٌ

باب وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ قَدِيَّةٌ کے متعلق

حضرت ابن عمر اور سلم بن اکوع نے فرمایا آیت يطيقونه کو منسوخ کر دیا اس آیت نے — فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ — (رجس کا ترجمہ یہ ہے)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترے۔ لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشنی باتیں۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے مہرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ اور اس لیے تم کو گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو، اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم ہی گمراہ ہو۔ ابن زبیر نے بیان کیا کہ ہم نے اُش نے حدیث بیان کی، ان عمرو بن روہ نے حدیث بیان کی، ان سے ابن ابی بکر نے حدیث بیان کی اور ان سے محمد بن ابی علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کی کہ رمضان میں وجب روزے کا حکم، نازل ہوا تو بہت سے لوگوں پر بڑا دشوار گزرا چنانچہ بہت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے، انھوں نے روزے چھوڑ دیے۔ حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی۔ بات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ سَخَّطَنَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُتْرِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هَذَا لِنَتَّاسٍ وَبَيَّضَتْ مِنَ الْهَدْيِ وَالْعَرَّةِ قَانُ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِمَّنْ آتَا مَحَرًّا يَرِيذُ اللَّهُ بِكُمْ الْبُسْرَ وَلَا يَرِيذُ بِكُمْ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مَرْثَدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي يَحْيَى حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانَ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَكَانَ مَوْتُ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَنَا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيقُهُ وَسَرَّحَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ فَسَخَّطَهُمْ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ فَاِمْدُوا بِالصَّوْمِ.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَدْ أَفْدِيَةٌ طَعَامُ مِثْلَيْنِ

قَالَ هُوَ مَنْسُوخَةٌ (بخاری)

بجودے دی گئی تھی (قرآن کی اس آیت میں ذکرین لوگوں کو روزہ کی طاقت ہے ان پر فدیہ ہے) پھر اس اجازت کو آیۃ تمخارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو۔ نے منسوخ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔

حضرت ابن عمر نے آیت فدية طعام مسکین تلاوت کی اور کہا یہ منسوخ ہے۔ (بخاری)

انزل فيه القرآن کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

۱۔ رمضان۔ وہ جس کی شان و شرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔

۲۔ قرآن پاک کے نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔

۳۔ قرآن پاک بتمام رمضان المبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اُتار دیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے۔ یہاں سے دُعا فرشتہ حسب اقتضا و حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا جبریل امین لاتے رہے یہ نزول قرآن کے عرصہ میں ہوا

• دُفْعَ كَانَ كَمِثْلَيْهَا أَوْ عَلَى سَفَرٍ - ۱۔ سفر سے دوسرا وہ ہے جس کی مسافت تین دن سے کم نہ ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کو رخصت دیا کہ اگر اس کو رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاکت کا اندیشہ ہو یا سفر میں شدت و تکلیف محسوس ہو تو وہ رمضان دوسری روزہ نہ رکھے اور بجائے اس کے اور دنوں میں ان کی قضا کرے (لیکن نقصان یا پانچ دنوں میں نہ کرے جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں - ایامِ منہیہ یہ ہیں - عید الفطر - عید اضحیٰ اور ذوالحجہ کی ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ تاریخ)

۲۔ رمضان کو محض دویم پر روزے کا افطار جائز نہیں۔ جب تک دلیل یا تجربہ سے اسے یہ ظن غالب حاصل ہو کہ روزہ رمضان کے طول یا زیادتی کا سبب بنے گا۔ یا نیک خلائق حکیم یہ کہے کہ روزہ رمضان کی زیادتی یا طول کا سبب بن جائے گا۔

۳۔ جو شخص بالفعل بیمار ہو مگر مسلمان طیب یہ کہے کہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا وہ بھی رمضان کے حکم میں ہے۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے سے اپنی یا بچے کی جان ہانے یا بچے کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی افطار جائز ہے۔ ۴۔ واضح ہو کہ جس مسافر نے طلعہ فجر سے پہلے سفر شروع کیا اس کو تو روزے کا افطار جائز ہے۔ لیکن جس نے بعد طلعہ فجر سفر شروع کیا یعنی روزہ رکھ کر سفر شروع کیا اس کو اس دن کا افطار جائز نہیں۔

۵۔ اگرچہ مسافر و رمضان کو افطار کی اجازت ہے۔ لیکن زیادہ بہتر و افضل روزہ رکھنا ہی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا:-

فَمَنْ تَطَوَّعَ حَيْثُ فَهُوَ حَيْرٌ لَّهُ

عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ - ۱۔ اس آیت کے متعلق ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم احوک ابتداء میں تھا کہ جو یاد و جود طاعت کے

روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے) منسوخ ہے۔ جیسا کہ زبیر بحث حدیث میں مذکور ہے نسخ کا قول کرنے والے حدیث سلمہ و ابن عمر و معاذ سے استدلال کرتے ہیں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، حسن، شعبی ابن شہاب کا بھی یہی قول ہے۔ اور

۲۔ حضرت علی، ابن عباس، ابو ہریرہ، انس، سعید ابن جبیر، طاؤس، سعید ناام اعظم، ابو سعید خدری، اور اعمیٰ، احمد بن حنبل کی رائے یہ ہے۔ یہ آیت شیخ فانی کے لیے ہے۔ وہ ہر روزہ کے عوض فدیہ دے دے۔

۳۔ جس بڑے مرد یا عورت کو پیرائے سال کے ضعف سے روزہ رکھنے کی قدرت نہ رہے اور آئندہ قوت حاصل ہونے کی امید بھی نہ ہو اس کو شیخ فانی کہتے ہیں۔ اس کے لیے جائز ہے کہ افطار کرے اور ہر روزہ کے بدلے نصف صاع گیسوں یا اس کا آٹا یا صاع بھر جو بطور فدیہ دے دے۔ اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو روزہ واجب ہوگا۔

۴۔ اور اگر شیخ فانی ناوار ہو اور فدیہ دینے کی قدرت نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اپنی عجز و نقیصہ کو دعا کرتا رہے۔

بَابُ مَتَى يُقْضَى قِضَاءُ رَمَضَانَ

باب رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں

اور ابن عباس نے کہا کہ جو حج نہیں اگر قضا کے روزے

پہے در پہے رکھے جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اتنا فرمایا۔ دوسرے دن

میں گنتی پوری کرلو۔ اور سعید بن مسیب نے کہا کہ جو کے دن غفلت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى نِعْدَةً مِّنْ آيَاتِهِ أَحَدٌ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِهِ الْعَشْرَ لَا يُضَاهَى حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ -

- ۱۔ واضح رہے کہ رمضان کے روزے اگر بوجہ بیماری یا سفر یا حیض و نفاس رہ جائیں تو جتنے روزے رو گئے ہیں ان کی قضا دوسرے دنوں (سوا ان دنوں کے جن میں روزہ رکھنا حرام ہے) میں کرے۔ قضا کے روزے متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔
- ۲۔ جس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو اسے نقلی روزے رکھنے مناسب نہیں۔ پہلے فرض ادا کرنا چاہئیں۔

فائدہ یہاں قضاء سے ادا مراد ہے۔ یعنی ایفاء۔ عرب کہا کرتے ہیں اذیت حق فلان ۱۰ اسی اذیت ۱۰ واو سے معنی شرعی مراد نہیں ہیں۔ ادا کے معنی شرعی یہ ہیں۔ تسلیم عین الواجب اور یہ اب ممکن نہیں

اور اگر بیمار بن جائے اور اگر رمضان کی قضا نہ رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو دونوں کے روزے رکھے اور فدیہ اس پر واجب نہیں اور ابوہریرہ سے مرسلًا اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ فقہروں کو کھانا بھی کھلائے اور اللہ نے تو اپنی کتاب میں کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا۔ اتنا ہی فرمایا کہ دوسرے

وَقَالَ ابْنُ اَهْلِيْمٍ اِذَا قَطَطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ اَخْرَجُوْهُمُهَا وَلَمْ يَدْخُلُوْهُ عَلَيْهٖ طَعَامًا وَدَبْنُ كَرُمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ سَلَامَةَ بْنِ عُبَيْسٍ اَنَّهٗ يُطْعِمُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا لِلّٰهِ اِلَّا طَعَامًا اِنْهَافًا لِّفَعْلٍ لِّمَنْ اَيَّاهُمْ اَخُو۔ (بخاری)

دونوں میں گفتی پوری کرے (بخاری)

واضح ہو۔ ایک جماعت صحابہ کرام میں جناب ابوہریرہ و ابن عباس بھی شامل ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے اور صحت یابی کے بعد قضا بھی نہ کیے۔ حتیٰ کہ دوسرا رمضان آگیا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد پہلے رمضان کے روزوں کی قضا کرے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائے، جمہور بھی یہی رائے ہے اور امام حمادی بھی جمہور کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔ نزل مجید میں صرف یہ حکم ہے فَعَلَىٰ مَنْ اَقْرَبَ مِنْ اَيَّامِ اَخُو۔ دوسرے دنوں میں قضا کرے۔ فدیہ کا ذکر نہیں ہے تو تاخیر قضا کی بنا پر فدیہ لازم کرنا درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا امام اعظم و مخفی علیہ الرحمہ کی رائے بھی یہی ہے کہ فدیہ لازم نہیں ہے۔

ابن مسعود سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہ سے سنا وہ کہتی تھیں مجھ پر رمضان کی قضا باقی ہوتی تھی۔ میں اُس کو رکھ نہ سکتی تھی۔ یہاں تک کہ شعبان آجاتا بھیجی لے لیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتیں۔

عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ كَاَنْ يَحْكُوْنَ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ لَمَّا اسْتَطِيعَ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ كَيْفَ الشُّغْلُ مِنْ النَّبِيِّ اَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری)

- ۱۔ واضح ہو کہ بخاری دن کی قضا جلد کر یعنی چاہیے کیونکہ زندگی کا کیا بھروسہ۔ بیماری و سفر یا حیض و نفاس کی وجہ سے جو روزے چھوٹ جائیں ان کی قضا بھی جلد کر لی چاہیے۔ بالفرض قضا نہ کی اور دوسرا رمضان آگیا تو فوراً تندرہ روزوں کی قضا ساقط نہ ہوگی۔
- ۲۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جلد قضا کی سعی فرماتی تھیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکتیں تو دوسرا رمضان آنے سے پہلے فوت تندرہ روزوں اور نازوں کی (جو کہ بوجہ جیسا بیماری رہ جاتے تھے) قضا کرتی تھیں۔

بَابُ الْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

باب حائضہ روزہ و نماز چھوڑ دے

ابو الزناد نے کہا سنتیں اور حق باتیں بظاہر رائے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، لیکن مسلمانوں کو بہر حال ان کی پیروی کرنی چاہیے، حائضہ روزہ و قضا کرے، نماز کی قضا داس پر نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزہ سے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہ ہاں کہہ کر ان کا نقصان ہے۔

• وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَانِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ السَّائِي خُصَّامِجِدُ الْمُسْلِمُونَ بَدَأُوا تَبَاعُهَا مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ۔ (بخاری)

• عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ إِذَا أَحَاضَتْ لَمْ تَصَلِّ وَلَمْ تَصُومْ فَذَلِكَ لِقَضَائِهَا فِيهَا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی حکمت کا ہماری سمجھ میں آجانا ضروری ہے، ایک مسلمان کا فرض مذہبی یہ ہے کہ وہ اللہ و رسول کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور ہمہ قلب سے اسے قبول کر لے، پس اگر حائضہ عورت و نوزد کے لیے نماز کی نہیں، اسی نوع سے ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ نمازوں کی قضا کیوں نہیں، چنانچہ مسلم شریعت کی حدیث میں ہے معاذہ اللہ یہ

نے جناب عائشہ سے یہی سوال کیا۔

مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ | کہ روزہ بھی فرض اور نماز بھی فرض اللہ حقیق و نقاس دونوں کو مانے

پھر روزہ کی قضا ہے، نماز کی کیوں نہیں؟

تو جناب عائشہ صدیقہ نے نہایت ایمان افروز جواب دیا: — فَمَنْ هُوَ لِقَاءِ الصَّوْمِ — ہمیں تو اس حالت میں روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا ہے اور نماز کی قضا کا نہیں، یعنی میں عقلی حکمتوں سے کیا غرض، ہم تو حکم کے بندے ہیں، بیا طیب کے نسخہ پر عمل کرتا ہے نسخہ کی حقیقت و ماہیت پر غور نہیں کیا کرتا، حصہ علیہ السلام طیب کائنات ہیں، ہمیں تو بہر حال میں ان کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔
۲۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ روزہ کی قضا میں آسانی ہے، سال میں اتفاق سے سات آٹھ روزہ قضا کرنے پڑتے ہیں، برخلاف نماز کے کہ ہر روز میرا پنج دن یا آٹھ دن کی نمازیں قضا ہوتی ہیں، تو نماز کی قضا میں دشواری ہے اس لیے نمازوں کی قضا نہیں روزوں کی ہے، واللہ و رسولہا علم۔

بَابُ مَن مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

باب جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے

اور سن نے فرمایا اگر اس کی طرف سے تین آدمیوں نے ایک دن روزہ رکھ لیا تو جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ

• وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُونَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ۔

• عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ عَنْهُ وَلَيْتَ تَأْتِيَهُ
ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دَاوُدَ الْيَمَنِيِّ ابْنُ أَبِي
عَيْنٍ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس
کے ذمے روزے واجب ہوں تو اس کے دل کو اس کی طرف
سے روزے قضا کرنے چاہئیں۔ اس روایت کی متابعت

ابن وہب نے عمرو کے واسطے سے کی ہے۔ اس کی روایت یحییٰ بن ابی یوسف کے واسطے سے بھی کی ہے

فوائد و مسائل | اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال فرمایا کہ جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ
اور سیدنا امام اعظم علیہ السلام کا مسلک یہ ہے کہ اس کا دل اس کی طرف سے ذمہ دے (لغت صاع گیسوں یا ایک صاع جو) چنانچہ ہر طاریت
کی حدیث میں ہے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ فرماتے :-
لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ
عَنْ أَحَدٍ (مشکوٰۃ)

اور طحاوی شریف میں صحیح حدیث ہے۔ عمرو بن عبد الرحمن نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے عرض کی، میری والدہ کا انتقال ہو گیا
اور ان پر رمضان کے روزے ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے قضا کروں :-

ايصالح عن اقصى عنها فقال لا ولكن لقد قى
عنها مكان كل يوم على مسكين .

فرمایا نہیں۔ لیکن تو ان کی طرف سے ہر روزہ کا ذمہ
دے مسکین کو ۱۷

قرآن مجید میں بھی روزے کی طاقت نہ رکھنے والوں کو ذمہ دینے کا حکم ہے۔ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين . میت بھی
اب روزہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ لہذا اس کی طرف سے ذمہ ہی دیا جائے۔ علاوہ انہی پر فضا بھی ہے۔ بدنی عبادات بندے کو خود ہی
کرنا ہوتی ہیں۔ دوسرے سے نہیں کرا سکتا۔ قرآن مجید میں فرمایا: ليس للانسان الا ما سعى اور قیامی بھی یہی چاہتا ہے کہ میت کی طرف
سے کوئی نماز نہیں پڑھتا۔ نماز کا بھی ذمہ ہی دیا جاتا ہے، تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے۔ جبکہ نماز بقا بلکہ روزہ زیادہ اہم ہے۔ نیز

ملے۔ اگر مرنے والے نے وصیت کر دی ہے تو وصیت تنہا ہی مل جائی ہوگی۔ اور اگر وصیت نہ کی لی اپنی طرف سے ذمہ دیر سے تو جائز ہے۔ مگر ولی پر ذمہ
دینا واجب نہیں ہے۔

۱۷۔ اس پر اجماع کے عبادات بدنیہ میں نیابت جاری نہیں ہوتی یعنی یہ جائز نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھے یا نماز پڑھے۔ یہ گفتگو
محض عبادات بدنیہ نماز روزے میں نیابت کے متعلق ہے۔ رہا اپنے کسی بھی نیک عمل (عبادات) کا ثواب بخشنا۔ یہ دوسری چیز ہے اور بالاتفاق جائز ہے۔

۱۸۔ یہ حدیث اگرچہ مؤلف ہے مگر فروغ کے حکم میں ہے۔ کیونکہ صحابہ کے وہ اقوال جو عقل سے دراء ہوں وہ فروغ کے حکم میں ہوتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبدالسلام
سے سُن کر ہی ایسا فرمایا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ کے دلائل بہت قوی ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت جبکہ حدیث زیر بحث جس سے ولی کو
روزہ رکھنے کا استدلال کیا جا رہا ہے۔ غیر محفوظ ہے۔ علامہ ابن قتیبہ نے تصریح فرمائی ہے فقال ابو عبد الله ليس بمحظوظ هل امن نبل عبید الله
بن ابی جعفر وهو منكر الاحاديث وكان فقيها۔ واما الحديث فليس هو فيه بذلك (یعنی)

حدیث ابن عمر سے روایت کیا:

• عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ شَهْرٍ رَمَضَانَ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِثْلِكُنَا.
• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَفْقِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ شَهْرٍ أَنَا قَصِيصٌ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَذَيْنِ اللَّهُ أَحَقُّ إِنَّا قَصِيصٌ قَالَ سَلِيمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَّمَةٌ وَنَحْنُ جَبِيصًا جَلْدُ مِثْلٍ جِئِنَ حَدَثَ مُسْلِمٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَقُولُ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيَذْكُرُ عَنْ ابْنِ خَلِّدٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْحَكَمِ وَمُسْلِمٍ وَالْبُخَارِيُّ وَسَلَّمَةُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ وَعَطَاءٌ وَمُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ أَفْقِي مَاتَتْ وَقَالَ بَحِيٌّ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ أَفْقِي مَاتَتْ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَسْبَةَ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ أَفْقِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ مِثْلُ نَحْنُ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أَفْقِي وَعَلَيْهَا صَوْمٌ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

حضرت نافع سے وہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور نے فرمایا۔ جو شخص مر گیا اور اس پر رمضان کے روزے آئے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے دوئے ایک مہینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے قصدا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کا فرض اس بات کا زیادہ سختی ہے کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ سلیمان نے بیان کیا کہ حکم اور سلم نے کہا۔ جب مسلم نے یہ حدیث بیان کی تو ہم سب وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے مجاہد سے بھی سنا تھا کہ وہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے تھے۔ ابو خالد سے روایت ہے کہ ان سے اعمش نے حدیث بیان کی، ان سے حکم مسلم بطین اور سلم بن کبیل نے۔ ان سے سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری بہن کا انتقال ہو گیا ہے۔ بھئی اور ابو حاریرہ نے بیان کیا ان سے اعمش نے حدیث بیان کی، ان سے سلم نے، ان سے سعید نے اور ان سے عباس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور عید اللہ نے بیان کیا، ان سے زید بن ابی انیسہ نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ابو حاریرہ نے بیان کیا۔ ان سے عکرمہ نے حدیث بیان کی، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ابو حاریرہ نے بیان کیا۔ ان سے عکرمہ نے حدیث بیان کی، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ابو حاریرہ نے بیان کیا۔

کی خدمت میں عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔
اس حدیث سے بھی یہ استدلال کیا گیا کہ جس کے دفتر رمضان کے روزے ہوں اور وہ مرجائے تو اس کا دلی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ احسان کی طرف سے اس استدلال کا جواب یہی ہے جو اوپر حدیث عائشہ سے متعلق بیان ہوا۔ مزید یہ کہ آیات قرآنہ:
ان لیس لانسان آما سغی - ولا تکسب کل نفس الا علیہا - ولا تجزوا ذلک و ذلک اخری سے یہ واضح ہے
کہ عبادات بذریعہ نیابت جاری نہیں ہوتی۔

نیز یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جسے امام نسائی نے حضرت ابن عباس ہی سے روایت کیا ہے کہ:
لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد
کوئی شخص کسی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی کی
طرف سے نماز پڑھے لیکن ہر روز کی جگہ ایک صیغہ کو کھانا
کھلا دیے۔ لہذا مذکورہ بالا استدلال درست نہیں۔

بَابُ مَتَى یَجِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

باب روزہ کس وقت انکار کرنا چاہیے۔

• وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ ابْنُ الْخُدْرِيِّ حَتَّى جَاءَتْ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ
• سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هُمْنًا وَأَذْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هُمْنًا وَعَدَنَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ
اور ابوسعید خدری نے اس وقت روزہ انکار کیا جبکہ سورج کی نگہیں ڈوب گئی۔
حضرت عاصم ابن عمر بن الخطاب اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رات ادھر سے رنج کرے اور دن ادھر سے پیٹھ موڑے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے کے انکار کا وقت ہو گیا۔
مطلب حدیث یہ ہے۔ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد فوراً روزہ انکار کر لینا چاہیے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث

۱۵۔ میں نے فرمایا کہ ہرے کہ امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے یہ فتویٰ نقل فرمایا کہ کوئی کسی کی طرف سے روزے رکھے بلکہ اس کی طرف سے مسکین کو کھانا کھلا دے۔ سیّدنا امام مالک نے فرمایا۔ مجھے نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہیں سنا کہ انھوں نے کسی کو کسی کی طرف سے روزہ یا نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہو۔ رواہ النسائی عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يصوم احد عن احد ولا عن احد ولا يصوم عنه وعن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وعليه صوم شهت فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا۔ قال القنطري في مشروح اعوطا اسنادا حسن۔ اور صاحب ابی روایت کے خلاف روایت کرنا نسخی دلیل ہے کیونکہ صحابی سے یہ ممکن نہیں ہے کہ جو بات اس نے حضور سے روایت کی اس کے خلاف روایت کرے یا فتویٰ دے۔ لہذا سب سے چہا جواب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ تصاکر کرنے والی روایت منسوخ ہے۔

میں بیان تک فرمایا:

لَا يَزَالُ اللَّيْلُ ظَاهِرًا مَا عَجَلَ النَّاسُ الْفِعْلُ
رَأَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُدْخِرُونَ۔
دین غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے
رہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل مطلب حدیث یہ ہے کہ سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً افطار کر لیا جائے۔ تاخیر نہ کی جائے۔ آیت لَعَنَ اللَّهُ
الَّذِينَ هَرَّأَى اللَّيْلُ سے افطار میں جلدی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آیت میں فی اللیل نہیں فرمایا۔ بلکہ
إِلَى اللَّيْلِ فرمایا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزے کو رات میں داخل نہ کرو۔ بلکہ رات آتے ہی فوراً روزہ افطار کر لو۔

افطار میں جلدی کرنا مستحب افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب سورج کے غروب ہو جانے کا یقین ہو جائے
فوراً افطار کر لیا جائے غروب کے بعد دیر نہ کی جائے یہ مکرم ہے قبل افطار کر لیا جائے۔
مغرب کی نماز پڑھ کر افطار کرنا بدعت حدیث کے خلاف ہے۔ اسی طرح تاروں کے روشن ہو جانے تک افطار میں دیر کرنا مکرم ہے۔ کہ
اس وقت یہودی افطار کرتے ہیں۔ جلدی افطار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی و عجز کا اظہار اور اس کی دی ہوئی عبادت
کو جلدی قبول کرنا ہے (مرقات)

ترمذی کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندوں میں مجھے

أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَتَجَاهَهُمْ فِطْرًا۔
وہ بہت پیارے ہیں جو افطار جلدی کریں۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نماز مغرب سے پہلے چند کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ يُفْطِرُ وَقَبْلَ أَنْ تُفِطِّي
جس سے واضح ہوا کہ روزہ و اگر نماز مغرب سے قبل افطار کرنا چاہیے۔ یہ ہی سنت ہے۔ تین یا پانچ کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے۔

حدیث البراءہ میں ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں کوئی

إِذَا سَمِعَ الْإِنْدَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِنْدَاءُ فِي يَدَيْهِ فَلَا
يُفْطِرُ حَتَّى يُفِطِّي حَاجَتَهُ مِنْهُ۔
اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضروریات
پوری کیے بغیر اسے نہ رکھے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ اگر بوقت افطار اذان ہو تو ہوتی ہے۔ تم افطار کرتے ہو اور افطار کے بعد مغرب کی نماز پڑھو یا سحری کے وقت
اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں معلوم ہو ابھی صبح صادق نہیں ہوئی، سحری کا وقت باقی ہے۔ مؤذن نے غلطی سے جلدی اذان کہہ دی،
تو اس صورت میں سحری کھاتے رہو۔ ہاں جب وقت ختم ہو جائے یا اذان ٹھیک ختم سحری پوری جائے تو پھر نہ کھاؤ۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے قبل چند
يُفْطِرُ وَقَبْلَ أَنْ تُفِطِّي عَلَى طَبَايِعِ (ترمذی)۔
ترک کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔

فوائد ومسائل اس حدیث سے واضح ہوا نماز مغرب سے پہلے روزہ افطار کیا جائے۔ نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت
کے خلاف ہے اور یہ تین یا پانچ کھجوروں سے افطار کرنا مسنون ہے۔

• کھجور سے روزہ افطار کرنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا صحت کے لیے مفید ہے۔ خصوصاً لفظ کے لیے
اسی لیے حضور نے فرمایا کہ روزہ کھجور سے افطار کرو۔ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ۔ کہ اس میں برکت ہے۔

سَمِعْتُ هِشَامًا لَا أَذْرِي أَقْنُوْا أَمْرًا۔ | سے دریافت کیا گیا کیا انہیں اس روزہ کی قضا کا حکم دیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا قضا کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ اور عمر نے کہا میں نے ہشام سے سنا کہ مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے اس کی قضا کی یا نہیں (بخاری)۔

فوائد ومسائل | اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے حضرت ابن سیرین و سعید بن جبیر و داؤد زاعمی قوری امام مالک و شافعی و احمد و اسحاق کا یہ ہی مذہب ہے کہ مذکورہ بالا صورت سے صرت قضا لازم ہے کفارہ نہیں جیسا کہ حدیث زیر بحث سے واضح ہے۔ — بحر حال مسئلہ یہ ہے:

- اگر غروب سمجھ کر افطار کر لیا۔ حالانکہ دن باقی تھا۔ سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ تو جو دن باقی رہ گیا ہے اسے روزہ کی طرح گزارنا لازم ہے۔ اور اس دن کی قضا کر لے کفارہ نہیں۔
- علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے تحت یہ تصریح کی ہے کہ جو لوگ کے نزدیک قضا واجب ہے۔ اور
- امام محمد علیہ الرحمۃ نے موطا میں فرمایا جس نے اس گمان پر کہ سورج غروب ہو گیا روزہ افطار کر لیا پھر معلوم ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا تو یقینہ دن روزہ کی طرح گزار دے اور اس روزہ کی قضا کر لے۔ مسیئنا امام اعظم اہم ائمہ کا یہ ہی مذہب ہے (ملاقات)
- لا ادری اقصوا ام لا۔ وظاہرہ ہذا تعارض التی قبایہا لکن جمیع بان حزمہ بالقضاء محمول انہ اسند فیہ الی دلیل اخر و اما حدیث اسماء فلا یحفظ فیہ اثبات القضاء ولا نفیہ۔ فافہم۔

بَابُ صَوْمِ الصَّبِيَّانِ

باب بچوں کے روزہ کا بیان

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ وَتِلْكَ ذِصْبِيَّانَا | اور حضرت عمرؓ نے رمضان میں شراب میں درپوش
جَبَّارٌ فَصَّرَ بِهِ (بخاری) | آدمی سے فرمایا۔ اور بھتیجی! ہمارے بچے تو روزہ سے
ہیں۔ اور انہوں نے شراب پی رکھی ہے۔ پھر اسے حراکتی۔

عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ أَتَيْتُ أَسْلَمَ بْنَ الْأَسَدِ | حضرت ربیع بنت معوذ سے مروی ہے۔ انھوں
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَدَاةً عَشْرًا | نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کی دسویں تاریخ کی صبح
إِلَى قُرَيْشٍ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ مُطَّلٍ أَقْبَلْتِمَ | کو انصار کے محلوں کی طرف ایک آدمی کو برا اعلان کرنے
بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَ | کے لیے بھیجا کہ جس نے روزہ نہیں رکھا وہ بقیہ دن بغیر رکھنے
فَكُنَّا نَصُومُ مَدَّ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صَبِيَّانَنَا وَنُحْجَلُ | پتے گزارے اور جس نے روزہ رکھا ہے وہ روزہ رکھا رہے

لہ۔ امام احمد کہ رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں جہاں کیا تو کفارہ لازم ہے۔ اور جہاں نہ ملے وہ عذرہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ یہ نہیں۔
جیسے سہرا لکھا گیا یہ بھی اسی قبیل سے ہے (عینی)

ربیع نے کہا اس کے بعد غروب بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی رکھواتے تھے۔ اور ان کے کھیلنے کے لیے ایک کھلونا بنا دیتے تھے۔ جب ان بچوں میں سے کوئی بچہ کھانے کے لیے وقتاً تو ہم وہ کھلونا اسے دے دیتے وہ اس سے بہل جاتا۔ حتیٰ کہ روزہ کھولنے کا وقت ہو جاتا۔

لَهُمُ اللَّعِبَةُ مِنَ الْعُثْبِ وَأَذَا بَنِي أَحَدِهِمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاكَ ذَلِكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الْأَفْطَارِ - (بخاری)

۱۔ اگرچہ نابالغ پر نماز روزہ فرض نہیں ہے۔ مگر عہد نبوی میں بچے بھی روزے رکھتے تھے تاکہ ان کو عادت پڑے اور بالغ ہو کر آسانی سے اس عبادت کو ادا کر سکیں۔

فوائد ومسائل

- ۲۔ بچہ جب گیارہویں سال میں قدم رکھے تو ولی پر لازم ہے کہ وہ ان سے روزہ و نماز کی پابندی کرائے اور اس معاملہ میں سختی کرے۔ مگر یہ سختی کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھے اور روزہ اس کی صحت کو متضرر نہ ہو۔ اگر نابالغ بچہ ایسا کر دہے کہ روزہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو ایسی صورت میں ولی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچہ کو روزہ رکھنے پر مجبور کرے۔
- ۳۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ نابالغ کی عبادت صحیح و درست ہے۔

بَابُ الْوَصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ

باب متواتر روزے رکھنے کا بیان اور جس نے یہ کہا کہ رات کو روزہ نہیں ہو سکتا

اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا۔ رات تک روزہ پورا کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر مہربانی اور ان کی طاقت برقرار رکھنے کے لیے پے درپے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَكَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحِمَةً لَهُمْ وَإِنْقَاءَ عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرِهُ مِنَ التَّعَتُّقِ

حضرت انس سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا بلا سحر و افسار مسلسل روزے نہ رکھا کرو (موم وصال صحابائے عرض کی آپ تو وصال فرماتے ہیں حضور نے فرمایا میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں مجھے کھلایا ہلایا جاتا ہے میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَوَاصِلُوا قَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلٌ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُشْفِي أَوْ أَفِي أَبَيْتُ أَطْعَمُ وَأُشْفِي۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موم وصال سے منع فرمایا تو صحابائے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آن حضور نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوَصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلٌ قَالَ إِنِّي لَسْتُ بِمِثْلِكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُشْفِي۔

کہا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم سے ملنا، اُن حضور فرما رہے تھے کہ مسلسل رزق و افطار روزے نہ رکھو۔ ہاں اگر کوئی وصال کرنا ہی چاہے تو وہ صبح کی وقت تک ایسا کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں

لَقَبُولُ لَا تَوَاصِلُوا فَإِنَّكُمْ إِذَا سَادَ أَنْ تَوَاصِلَ
فَلْيُؤَا صِلَ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوا فَإِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ
مُطْعَمٌ يُطْعِمُنِي وَسَائِيقٌ يَشْقِيَنِي۔

میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھانے والا کھاتا ہے اور ایک کھانے والا پلاتا ہے۔
• عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَالُوا يَا تَكُ
تَوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي
سَرَائِقٌ وَيَشْقِيَنِي لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحِمَهُ اللَّهُ۔

مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ نے لفظ رحمہم ذکر نہیں کیا۔

بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالِ

باب جو وصال کے بکثرت روزے رکھے اُسے سزا دینا

اس کو حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ امام زہری سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا مجھ سے ابوہریرہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کو ملا کر رکھنے سے منع فرمایا مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ بھی تو روزے ملا کر رکھتے ہیں سب آپ نے فرمایا۔ تم میں سے کون میری طرح ہے۔ مجھے تو میرا رب رات کے وقت کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب کہ وہ وصال سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن کچھ نہ کھایا۔ پھر دوسرے دن بھی کچھ نہ کھایا۔ پھر عید کا چاند نظر آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر چاند نظر نہ آتا تو میں اور (کئی دن) نہ کھاتا۔ گویا یہ ان کو بطور سزا کے فرمایا، جب کہ وہ وصال سے باز نہ آئے تھے۔

حضرت ہمام سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت

• رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
• عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ رَوَيْتَهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الْقَوَا
فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْتُمْ تَشْقِيَنِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي
سَرَائِقٌ وَيَشْقِيَنِي فَلَمَّا أَكْبَدَ أَنْ يَنْتَهَوْا عَنِ الْوِصَالِ
وَأَمَلَ بِهِمْ يَوْمَ مَا تَحَرَّوْا مَا تَحَرَّوْا سَرَّادُ الْهَلَالِ
فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَوْ تَكْتُمُ كَالْتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ
أَكْبَدَ أَنْ يَنْتَهَوْا

• عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رَوَيْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا كُنَّا وَالْوِصَالِ
مَرَّتَيْنِ قِيلَ إِنَّكَ تَوَاصِلُ قَالَ إِنِّي أَبِيتُ
يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَشْقِيَنِي فَأَكْفُوا مِنَ الْعَمَلِ

مَا تَطْعَمُونَ۔ ابو ہریرہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وصال کے روز بچے سے بچہ۔ دو مرتبہ فرمایا۔ کہا گیا۔ آپ بھی تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے تو رات کو میرا رب کھلا اور پلا دیتا ہے۔ تم اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ۔ جتنی تم کو طاقت ہے۔

بَابُ الْوَصَالِ إِلَى السَّحَرِ

باب سحری تک وصال کرنا

حضرت ابو سعید خدری سے روای ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ ملا کر روزے مت رکھو۔ اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آن حضور نے فرمایا۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں رات کے وقت ایک کھانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پیاب کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَوَاصِلُوا تَكَلُّمًا أَرَادَ أَنْ يَوَاصِلَ كَلْبًا وَاصِلَ حَتَّى السَّحَرِ فَإِنِ انْتَهَى تَوَاصِلًا يَأْتِيهِ اللَّهُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَذِيتُ لِي مُطْعِمًا يَطْعِمُنِي وَسَاقِي يَشْقِيْنِي۔

یہ تمام احادیث مسائل ذیل پر مشتمل ہیں۔
۱۔ بلا سحر و افطار متواتر مسلسل روزے رکھنا مطلوب و محمود نہیں۔

۲۔ عبادت و ریاضت میں میاں روئی کو اختیار کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے زیادتی و شدت نہیں کرنی چاہیے۔
۳۔ فہما حصہ حضور نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ علامہ رافعی نے فرمایا۔ یہ بھی تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس میں اختلاف ہے۔
والنظارہ اقول۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بھی تحریمی ہے۔

۴۔ سیدنا امام اعظم، ابو حنیفہ، شافعی، مالک اور اہل فقہ کی ایک جماعت نے صوم وصال کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (یعنی) وقال محمد بن الموطا الوصال مکروہ و هو قول ابی حنیفہ علیہ الرحمۃ
ہے۔ امام اعظم کا بھی یہی قول ہے

واضح ہو کہ صوم وصال یعنی بلا سحر و افطار متواتر مسلسل روزے رکھنا ممنوع ہے۔ یہ اس لیے بھی کہ رات کا روزہ شروع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رات تک روزہ پورا کرو۔ نیز عبادت و ریاضت میں سختی و شدت شارع علیہ السلام کو مطلوب نہیں ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا صوم وصال رکھنا۔ یعنی مسلسل اور متواتر بلا سحر و افطار روزے رکھنا، تو اس کا جواب خود حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا معاملہ دوسرا ہے۔ تم میری مثال کوئی ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ اس لیے صوم وصال حضور کی خصوصیات سے قرار پایگا۔ اور عام لوگوں کے لیے ممنوع۔

۵۔ فاکلفہ من الاعمال الخ سے واضح ہوا کہ عبادت و ریاضت میں اپنی طرف سے سختی و شدت اسلامی شریعت میں مشروع نہیں ہے۔ آدمی کو کسی قدر عبادت کرنی چاہیے جس کو نشاط کے ساتھ ہمیشہ کرتا رہے۔ ان احادیث میں ان لغوی باطل اور خارج ساز مقبول کے

کے لیے بھی سبق ہے۔ جو شریعت اسلامیہ میں اپنی طرف سے زیادتی۔ شدت اور سختی اختیار کرنے کے تلقین کرتے ہیں۔

حضور کی بشریت

۱۔ ان احادیث میں یہ تقریر صحیح ہے کہ جب صحابہ کرام کو حضور نے صوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ حضور آپ تو وصال فرماتے ہیں۔ تو حضور نے اس کے جواب میں فرمایا:

- اَنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ اَنِّیْ اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔
- لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ اَنِّیْ اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔

میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے کھلایا جاتا ہے۔
میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

کیا جاتا ہے

- اَنِّیْ لَسْتُ کَہَیْئَتِکُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ لٰی مُطْعَمٍ وَّسَاقٍ یُّشْقٰی۔
- اَنِّیْ لَسْتُ کَہَیْئَتِکُمْ اَنِّیْ یُطْعِمُنِیْ سَرَبٌ وَّیَسْقٰی۔
- اَنِّیْ لَسْتُ کَہَیْئَتِکُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ لٰی مُطْعَمٍ وَّسَاقٍ یُّشْقٰی۔

میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے۔
میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

تم میں میرا مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

- لَسْتُ کَہَیْئَتِکُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ لٰی مُطْعَمٍ یُّطْعِمُنِیْ (بخاری ج ۱ ص ۶۶)

میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان جوابات میں اپنی بشریت کے متعلق واضح طور پر یہ تقریر فرمادی کہ اگرچہ میں انسان ہوں بشر ہوں۔ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوں۔ مگر میری بشریت عام لوگوں کی بشریت کی طرح نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ ایک مشی کے مخی طبع کون ہیں؟ صحابہ کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کون کون کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عام لوگ تو عام لوگ ہیں میں عزت و قطب افتاد و ابال۔ علماء و صلحاء و اولیاء بھی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ حضور ان کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں:

اَیْکُمْ مِثْلِیْ۔ تم میں میرا مثل کون ہے؟ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ۔ تم میں کوئی بھی میری طرح نہیں ہے؟
جب صحابہ کرام کا مقدس گروہ حضور کی مثل نہیں۔ حضور کی طرح نہیں تو آپ حضور کی مثل اور حضور کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں؟ سب بات تو یہ ہے کہ

بشر ضرور میں پر داخل انام نہیں | شمار دائرہ تبیج میں امام نہیں
چنانچہ صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے:

قَالُوا اِنَّا لَنَسْنَا کَہَیْئَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (بخاری ج ۱ ص ۶۶)
اس لئے یہ گناہ تو میرا ہے کہ حضور سرور عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ سے ہماری دہربری کا دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ کی گمراہی و بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی تعظیم و توقیر کی توفیق و رفیق عطا فرمائے۔

يَا أَيُّهَا الْقَائِدُ أَخِيهِ لِيُقْطِرَ فِي النَّطُوعِ وَلَمْ يَرَعْلَيْهِ قَضَاءُ
إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

میں سرگرم رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو اہل بیت بھی بڑی درجہ کی صحابہ اور صحابی کی صاحبزادی تھیں۔ مگر ان کی غیر معمولی طور پر عبادت میں جدوجہد و مشقت کو پسند کرتی تھیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے انہیں سمجھا یا کہ عبادت میں اتنی زیادتی کر بندوں کو حاجی حقوق بھی ادا کیے جائیں ٹھیک نہیں ہے اور یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا تو ایسی صورت میں ردی اور بچے پڑنے پڑوں میں گزر کر ناجی ٹھیک نہیں ہے۔ یہی حضور کی ہدایت اور آپ کا حکم ہے۔

۲۔ واضح ہو کہ نفلی روزہ خواہ عذر کی وجہ سے یا بلا عذر توڑ دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفلی عبادات کا انسان کو رکھتے نہیں بنایا۔ لیکن جیسے نذر مان لینے سے واجب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں اس لیے اگر کسی نے نفلی روزہ یا نماز شروع کر دی، پھر توڑ دی تو اس کی قضا واجب ہوگی۔

۳۔ نفلی روزہ بلا عذر توڑنا ٹھیک نہیں۔ عذر ہو توڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسے مہمان آگئے۔ اگر خورد کھائے تو ان کے ملاطفت کا سبب ہوگا۔ اس لیے توڑ دے تو حرج نہیں۔

۴۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر نفلی روزہ کسی عذر کی وجہ سے توڑ دے تو قضا واجب نہیں۔ امام بخاریؒ زیر بحث حدیث سے بایں طور استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے سلمان فارسیؓ کے لیے کھانا پکا یا اور وہ نفلی روزے سے تھے تو انہوں نے افطار کر لیا۔ حضورؐ کو اطلاع دی گئی تو آپؐ نے قضا کا حکم نہیں دیا۔ لیکن امام بخاریؒ کا یہ استدلال متعدد وجوہ سے درست نہیں۔ اول۔ اس لیے کہ قضا کا وجوب متعدد دوسری حدیثوں سے بالقرینہ ثابت و واضح ہے۔

حضرت حفصہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نفلی روزہ افطار کر لیا تو حضورؐ نے فرمایا: کہ

إِقْضِیَا یَوْمًا آخِرَ مَکَانَةٍ

اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھو۔

دوم۔ نیز قرآن مجید میں فرمایا لَا تَطْلُوا أَعْمَالَکُمْ۔ اعمال عام میں خواہ روزہ ہو یا نماز۔ ان کو باطل کرنے سے منع کیا گیا۔ لہذا قضا واجب قرار پائی۔ تاکہ جو عبادت کو آدمی نے شروع کر کے باطل کیا ہے اس سے عہدہ بکا ہو سکے۔

بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

باب شعبان کے روزوں کے متعلق

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے لگتے تو ہم (اپس میں) کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور جب روزہ چھوڑنے لگتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینہ کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُصُومُ فَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا دَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ

جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے تھے، میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور شعبان سے

أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ

سے زیادہ اور کسی معینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔
 شعبان کے اکثر ایام میں آپ روزے سے رہتے۔ آپ
 فرمایا کرتے تھے کہ میں تم میں طاقت ہو۔
 کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب عطا فرماتے سے) نہیں کرتا جب
 تک تم خود ہی ڈانٹا جاؤ۔ حضور اس ناز کو سب سے
 زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی ہو۔ خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔
 چنانچہ حضور جب کوئی نفل مانا شروع فرماتے تو اسے ہمیشہ ادا کرتے تھے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَ الْكُوفَيْنِ
 شُعْبَانَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شُعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ
 يَقُولُ حَذُّوا مِنِّي لَعَلَّ مَا تُطِيعُونَ فَإِنَّ
 اللَّهَ لَا يَمْلِكُ حَتَّى تَمُوتُوا وَإِذَا حَبَّتِ الصَّلَاةُ إِلَى
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُفِعَ عَنْهُ عَلَيْهِ
 وَلَا مَنَعَتْ وَكَانَ إِذَا صَلَّاهُ صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

بَابُ مَا يَذْكُرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَارِهِ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق روایات

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رمضان کے
 سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پورے مہینے کا روزہ
 نہیں رکھا۔ آپ روزہ رکھنے لگتے تو یکے بعد والا کرتا کرتا بخیرا
 اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے اور اسی طرح جب روزہ
 چھوڑ دیتے تو کہتے کہ بخیرا اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُومُ
 حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللَّهِ لَا يَقِطُّهُ وَلَا يَقِطُّ حَتَّى
 يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللَّهِ لَا يَقُومُ.

حمید نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں بے روزہ کے ہوتے تو
 یہیں خیال کرتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں
 اسی طرح کسی مہینہ میں روزے رکھنے لگتے تو ہم خیال کرتے کہ اب
 اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزے کے نہیں گزرے گا۔ جب
 چاہتے آں حضور کرات میں ناز پڑھتے دیکھ سکتے تھے اور جب
 چاہتے تھے تو نماز پڑھ کر دیکھ سکتے تھے۔

عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِطُّ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى
 نَقُفَ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ وَيَصُومُ حَتَّى نَقُفَ أَنْ
 لَا يَقِطُّ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنْ
 اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا سَأَيْتُهُ وَلَا تَأْمُرُ إِلَّا رَأَيْتُهُ.

حمید نے کہا میں نے انس رضی اللہ عنہ سے حضور
 کے روزوں کے متعلق روایات کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب
 ہم چاہتے کہ آپ کو روزے سے دیکھیں تو روزے سے دیکھ
 لیے اور بغیر روزے کے چاہتے تو بے روزے سے دیکھ لیتے۔
 رات میں بھی حالت قیام دیکھنا چاہتے تو نماز پڑھتے ہوئے
 دیکھ لیتے۔ اور اگر حالت آرام دیکھنا چاہتے تو اس حالت

أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّهُ
 أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا سَأَيْتُهُ وَلَا مَقِطًّا
 إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا سَأَيْتُهُ وَلَا
 نَائِمًا إِلَّا سَأَيْتُهُ وَلَا مَسْتَحْذَةً وَلَا حَبِيرَةً
 أَلْبَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں بھی دیکھ لیتے۔ میں نے نبی کریم کے دست مبارک سے زیادہ نرم و نازک خرد و حیرت انگیز کونہ پایا اور نہ شک و غمیر کو آپ کی خوشبر سے زیادہ پاکیزہ پایا

وَسَلَّمَ وَلَا شَمِئْتُ مِسْكَةً وَلَا عَيْثًا إِلَّا بِيَدِهِ
رَاحِمَةً مِّنْ رَّاحِمَةٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ حَقِّ الصَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

باب روزہ میں مہان کا حق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیان تشریف لائے پھر انھوں نے پوری حدیث بیان کی، یعنی یہ کہ تمہارے طلعات کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس پر میں نے پوچھا اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَابْنُ الْخَاصِ
قَالَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَذَكَرَ الْحَدِيثَ يَعْنِي أَنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا
صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ

فرمایا کہ ایک دن کا روزہ اور ایک دن بے روزہ سے رہنا (صوم وادائی ہے)

بَابُ حَقِّ الْجَسَمِ فِي الصَّوْمِ

باب روزے میں جسم کا حق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
عبداللہ! کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صحیح ہے۔ اُن حضرات نے فرمایا۔ لیکن ایسا نہ کرو، روزہ بھی کھو اور بے روزہ کے بھی رہو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔
کیونکہ تمہارا جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ بس یہی کافی ہے کہ یہ سب تین دن روزہ رکھ لیا کرو۔ کیونکہ تیس ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔ اور اس طرح ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ لیکن میں نے اپنے بھتیجے چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَابْنُ الْخَاصِ
قَالَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا عَبْدُ اللَّهِ أَنْتَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ
بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُومَ وَأَفْطِنَ وَ
تَقُمْ وَلَمْ فَإِنَّ لِحَسْبِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ
لِغَيْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِحَسْبِكَ
أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ
حَسَنَةِ عَشْرٍ مِثْلَ لَهَا فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ
كُلُّهُ فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدْتُ دَعَايَ ثَلَاثَ أَيَّامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ

صِيَامُ نَحْيَ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نَفَعْتُ
اللَّهُ هَهُنَا كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ لَكُنْ مَا كَبُرَ
بِالْكِبْتِيِّ ثَمَلْتُ رُخْصَةً النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ
کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو اور اس سے آگے نہ بڑھو
میں نے پوچھا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟
آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ ہے اور ایک دن بے روزہ ہے۔
بعد میں جب ضعیف ہو گئے۔ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے
کا ش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

باب ساری عمر روزے سے رہنا

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو قَالَ أَخْبَرَنَا سَوْدَةُ سَمِعَتْ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُولُ وَاللَّهِ لَا صَوْمَ مِنْ
النَّهَارِ وَلَا تَوْمَةَ مِنَ اللَّيْلِ مَا عَشْتُ قُلْتُ لَهُ قَدْ
قُلْتُ يَا بَنِي آدَمَ وَأَنَا قَالَتْ كَأَنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ
فَصُمْ وَأَطِمْ وَفُطِمَ وَفُطِمَ مِنْ الشَّهْرِ ثَلَاثَةً
أَيَّامٍ فَوَاتِ الْحَسَنَةَ بَعْشَرَ أَمْثَلِهَا ذَلِكَ مِثْلُ
صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ إِنِّي أَطِمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ
قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَطِمْ يَوْمَيْنِ ثَلَاثًا إِنِّي أَطِمْ
أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَطِمْ يَوْمَيْنِ
قُلْتُ إِنِّي أَطِمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا
وَأَطِمْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ إِنِّي أَطِمْ أَفْضَلَ مِنْ
ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ تمہاری
قسم زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا اور ساری
رات عبادت کروں گا۔ (آن حضور کے دربارت فرمانے پر)
میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر ندامتوں میں نے
یہ کہا ہے۔ آن حضور نے فرمایا: لیکن تمہارے اندر اس کی
طاقت نہیں۔ اس لیے روزہ رکھو، لیکن بے روزہ کے
بھی رہو اور عبادت بھی کرو، لیکن سو بھی۔ ماں میں نے
تین دن کے روزے رکھا کرو، نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے
اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں
اس سے بھی افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:
کو پھر ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن بے روزہ کے
رہا کرو۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا
ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن
بے روزہ کے رہو کسی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزہ کا سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے پھر عرض کی مجھے اس سے
بھی افضل کی طاقت ہے۔ لیکن اس مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔

بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ

باب روزه میں بیوی کا حق
رواه أبو حنیفہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی روایت ابو حنیفہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرَدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّيَ اللَّيْلَ فَأَمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَأَمَّا لِقَيْتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أَخْبَرَكَ تَصُومُ وَلَا تَقْطُرُ وَتُصَلِّيُ فَتَصُومُ وَأَقْطُرُ وَتَقْطُرُ وَتَصُومُ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيَّكَ حَقًّا قَالَ إِنِّي لَا أَقْوِي لَذَائِكَ قَالَ فَصُومُ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيَقْطُرُ يَوْمًا وَلَا يَبْغُرُ أَذًا لَمْ يَلَمْ قَالَ هُنَّ لِي بَهْلِي يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ عَلَّمَا وَلَا أَذَى كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مِنْ صَامٍ إِلَّا بَدَأَ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں اب یا آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو میرے پاس بھیجا مجھے ملانے کے لیے یا خود بھی ملنے کے لیے ملاقات کی آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم (مرد و عورت) روزے رکھتے ہو اور ایک بھی نہیں چھوڑتے اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہو روزہ بھی رکھو اور بے روزہ بھی رکھو اور عبادت بھی کرو اور سو بھی کیا نہ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے تو آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر

داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کرو انھوں نے کہا کہ وہ کس طرح ؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بے روزہ کے رہتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو چمڑ نہیں بھیتے تھے اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں فراغتیا کروں ؟ عطاء نے بیان کر مجھے یاد نہیں (اس حدیث میں) صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا (البتہ انھیں آنا یاد تھا) کہ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صوم دہر رکھتے ہو گویا وہ روزہ ہی نہیں رکھتا روزہ نہ آپ نے یہ فرمایا : +

بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَافْطَارِ يَوْمٍ

باب ایک دن روزہ اور ایک دن افطار

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمُّوا مِنْ الشَّهْرِ ثَلَاثَةً أَيَّامًا قَالَ أَهْلِي أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ فَمَا أَرَأَى حَتَّى تَقَالَ صَوْمُ يَوْمًا

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ میں ضرور تین دن کے روزے رکھا کرو انھوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے

وَأَفْطَرْتُ مِنْ غَدَاةٍ أَفْطَرْتُ فِيهَا الْقُرْآنَ فِي مَكِّي شَعْرَةً قَالَ رَأَيْتُنِي أُطِيقُ
أَكْثَرُ نَحْوِ مِائَةِ حَشَى قَالَ فِي ثَلَاثٍ .
اسی طرح دودھ براہِ کتہ ہے کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ بات
ہے، یہاں تک کہ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک
دن کا روزہ رکھو اور ایک دن بے روزہ کے برابر۔ آپ نے۔ آپ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ صیغہ میں ایک قرآن مجید شرم کیا کرو
انھوں نے اس پر بھی کہا کہ اس سے زیادہ کی یہ طاقت رکھتا ہوں اور برابر بھی کہتے رہے تاکہ ان حضورؑ نے فرمایا کہ تین دن میں
(ایک قرآن مجید شرم کیا کرو)

بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

باب داؤد علیہ السلام کے روزہ کے متعلق

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ النَّاصِرِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَعُومُ
اللَّيْلَ فَقُلْتُ لَقَدْ نَالَ أَتَاكَ إِذَا مَنَعْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ
لَهُ الْفَتَنُ كَوْنَفَهَتْ لَهُ النَّفْسُ لَا صَامَ مِنْ صَامِ
الدَّهْرِ صَوْمٌ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كَيْفَ تَلْتُ
نَابِيَّ أَطِيقُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصَوْمُ دَاوُدَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا
وَلَا يَفْطِرُ إِلَّا لَاقِي

ہے (ابواب میں) میں نے اس پر کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے، تو آپ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ
رکھا کرو۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بے روزہ کے رہتے تھے۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو فار
نہیں اختیار کرتے تھے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

صوم داؤد علیہ السلام سے کوئی روزہ بہتر نہیں۔

لا صوم فوق صوم داؤد مشطرد الدھر صوم
یوماً وافرط یوماً (بخاری)

ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔

واضح ہو کہ نفل عبادت کو طوع کہتے ہیں۔ بلاطرح سے بنا ہے۔ اس کے معنی رغبت و خوشی کے ہیں۔
طلب یہ کہ نفل عبارت انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لازم و واجب نہیں فرمائی۔ مذکورہ
احادیث میں نفل روزوں نے خلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل ذکر اور اس آپ کی ہدایت کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ عبادات نفل میں حضورؑ نے امت کو میاں درمی کی تعلیم دی ہے۔ نفل روزوں اور نمازوں میں ایسے انتہا کی سنت نہ ہو جس کی
وجہ سے بندوں کے حقوق اور خرد اپنی ذات کے حق مجروح ہوں یا فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہو۔ حضورؑ نے نفل عبادت
میں میاں درمی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور فرمایا تھا کہ جو کبھی تم چرتی ہو۔ ملاقاتیں کرو کبھی اور خود اپنے نفس کا بھی۔

اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ نفلی عبادت خوش دلی و شوق، حضور قلب اور خلوص کے ساتھ ادا ہونی چاہیے۔ اور یہ بات اسی صورت میں حاصل ہوگی۔ جبکہ اعتدال کا دامن نہ چھوڑا جائے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابن العاصؓ پانچ منوعہ دنوں کے علاوہ سال بھر مسلسل روزے رکھتے تھے۔ اور رات میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ روزوں میں انظار کرتے اور رات میں سوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا، وَلَا تَفْعَلْ، اور نہ نیت حکیمانہ انداز میں انہیں بتایا کہ:

لَجَسَدٌ لَكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے۔ جب مسلسل روزے رکھو گے تو کمزوری ہوگی۔ اور اس انہماک سے خطرہ ہوگا کہ نِسْرَ الْفَنِّ دواجات کی ادائیگی میں قتل پیدا ہو۔

لَعَيْنُكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ جب ساری رات شب بیداری میں گزار دو گے تو نگاہ کمزور ہوگی۔ جوانی میں نہ سہی۔ آخری عمر میں اس ریاضت شدیدہ سے تکلیف ہوگی۔

لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔ جب ساری رات عبادت میں اور دن روزے سے گزرے گا تو بیوی کے حقوق تلف ہوں گے۔ بچے تمہاری شہقت و محبت اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو جائیں گے۔

لِذَوِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے۔ جب رات دن عبادت ریاضت صوم و صلوة و تلاوت قرآن و ذکر اذکار میں گزار دو گے تو دوست و احباب کے حقوق متاثر ہوں گے۔

اسے لیے عبادت و ریاضت میں ایسا انہماک جس سے حقوق اللہ و حقوق العباد تلف ہوں۔ بہت ہی غیر مناسب ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے دنے رکھے ہی نہیں۔

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ
(بخاری)

صحیح طریقہ اور حضور کی عام تعلیم یہ ہی ہے کہ عبادت نفلیہ میں اعتدال و توازن ضروری و لازمی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھے جائیں۔ ساری عمر کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔

صَوْمٌ ثَلَاثَةً يَأْتِيهِمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّاهِدِ
کَلْبَہ۔ (بخاری)

واضح ہو۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت (جن میں امیر المومنین فاطمہؓ و ابن عمرؓ و ابوالوامر و جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں) نے مسلسل روزے رکھے ہیں۔ مگر ان حضرات کی بات و برسی ہے۔ ان کا عبادت و ریاضت میں انہماک انہیں حقوق العبادات سے نہیں روکتا تھا۔ لہذا کائنات عام لوگوں کے لیے قرار پائے گی۔ خواص کے لیے نہیں۔

• مذکورہ بالا احادیث مسائل ذیل پر مشتمل ہیں:-

۱۔ یہ کہ جب کافروں سے مقابلہ ہو تو مومن کی شان یہ ہے کہ جہاد سے بھاگتا نہیں۔

۲۔ صومہ داؤد یعنی سیدنا داؤد علیہ السلام کا روزہ ایک دن انظار ایک دن روزہ، یہ طریقہ بھی نفلی روزہ کے لیے بہترین طریقہ ہے۔ بفضل و کمال میں اس سے زیادہ اچھا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

- ۳۔ رات میں نوافل پڑھنا مستحب ہے۔
- ۴۔ ہر مہینہ میں فعلی روزہ رکھنا مستحب ہے۔ مگر فعلی روزے کے لیے کوئی دن لازمی طور پر مختص نہیں ہے کہ ہر روز اسی دن میں فعلی روزہ رکھا جائے۔
- ۵۔ حضور علیہ السلام نے رات بھر قیام نہیں فرمایا۔ اور کسی مہینہ میں پورے تیس دن فعلی روزے رکھے۔ عبادت و ریاضت میں آپ نے طریق وسط کو اختیار فرمایا۔ کسی دن فعلی روزہ رکھا اور کسی دن انظار فرمایا۔ رات کو عبادت بھی کی اور کسی رات آرام فرمایا۔ حضور نے اپنے عمل و کردار سے امت کو اعتدال اور میان روی کی تعلیم فرمائی اور علو و شدت و سختی سے پرہیز کی ہدایت فرمائی ہے۔
- ۶۔ حضور علیہ السلام شعبان کے مہینہ میں سب مہینوں سے زیادہ فعلی روزے رکھتے تھے۔
- ۷۔ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھا اور ہاتھ کی پستیلی رشیم سے زیادہ لطیف تھی اور یہ بات بھی حضور کے خصائص و معجزات سے ہے۔ اس نوع کے مسائل کی تفصیل کے لیے ہماری تالیف "خصائص مصطفیٰ" اور جامع الصفات کا مطالعہ فرمائیے جو مکتبہ رضوان لاہور سے مل سکتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا مَنْ مَرَّ أَسْرَ قَوْمًا فَلَمْ يَفِطْرْ عِنْدَهُمْ

یاب جس نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی اور ان کے یہاں چھلکو روزہ نہیں توڑا

حضرت انس سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی حاضر کیا، لیکن آپ نے فرمایا یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی برتن میں رکھ دو۔ کیونکہ میں روزے سے ہوں، پھر ان حضور نے گھر کے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلمہ اور ان کے گھر والوں کی دعا کی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا ایک لالہ لایا ہے تو ہے، فرمایا کون؟ انھوں نے کہا، آپ کے خادم انس! ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے، پھر ان حضور نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں فرمایا: اے اللہ! انھیں مال اور اولاد عطا فرما اور اس میں برکت دے (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ، چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا۔ کہ حجاج کے بصرہ آنے تک صرف میری اولاد میں تقریباً ایک سو بیس کا انتقال ہو چکا تھا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّهُ يَتَبَسَّ وَتَسْمِنُ قَالَ أَعْيَدُوا سَمَنَكُمْ فِي سَفَاكِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وَعَائِهِ فَإِنِّي صَائِعٌ تَقَرُّ قَامِرًا إِلَى الْحَاجَةِ مِمَّنْ أَنْبِئْتُ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ فَقَدَّ عَلَا رَسُولُ اللَّهِ أَهْلَهُ بَنِيهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِحْ حُوقِصَةً قَالَتْ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسُ فَمَا تَرَكَ خَيْرَ أُخْرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا بِهِ قَالَ اللَّهُمَّ اسْرِدْهُ مَالًا وَوَلَدًا وَأَبَاكَ لَهُ فَإِنِّي لَمِنَ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا وَحَلَّ شَيْءٍ أَنْبِئْتُ أُمِّيئَةً أَنَّهُ قَالَ دُونَ لَصْلِي مَقْدَرِ حَاجٍ وَالنَّبْصَةَ يَبْصَحُ وَعَشْرُونَ دِمَائَةً۔

وے (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ، چنانچہ میں انصار

میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا۔ کہ حجاج کے بصرہ آنے تک صرف میری اولاد میں تقریباً ایک سو بیس کا انتقال ہو چکا تھا۔

فوائد و مسائل

حضرت ام سلیم بنت سلمان جناب انس کی والدہ ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور ان کے ہاں بغیر من ملاقاات جلوسہ فرما کر گئے تھے۔ لہذا وہ دعوت بختمی حضرت ام سلیم نے بھی کھانے کا اہتمام نہ کیا تھا۔ اس وقت کعبہ جو بھی موجود تھا جو بطور خاطر تواضع پیش کر دیا۔ معلوم ہوا کہ مہمان کی خاطر تواضع کرنا سنون ہے۔

۷۔ حضور نے روزہ کا اظہار فرمایا تاکہ حضرت ام سلیم کو حضور کے نہ کھانے کا علل نہ ہو۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ نفلی روزہ والے کو اگر یہ معلوم ہو کہ میرا زبان روزہ مطلع ہو کر نہ کھانے پر رنجیدہ نہ ہوگا تو اس صورت میں نفلی روزہ نہ توڑنا افضل ہے۔ اور اگر رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو روزہ توڑ دینا اور کھالینا اچھا ہے۔ بعد میں نضا کی جائے۔ کیونکہ میزان کو خوش کرنا یہ بھی نفلی روزہ توڑنے کے لیے ہے۔

بَابُ صِيَامِ الْبَيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَارْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

باب ایام بیض۔ یعنی سہ تیرہ۔ چودہ اور پندرہ کے روزوں کے متعلق

جناب ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ میرے غلیل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے، اور چاشت کے نفل پڑھنے اور سونے سے قبل دتر پڑھ لینے کی وصیت فرمائی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَّا بِيَّ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ صِيَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَسَرَّ لِعَنِي الصَّغِي وَأُوْتِدَ قَبْلَ أَنْ أَنَاهُ۔ (بخاری)

۱۔ اگرچہ ان تین روزوں کے متعلق علماء کے قول میں ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک ان سے ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ تا تاریخ کے روزے مراد ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری نے عنوان سے واضح کیا ہے۔

۲۔ ایتھر بیضی۔ یعنی وہ دن جن کی راتیں چمکدار ہوں۔ حضور علیہ السلام اکثر ایام بیضی کے روزے رکھتے تھے۔ روایت ترمذی عن ابن مسعود کے الفاظ یہ ہیں :-

حضور علیہ السلام ہر مہینہ کی پہلی تین تاریخوں کا روزہ رکھتے اور جمعہ کے دن بہت کم اظہار فرماتے۔

يَصُومُ مِنْ عَرَّةٍ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (نسائی ابوداؤد)

یعنی ایام بیضی کے روزے بھی حضور نے اکثر رکھے ہیں اور جمعہ کے دن کا روزہ بھی۔ کیونکہ جمعہ کے دن کی نیکی کا ثواب سب کو عطا ہوتا ہے، واضح ہو مرن جمعہ کا روزہ رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ مگر یہ مانعت اس صورت میں ہے جبکہ مرن جمعہ کے دن ہی نفلی روزہ رکھنے کو واجب یا فرض سمجھ لے ورنہ نہیں۔

بَابُ الصَّوْمِ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ

باب مہینے کے آخر کا روزہ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ

رَجُلًا وَكَعْصًا أَنْ يَجْمَعَ فَقَالَ يَا أَبَا خَلْفَانَ إِنَّمَا
حُمِلْتُ سِرًّا كَهَذَا الشَّهْرِ قَالَ أَطْنَتْهُ قَالَ يَعْنِي
وَمَصَّنَاتُ قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِذَا
أَنْظَرْتَ فَتَصُومُ يَوْمَ مَبِينٍ لَمْ يَكُنِ الصَّلَاتُ أَكْثَرَهُ
يَعْنِي وَمَصَّنَاتُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ
مُقَاتِلٍ عَنْ عِيسَى بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ سُرَسَى شَعْبَانَ -

نے یہ کہا کہ سوال تو کسی اور نے کیا تھا، لیکن وہ سن رہے
تھے، اہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو خلفان!
کیا تم نے اس مہینے کے آخر کے روزے نہیں رکھے، ابو نعیم
نے کہا میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی راوی رمضان سے
تھی، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ ثابت نے بیان کیا، ان
سے طرف نے، ان سے عمران نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے رمضان کے آخر کے بجائے اشہان کے آخر میں بیان کیا۔

امداد مسائل سر اور اسرار مبینہ کے اول دنوں کو بھی کہتے ہیں۔ درمیانی اور آخری کو بھی۔ مگر زیادہ تر اس کا اطلاق مہینہ کی آخری
رات کے لیے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں چاند بالکل چھپ جاتا ہے۔ یہ صاحب مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کے عادی
تھے اور حضور نے شعبان کے آخری دن میں روزہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے انھوں نے نہ رکھا۔ اس بنا پر حضور نے ان سے فرمایا —
میں سے علوم ہو کہ جو لوگ مہینہ کے آخری دن میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں، انہیں روزہ رکھنا جائز ہے، ممانعت صوم غیر متبادی ہے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے روزہ کے متعلق

فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ
يُفْطِرَ يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ
يَصُومَ مَرَّةً لَا عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ
جَاهِلًا أَسْنَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ لَعَنَهُ - (بخاری)
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ (بخاری)

جمعہ کے دن نفل روزہ رکھے تو توڑ دے؛ یعنی جبکہ اس
سے ایک دن قبل روزہ نہ رکھا ہو اور نہ ایک دن بعد رکھنے
کا ارادہ ہو۔

محمد بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے پوچھا کیا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ سے منع فرمایا؟ انھوں نے کہا:
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کوئی شخص جمعہ
کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک

دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔

حضرت جویریہ بنت حارث کا بیان ہے کہ حضور ان کے گھر جمعہ کے دن نشر لعین لائے۔ وہ روزہ سے تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے
کل گزشتہ روزہ رکھا تھا۔ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

تَقَالِ أَصْنَتِ امْسِرْ قَالَتْ لَا قَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي
عَدًّا قَالَتْ لَا قَالَ فَافْطِرِي — فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ۔
کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے۔ جواب: یا نہیں نے
فرمایا کہ پھر یہ روزہ توڑ دو، تو انھوں نے روزہ توڑ دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی صوم جمعہ کے دن کا روزہ نہ کرے مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھ لے (بخاری)

جمعہ کے دن روزہ کی ممانعت ظاہر حدیث سے صوم جمعہ کے روزہ کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے، مگر اصل یہ ہے صوم جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز و مباح بلکہ حسن ہے۔ سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے کسی

بھی اہل علم کو صوم جمعہ کا فعلی روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے نہیں سنا (لمعات) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ داماد محمد بھی جواز کے قائل ہیں۔ اور خود حضور در عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر صوم جمعہ کے دن فعلی روزہ رکھاتے تھے۔ روایت ترمذی ابن مسعود میں ہے: **وَقَلَّمَا كَانَ يَفْطُرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ** جو کہ دن حضور بہت کم افطار فرماتے تھے۔

تو وجہ ممانعت یہ ہے کہ جمعہ کے دن روزہ کو لازم و واجب سمجھا جائے۔ چنانچہ اس رائے کی تائید حدیث ابو ہریرہ سے ہوتی ہے بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کی رات کو دیگر راتوں سے شب بیداری کے لیے خاص ذکر و اور

لَا تَخْصُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ بَيْنَ اللَّيْلَتَيْنِ وَلَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ نَيٍّْ إِلَّا يَأْهُرَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ (مسلم)

جس سے واضح ہوا کہ جمعہ کے دن فعلی روزہ رکھنا اس صورت میں بدعت و ممنوع ہے جبکہ صوم جمعہ ہی کے دن روزہ رکھنے کو لازم و واجب سمجھے در نہ نہیں۔ چنانچہ حضور نے یہ بھی واضح فرمادیا: اگر جو اس تاریخ میں آجائے جس میں تم میں سے کوئی روزہ رکھتا ہو تو حرج نہیں۔ مثلاً کوئی شخص ہرمینہ کی ۱۲-۱۳-۱۵ کو روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ معلوم ہوا محض جمعہ کے دن روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ ممانعت کا مدار اختصاص و لزوم پر ہے۔

بَابُ هَلْ يَخْصُ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ

باب کیا روزہ کے لیے کچھ دن خاص کیے جاسکتے ہیں؟

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَتْ لَمَّا سَأَلْتُ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصُ مِنْ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِينَةً وَأَنْتُمْ يُطِيعُونَ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيعُ.

حضرت علقمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ وغیرہ عبادات کے لیے کچھ دن مخصوص و متعین کر رکھے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ کے ہر عمل میں ارادت ہوتی تھی۔ اور دوسرا کون

ہے؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی طاقت رکھتا ہو۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ کسی بھی دن فعلی روزہ رکھنے کو واجب و لازم جاننا درست نہیں ہے اور اس نیت سے خاص طور پر کسی دن فعلی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ رہا حضور کا معاملہ تو جناب عائشہ نے تفصیل فرمادیا کہ حضور جتنی طاقت میں ہے؟

بَابُ صَوْمِ عَرَفَةَ

باب عرفہ کے روزے کے متعلق

حضرت ام الفضل بنت حارث فرماتی ہیں کہ لوگ عرفہ کے دن حضور کے روزہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے بعض کا خیال تھا کہ آپ روزہ سے ہیں بعض نے کہا روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر انھوں نے جعفر بن زبیری دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا (تا کہ بات کھل جائے) جعفر اپنے اوٹ پر سوار تھے۔ آپ نے دودھ

فَاذْهَبْتُ اِلَيْهِ لَقَدْ رَاحَ لَبَنٌ وَهُوَ ذَائِقُهُ عَلٰی

كَبِيْرٍ فَشَرِبَهُ۔

عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّاسَ شَكَّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاذْهَبْتُ

اِلَيْهِ بِحَلَاكٍ وَهُوَ ذَائِقٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ

مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ۔

پا لیا (یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے)۔

حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن لوگوں کو حضور کے

روزہ کے متعلق شک ہوا۔ اس پر انھوں نے آپ کی

مذمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفہ میں دوڑتے ہوئے تھے۔

آپ نے دودھ نوش فرمایا اور سب لوگ یہ نظر دیکھ رہے تھے۔

روایت الوداد عن ابی ہریرہ میں حضور نے مقام عرفات میں نوبی ذوالحجہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ مانعت بھی اس بنا پر ہے کہ حاجی روزہ کی وجہ سے کھڑے ہو جائے اور انحال حج بخوبی نہ ادا کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ

فوائد ومسائل

جناب عائشہ صدیقہ نوبی ذوالحجہ کا روزہ رکھتی تھیں۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں سردیوں میں رکھ لیتا ہوں، اگر سبوں میں نہیں۔ لہذا

غیر حاجی کے لیے عرفہ کا روزہ مناسب وجائز ہے۔ اور حاجی کے لیے مانعت اس صورت میں ہے جبکہ لوہر روزہ انحال حج کی

ادائیگی متاثر ہو۔ حضور علیہ السلام نے بھی اپنے عمل سے عرفہ کے دن روزہ دار نہ ہونا ظاہر فرمادیا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حالت سواری یا کھڑے کھڑے پانی یا دودھ پینا جائز و مباح ہے۔ جو لوگ کھڑے ہو کر پانی پیئے گونا گونے

وجہات کہتے ہیں وہ اللہ و رسول پر افتراء کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام صوم عاشورہ اور صوم رمضان کی وجہ فضیلت تلاش د

نوبی ذوالحجہ کا روزہ

جستجو و انتظار فرمایا کرتے تھے (بخاری، اور مسلم شریفین کی حدیث میں فرمایا)۔

عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُمید

ہے کہ ایک سال، اگلے ایک سال پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے

اور عاشورہ کا روزہ مجھے اللہ کے کرم سے توقع ہے کہ

پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْسَبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يَكْفِرَ

السَّنَةَ الَّتِي تَقْبَلُهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَ ذَلِكَ

يَوْمَ عَاشُورَاءَ أَحْسَبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يَكْفِرَ

السَّنَةَ الَّتِي تَقْبَلُهُ (مسلم)

عرفہ - نوبی ذوالحجہ کا روزہ بھی باعث برکت ہے۔ مگر حاجی کے لیے بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ روزے سے انحال حج میں کوتاہی

کا امکان ہے۔ چنانچہ حدیث الوداد عن ابی ہریرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نَهَى عَنْ صَوْمِ عَرَفَةَ يَحْشُرُهُ (الوداد)

(عرفات میں) عرفہ کے روزے سے منع فرمایا۔

بعرفۃ کا لفظ بھی یہ بتا رہا ہے کہ مخالفت اس شخص کے لیے ہے جو حج کے لیے عرفات میں قیام کرے۔ اور روزہ کی وجہ سے افعال حج صحیح طریقہ پر ادا نہ کر سکے۔ یہ مخالفت بھی تنزیہی ہے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ

باب عید کے روزہ کے متعلق

ابن ابی شیبہ کے مولى ابو عبد اللہ نے بیان کیا کہ عید کے دن نہیں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا۔ وروں ایسے میں جن میں حضور نے روزے کی مخالفت فرمائی ہے۔

(رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (عید الفطر) اور وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی مخالفت کی تھی۔ صبر سے بھی آپ نے روکا تھا۔ ایک کپڑے میں اکتھا کر کے سے بھی روکا تھا۔ اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے بھی۔

يَوْمَ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
تَاْكُلُونَ فِيهِ مِنْ تَسْلِكُكُمْ (بخاری)

عن ابوسعید بن الخدری قال قال نبي النبي صلى
الله عليه وسلم عن صوم يوم الفطر والنحر
وعين الصماء وان تجتنب الرجل في ثوب واحد
وعن صلوة بعد الصبح والعصر (بخاری)

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ

باب قربانی کے دن کا روزہ

عطاء بن یسار مینا ابو ہریرہ کے واسطے سے حدیث بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا تھا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے اور ملازمت اور منابذت کے ساتھ خرید و فروخت سے۔

عن عطاء بن ميثب قال سمعته يحدث عن
أبي هريرة قال يمتنع عن صيامين وسبعين
الفطر والنحر والملازمة والمناذرة۔

زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کی نذر مانی ہے، کہا کہ یہ خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے، اتفاق سے وہی دن عید کا دن پڑ گیا ہے۔ ابن عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔

عن زياد بن جبير قال جاء رجل إلى ابن عمر
فقال رجل نذرت أن يصوم يومًا قال أظنته
قال إلا تنبني فوافق يوم عید فقال ابن عمر
أمر الله يومًا فاء النذر وأمر النبي صلى
الله عليه وسلم عن صوم هذا اليوم۔

قرنہ کہتے ہیں میں نے ابو سعید خدری سے سنا (آپ نبی کریم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوئے تھے)۔

قَدَعَهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَابْنَ خَدْرَةَ
كَانَ غَدَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى

عَشْرَةً عَزَّ وَكَلَّ قَالَ سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاخِبَتْنِي قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَنَازِلَ
 مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو عَمَلٍ
 وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ
 بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ
 حَتَّى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الْإِخَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ
 مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَ
 مَسْجِدِي هَذَا -

وہ فرماتے تھے۔ میں نے نبی کریم سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے
 بہت پسند آئیں۔ (۱) کوئی عورت دو دن کا سفر نہ کرے
 جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو عید الفطر
 وعید الاضحیٰ کے دن روزہ نہیں ہے (۲) فجر کی نماز کے بعد
 سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے
 تک کوئی نماز نہیں ہے۔ تین مساجد کے سوا کسی کے لیے
 (نبیت زبانی) کو اب سفر نہ کیا جائے مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ
 اور میری مسجد (بخاری)

بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

باب ایام تشریق کے روزے کے متعلق

وَقَالَ ابْنُ مُحَمَّدَ بْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ
 هِشَامَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي كَانَتْ عَائِشَةُ تَصُومُ
 أَيَّامَ مَرِيٍّ وَكَانَ أَبُوهُ يَصُومُهَا -

اور مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا۔ ان سے یحییٰ نے
 حدیث بیان کی، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے
 والد نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام مریٰ (ایام تشریق)
 کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے والد عمرہ بھی ان دنوں کا روزہ رکھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ
 يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يَتِمَّ سُنُّهُ إِلَّا لِمَنْ
 لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ -

حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے
 بیان کیا کہ سوا اس شخص کے جس کے پاس (حج میں) قربانی
 کا جانور نہ ہو تمتع کرنے والا حاجی کے، اور کسی کو ایام تشریق

میں روزے کی اجازت نہیں ہے۔

ع۔ ۱۰۔ یوم تشریق یعنی ان کی دسویں تاریخ کے بعد ایام تشریق آتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یوم نحر کے بعد دو دن ایام تشریق کے ہیں یا تین
 دن۔ بہر حال احسان کے یہاں ایام تشریق میں بھی روزے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں قائل اور تمتع وغیرہ کا کوئی فرق نہیں۔ لیکن بعض نے
 ان دنوں کے روزے کی مطلقاً اجازت دی ہے اور بعض نے تمتع کرنے والے حج کو اجازت دی ہے۔ ۱۱۔ ام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
 تمتع حج کرنے والے کے لیے اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی روایت لائے ہیں۔ روزہ دوسری روایات حضرت
 علی اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے احسان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

ل۔ اس حدیث پر فصل وکل بحث فیض الباری پارہ چہارم، صفحہ ۸۹، پر گزر چکی ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ ابْنِ عُثْمَانَ قَالَ الْقِيَامُ لَمْ يَنْتَبِعْ بِالْعَمَةِ
إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْدِثْ هَذَا
وَلَمْ يَصْحَ صَاكِرٌ أَبَا بَكْرٍ هَذَا عَنْ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ عَزْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ نَائِلَهُ إِتْرَاهِيْمُ بْنُ
سُحَيْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ.

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ چوتھے، چھ اور سترہ
کے درمیان تک کرتے ہیں انھیں یوم عرہ ذمہ روزہ رکھنے کی
اجازت ہے لیکن اگر قربانی کا جانور نہ لے اور نہ اس نے روزہ
رکھا تو ایام سنی (ایام تشریق) میں روزہ رکھے۔ ابن شہاب
عزوسے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح

روایت کی ہے۔ اس کی روایت ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب کے واسطے کی ہے

پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے

واضح ہو کہ سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا برا حال ممنوع ہے۔
(۱) عید الفطر (بیم ثوال)، (۲) عید الضحیٰ (۱۰ ذوالحجہ)، (۳، ۴، ۵) ایام تشریق یعنی
ذوالحجہ کی ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ تاریخیں۔

- ۱۔ حدیث بخاری عن ابی سعید الخدری میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے عید و قربانی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ دوسویں
ذوالحجہ قربانی کا دن ہے۔ ذوالحجہ کی ۱۱ - ۱۲ قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی اور ۱۳ روزہ الحجرت تشریق کا دن ہے۔
- ۲۔ حدیث میں ذوالحجہ کی ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ پر بخرا کا اطلاق تغلیباً ہے کہ ان ایام کے اکثر میں قربانی ہوتی ہے۔
- ۳۔ جو شخص ان مذکورہ بالا دنوں میں روزہ کی نذر مان لے اگر تلاش کے نزدیک اس کی نذر دست نہیں ہے لیکن امام عظیم
علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ نذر تو درست ہے مگر ان پانچ دنوں میں نذر کا روزہ نہ رکھے۔ دوسرے دنوں میں نقصا کر لے۔
- ۴۔ حدیث مسلم میں عن نبیہ میں ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامٌ أَكَلٍ وَشَوْبٍ وَذِكْرِ
لِللَّهِ (مسلم)

تشریق، یعنی کھانے پینے اور اللہ کے ذکر
کے دن ہیں۔ (مسلم)
ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ تک اہل عرب قربانی کا گوشت کھاتے تھے۔ اس لیے ان دنوں کو تشریق کہتے، دھوپ دکھانے کے ایام
موسم کیلکیا جنھوں نے فرمایا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔ اس لیے اس دن میں روزہ رکھنا گویا اللہ تعالیٰ کی دعوت کو
رد کرنا ہے۔ اس لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع قرار دیا۔ واللہ اعلم

بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

باب عاشورہ کے روزے کے متعلق

سالم اپنے باپ سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ عاشورہ کا روزہ چاہو رکھو، چاہو نہ رکھو۔
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا، پھر جب رمضان کے

- عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِنْ شَاءَ صَا.
- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَلَمَّا

فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مِنْ شَأْنِ صَامٍ وَكَانَتْ
شَأْنًا أَنْظَرُ۔

روزے فرض کیے گئے۔ تو اب جو چاہتا رکھتا اور جو چاہتا

حضرت عائشہ سے مروی ہے عاشورہ کے دن جاہلیت کے دور میں قریش روزہ رکھتے تھے اور حضور بھی رکھتے تھے۔ یہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے آپ نے عاشورہ کے روزہ کا (الزّوام) پھجور دیا۔

فَأَمَّا فِرْعَوْنُ رَمَضَانَ يُزَكُّ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَمَنْ
شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

اور جو چاہتا رکھتا، اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

(بخاری ص ۷)

حیدر بن عبد الرحمن اور انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ یوم عاشوراء کے متعلق سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ اے اہل مدینہ تمھارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔

اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور تم میں سے جس کا بھی چاہے روزہ سے ہے اور جس کا بھی چاہے نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ آپ نے یہودیوں کو بھی دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن کے (فرعون) سے نجات دلانی بخشی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام

• عَنْ حَكِيمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ يُذَكِّرُ عَاشُورَاءَ عَامَ حُجَّجٍ عَلَى الْمَدِينَةِ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِنِّي عُلَمَاءُكُمْ كُنْتُمْ سَمِعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا أَيُّومُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ وَأَنَا صَاحِبُكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفِطْ۔

• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَذَكَرَ أَيُّ الْيَهُودِ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ مَا هَذَا أَقَالُوا هَذَا يَوْمُ صَالِحٍ هَذَا أَيُّومُ لُقْطِ جَبِي اللَّهِ وَبَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوسَى قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَأَمَّا صِيَامُهُ۔

نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ ان حضور نے فرمایا کہ پھر ہم موسیٰ علیہ السلام کے (شریکِ مسرت) بنے ہیں تم سے زیادہ تمہی ہیں چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور مجاہد کو بھی اس کا حکم دیا۔

• عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ نَعْدًا لِلْيَهُودِ عِنْدَ أَقَالِ الْيَهُودِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُومُوهُ انْتَهَر۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن کو یہودی عبد اور عورتی کا دن سمجھتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَهَرُ سِوَا يَوْمِ قُضِلَ عَلَى عَتَبِيَّةٍ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرُ رَمَضَانُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوا اس عاشوراء کے دن اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص

طور سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَدْرُكِيِّ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَجُلًا مِنْ أَشْهَائِهِ أَنْ إِذِنَ فِي النَّاسِ أَنْ يَكُنْ أَكْلُ تِلْكَ صَرْفِيَّةٍ يَوْمِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلْ تِلْكَ صَرْفِيَّةٍ يَوْمِهِ مَرَّ عَاشِرًا.

مسلمین کو کوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلام کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم دیا تھا کہ جو کھا چکا ہو اسے دن کے بغیر حصے میں کھانے پینے سے رُک رہنا چاہیے اور جس نے نہ کھا یا پوسے

روزہ رکھ لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ دن عاشور کا دن ہے۔

فوائد ومسائل

۱۴ واضح ہو کہ دس محرم کا روزہ پہلے فرض تھا۔ پھر حبيبِ رمضان کے روز سے فرض ہوئے۔ اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اب عاشورہ کا روزہ سنت ہے۔

۲۔ تعذیب الہود عیداً۔ حدیث کے اس جملہ میں اس کا بیان ہے کہ دس محرم کے دن کو یہود اپنی عید مناد کرتے تھے۔ یہود کہتے تھے۔

یوم عظیم انجی اللہ فیہ موسیٰ
غیبت والا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام

اور ان کی قوم کو نجات دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

فمن حق واولی بهوستی

ہم مومن علیہ السلام کی خوشی میں شریک ہونے میں تم سے

زیادہ حقدار ہیں۔ ————— اس لیے اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں روزہ رکھا۔ متابعت نہیں بنیں۔ اور یہ کہ حضور نے یہودی پر واضح کر دیا کہ ہم یہ روزہ تمھاری مشابہت کی بنا پر نہیں رکھ رہے۔ لیکن جناب موسیٰ کی موافقت کی بنا پر رکھ رہے ہیں۔ جس سے یہ بات کھل گئی کہ مشابہت میں قصد و نیت کا بہت دخل ہے۔ اگر عاشرہ کے دن روزہ بھوک کی مشابہت کی نیت سے رکھا جائے تو منوع ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کی نیت سے روزہ رکھا جائے تو مستحب ہے۔ فامہم۔

نماز تہجد و صوم عاشورہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔

أَفْضَلُ أَنْصِيَامٍ بَعْدَ

رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ

بَعْدَ الْغُرَيْثَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ (مسلم)

بعد ازیں یضیہ صلوٰۃ اللیل (مسلّم)

فریضہ سے نماز پنجگانہ مع سنن مؤکدہ و وتر اور صلوٰۃ اللیل سے تعہد مرا دہے مطلب حدیث یہ ہے نماز پنجگانہ و وتر و سنن مؤکدہ کے بعد نماز تہجد کا درجہ ہے مفسرین کا کہنا ہے کہ نماز تہجد حضور پر فرض تھی۔ قرآن مجید میں ہے: - وَ مِنَ اللَّیْلِ فَسُجِّدْ لَهُ نَازِلَةً لَّكَ۔ اور تہجد کے فضائل میں قرآن میں ارشاد باری ہے: - یَتَجَنَّبُ عَنْ صَلَواتِہُمْ عَنِ الْمُتَظَارِعِ۔ اور وَالَّذِینَ یَسْتَبِیْئُونَ لِرُؤْیَہِ سَعْدًا اَوْ قَرَارًا۔

۲۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ متبرک دن کی یاد منانا جائز ہے اور جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے۔ اس میں خصوصی طور پر شکرانہ کا روزہ رکھنا جائز و مباح۔ چنانچہ :-

پیر کے دن نفلی روزہ

کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :- اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر فسخان پاک مٹا کر گیا۔

یعنی پیر کے دن دنیا والوں کو دو نعمتیں ملی ہیں۔ ایک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور دوسری قرآن پاک۔ غرض کہ میں پہلی وحی رافضیہ پیر کے ہی آئی تھی۔ لہذا پیر کے دن روزہ رکھنا مناسب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ وقت جبکہ اور دن تبرک واقعہ سے تبرک و اشرف ہو جاتے ہیں۔ پیر کے دن میں فضیلت کی وجہ ولادت نبوی اور نزول قرآن کی ابتدا ہی ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اسی حدیث کی بنا پر جمعہ پیر کے دن کی فضیلت کا قول کیا ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک اللہ تعالیٰ کی عظیم و عجل نعمت ہے تو جس دن اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا ظہور رہا اس کی یادگار ماننا جائز و مباح ہے۔ جیسے عید میلاد النبی وغیرہ تقریبات۔ ہاں یہ فردی ہے تقریب اس طرح منائی جائے کہ ان میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ حضور نے ان سے فرمایا یہ کیسا دن ہے

هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ أَفْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَتُورَهُ
وَعَسَىٰ فِي فِجْرِكَ نَوْءٌ قَضَاهُ قَضَاهُ مُوسَى
شُكْرًا فَخَنَّا نَصْرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَنَّا أَحَقُّ وَأَوْفَى بِمُوسَى
وَمِنْكُمْ قَضَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَمَّا بِصِيَامِهِ

جس میں تم روزہ رکھتے ہو۔ یہ روزہ کہہ کر وہ عظمت والا دن ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ فرعون اور اس کی قوم کو ڈوبایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکر یہ میں روزہ رکھا۔ ہم بھی رکھتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کے شریک مسرت ہوئے ہیں۔ تم سے زیادہ حقدار میں تو حضور نے عاشورہ کا روزہ رکھا

اور روزہ کا حکم بھی دیا۔ دیکھو! حضور علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی یادگار میں روزہ رکھا۔ جس نے واضح ہوا کہ یہ حصول نعمت الہی کی یادگار نام کرنا جائز و مباح ہے۔

بعض دوسرے دنوں کے نفلی روزے

روایت ترمذی عن عائشہ میں ہے کہ حضور ایک عید میں ہفتہ اتوار و پیر کا روزہ رکھتے تھے۔ اور دوسرے میں منگل و بدھ و جمعرات کا۔ روایت ابوداؤد عن ام سلمہ میں ہے کہ حضور مجھے ہر عید میں تین روزوں کا حکم فرماتے۔ جس میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہوتا۔

اس سے حدیث سے واضح ہوا کہ نفلی روزے کے لیے کوئی خاص دن متعین نہیں ہے کہ ضرور اسی میں رکھا جائے، بلکہ جس دن بھی ذوق و مشوق عبادت تقاضہ کرے نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ البتہ کسی بھی دن میں نفلی روزہ رکھنے کو ضروری و لازمی نہ سمجھنا چاہیے۔ اور جن احادیث میں بعض دنوں میں نفلی روزہ کی مخالفت آئی ہے تو ان ایام میں کی نفسہ روزہ ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ مخالفت کی وجوہات مختلف ہیں۔ جیسا کہ ہم نے احادیث متعلقہ پر بحث کے دوران عرض کیا ہے۔

• حدیث احمد بن اسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ اتوار کو روزہ رکھتے تھے اور حضور فرماتے تھے کہ یہ دو دن سیو و نصاریٰ کی عید کے دن ہیں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔

يَهْنَمُ يَوْمَ النَّبِيِّ وَيَوْمَ الْأَحْزَابِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
مِنَ الْاَيَّامِ وَنَقُولُ اَللّٰهُمَّ اَيُّهَا مَا عِنْدَ الْمَشْرِقِ

فَاَنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّ اَخَالَفَهُمْ۔

غور کیجئے؛ حضور علیہ السلام نے ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھا اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ دونوں دن یہود و نصاریٰ کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنے کے لیے روزہ رکھتا ہوں جس سے یہ بات واضح ہوگئی۔ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی نیت سے روزہ رکھنا درست ہے۔ اور اس نیت سے ان دنوں میں روزہ رکھنا کہ یہود و نصاریٰ ان دنوں کی تعظیم کرتے ہیں ممنوع ہے تو مخالفت کا مدار واصل نیت و عقیدہ پر ہے۔

روایت ترمذی عن صحابین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہفتہ کا روزہ

لَا تَقْصُوْهُمُوْا لَكُمْ اَسْبَبُ

ہفتہ کے دن رجب فرض روزے کے نفلی روزہ نہ رکھو۔

بلکہ یہاں تک فرمایا کہ ہفتہ کے دن اگر تم میں کوئی انگوڑی چھال یا درخت کی لکڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو اسے بھی چبا لے۔

(احمد - ابوداؤد و ابن ماجہ)

شارسین نے لکھا ہے ہفتہ کے دن کی یہود بہت تعظیم کرتے ہیں۔ گو کہ روزہ نہیں رکھتے۔ تو ہفتہ کے دن نفلی روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ ان سے اشتباہ نہ ہو۔ لیکن بایں کہ جو ہر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی مخالفت تخریجی ہے اور اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا تو نہ مشابہت رہے گی نہ مانعت (لمعات و مرقات)

فیہما افترض علیکم میں فرض روزے سے رمضان، نفاذ رمضان، نذر و کفارہ کے روزے مروی ہیں۔ انہیں ہفتہ کے دن رکھنا بلا کراہت جائز ہے (لمعات و مرقات)

یونہی ایام بھی اگر ہفتہ کو واقع ہو جائیں تو بھی ہفتہ کا روزہ بلا کراہت جائز ہے۔

روایت ترمذی و نسائی عن عائشہ میں ہے کہ آپ پر اور حجرات کا روزہ رکھتے تھے۔

بیر اور حجرات کا روزہ

تَعْمَلُ مِنَ الْأَعْمَالِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ فَاجِبٌ رَّبِّ الْعَالَمِينَ پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان یَعْمَلُ مِنْ عَمَلِيْ ذَا نَا حَسْبُكُمْ۔ (نسائی)

پیر کا دن و لاوت نبوی کا دن ہے۔ پیر و حجرات کو اعمال بارگاہ الہی میں پیش ہوتے ہیں۔ اگرچہ بندوں کے اعمال چوبیس گھنٹوں میں دوبار اٹھائے جاتے ہیں۔ دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے مگر مجموعی طور پر ہفتہ میں دوبارہ پیش ہوتی ہے۔ تعملاً من الاعمال کا تخریج یہ ہے کہ اعمال تو چوبیس گھنٹوں میں روزانہ دوبارہ پیش ہوتے ہیں۔ (مرقات)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے،

شوال کے روزے

پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو ساری عمر کے

مِنْ صَّامٍ كَصِيَامِ الدَّاهِرِ (مسلم)

روزوں کی طرح قرار پائے گا۔

علامہ علی قاری نے لکھا۔ یہ حدیث تقریباً تیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ترمذی نے اسے حسن قرار دیا۔ باقی انتہائی اسنادیں نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ امام طبرانی۔ بزار۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ ابن خویمرہ۔ ابن حبان۔ امام احمد و بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول کیا۔

توبان، براء بن عازب، ابن عباس، سعد بن سبید، ابو ایوب انصاری اور جناب عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔
۷۔ سال کے تقریباً تین سو ساتھون ہوتے ہیں ساڑھ ہجری کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ اس حساب سے رمضان کے تیس روزے تین سو
رفعتوں کے برابر ہوتا ہے۔ پھر روزے ساڑھ روزوں کے مساوی۔ اس طرح شوال کے پچھ روزے رکھ لینے سے پورے سال کے روزوں کا
ثواب اعلیٰ ہوگا۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

باب رمضان میں تراویح کے متعلق

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بھی اس میں ایمان و
احسان کے ساتھ قیام کے لیے کھڑا ہوگا، اس کے
پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے (بخاری)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتابُ التَّوَارِيخِ ○ کتابُ تراویح کے بیان میں

روایت کسکی میں کتاب التزویج کے الفاظ مروی ہیں۔ تراویح
تروویحات، تروویج کی جمع ہے۔ تروویج کے اصل معنی جلسے کے ہیں۔ اس کو
تروویج اس لیے کہنے لگے کہ چار رکعت کے بعد سہلانے کے لیے بیٹھتے
ہیں۔ پھر مجازاً ہر چار رکعت کو تروویج کہنے لگ گئے۔

- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)
- ۱۔ یہ حدیث گذشتہ صفحات میں مکمل ترجمانی کے ساتھ گزر چکی ہے۔ دیکھیے ص۔ ابن المنذر نے کہا ہا ہر حدیث سے یہ ہی واضح
رمضان میں قیام کرنے والے کے تمام پچھلے گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ معاف ہو جائیں گے۔
- ۲۔ امام نووی نے فرمایا علماء کا مشہور دستور قول یہ ہے کہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے۔ امام الحرمین نے بھی اسی کو قطعاً اختیار کیا، اور
مذہب اہل سنت بھی یہی ہے۔ بحال اتنی بات واضح ہے کہ رمضان کی راتوں میں قیام (تراویح پڑھنا) باعثِ برکت موجبِ رحمت ہے
اور مغفرت کا ذریعہ وسیلہ ہے۔

۳۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں قیام رمضان سے تراویح مراد ہونے پر شب کا اتفاق ہے۔ امام نووی نے فرمایا قیام سے مراد تو تراویح ہے۔ مگر علامہ کرمانی نے اتفاق کا دعویٰ کہاں سے کیا ہے؟ بلکہ قیام سے مطلق قیام مراد ہے کم ہو یا زیادہ۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ مُتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَاكَ تُحْرَكَانِ الْأَمْرُ عَلَى ذَاكَ فِي خِلَافَةِ ابْنِي بُكَيْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ (بخاری)

ابن شہاب نے کہا کہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اور بات یوں ہی رہی۔ اس کے بعد خلافت ابوبکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دور خلافت میں بھی یہی صورت رہی۔

یعنی قیام رمضان کی صورت و کیفیت یہی رہی کہ ہر شخص اپنے طور پر گھر میں مسجد میں جیسے مناسب ہوتا، تراویح پڑھ لیتا جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ اول تک یہی صورت رہی تا کہ فاروق اعظم نے باقاعدہ جماعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔
• وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ وَدَّاهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ

• وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ
مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُبَسِّلُ الرَّجُلُ رِجْلَيْهِ
يُبَسِّلُ الرَّجُلُ يَمِينَهُ يَبْصُرُنَا وَهَذَا فَقَالَ عُمَرُ
إِنِّي أَرَى لَوْ جُمِعَتْ هَذِهِ عَلَى قَابِئِ وَاحِدٍ
لَكَانَ أَكْبَرَ لَعْنَةٍ مِنْ جَمْعِهِ عَلَى أَبِي بَرَكَةَ
ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَانْتَأَسَ بَصُرُنَا
بِصَلَاةِ قَابِئِهِ حَتَّى قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَأَنَّ
بَيْنَا مَوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الْكَبْرِ يَقُومُونَ يُرِيدُ إِحْدَى
اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ إِذْ لَمْ يَكُنْ

اور انھوں نے عبدالرحمن بن عبدالقادر سے بات کی کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں عرب میں خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے وہی تھا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کو بھیجے بہت سے لوگ اُس کی نماز کی اقتداء کیلئے کھڑے تھے۔ اُس پر عرضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ اخیال ہے اگر تمام غازیوں کی ایک امام کے پیچھے جماعت کر دی جائے تو زناں اچھا ہو چنانچہ آپ نے جماعت بنا کر ابی اسی کب کو اس کا امام بنایا پھر دوسری رات میں آپ کے ساتھ جی نکلا تو لوگ پٹے اچھے کچھے نماز نماز زواویہ پڑھ رہے تھے، دیکھ کر کہ عرضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بیادافقہ کسی قدر بہتر اور ناسب ہے۔ لیکن رات نماز، وہ حصہ جھٹتے ہیں۔ آپ کی ملاقات کے آخری حصہ کی فضیلت سے

معنی کیونکہ لوگ نمازرات کے شروع میں پڑھ لیتے تھے۔ (بخاری)

عروہ بن زبیر نے اور ان سے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز عظیمی اور بزرگوار میں ہوا تھا۔

• عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ زُرَيْعٍ عَنْ عَائِشَةَ وَزَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ذَلِكَ فِي رَمَضَانَ .

حضرت عروہ نے خبر دی اور انھیں عاشرہ رضی اللہ عنہا
نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان
کی نصف شب میں تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی

أَخْبَرَنِي عَزْرَةُ أَنَّ عَالِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ كَثِيلَةً مِنْ جَرَبِ
الْبَلْبَنِ نَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ

فَأَصَابَ النَّاسَ فَتَحَدَّثُوا فَأَجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ
فَصَلُّوا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَأَكْثَرُ
أَهْلِ الْمَسْجِدِ مِنَ الثَّلَاثَةِ النَّارِ فِي ذِي الْحِجَّةِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُصُ
يَصَلُّوهُ فَلَمَّا كَانَتْ الثَّلَاثَةُ النَّارِ عَجَزَ
الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ يَصَلُّوهُ الصُّبْحُ
فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَرَّدَ
ثُمَّ قَالَ مَا لَعَنُوا فَإِنَّهُ لَمْ يَخَفْ عَلَى مَكَانِكُمْ
وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَفْتَرِصَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا
عَنْهَا فَخَوَّفِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالَا مُرْعَى لَكَ.

کچھ صحابہ بھی آپ کے ساتھ نمازیں شریک ہو گئے۔ صبح
ہوئی تو ایک نے دوسرے سے کہا، چنانچہ دوسرے
دن لوگ پہلے سے زیادہ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ
نماز پڑھی، دوسری صبح کو اور چرچا ہوا اور تیسری
رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ ان حضور
نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ
کی اقتداء کی۔ چوتھی رات یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز
پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی جگہ بھی باقی نہیں رہی
تھی (لیکن اس رات آپ تشریف لائے، بلکہ صبح کی
نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں
کی طرف متوجہ ہوئے اور شہادت کے بعد فرمایا: اما بعد

تمہاری موجودگی کا مجھے علم تھا لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی
سے عاجز، و در ماندہ رہ جاؤ۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بات جو ان کی توں تھی (یعنی نماز تراویح
باجاغت نہیں ہوتی تھی) :

فوائد ومسائل واضح ہو کہ یہ احادیث نماز تراویح کے متعلق ہیں۔ عبد بن ابی میں نماز تراویح تین دن ہوئی، اس کے بعد حضور
نے اس کو ترک فرمایا۔ جس کی وجہ بھی حدیث میں بیان فرمادی کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائیں، کیونکہ زمانہ نزول
وحی کا تھا، حتیٰ کہ عبد بن ابی کہہ دیا کہ فاطمی کے اول حضرت میں اسی طرح ہوتا رہا کہ لوگ اپنے طور پر پڑھ لیتے تھے۔ تاہم بعد مسجد میں
جماعت نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگ متفرق ہو کر اور کچھ جمع ہو کر تراویح پڑھ رہے
ہیں تو آپ نے اس کی جماعت بنادی اور حضرت ابی بن کعب جو بہترین قاری تھے۔ انہیں امام مقرر فرمایا اور اس طرح جب
سے لیکر اب تک مسلمان نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا کرتے ہیں

• نعم البدل، عہدہ ہذا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دیا، معلوم ہوا کہ بدعت کو بدعت
سیئہ قرار دے دینا درست نہیں ہے۔ ہر نیا کام اگر شریعت کے خلاف نہیں ہے تو کم از کم مباح کے درجہ میں ہے۔ ہر نئے کام کو
حرام دینا جائز قرار دے دینا زیادتی ہے، بلکہ حضرت علامہ عبد الغنی المالکی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس نماز
میں مختلف وضع قطع و دربان کے ملبوسات کھانے پینے اور رہنے کے نئے نئے انداز اور طریقے شرعاً بدعت نہیں قرار پاتے

۱۔ علامہ مقدس سرہ العریض فرماتے ہیں: فلا تتناول البدع من حيث معناها الشرعي شيئا من انواع العادات اصلا
جمع عادة۔ وهو كل امر يقصد به حصول غرض ديني كالملابس المختارة في هذا الزمان وابق مزمار

فائدہ

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس کے بعد حدیث عائشہ ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ادا فرماتے تھے۔ اس حدیث پر مکمل و مفصل گفتگو فیض الباری پارہ پنجم باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ۲۳۹ پر ہو چکی۔ مختصر مکرر لکھی جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ
أُمَّهُ سَأَلَتْ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ
مَا كَانَ سَأُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ
فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ
رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَشَأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ
وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ
وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا تَأْتِي عَائِشَةَ بِفُلْتٍ
يَأْذِي سَوْلَ اللَّهِ أَتَانَا فَبَلَ أَن تَوَضَّعَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ
أَنْتِ عَجَبِي تَأْمُرِينَ وَلَا يَأْمُرُ قُلُوبِي (بخاری)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے۔
انھوں نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں رات کی،
نماز کیوں کرتی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے
زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ (پہلے) چار رکعتیں
پڑھتے۔ پس تو ان کے حسن اور طول کے بارے میں پوچھ
پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے (بھی) حسن اور طول کے
بارے میں پوچھ پھر تین رکعتیں (دو رکعتیں) پڑھتے۔
حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ
کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اسے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا
دل نہیں سوتا (بخاری)

اس حدیث سے غیر مستدل کہتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں کیونکہ اس سے واضح ہوا حضور علیہ السلام
سرمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ ان رکعتوں میں تین وتر ہوتے تھے اور آٹھ افضل
رمضان میں یہ آٹھ باجماعت تراویح شمار ہوتے تھے۔ اور غیر رمضان میں بغیر جماعت کے وہی آٹھ رکعت تنہا تسلسل
پاتی تھیں۔ لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں اور مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا امر گواہ ثابت نہیں ہوتا۔
کیونکہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تنہا تراویح کی نمازیں الگ الگ ہیں۔

لہ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تنہا کی نماز ہجرت سے پہلے ابتداء اسلام میں فرض ہوئی تھی جیسا کہ حدیث ابوداؤد (باقی ص ۹۱)

(بقیہ حاشیہ ص ۸۹) : والمساکن۔ والمالک والمشارب مما اتخذہ الناس انواعاً منوعة فلا یسعی فی
الشرع بدعة۔ لانه ليس فی الدین بل فی الدنیا ومشرط البدعة فی الشرع ان یکون فی الدین حداً
مکراً اور آیتہ قل من حرم مزینة الله التي الحکم کے ماتحت حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں۔
فیه دلیل علی ان الاصل فی المطاعم والملابس والنوع التجملات الا باحاجة

نماز تہجد حضور نے عشر شریف میں کبھی ایک مرتبہ بھی اول شب میں ادا نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ ہمیشہ سونے کے بعد بیدار ہو کر جو نبیل یا آخر شب میں ادا فرمائی ہے۔ اور نماز تراویح حضور نے ہمیشہ اول نفل میں پڑھی ہے۔ اگرچہ فراغت

البقیۃ حاشیہ ص ۹)۔ ابو داؤد باب صلوة البیل ج ۱۹ ازل کشور سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک رمضان کے روزے اور تراویح کی مشیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ صحابہ کرام رمضان اور غیر رمضان میں نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ پھر ۱۱ھ میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے شعبان کے آخری دن کے خطبہ میں فرمایا:-

جعل الله صيامه فريضةً وقيامه تطوعاً
بہمی (مشکوٰۃ ص ۱)

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا اور اس

کے قیام کو نفل قرار دیا۔

اور حدیث الرسول کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض

کیے اور میں نے تمہارے لیے اس کا قیام سنون کیا۔

کتب اللہ علیکم صیامہ وسنت لکم

قیامہ (ابن ماجہ ص ۱۵)

ان دونوں حدیثوں نے ثابت ہو کر تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں۔ اگر قیام رمضان سے نماز تہجد مراد ہوئی تو وہ رمضان شریف سے پہلے ہی مشروع تھی۔ رمضان سے اس کا کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ اس سے مسلم ہو کر قیام رمضان سے صلوة تہجد مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہی خاص نماز تراویح مراد ہے۔ جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں مشروع نہیں ہوئی۔ اسی طرح حدیث دوم میں حضور علیہ السلام کا اس کو سنون قرار دینا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قیامہ سے نماز تہجد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے اللہ کے حکم سے مشروع ہو چکی تھی۔ بلکہ نماز تراویح مراد ہے۔ ثابت ہو کر نماز تہجد اور نماز تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

سلف تہجد میں اس نماز کو کہتے ہیں جو نماز عشاء پڑھ کر سونے کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے۔ یہ ہی وجہ ہے حضور علیہ السلام نے ہمیشہ نماز تہجد سو کر اٹھنے کے بعد آخر شب یا نصف شب میں پڑھی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام نماز تہجد کے لیے (اذا سمع الصبح - بخاری ج ۱ ص ۱۵۲) مرغ کی آواز سن کر اٹھتے تھے۔ یہ حدیث اس دعویٰ پر جس مرتبے کے حضور نے نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں ادا فرمائی ہے۔ نبی صلوٰۃ کا مضمون ہے کہ حضور علیہ السلام اول نفل میں آرام فرماتے و بقیہ آخر وہ (بخاری) اور آخرات میں اٹھ کر نماز پڑھتے۔

طبرانی نے حجاج بن عمرو کی حدیث بروایت کثیر بن العباس روایت کی جس کے الفاظ یہ ہیں:-

کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم جب بھی رات میں صبح تک

نماز پڑھ لیا کرو تو تہجد کی نماز ادا ہو جائے گی۔ جو بی شیت کہ

تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد ہو۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر کہ-

حضور کی نماز اسی طرح ہوتی تھی۔ یعنی خواب سے بیدار ہو کر نماز

ایحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصلح

ان قد تہجد انما التہجد لجد سائذہ (ریحلمہ

تین دفعہ ہے) تلک کانت صلوة رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم (یعنی ج ۳ ص ۱۲)

تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث میں الصلوٰۃ لجد سائذہ کی تکرار محض تاکید کے لیے ہے۔ ان الفاظ سے روزہ دشمن کی طرح واضح ہو کر تہجد کے لیے سو کر (باقی ص ۱۶)

کبھی نصف شب میں ہوئی۔ اور کبھی تمام شب میں۔ مگر نماز تراویح کا آغاز حضور نے ہمیشہ ہر دفعہ اول رات میں ہی فرمایا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب عائشہ کی یہ حدیث نماز تراویح کے متعلق نہیں ہے بلکہ صلوة تہجد کے متعلق ہے۔ اس لیے کہ نماز تراویح

ربقیۃ حاشیہ ص ۱۰۔ اُمتنا ضروری ہے۔ نیند کیے بغیر اگر کوئی شخص تمام رات صبح تک نماز پڑھتا رہے تو اس کی نماز تہجد نہ ہوگی۔ نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ:-

کان اذا قام الى الصلوة من جوف الليل۔ حضور علیہ السلام جب شب کے درمیان شب میں صلوة تہجد کیلئے کھڑے اسے حدیث میں صلوة سے مراد تہجد ہی ہے کیونکہ یہی حدیث بخاری نے باہیں الفاظ روایت کی ہے اذا قام من الليل یتھجد اور اس خبر پر نے اذا قام للتھجد کے الفاظ سے روایت کی ہے۔ غرضیکہ ان روایات سے واضح ہے کہ نماز تہجد وہی ہے جو عشا کے بعد خواب سے بیدار ہو کر پڑھی جائے اور یہ کہ حضور علیہ السلام نے نماز تہجد ہمیشہ جوت میل سے قبل کبھی ادا نہیں فرمائی۔

۱۱۔ حضور علیہ السلام نے نماز تراویح ہر دفعہ اول شب میں شروع فرمائی ہے۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور کے ساتھ روزے رکھے تو حضور نے ہمارے ساتھ رمضان میں قیام نہ فرمایا۔ اسی دن والے رمضان کے سات دن رو گئے تو حضور نے ہمارے ساتھ قیوسیہ بن بک کو قیام فرمایا۔ حتیٰ کہ ایک سال رات گز گئی۔ پھر جب چھٹی رات یعنی چوبیسویں شب ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ پھر جب اسی حساب سے پانچویں شب ہوئی یعنی چھبیسویں تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ نصف شب گز گئی۔ پھر مچنے والی کی یا رسول اللہ! کاش اس رات کے قیام کو ہمارے لیے زیادہ فرماتے حضور نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا رہے تو اس کے لیے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات یعنی چھبیسویں شب آئی تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس کے بعد پھر تیسری حضور نے ہمارے ساتھ قیام کیا اور ہمیں کرام کو جمع کیا۔ حتیٰ کہ ہم دوسرے پھر بقیہ مہینہ حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔

عن ابی ذر۔ قال صنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقربنا شیئاً من الشہر حتی یقی سبع فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل فلما کانت السابعة لم یقربنا فلما کانت الحامسة قام بنا حتی ذہب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو فلتنا تبارکنا هذه الیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة فلما کانت الرابعة لم یقربنا فلما کانت الثالثة جمع اهلہ وسانئہ والناس فقام بنا حتی خشینا لیفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقربنا بقیة الشہر۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

شب مذکور آئی۔ تو حضور نے اپنی ازواج مطہرات اور اہل وعیال اور صحابہ کرام کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔ حتیٰ کہ ہم دوسرے کریم سے فلاح فوت نہ ہو جائے۔ میں نے کہا۔ فلاح کیا ہے؟ کہا کہ یہی۔ پھر بقیہ مہینہ حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اسے حدیث سے واضح ہو کہ رمضان شریف کی ان تینوں راتوں میں حضور علیہ السلام نے اول شب میں نماز تراویح شروع فرمائی۔ پہلی رات میں تعالیٰ حشر کرنے پر فرغت ہوئی۔ دوسری رات میں نصف شب گزر جانے پر دوسری رات اولیٰ سے آخر تک نماز پڑھنے میں گواہی۔ جس سے ثابت ہوا حضور نے نماز تراویح تینوں راتوں میں اول وقت ہی میں ادا فرمائی ہے۔ گو فرغت کبھی نصف شب میں ہوئی اور کبھی تمام شب میں اور (باقی ص ۹۳ پر)

صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ اور حدیث زریحہ میں رمضان اور غیر رمضان کی نماز کا ذکر ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز تراویح نہیں بلکہ نماز تہجد ہے جس سے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز تہجد کو بیان فرما رہی ہیں۔ نماز تراویح کو نہیں۔ لہذا اس حدیث سے نماز تراویح کا ذکر رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس حدیث میں تو صرف نماز تہجد کا بیان ہے۔ نیز ہمارے اس دعوٰی کی تائید و توثیق اسی حدیث کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی:-

اتنا وقبل ان توتر | حضور کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟
حضور نے جواب دیا:-

تمام عینی ولا بینا مقلبی | اسے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔
اور یہ بات مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر اور آٹھ نفل ہوتے تھے۔ اور یہ آٹھ وتر میں یعنی پوری گیارہ رکعتیں حضور ایک ساتھ پڑھتے تھے تو جب وتر سے قبل حضور کا سو جانا اس حدیث سے ثابت ہوا تو وہ آٹھ نفل جو وتر کے ساتھ حضور پڑھتے تھے ان سے پہلے بھی حضور کا نیند فرمانا ثابت ہو گیا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور کی گیارہ رکعت والی نماز تراویح نہیں بلکہ تہجد اور وتر کی نماز تھی۔ اس لیے کہ نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جائے وہی نماز تہجد ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اسی گیارہ رکعت والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:-

روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان
مکیساں بود غالباً بعد یا زودہ رکعت مع الوتر می رسد۔
دلیل برین چل آن است کہ راوی این حدیث ابوسلمہ
است در تتمہ این روایت می گوید کہ ثلث عائشہ اتنا
قبل آن توتر الخ و ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد
متصور می شود در غیر آن۔
(فتاویٰ عربی ج ۱ ص ۱۱۱ مجتہدائی)

حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی روایت نماز
تہجد پر محمول ہے اس لیے کہ رمضان تہجد رمضان اور غیر رمضان
میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا
تھا اور اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے
کہ راوی حدیث ابوسلمہ اس روایت کے تہجد میں کہتے ہیں
کہ حضرت عائشہ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ حضور نے
فرمایا ہاری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوٰۃ

تہجد ہی میں تصور ہو سکتا ہے نہ اس کے بغیر ہیں۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی گیارہ رکعت والی نماز کو صلوٰۃ تہجد اور وتر ہی قرار دیا ہے۔

۱۔ علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں:- و ظہر لی ان الحکمۃ فی عدم الزیادۃ علی احدى عشرۃ ان

التہجد والوتر مختص بصلوٰۃ اللیل (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱)

(بقیہ حاشیہ ۱۱) تہجد کے متعلق احادیث ساتھ سے واضح ہے کہ حضور نے ہمیشہ آخری شب میں ادا کی ہے۔ نماز تہجد حضور نے ساری رات کبھی نہیں پڑھی۔ چنانچہ عائشہ نے تصریح فرمائی ولا علم فی اللہ تراء القرآن کلہ فی لیلة ولا صلی لیلة الی الصبح (مسلم) میں نہیں جانتی کہ حضور نے ایک رات میں کبھی سارا قرآن پڑھا اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور نے کسی رات میں صبح تک نماز پڑھی ہو۔ نا فہم

عن جنیکہ حدیث زبجٹ کے آخری حصہ سے بھی یا مرنرز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں جن نماز کا ذکر ہے وہ نماز تراویح نہیں بلکہ صلوة التجوہ ہے۔ لہذا اس حدیث سے اٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا استدلال درست نہیں۔

• اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا حضور کی نیند ناقص وضو نہیں۔ علامہ ابن عربی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ نیند بھی ایک آفت ہے جس کی وجہ سے نفس کو جو تعلیم بدن پر حکومت حاصل ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ کی صورت آنکھوں پر نیند طاری ہوتی قلب اقدس ہمیشہ بیدار رہتا۔

مذکورہ بالا حدیث جس سے نیز مقلد وہابی اٹھ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں ان کے بھی خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ اگر لطیفہ اس سے بالفرض اٹھ رکعت تراویح ثابت مانی جائے تو تین رکعت وتر کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہابی حضرات ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ گویا ان کا یہ حال ہے کہ حدیث کی ایک بات کا اقرار کر رہے ہیں، دوسری بات کا انکار۔

دوم یہ کہ اگر اس حدیث میں نماز تراویح مراد ہے اور حضور نے اٹھ تراویح پڑھی تھی تو جناب عمرؓ نے میں تراویح کا حکم کیوں دیا؟ اور نماز صحابہ کرام نے اس حکم کو کیوں قبول کیا؟ خود حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کیوں نہیں صحابہ سے یہ فرمایا کہ حضور تو اٹھ پڑھتے تھے اور تم میں پڑھ رہے ہو یہ تو سنت کے خلاف ہے۔

سوم۔ اگر غیر مقلد وہابی حضرات کے نزدیک میں رکعت تراویح پڑھنا بدعت سیدہ اور خلافت سنت سے تو یہ خلفاء راشدین و ائمہ دین جو میں رکعت تراویح کے قائل و عامل تھے ان کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہو گا۔ کیا معاذ اللہ وہ بھی بدعت تھے اور تنوید باللہ صلوات سنت کام کیا کرتے تھے۔ سوچئے اگر آپ کے اس بے جا غلو و تشدد کی زد میں وہ محترم سنیائیں بھی آجاتی ہیں جن کا ایمان و تقویٰ اور قبیح سنت ہونا انتساب سے زیادہ واضح و ثابت ہے۔

تراویح میں کثرت بھی مسنون ہے اگرچہ مسئلہ خالص فردی ہے مگر حیرت ہے کہ بعض لوگ یہاں تک دعوئی کر دیتے ہیں کہ میں رکعت تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ کہ میں رکعت تراویح پڑھنا بدعت مذکورہ ہے۔ اس کے جواب میں سب سے تیر کہہ دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا دعویٰ کرنے والے انشاء اللہ العزیز قیامت تک کسی مرتب صحیح غیر مجروح حدیث و آثار صحابہ کرام و ائمه دین سے رضائی میں نماز تراویح کا اٹھ رکعت ہونا اور میں رکعت تراویح کا بدعت مذکور ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً۔ میں رکعت تراویح کا ثبوت عمدہ نبوی و عمدہ خلفاء اربعہ و اقوال ائمہ کرام سے واضح و ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

عہد نبوی

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصِلُ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً (بہیقی ج ۲ ص ۲۹۱)

حضور علیہ السلام روزانہ میں بیس رکعت تراویح ادا فرماتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴

ساب فرماتے ہیں کہ لوگ زمانہ عمر میں ماہ رمضان میں میں تراویح پڑھتے تھے۔ اور سوسے زائد آیتوں والی سورتیں

عہد فاروقی و عثمانی
عن ابی سائبہ قال کانوا یصلون
عشر رکعات فی شہر رمضان

بعشرین رکعة قال وكانوا يقرءون بالمئين وكافوا
بتركون على عصيته من عهد عثمان من
شدة القيام۔

پڑھتے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں شدت قیام کی وجہ سے
لاٹھیلوں پر ٹیک لگاتے تھے۔
(سنن کبریٰ سیقی ج ۲ صفحہ ۲۹۶۔ قیام اللیل)

ہیں، علی رضی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو رمضان میں

عبداللہ رضی

ان علیا امر رجلا یصلی
بہم فی رمضان عشرين رکعة

بیس رکعت تراویح پڑھلے۔ (الجمہر صفحہ ۴۹۵)
الشیخ علی سنن صفحہ ۴۹۶ البیہقی ج ۱، یعنی جلد ۲ صفحہ ۵۹۸

عن ابن ابی شیبہ ج ۲ صفحہ ۳۹۳

ابن ابی کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے آپ کو رمضان
کی راتوں میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کو
بیس تراویح پڑھائیں :

(کنز العمال صفحہ ۴۸۳ ج ۲۔ آثار السنن ج ۲ صفحہ ۵)

شیخ الاسلام امام ابن حجر فرماتے ہیں صحابہ کرام نے
اس باتفاق کیا کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

(مجموع فتاویٰ عبدالحی ج ۱ صفحہ ۳۳ مطبوعہ مکتبہ مرقاۃ ج ۳ صفحہ ۹)

عن ابن ابی کعب
ان عمر بن الخطاب

امام تراویح ابن ابی کعب

امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بہم
عشرين رکعة ابن منیع۔

اجمع الصحابة علی
ان التراويح عشرون

اجماع صحابہ کرام

رکعة۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ

انما عشرون سوى الوتر عندنا

ہمارے (یعنی حنفیوں کے) نزدیک تراویح بیس رکعت

(پہن سوائے وتر کے) مبسوط امام سرخسی ج ۲ صفحہ ۳۳ مطبوعہ مصر

امام مالک امام اہل مدینہ کے نزدیک اصل تراویح بیس رکعت ہیں۔ مگر چونکہ اہل مدینہ ہر ترویج (چوگانہ) کے بعد طوات
کے کیا کرتے تھے۔ اس لیے اہل مدینہ نے مکروالوں کے طوات کی جگہ چار چار رکعت نوافل پڑھالیے جن کی تعداد

تسور بنتی ہے۔ تراویح میں ملا کہ چھتیس رکعات۔ اسی لیے بعض فقہا امام مالک سے بیس تراویح نقل کرتے ہیں اور بعض ۳۶ رکعات۔
المالکیتہ قالوا عدد التراويح عشرون رکعتہ۔

(الفقہ علی المذاہب ج ۳۲۔ الاربع ج ۱ مطبوعہ مصر)

امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تراویح چھتیس رکعات

قال مالك رحمه الله ستة وثلاثون ركعة

ہیں۔ (مبسوط سرخسی صفحہ ۱۴ مطبوعہ مصر)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کو پسند کرتا
ہوں اور بیس تراویح ہی اہل مکہ بھی پڑھتے ہیں۔

امام شافعی و اہل مکہ مروی فرماتے ہیں قال الامام
الشافعی واجب الی عشرين

وذلك ان يقومون بمكة۔ (قیام اللیل مروی صفحہ ۹) نہایتہ المحتاج الی شرح المسناج ص ۱۱۱ شافعی حاد اول

امام احمد بن حنبل

نے فرمایا: قال الحنابلة والتراویح

عشرون ولا یاس بالزیادة

لصناى عن الامام احمد ویه قال

فرماتے ہیں۔ قول ابی حنیفہ

والشافعی و احمد ان

صلوة التراویح فی شہر رمضان عشرون رکعة

مع قول مالک فی احد الروایات عمدانہا ستة

وثلاثون رکعة

امام ترمذی

نے تصریح فرمائی ہے کہ اکثر اہل علم اس پر عامل ہیں جو علی رضی و حضرت عمر سے مروی ہے اور ان کے علاوہ نبی

وغیرہما من اصحاب النبی صلی اللہ

علیہ وسلم عشربین رکعة وقول سفیان الثوری

وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وھکذا اکثر

ببلدنا ہمکة یصلون عشربین رکعة۔ (ترمذی ج ۱)

الخضراء صدر اول سے لیکر آج تک صحابہ و تابعین و ائمہ دین کا بیس تراویح پر عمل ہے۔

والذی استقر الامروا شتھ من الصحابة

والتابعین ومن بعدھما اجمعین مو العشر

عن الصدق الاول الی الان (ما ثبت من السنن)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

علیہ عمل الناس شرقاً وغرباً (ج ۲ ص ۲)

حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ نے بھی یہ تصریح کی ہے۔

والترابیح ان صلاھا کمذھب ابی حنیفہ و

الشافعی و احمد عشربین رکعة و کمذھب

مالک ستة وثلاثین رکعة الخ

حنبل نے فرمایا۔ تراویح بیس رکعت ہیں اور بیس

سے زیادہ میں بھی کوئی حرج نہیں۔ امام احمد نے اس کی تصریح

فرمائی ہے اور یہی ان کا قول ہے (نسطانی شرح بخاری ج ۲ ص ۲)

امام ابو حنیفہ، شافعی و احمد کا قول یہ ہے کہ تراویح

ماہ رمضان میں بیس رکعت ہیں۔ امام مالک کا قول ایک

روایت میں ۳۶ رکعت ہیں

رمضان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۱

رحمۃ الامرنی اختلاف لا تریح لہ بطور

کریم کے اصحاب سے بیس رکعت تراویح ہی روایت کی گئی

ہیں۔ امام سفیان ثوری ابن مبارک امام شافعی کا قول بھی

بیس رکعت تراویح ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ مفسر

میں میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

اور وہ جس پر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والوں

کا فیصلہ قرار پایا اور مشہور ہوا صدر اول سے لے کر آج تک

وہ بیس رکعت تراویح پڑھتا ہے۔

بیس تراویح مشرق و مغرب کے مسلمانوں کا عمل ہے

امام ابو حنیفہ و شافعی اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ

تراویح بیس رکعت ہیں۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ۳۶

رکعات ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲)

صدیق حسن خاں مہربانی کو بھی یہ کہنا پڑا۔

یعنی ابی ابن کعب کی قدر نماز تراویح میں اختلاف

ہے۔ گیارہ سے لے کر ۲۰ اور ۲۱ اور ۲۳ رکعات تک۔ بحال

مرفوع حدیث میں تراویح کی معین تعداد نہیں آئی۔ اور فوائد

وزیادہ جزئیہ نیست۔
 کوزیادہ کرنا فائدہ مند ہے۔ پس میں رکعت تراویح یا زیادہ

سے منع کرتا کوئی چیز نہیں (یعنی فضول، غلط ہے۔) (عن المجاہد ص ۱۷۷ مطبوعہ بھوپال)
 انصاف کیجئے! میں رکعت تراویح پر صحابہ و تابعین و ائمہ دین کا عمل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود بعض لوگ میں رکعت تراویح کو بدعت مذمومہ قرار دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خداوند تعصب سے ہر مسلمان کو بچائے اور حق قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

باب فِضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب شب قدر کی فضیلت کے متعلق

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
 وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ
 خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ
 وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ
 سَلَامٌ تَقْدِسُ فِيهَا حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بیشک ہم نے اسے
 شب قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا کیا ہے
 شب قدر؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔
 اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے
 حکم سے ہر کام کے لیے۔ وہ سلامتی ہے صبح چلنے تک۔

سورہ قدر مدنی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس میں ایک کوع یا پانچ آیتیں نہیں کہے اور ایک سو بارہ حروف ہیں
 خلاصہ مفہوم سورہ یہ ہے۔ قرآن مجید کا روح محفوظ ہے آسمان دنیا کی طرف یکبارگی نزول شب قدر میں ہوا۔ شب قدر شرف و برکت
 والی رات ہے۔ اس کی شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جلتے ہیں۔ اور ملائکہ کو سال بھر کے نفاذ
 و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ شب قدر میں نیک عمل کرنا ہزاروں راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ایم گزشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو تمام رات عبادت کرتا تھا اور تمام دن جماد میں مصروف رہتا تھا۔ اس طرح اس
 نے ہزار مہینے گزار دیے مسلمانوں کو اس کی عبادت و ریاضت پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو شب قدر عطا فرمائی اور یہ آیت
 نازل کی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (ابن جریر) اور یہ اللہ تعالیٰ کا پسے حبیب مکرم پر کرم ہے کہ آپ کے اُمّت شب قدر کی ایک
 رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلے امت کی ہزارہا عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ اس رات فرشتے اترتے ہیں اور زمین میں جو بند
 کوڑا یا بیٹھا یا دالہی میں مشغول ہوتا ہے اس کو سلام کرتے ہیں اور اس کے حق میں دُعا و استغفار کرتے ہیں۔

• حضرت انس سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو:

تَزَالُ جُنُودُ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي لَيْلَتِكَ مَرَّةً
 الْمَلَائِكَةُ يَصْلَوْنَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ فَإِنَّهُ أَقْ
 قَاعٌ يَبْذُرُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ
 اترتے ہیں اور ہر اس کو کھڑے اور بیٹھے ہوئے کو دُعا
 دیتے ہیں بواللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔

• ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ عقیقہ طیبہ ہر روز صبح اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں یہ جان لوں کہ لیلۃ القدر
 کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں۔ حضور نے فرمایا بارگاہ الہی میں یہ عرض کرو:-

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ

فَاغْفِرْ عَنِّي (ابن ماجہ، ترمذی)

• وَقَالَ ابْنُ عَيْنٍ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ مَا أَذْكَالُ

فَقَدْ أَغْلَبَهُ وَمَا قَالَ وَمَا يُذْكَرُ

فَاتَّهَ لَمْ يُغْلِبْهُ (بخاری)

الہی تو کلمات فرماتے والا ہے۔ تمہاری کھپند فرماتا ہے۔ مجھے معافی دے دے۔

ابن عیینہ نے بیان کیا کہ قرآن میں ما اذکال آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے حضور کو بتا دیا ہے اور جس کے لیے ۱۰ سربیک استعمال کیا اسے نہیں بتایا۔

خاہر ہے کہ سفیان بن عیینہ کا بیان کردہ یہ ضابطہ ان کی اپنی ہے اور یہ صحیح صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت ما یدریک لعلہ ینذیک حضرت ابن ام مکتوم کے حتی میں نازل ہوئی۔ اور باوجود اس بات کے یہاں یدریک آیا ہے حضور علیہ السلام ابن مکتوم کے حال سے واقف تھے۔ حتی کہ بعض شارحین نے یہ فرمایا: حافظ ضیاء کی روایت میں مذکورہ بالا جملے موجود نہیں ہیں۔

بَابُ التَّاسِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْآخِرِ

باب شب قدر کی تلاش آخری سات راتوں میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روای ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کو شب قدر خواب میں رمضان کی سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں، اس لیے جسے اس کی تلاش ہو وہ ان سات آخری تاریخوں میں تلاش کرے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ بَرَّحًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَأَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْآخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَأَ يَكُمُ فَنَدَّ تَوَاطَاَتِ فِي السَّبْعِ الْآخِرِ فَمَنْ كَانَ فَتَحَّرْ لَيْلَهَا فَلْيَتَحَرَّ هَا فِي السَّبْعِ الْآخِرِ -

اس حدیث سے واضح ہوا۔ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، طاق تاریخوں میں۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

فوائد ومسائل

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہوا۔ اور انا انزلہ فی لیلۃ القدر سے واضح ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا۔ تو پس ان دونوں آیتوں سے واضح ہوا۔ کہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے۔

۲۔ حضور علیہ السلام کے بعض صحابہ کو لیلۃ القدر رمضان کی سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی۔ کسی کو ۲۱۔ کسی کو ۲۳۔ کسی کو ۲۵۔ کسی کو ۲۷۔ کسی کو ۲۹۔ رمضان کو۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تمہارے خواب شخصی تمہیں میں تو مختلف ہیں۔ مگر عمومی تعین میں متفق ہیں۔ یعنی ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا۔ لہذا شب قدر کو رمضان کے آخری ہفتہ میں تلاش کیا کرو۔

ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

• اَبُو سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَكَانَ لِي

صَدَّقَهَا فَقَالَ اعْتَمَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَةَ الْأَوْسَطَ مِنْ سِتِّ مَضَانٍ فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عَشْرِ بَنِينَ فَخَطَمْنَا وَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدَرِ ثُمَّ أُشْبِعُهَا فَأَتَسَوُّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ وَآخِرِ الْوَيْلِ لَكَ فِي سَأَلِيتُ إِنِّي أَشْجِدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَمَلَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَنْجِمْ فَزَجَعْنَا وَمَا نَدَى فِي السَّمَاءِ قَرْعَةً تَجَاءُزُ سَحَابَةً فَمَطَرَتْ حَتَّى سَأَلَ سَفَقَتُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَبْرِئِيلَ التَّخْلِ وَأُتِيَتْ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى سَأَلْتُ أَتَرَى الْبَطْنَيْنِ فِي جَهَنَّمَ -

سے پوچھا۔ وہ میرے دوست تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکات میں بیٹھے۔ عین تاریخ کی صبح کو ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی لیکن بھلا وہی گئی آپ نے یہ فرمایا، کہ میں خود بھول گیا، اس لیے تم سے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے خواب میں کہ میں کیمچ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ میں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکات میں بیٹھے ہوں وہ واپس ہو جاتے، چنانچہ ہم واپس آ گئے۔ اس وقت آسمان پر ایک بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے پانی چھنے لگا۔ چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی آقامت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیمچ میں سجدہ کر رہے تھے۔ میں نے مٹی کا شراب کی مٹیائی پر نمایاں دیکھا۔

فوائد ومسائل وہ احکام ومسائل جن کی تبلیغ کا فرض انبیاء کرام کو سونپا جائے۔ اس میں بھول چوک نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو کسی حکمت کی بنا پر اگر کوئی بات بھلا دے تو اس پر قائم نہیں رہتے، دیتا اور جو امور ضروریات دین سے نہ ہوں اس میں بھول سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَا تَنسَى الْآيَاتِ مَا شَاءَ اللَّهُ. علامہ عینی نے تفسیر میں کہا ہے: نسيان الاحكام التي يجب عليه التبليغ لها لا يجوز ولو جاز وقوع لذكره الله تعالى (رج ۵ ص ۳۶۴)

انہی مسجد طلب یہ کہ مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی اور اس کی علامت یہ بتائی گئی کہ اس سال شنب قدر میں بارش ہوگی۔ مسجد نبوی میں کیمچ پر جوائے گی۔ اور ہم اس کیمچ میں نماز خجرا داکریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آسمان پر ذرا بھی بادل نہ تھے۔ مگر اچانک بادل اُترنے پر مسجد مبارک کی چھت (جو کھجور کے تنوں) اس کی شاخوں اور تنوں پر مشتمل تھی جس سے دھوپ بھی چھین کر جاتی تھی، ٹپکی۔ پھر جب نماز فجر پڑھی گئی تو مسجد کیمچ میں تھا حضور کی مٹیائی اقدس کیمچ کے آثار نمایاں تھے۔ ۲۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ اس سال شنب قدر رمضان کی اکیسویں شب کو ہوئی۔ لیکن ہمیشہ اکیسویں شب ہونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر یہ رائے قائم کی کہ شنب قدر رمضان کی اکیسویں کو ہوتی ہے۔ لیکن ستائیسویں کا قول کرتے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

باب شب قدر کی تلاش، آخری عشرہ کی طاقے راتوں میں،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

شب قدر کی تلاش، رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کرو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اس عشرہ میں اعلان کرتے تھے جو مہینے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گزر جانے کے بعد جب الکیسویں کی رات آتی تو آپ گھر واپس آجاتے تھے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعلانات میں جوتے وہ بھی آپس آجاتے۔ ایک سال آپ جب اعلان کیے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر واپس آجانے کی تھی، پھر آپ نے لوگوں کو خطاب کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا پھر فرمایا کہ اس (دوسرے) عشرہ میں اعلانات کیا کرتا تھا لیکن اب مجھ پر حقیقت واضح ہوئی کہ اس آخری عشرہ میں مجھے اعلانات کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعلانات کیے وہ اپنے مستکف ہی میں ٹھہرا رہے، مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی تھی، لیکن پھر بھلا دی گئی۔ اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ (راغب طبرسی) طاق راتوں میں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں کچھ لوگوں میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اسی رات آسمان پر ابرار کو دیکھا اور بارش برسی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ پر اچھٹے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحْتَ ذَا الْيَلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِثْرَ مَضَانٍ -

• عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَالتَّحْدِثُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِزُ فِي سَاعَتَانِ الْعَشْرِ الْكُتْبَى فِي وَسْطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ جَيْثُ يَسْتَبِي مِنْ عَشْرَيْنِ لَيْلَةٍ مَضَى وَلَيْسَتْ قَبْلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ وَسَجَّعَ مِنْ كَانَ يُجَاوِزُ مَعَهُ وَأَنَّ أَقَامَ فِي شَهْرِ جَاوِزِيهِ الْيَلَةِ الْكُتْبَى كَانَ يَزْجَعُ فِيهِ لَخَطَبُ النَّاسِ فَأَمَرَهُمْ بِأَشَاءَ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ كُنْتُ أَجَاوِزُ هَذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ قَدْ نَبَأَ إِلَى أَنْ أَجَاوِزَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ انْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكِفِهِ وَذَلِكَ أُرَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةُ ثُمَّ أَسْبَحْنَا فَأَتَبَعُوا هَآئِي الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ وَابْتَغَوْهَا فِي كُلِّ دُخْرٍ وَفَدَسَا يَتَّبِعُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَأَسْتَهْلِكُ السَّمَاءَ فِي وَلَلَّ اللَّيْلَةُ فَأَمَضَتْ فَوَكَّفْتُ الْمَسْجِدَ فِي مَضَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَبَعَثَ نَبِيَّتِي نَظَرْتُ إِلَيْهِ أَمَعَتْ مِنَ الصُّلْحِ وَوَجَعُهُ مُسْتَلَى طِينًا وَمَاءً -

سے، پانی پینے لگا۔ یا الکیسویں کی رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ بعد نماز فجر واپس ہوئے تھے اور آپ کے رُوسے اندر سر پر کچھ لوگ بیٹھ گئے تھے

اہل دعبال کو بھی جگانا اور انہیں عبادت کی طرف توجہ دلانا باعث برکت و واجب رحمت ہے۔

• عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِكَلِمَةِ الْقَدَرِ فَنَلَاخِي سَاجِدَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِكَلِمَةِ الْقَدَرِ فَقُلَاخِي فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَسُرِفَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَبِيرًا لَكُمْ فَانْتَسَوْهَا فِي الثَّامِتَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (بخاری)

• قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ هِيَ فِي تِسْعٍ كَيْفَ تَصِفُ أَوْ فِي سِتٍّ تَيْفُتَيْنِ يَغْنَى لِكَلِمَةِ الْقَدَرِ —
• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ الْتَمَسُوا فِي أَشْرَاجِهِ وَعَيْنَيْهِ (بخاری)

۱۔ مَفْحُوث: مشارحین کرام نے اس کے متعدد معنی کیے ہیں۔ یہ کہ شنب قدر کی تاریخ کا علم اٹھالیا گیا۔ یہ کہ اس سال اس شنب کی رحمت و برکت اٹھائی گئی۔ یہ کہ لاکھ جو نازل ہوتے ہیں۔ اس سال الی کا نزول ان کے جھگڑنے کی وجہ سے نہ ہوا۔
۲۔ جھگڑنے والے عبداللہ بن حدر و کعب ابن مالک تھے۔

۳۔ شنب قدر کی تاریخ کو چھپا لیے ہیں چمکت ہے کہ لوگ اس کی تلاش اور اس کو پالنے کیلئے بہت لائق ہیں عبادت کریں۔
• روایت ابن عیینہ میں ہے انہ اعلم بعد ذالک بتعینہا (یعنی ج ۵ ص ۳۶۹) حضور علیہ السلام کو شنب قدر کا علم عطا فرمایا۔
۲۔ خرافعت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شنب قدر کے وجود ہی کو ختم کر دیا گیا۔ کیونکہ اگر مطلب ہوتا تو حضور پر فرمائے کہ شنب قدر رمضان کی فلاں فلاں تاریخ میں تلاش کرو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی صحیح تاریخ مخفی کر دی گئی۔

۳۔ حضرت کعب اور عبداللہ بن حدرج اپنے قرض کے سلسلہ میں جھگڑے تھے۔ ظاہر ہے کہ اپنے حق کی وصولی کے لیے اصرار کرنا بلکہ سب میں مطالبہ کرنا، کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر چونکہ حضور نبویؐ کی آوازیں بلند ہو گئیں جو اگرچہ بے اختیار بلند ہوئیں۔ کیونکہ حضور تو اتفاقاً شنب قدر کی خبر دینے کے لیے مسجد تشریف لائے تھے۔ تاہم ان کا جھگڑنا یا لڑنا گناہ الہی میں ناگوار گزار اور شنب قدر کی صحیح تاریخ کو چھپا لیا گیا۔ مگر حضور کی رحمت نے اس موقع پر بھی ساتھ دیا اور آپؐ نے فرمایا اگرچہ تمہارے جھگڑنے کی وجہ سے شنب قدر کو اٹھا لیا گیا۔ مگر یہ بات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اسے تلاش کرو۔ پھر اگر دائی شنب قدر کو پا لو گے تو اس نعمتِ عظمیٰ کو حاصل کر لو گے اور اس کے ساتھ ساتھ شنب قدر کی تلاش میں جو ذقت محنت ہوا اس کے حصول کے لیے ہر رات میں جو عبادتیں کیں اس کا اجر علیحدہ مل جائے گا۔ اور شنب قدر

کے حصول کے لیے رمضان کا آخری عشرہ خصوصی طور پر ذکر و فکر و عبادت الہی میں مگرسے۔ اسی بنا پر حضور علیہ السلام نے بھی شب قدر کی تاریخ کے متعین نہ ہونے کو اُمت کے لیے بہتر قرار دیا۔ یہی بات حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شب قدر کا علم تھا؟

بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْإِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا

باب رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف، خواہ کسی مسجد میں ہو
لَقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَبْشُرُوا هَؤُلَاءِ أَنْ تَكُونُوا عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ذَلِكَ حُذْرٌ
اللَّهُ فَلَا تَقْصُرُوا بَهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
إِلَيْكَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے

امام بخاری نے فی المساجد کے لفظ سے عنوان قائم کیا جس سے واضح ہوا کہ اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے۔ مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ اعتکاف درست نہیں ہے۔ البتہ اعتکاف کے لیے کسی خاص مسجد کی شرط نہیں ہے۔ • لعنت میں اعتکاف کے معنی هكَّتْ وَحَبَسَ یعنی رکھنے باز رہنے کے ہیں۔ اور شرع میں اعتکاف مسجد میں نیت کے ساتھ ٹھہرنے اور اس کو علی وجہ مخصوص لازم کر لینے کے ہیں۔ رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ نذر مان لے تو واجب اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ اسی لیے امام اعظم کے نزدیک بموجب روایات حسن کم سے کم اعتکاف کی مدت ایک دن ہے۔ ائمہ اربعہ اعتکاف کے لیے روزہ کو شرط مانتے ہیں۔ • توضیح میں ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہو تا۔ مگر جب اس کی نظر مان لے۔ آخرہ عشرہ رمضان اور نذر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ عشرہ رمضان میں اعتکاف اگر فرض یا عذر شرعی کی بنا پر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔

اعتکاف اور اس کے مختصر مسائل | از روئے لعنت اعتکاف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں اور شرعاً اعتکاف یہ ہے کہ مسجد میں اللہ کے لیے نیت کے ساتھ ٹھہرے۔ اس کے لیے مسلمان عاتق جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں۔ نابالغ بھی اگر نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف درست ہے۔ جیسے نابالغ کی نماز روزہ درست ہے۔ عورت کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھے جو اس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔

- ۲۔ اعتکاف مطلقاً مسجد میں صحیح ہے۔ اور ایسی مسجد جس میں باقاعدہ امام و مؤذن ہو اعتکاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔
- ۳۔ اعتکاف تین قسم کا ہے۔ واجب کہ اعتکاف کی زبان سے سنت مانی، سنت کے رمضان کے پورے عشرہ آخریہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے۔ یعنی بیسیویں رمضان کو سورج ڈوبنے وقت یہ نہایت اعتکاف میں ہو اور بیسیویں کے غروب کے بعد یا اتیس (۲) چاند ہونے کی صورت میں مسجد سے نکلے۔
- ۴۔ اگر اور بیسیویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیت اعتکاف کی تو سنت ادا نہ ہوئی۔
- ۵۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب کے لیے کافی ہو گیا۔
- ۶۔ اعتکاف سنت جو رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے اور اعتکاف سنت کے لیے روزہ شرط ہے۔
- ۷۔ اعتکاف واجب و اعتکاف سنت میں مختلف کو مسجد سے بغیر درنگ حرام ہے۔ اگر نکلا۔ اگر معمول کر نکلا ہو اعتکاف جاتا رہا۔ مختلف کو مسجد سے نکلنے کے دو غدر ہیں۔ ایک حاجت طبعی جو مسجد میں پوری نہ ہو سکے۔ جیسے پانچا، پیشاب، استنجاء، وضو اور غسل کی ضرورت ہو۔ مگر غسل وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں، اور اگر مسجد میں وضو و غسل کی جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اجازت نہیں۔ قضاء حاجت کے لیے گیا تو طہارت کے بعد فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔ دوام حاجت شرعی عید وجہ کے لیے مسجد سے جانا۔
- ۸۔ مختلف کو اپنی بیوی سے جماع کرنا، بوسہ لینا، چھوڑنا، گلے لگانا حرام ہے۔ جماع قصد ہو یا بھول کر بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۹) اختلام ہو جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

۱۰۔ نصف مسجد ہی میں کھائے پئے سوئے۔ ان امور کے لیے اگر مسجد سے باہر ہو گا۔ اعتکاف جاتا رہے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال (معمول کے مطابق) آپ نے اعتکاف کیا اور جب

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ حَتَّى تَوُفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْآوَسَطِ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ

بَابُ الْمُعْتَكِفِ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

باب معتکف گھر میں بلا ضرورت نہ جائے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے (بجائت اعتکاف) سیرا قدس میری طرف کر دیتے اور
وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا. (بخاری)

عنوان اور زیر عنوان حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ بجائت اعتکاف غسل کرنا، تیل لٹا، لنگھا کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کسی دوسرے آدمی سے لنگھا کر اپنے تیل لٹاؤں۔ یہ بھی جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مسجد میں بیٹھے بیٹھے اس طرح بات چیت پاؤں یا سر دھوئے یا دھو لائے۔ کہ مسجد میں کوئی جھینٹ نہ پڑے۔ جیسے حضور اپنا سر مبارک مسجد سے باہر کر دینے۔ اور جناب عائشہ خارج مسجد حضور کے سر مبارک کو دھو دیتی یا لنگھا کر دیتی تھیں (۲) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ حالفہ عورت طاہر ہے۔ اس کا ٹھوٹا، اس کی چھوٹی ہونٹی چیز پاک ہے۔ الا موضح الدم (۳) عورت کے ہاتھ پاؤں عورت نہیں ہیں۔ لان المسجد لا یخلو عن بعض الصحابة فاذا غسلت راسه شاهد وایداھا

(عینی ج ۵ ص ۳۴) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ اعتکاف خارج مسجد جائز نہیں۔ والا لکان یخرج منه لتزجل الساس (۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کے موقع حصہ کو مسجد سے نکال دینے میں اعتکاف میں کوئی فساد نہیں آتا۔ اسی سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ کوئی گھر میں نہ جائے گا۔ اب اس نے صرف اپنا سر زید کے گھر میں داخل کر لیا تو حادثہ نہ ہوا۔ یعنی قسم نہیں ٹوٹے گی (۶) یہ کہ معتکف کو بجز حاجت شرعی و طبعی جس کا بیان اوپر ہوا مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مرضی کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت بھی نہیں کر سکتا۔ اگر عیادت و مرضی یا نماز جنازہ میں شرکت کے لیے مسجد سے باہر نکلا۔ اعتکاف فاسد ہو گیا۔ لا یدخل البیت الا للحاجة۔ حضور علیہ السلام بجائت اعتکاف مسجد سے گھر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ مگر حاجت کے لیے۔ اور سلم کی روایت میں الا للحاجة الا لفساد کے لفظ ہیں یعنی بجائت اعتکاف حضور حاجت انسانی کے لیے گھر جاتے تھے۔ امام زہری نے حاجت سے پاخانہ پیشاب مراد لیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ:

معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ بیماری کی مزاج چرسی کر نہ جنازہ کو جائے۔ نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھوئے، نہ کسی کام کو جائے، سوائے ضروری کام کے بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور اعتکاف جامع مسجد (ابوداؤد)

أَسْتَنَ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَبْصُرَ مَرِيضًا وَلَا يَشْفِدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ الْمَدَاةَ وَلَا يَبْأَشِرُ وَهَذَا لَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِحَاجَةِ مَنَّهُ وَلَا إِعْتِكَافٍ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

طلب حدیث یہ ہے۔ بیماری کی مزاج چرسی و جنازہ میں شرکت کے لیے مسجد سے باہر نہ جائے۔ اپنی یوی کو شہوت سے

نہ چھوٹے۔ نہ صحبت کرے، صحبت سے اعتکات یقیناً جاتا رہے گا۔ اور بوس و کنار یا شہوت سے چھوٹنے سے ازال ہو گیا تو اعتکات جاتا رہا۔ روزہ سخت کر دہ فعل کا ترکب ہوا۔

لابد ہند سے اخیر کو پیشاب پاخانہ اور نہایت ضروری حاجت غسل جنابت کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے (۲) اعتکات فرض یا سنت کے لیے روزہ شرط ہے۔ نقلی اعتکات کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ وقت کی پابندی۔ ایک ساعت کے لیے مسجد میں نہایت اعتکات ٹھہر سکتا ہے (۳) مردوں کے لیے اعتکات فی المسجد شرط ہے۔ البتہ مسجد جس میں مؤذن و امام و پنج وقتہ نماز ہو۔ جمعہ والی مسجد شرط نہیں۔ البتہ مستحب ہے کہ جس مسجد میں جمعہ وہاں اعتکات کے لیے بیٹھے واضح ہو کہ اعتکات ہر مسجد میں جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فِي الْمَسَاجِدِ الْبَاقِيَةِ فَانْصِلْ اَعْتِكَاتِ حَرَمِ کَیْہِ مسجد حرام میں ہے۔ پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں۔ پھر وہاں جس مسجد کا امام نہایت متقی پر سیرگزار اور افضل ہو۔ پھر وہاں جہاں پھر تہجد نماز ہوتی ہو۔

بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

باب معتکف کے سر کو دھونے کے متعلق

حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں حاضر ہوئی مگر کچھ بھی حضور مجھے اپنے بدن سے لگا پٹے اور آپ معتکف ہونے اور میں حاضر ہوئی اس کے باوجود آپ سر مبارک باہر کر دیتے (مسجد سے) اور میں اسے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخَدِّجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ (بخاری)

دھونے یعنی مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جناب عائشہ جبکہ وہ حیض سے ہوں، اپنے بدن سے لگائے تھے (غیر اعتکات کی حالت میں) اس مضمون کی مستند حدیثیں باب معاشرۃ المحالض۔ باب غسل المحالض زوجہا فیوض الباری جلد دوم کتاب الحبض حصہ میں گزر چکی ہیں۔ عنوان سے مطابق اس حدیث میں وہاں بیخندج راسہ الخ کے جملے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک مسجد سے باہر کر دیتے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر ہوتے ہوئے آپ کے سر مبارک کو دھو دیتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا معتکف کی بیوی اس کا سر دھو دے، لنگھا کر دے تو جائز ہے۔ معتکف اپنے جسم کا کوئی ایک حصہ مسجد سے نکال دے جائز ہے۔ اعتکات فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح حالضہ عورت اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد میں داخل کر دے جائز ہے۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ لَيْلًا

باب رات میں اعتکات کرنا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَأْسِهِ فِي الْمَسْجِدِ لَيْلًا فَقَالَ بَلَى (بخاری)

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
أَنْ أَتَكُونَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالُوا
فَأَوْتِ بِذَلِكَ -

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے جاہلیت میں
یہ نذرانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کے لیے اعتکاف
کروں گا؟ آپ حضور نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔

فوائد مسائل ۱۔ اس حدیث کے لفظ لیلۃ امام شافعی و امام حنفی یہ استدلال فرمایا کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں ہے
ایک دن ایک رات کے اعتکاف میں روزہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ روزہ دن میں شروع ہے۔ اور امام
اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث ابوداؤد میں تفسیح ہے کہ بغیر روزہ کے
اعتکاف درست نہیں۔

علاوہ ازیں حدیث ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن رات کے لیے مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی
تھی اور رات طغی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے جب انہیں نذر پوری کرنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ روزہ کا بھی حکم دیا (مرفوعاً)
جس سے یہ واضح ہوا کہ اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے۔

۲۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ حضور کا حضرت عمرؓ سے یہ فرمانا کہ اپنی نذر پوری کر وہ خاوت بندہ سارک حکم استجابی ہے۔ امام
اعظم عبدالحق رحمۃ فرماتے ہیں زیادہ کفر میں جو نذر مانی جائے۔ اسلام لانے کے بعد اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ نذرانہ کفر کے اعمال و
افعال کا شرعاً کوئی اختیار نہیں ہے۔

۳۔ نیز زیادت بخاری میں اگرچہ لیلۃ کا لفظ ہے۔ مگر روایت مسلم میں یوماً کا لفظ ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے کہا۔ عرب دی بول کر
اس کے ساتھ رات ۱۰ رات بول کر اس کے ساتھ دن بھی مراد لیتے ہیں۔ یہاں بھی ایسے ہی ہے۔

۴۔ امام شافعی و علاء دینی نے فرمایا کہ یہ حدیث اس امر پر دال ہے کہ اگر کجائیت کفر مانی ہوئی نذر اسلام کے موافق ہو رہی کسی
ایسے کام کی نذر نہ ہو جو اسلام کی رو سے ممنوع ہو تو ایسی صورت میں اسلام لانے کے بعد اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ لیکن
امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل اس مسئلہ میں بہت قوی ہے۔

بَابُ اِعْتِكَافِ النِّسَاءِ

باب عورتوں کا اعتکاف

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے میں
آپ کے لیے ایک خیمہ مسجد میں لگا دیتی اور آپ صبح
نماز کے بعد اس میں تشریف لے جاتے (اس طرح حضور
کا اعتکاف شروع ہو جاتا) پھر حضرت حفصہ نے عائشہ
سے خیمہ کی اجازت چاہی، انھوں نے دے دی اور ان کے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ
فَكَانَتْ لَهُ خِيبَةٌ فَيُعْتَكِفُ
الصُّبْحَ ثُمَّ يَبْدُ خُلَّةً فَأَسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ
عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِيبَةً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ
خِيبَةً فَلَمَّا رَأَتْهُ سُرِّيَتْ ابْنَةُ الْحَجَّاسِ

صَبَّ بَثْ جَاءَ أَخْرَجَ فَلَمَّا صَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرُّ تَرَوْنَ بِهِمْ فَتَرَوْا لَكَ الْأَعْكَافُ ذَلِكَ الشَّهْرُ ثُمَّ أَغْتَسَكَ عَشْرَةَ أَقْنَ شَرَّالِ

اعنکاف کے لیے بھی خیر لگا دیا گیا۔ جب حضرت زینب بنت جحش نے دیکھا تو انھوں نے بھی اپنے لیے ایک دوسرا خیر نصب کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ متعدد خیرے نصب ہیں۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ازدواج کے خیرے ہیں (برائے اعنکاف)

اس پر آپ نے فرمایا: اچھا اسے وہ اپنے لیے نیک عمل سمجھتی ہیں؟ پھر حضور نے اس مہینہ رمضان کا اعنکاف ترک کر دیا اعداد و شمار کے آخری عشرہ کا اعنکاف فرمایا۔

بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں اعنکاف کے لیے خیرے نصب کرنا

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعنکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ اس حکم تشریف لائے (مسجد میں) جہاں آپ نے اعنکاف کرنا تھا، تو کئی خیموں پر نظر پڑی۔ حضرت حفصہ و عائشہ و زینب کا خیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر آپ نے فرمایا: فَقَالَ الْبَرُّ تَرَوْنَ لَهُمْ تَحْتَ الْأَعْكَافِ فَتَرَوْا لَكَ فَقَالَ يَغْتَسَكَ حَتَّى أَغْتَسَكَ عَشْرَةَ أَقْنَ شَرَّالِ (بخاری ص ۸۰)

اچھا اسے انہوں نے نیک سمجھ لیا ہے۔ پھر آپ واپس تشریف لے گئے اور اعنکاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ آپ نے سوال کے آخری عشرہ میں اعنکاف فرمایا۔

فوائد ومسائل

حدیث البدر میں عزمہ استغفار انکاری ہے۔ بر کے معنی نیکی طاعت کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کیا عورتوں نے مسجد میں اعنکاف کو نیکی سمجھ لیا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضور نے مسکرات کے لیے مسجد میں اعنکاف کو پسند نہیں فرمایا۔ کیونکہ مسجد شوارع عام ہے لیکن بے لافقت روکا بھی نہیں کہ اعنکاف بہال کی تو ہے ہی ۲۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کے آخری عشرہ کے اعنکاف کا ارادہ فرمایا تو آپ صبح کی نماز کے بعد اعنکاف میں تشریف لے گئے۔ امام ازدحامی و ثوری و لیث نے اس سے بے استدلال کیا کہ مبتداء اعنکاف اول شمار ہے۔ لیکن اگر ارادہ تشریف لے کر اعنکاف کی اعنکاف کی ابتدا و غروب آفتاب سے پہلے کی جائے۔ یعنی بیسویں رمضان غروب آفتاب سے قبل غیبت اعنکاف مسجد میں ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضور نماز فجر کے بعد اپنی اعنکاف گاہ میں ملے واضح ہو کہ روایت ابن ماجہ میں ہے صلی الفجر ثم دخل فی معتكفه اور بخاری کی اس روایت میں بھی ثم دخل کا لفظ ہے جس کا صحت و مزاج مطلب یہ ہے کہ حضور اعنکاف گاہ النبی مسجد میں جو کو آپ کے اعنکاف کے لیے مقرر کی گئی اس میں داخل ہوئے۔ نہ کہ آپ نے نماز فجر کے بعد ہی اعنکاف شروع فرمادیا، اعنکاف شروع کرنا ادب بات ہے اور اعنکاف گاہ میں داخل ہونا اور چہرہ ہے۔ بہال حدیث ہذا سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حضور نے بعد از نماز فجر اعنکاف شروع فرمادیا۔ اس لیے امام ازدحامی و لیث کا حدیث کے جملے فیصل الصبح تھریں خلد سے یہ نیکان کہ اعنکاف رمضان کی ۲۰ تاریخ کو صبح ہوتے ہی یعنی نماز فجر کے بعد شروع کیا جانا چاہیے۔ درست نہیں ہے۔

تشریف لے گئے تھے۔ مگر اعتکاف کی ابتداء آپ نے نماز عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے فرمائی تھی۔

● اس حدیث سے بھی واضح ہوگا کہ معتکف اعتکاف کو توڑ دے تو اس کی تقاضا کرے۔ جیسا کہ حضور نے سوال کے آخری عشرہ کا اعتکاف بطور رضا ادا فرمایا۔ حضرت علیؓ السلام نے یہ اعتکاف ازواج مطہرات کی خاطر واری کی لیے ترک فرمایا تھا۔ کیونکہ اگر حضور اپنے غیر میں معتکف رہتے تو ازواج کو طلال ہوتا کہ خود تو اعتکاف فرما رہے ہیں۔ ادھر میں روک دیا کسی سے فقہاء کرام نے بیضا بطر بنایا کہ کسی افضل کام کو کسی مصلحت کی بنا پر ترک کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ

باب کیا معتکف اپنی ضروریات کے لیے مسجد کے دروازے تک جاسکتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ صغیرہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیے ہوئے تھے، آپ سے ملنے مسجد میں آئیں۔ تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہوئے کہ بے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں بچانے کے لیے کھڑے ہوئے جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دروازہ صاری ادھر سے گر رہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، انھوں نے فرمایا کسی تامل کی ضرورت نہیں، یہ (میری) بیوی صغیرہ بنت جحش ہیں۔ ان دونوں صحابہ نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر ان حضور کا یہ جملہ طرہ شائق گزرا۔ لیکن ان حضور نے فرمایا کہ شیطان، خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے، مجھے یہ خطرہ ہوگا کہ میں تمہارے دل میں کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو۔

أَنَّ صَفِيَّةَ زَادَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوُّرًا وَفِي عَتِكَاتِ الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ. فَتَحَدَّثَتْ حَتَّى دُفِعَتْ سَاعَةٌ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمََا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُسُلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُجٍّ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَذَلِكَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اسْتِثْنَاءَ بَلِيغٍ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغُ الدَّهْرِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِرَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْءٌ.

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے:-

فوائد ومسائل

۱) معتکف کا امور مباحہ میں مشغول ہونا جائز ہے۔ جیسے کوئی ملنے آئے تو اس سے ملاقات کرنا اور بات کرنا، یا کسی ملاقاتی کا اس کے پاس ٹھہرنا، یا معتکف کی بیوی کا اس کے پاس آنا (۲) معتکف کو بحالت اعتکاف تلاوت قرآن مجید، ذکر و فکرو و نازل کے علاوہ غلو و تصبیح کرنا، دینی تعلیم دینا جائز ہے۔

اس حدیث میں شک کی جگہ سے بچنے اور معاملات کو واضح وصاف رکھنے کی تلقین بھی ہے۔ حضور حب جناب صغیر کو دروازہ مسجد تک پہنچانے کے لیے چلے اور دو انصاری حضرات کا ادھر سے گزر ہوا تو باوجود اس امر کے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں حضور کے لیے جس درجہ کے پاک و صاف خیالات ہیں وہ کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتے (لیکن بایں ہمہ حضور نے ان کے سامنے اصل صورت حال واضح فرمادی کہ میرے ساتھ میری زوجہ حضرت صغیرہ ہیں۔ اس پر دونوں انصاری صاحبان نے سبحان اللہ کہا۔ یعنی تعجب کا اظہار کیا کہ حضور کے متعلق ہم کسی حالت میں بھی بدگمان نہیں ہو سکتے۔

• سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ اگر حضور پر بالفرض وہ بدگمان ہونے تو خوف تھا کا فرہم جاتے۔ اس بناء پر حضور علیہ السلام نے دونوں انصاری صاحبان کو معاملہ کی وضاحت فرمادی (یعنی)

بَابُ الْأَعْتِكَافِ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عَشْرِينَ

باب اعتکافات اندری کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیسوی کی صبح کو (اعتکافات سے) نکلے تھے۔

یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا ذکر کیا ہے تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکافات کیا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ پھر میں کی صبح کو ہم نے اعتکافات ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے شب قدر کوئی کمی تھی مگر پھر عبادی گئی۔ اس لیے اب اسے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے دیکھا ہے (خواب میں) کہ میں سیکڑ میں سمجھ کر رہا ہوں اور جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکافات کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں چناچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آگئے۔ آسمان میں کہیں نال کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش

حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ أَيْدِي عَنِ النَّبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ عَنْ الْحَدِيثِ فَقَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُرِّيْلَةُ الْعَنْدَرِ قَالَ لَعِمَ أَعْتَقْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَسَمِعْتُ شَرَّ مَصَانٍ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عَشْرِينَ قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عَشْرِينَ يَوْمَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي لَسَمِعْتُهَا فَأَلَيْسُوا هَافِي الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَاجْرِفِي وَثِرْفَا فِي سَأَلْتُ أَنْ أَسْجُدَ فِي مَاءٍ وَجِلْبِيْنٍ وَمَنْ كَانَ أَعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَّحَ النَّاسُ إِلَى الشَّحْبِ وَمَا نَزَى فِي السَّمَاءِ فَرَعَةً قَالَ فَمَجَّاءَتْ سَحَابٌ فَكُطِرَتْ وَأُفْقِيَّتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُولُ

لہ۔ قال شافعی معناه انہ خان علیہا الکفر لظننا بہ ظن الہتمۃ فیادری الی اعلامہما یکانہما فصیحۃ لہما۔

شروع ہوئی۔ پھر نماز کی اقامت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر یہ خطبہ لگا ہوا دیکھا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّيْنِ وَالْمَاءِ
حَتَّى كَانَتْ الطَّيْنُ فِي أَرْبَعِينَ وَجْهَتِهِ

واضح ہو کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کے دوسرے عشرہ میں لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے اعتکافات فرمایا تھا۔ اسی میں رمضان کی صبح کو اعتکافات فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضور نے اپنے خطبہ میں واضح فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے۔ اس لیے آٹھ روز رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکافات کیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کے حملے صبیحۃ عتبات کا عنوان یاد دہایا۔ اس حدیث کے مسائل گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں اور آٹھ عنوانات کے ماتحت بھی یہی حدیث آ رہی ہے۔

بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب مستحاضہ عورت کا اعتکافات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون نے مستحاضہ ہونے کے باوجود اعتکافات کیا وہ سرخی اندر دی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ اَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةً فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْضَ وَالْصَفْرَ فَرَوَّكَمَا وَصَعَا الطُّشْتِ نَحْمَهَا وَهِيَ نَاصِيَةٌ

اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں

مطلب عنوان اور زین عنوان حدیث یہ ہے مستحاضہ کو مسجد میں اعتکافات کے لیے بیٹھنا اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ سجدہ کے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ استحاضہ کے مسائل اور اس حدیث پر تفصیل بحث کے لیے فیوض الباری کتاب الجفص صفحہ ۲۷۲ ملاحظہ کیجئے۔

بَابُ زِيَارَةِ الْمَرَّةِ نَرَوْجَهَا فِي اِعْتِكَافِهِ

شورہ میں، اعتکافات میں، ہوی کا ملاقات کے لیے جانا

علی بن حسین نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (اعتکافات کیے ہوئے) تھے، آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھی تھیں، وہ جب چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حم رضی اللہ عنہا سے فرمایا وہ جلدی کرو، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ ان کا حجرا اسامہ رضی اللہ عنہ،

بَيْنَ عَلِيٍّ ابْنِ الْحُسَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشَّجِدِ وَعِنْدَهُ اَزْوَاجُهُ فَرُحْنُ فَقَالَ لَصَفِيَّةَ بِنْتُ حُجٍّ لَا تَخْصِلِي حَتَّى اَنْصُرْتَ مَعَكَ وَكَانَ يَنْتَهِي فِي دَارِ اُسَامَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا فَلَفِيَهُ سَاجِدَاتٍ مِنْ

کے گھر میں تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا: ادھر سے پیچھے ہٹ جی۔ ان حضرات نے عرض کی: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ شیطان (انسان کے جسم میں)

أَلَا رَأَوْا قَدْ نَزَّلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَجَازَ. أَوْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمَا لَهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُجْرٍ قَالَا سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانِ يَجْعَلُنِي مِنْ آلِهِ نَسَانِ حُجْرٍ يَوْمَ الدَّرَجَةِ إِنِّي كُنْتُ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا۔ (بخاری)

خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے اور مجھے خطرہ ہو کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی بات نہ پیل ہو۔۔۔ اس حدیث سے واضح ہوا مختلف کی بیوی اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے۔

بَابُ هَلْ يَدْرُسُ الْمُحْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ

باب کیا محتکف اپنے پرے کسی (مکتہ) بگدانی کو دور کر سکتا ہے؟

علی بن حسین کے واسطے سے روایت ہے کہ صفیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آئیں :-

آں حضور اس وقت اعتکاف میں تھے۔ پھر جب واپس ہونے لگیں تو ان حضور بھی ان کے ساتھ (تھوڑی دور تک انھیں چھوڑنے، آئے، آئے ہوئے) ایک انصاری صحابی نے آپ کو دیکھا جب آں حضور کی نظر ان پر پڑی تو آپ نے انہیں بلایا کہ سنو صفیر ہیں (سفیان سے) ”ہی صفیر کے بجائے، بعض افادات ھذا صفیرہ“ کے الفاظ کہے اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھی کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے

يُخْبِرُ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ صَفِيَّةَ ابْنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَكِفٌ كَلَّمَا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا نَابِصَةُ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَكَمَّا أَنْبَسَا دَعَا فَعَالَ كَعَالَ هِيَ صَفِيَّةُ وَوَرَكَبَا قَالَ هَذَا صَفِيَّةُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْعَلُنِي مِنْ آلِهِ أَدْرَمَ مُحَمَّدٌ يَوْمَ الدَّرَجَةِ لِيُشْفِيَنِي أَنَّهُ لَيْسَ قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْسَ۔

(بخاری)

میں (علی بن عبد اللہ) نے سفیان سے پوچھا، غالباً وہ رات کو آتی رہی ہوں گی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کون سا ہو سکتا تھا۔۔۔ اس حدیث سے واضح ہوا مختلف اپنے پرے کسی بگدانی کو دور کر سکتا ہے۔ جیسے چھوڑنے وضاحت کر دی کہ میرے ساتھ میری زوجہ حضرت صفیرہ ہیں۔ کوئی غیر عزت نہیں ہے۔

بَابُ مَن خَرَجَ مِنْ اعْتِكَافٍ عِنْدَ الصُّبْحِ

باب جو اپنے اعتکاف سے صبح کے وقت باہر نکلا

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ كَانَ فِيهِ رِيحٌ عَاصِفَةٌ فَخَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ وَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ فَسَمِعَهُ يَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ
فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عَشْرِ مِنْ ثَلَاثِ مِائَةٍ مِائَةٍ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكِفِهِ فَإِنِّي رَأَيْتُ
هَذِهِ اللَّيْلَةَ وَرَأَيْتُنِي أُعْبَدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ
فَلَمَّا رَجِعَ إِلَى مُعْتَكِفِهِ وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَطُيُنًا
فَوَالَّذِي بَعَنَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ حَاجَبَتِ السَّمَاءُ
مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْبُيُوتَ وَكَانَ الْمُسْحِكُ عَرِيشًا
فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَارْتَبَتْهُ أُنُورُ الْمَاءِ
وَالطِّينِ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس وعشرون میں اعتکاف
کے لیے بیٹھے، بیسویں کی صبح کو ہم نے اپنا سامان مسجد سے
خارج کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور
فرمایا کہ جس نے (دوسرے عشرہ میں) اعتکاف کیا تھا وہ صابو
اپنے اعتکاف کی جگہ چلے، کیونکہ میں نے آج کی رات شہد
کو خواب میں دیکھا ہے، میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کچھ میں
مسجد کو رہا ہوں، پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ مسجد میں،
آن حضور دوبارہ آگئے، تو راجحاً بادل منڈلائے اور بارش
ہوئی۔ اس فات کی قسم جس نے حضور کو کھڑے کے ساتھ بھیجا تھا
آسمان اسی دن کے آخری حصہ میں اسرا کو ہوا تھا۔ مسجد کو
کی شاخوں سے بنی تھی اس لیے چھت سے پانی ٹپکا، جب آپ نے نماز میں ادا کی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک پر کچھ کانٹا نازل
تھا، کچھ میں سمجھ گیا کہ جسے، یہ وہی حدیث ہے جو اوپر گزری، مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور نے ابتداء میں رمضان کے
دوسرے عشرہ میں اعتکاف فرمایا تھا اور اس اعتکاف کو ۲۰ رمضان کی صبح کو ختم کیا تھا، ۱۱ مئی بخاری نے اس کا عنوان باندھ دیا۔

بابُ الْإِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

باب شوال میں اعتکاف

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رمضان میں اعتکاف کرتے تھے، آپ صبح کی نماز
پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے
لیے بیٹھا ہوتا، انھوں نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا
بھی ان حضور سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی، آن حضور
نے انہیں اجازت دیدی، اس لیے انھوں نے اپنے لیے
بھی مسجد میں، ایک خیمہ لگا لیا، حضور رضی اللہ عنہما زوج
مطہورین کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا تو انھوں نے
بھی اپنے لیے ایک خیمہ لگا لیا، زینب رضی اللہ عنہا زوجہ
مطہورہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا تو انھوں نے
بھی اپنے لیے ایک خیمہ لگا لیا، صبح کو جب آن حضور صلی اللہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي رَمَضَانَ وَإِذَا صَلَّى الْعِدَّةَ
دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ
عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا فَصَرَبَتْ
فِيهِ قُبَّةً فَسَمِعَتْ بِهَا حَقِصَةً فَصَرَبَتْ
تَبَّةً وَسَمِعَتْ زَيْبٌ بِهَا فَصَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى
فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْعِدَّةِ ابْصَرَ أَرْبَعَ قُبَابٍ فَقَالَ هَذَا مَا خَبَرُ
خَبَرَهُ فَقَالَ مَا جِئْتُكُمْ عَلَى هَذَا الْبَرِّ
أَنْزَعُوا هَافِلًا أَرَاهَا أَنْزَعَتْ كُلَّمَا يَعْتَكِفُ فِي
رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ أَجْوَاعُ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ

علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو چار خیمے نظر پڑے، دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: اس کام کے لیے داعی کیا تھا؟ کیا کہنے چلی ہیں؟ انھیں اکھاڑ دو۔ اب میں انھیں نہ دیکھوں چنانچہ وہ اکھاڑ دیے گئے اور آپ نے بھی اس سال رمضان میں اعتکات نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکات کیا۔ یہ حدیث بھی صریح تعزیم و تزجر کی ہے۔ حضور نے چونکہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکات کی نیت کی تھی پھر اسے ترک فرمادیا تھا، اس لیے شوال کے مہینہ میں آپ نے اس کی قضا فرمائی؟

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَعَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا اعْتَكَفَ

باب اعتکات کے لیے جو روزہ ضروری نہیں سمجھتے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! میں نے جامعیت میں نذرانی تھی کہ ایک رات کے لیے مسجد حرام میں اعتکات کروں گا؟ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر لو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں اعتکات کیا۔ یہ حدیث بھی اوپر گزر چکی ہے۔ آخر کا اس میں اختلاف ہے کہ اعتکات کے لیے روزہ شرط ہے یا نہیں۔ امام اعظم کی تحقیق یہ ہے، روزہ شرط ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صریح بیان ہوا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَّبْتُ نَذْرَكَ فَأَعْتَكِفْ لَيْلَةً۔

بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَتَعَتَكَفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکات کی نذر مانی تھی پھر وہ اسلام لایا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکات کی نذر مانی تھی۔ عہد نے بیان کیا کہ سر خیال ہے کہ انھوں نے رات کا ذکر کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَتَعَتَكَفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أَسْلَمَ قَالَ لَيْلَةً قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَّبْتُ بِنَذْرِكَ۔

اس حدیث پر بھی صریح مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

باب رمضان کے درمیان عشرہ میں اعتکات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَتَكَفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَكْبَادٍ

کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی۔ اس سال
آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا

فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي فُتِصَ فِيهِ اعْتَكَفَ
عِشْرِينَ يَوْمًا.

اس حدیث پر بھی صبر پر گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ مَنْ ارَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَّلَهُ أَنْ يَخْرُجَ

باب اعتکاف کا ارادہ ہوا لیکن پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ اعتکاف نہ کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے لیے کہا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے انھیں اجازت دیدی پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لیے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انھوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انھوں نے بھی خیر لگنے کے لیے کہا۔ اور ان کے لیے بھی خیر لگا دیا گیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد اپنے خیر کی طرف تشریف لائے تو بہت سی جیسے جیسے دکھائی دیے آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ حفصہ اور زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں۔ اس پر آپ آنحضرتؐ نے فرمایا، اچھا نیکی کرنے چلی ہیں! اب میں بھی اعتکاف نہیں

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ أَنْ يَخْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ فَأَشْنَأَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا وَسَأَلَتْ حَفْصَةَ عَائِشَةَ أَنْ تَشْنَأَ وَذِنَ لَهَا ففَعَلَتْ فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحِشٍ أَهْرَتْ بِمَنَاءٍ فَمِنَى لَهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَصْلَى انْصَرَفَ إِلَى بَنَاتِهِ فَمَضَى إِلَى بَنِيَّةٍ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا بَنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَرَوْنَ أَنَّهُنَّ يَهْدُنَّ مَا أَنَا بِمُتَعَتِكِفٍ فَرَجَعْتُ فَلَمَّا أَفْطَرُ اعْتَكَفَ عِشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

نہیں کروں گا۔ پھر جب رمضان ختم ہو گیا تو ان حضوروں نے سوال میں اعتکاف کیا۔

اس حدیث پر بھی صبر پر گفتگو ہو چکی ہے۔ عنوان اور زیر عنوان حدیث سے واضح ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر اعتکاف کو ترک کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ الْمُتَعَتِكِفِ يَدْخُلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْعُغْلِ

باب متعکف دھولے کے لیے اپنا سر گھر میں داخل کرتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ حافظہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف میں جوتے تھے پھر بھی وہ ان حضوروں کے سر میں اپنے جوہر لگے لگھا کرتی تھیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَدْخُلُ رَأْسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَالِصٌ وَهُوَ مُتَعَتِكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرٍ تَهَيَّأَ لَهَا

وَأَمَّا هَذَا (بخاری)

یہ حدیث بھی صریح رکھ چکی ہے۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ حضور اپنا سران کی طرف بڑھا دیتے تھے۔
 میں کہہ دیتے۔ اور ام المؤمنین بالوں کو دھویتی اور کنگھی کرتی تھیں۔ — اس حدیث سے واضح ہوا کہ متکلف کا اپنے
 ایک عضو کو مسجد سے نکال دینے سے اعتکاف میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح حالتہ عورت کا اپنے کسی عضو
 مسجد میں داخل کر دینا جائز ہے اور یہ کہ جو کام مسجد میں رہ کر کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے لیے متکلف مسجد سے نہ نکلے۔

نوٹ: کتاب الصوم اللہ کے فضل و کرم سے ختم ہوئی۔ اس کے بعد انشاء اللہ العزیز کتاب ابدا البیوع سے تفہیم
 ترجمانی کا سلسلہ شروع ہوگا۔

فالحمد لله رب العلمين والصَّلوات والسلام والبركات
 على سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين
 والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين

جنوری ۱۹۶۴ء

مسائل نماز

- وضو
- غسل
- اذان
- اقامت
- نماز
- رکعت

جمع کے نہایت اہم اور ضروری احکام و مسائل کا
مجموعہ

تالیف
(علامہ) سید محمود احمد رضوی



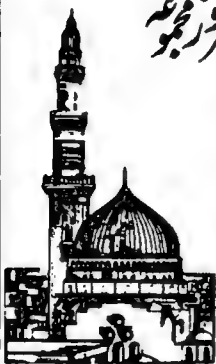


حضور ہادی عالم نور مجسم حبیبِ کبریا،
سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الہیۃ والنسۃ

کے
ارشادات کا ایمان افروز مجموعہ



مختصر سیدنا محمد و آلہ صلوٰۃ علیہم و آلہم و سلم
(علامہ)



شمعیلین دارالعلوم قرآن و احادیث لاہور

دینِ مذہب کا خبر ہو ہر سنی مسلمان کے لیے ضروری ہے

دین اسلام کی تعلیمات اور مسلک اہل سنت سے صحیح واقفیت کے لیے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی مندرجہ ذیل تالیفات کا مطالعہ کیجئے، اسلامی تقریبات کے موقع پر ان اہم دینی کتابوں کو اپنے حلقہ میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کیجئے۔ اعظمیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ قرآن مجید اور تمام اہل سنت علماء کی تصانیف مکتبہ رضوان سے طلب فرمائیے۔

روشنی قیمت ۳۶ روپے	روح ایمان قیمت ۱۸ روپے	مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۱۸ روپے	دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۵۲ روپے	فیوض الباری شرح صحیح البخاری حصہ ۹
مسائل نماز قیمت ۲۱ روپے	معراج النبی قیمت ۸ روپے	بصیرت قیمت ۳۹ روپے	خصائصِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۲۰ روپے	جامع الصفا قیمت ۳۰ روپے
حدیث و قرآن قیمت ۵ روپے	بارِ خفدک قیمت ۷ روپے	سیدی ابوالبرکات قیمت ۱۷ روپے	اسلامی تقریبات قیمت ۲۱ روپے	یشانِ صحابہ قیمت ۳۰ روپے
حضور کی نماز و خصال قیمت ایک روپے	ہائے امراض ۳۰ روپے	رضوی گوہر قیمت ۵ روپے	بعیتِ رضوان قیمت ۶ روپے	فیادایِ برکات العلوم قیمت ۹ روپے

ملنے کا مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور فون ۳۲۳۵۶۳

وَمَا أَتَانَا إِلَّا بِالنَّبِيِّينَ فَخَرْنَا بِهِمْ مَا هُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ
 اعاذتہ نبویہ کا محبوب مقبول فیروز قرآن کے بعد سب صحیح کتابیں صحیح بخاری
 امام الدین ابیہ المؤمنین فی الحدیث راس الحدیث اسناد الخلفاء ابو عبد اللہ محمد بن ابی
 قحسیرہ الباری کی تالیف صحیح البخاری کا سلیس اردو ترجمہ اور مکمل شرح

فیوض الباری

فی شرح

صحیح البخاری

(پارہ ۸ جلد ۹)

کتاب البیوع تأشفعه

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر: مکتبہ رضوان، داتا دار روڈ، لاہور

نام کتاب	فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری
مصنف	علامہ سید محمود احمد رضوی
پارہ	بقیہ ہشتم
تعداد	کتاب البیوع تاشفعہ
تاریخ اشاعت	گیارہ سو
پریس	

محمود احمد پرنٹنگ پریس، گنج بخش روڈ، لاہور

فہرس فیوض الباری شہرح صحیح البخاری بقیہ پارہ ہتم

باب	مضمون	صفحہ	باب	مضمون	صفحہ
باب	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اور مقام		باب	وہ لوگ جنہوں نے دوسو سے وغیرہ کو شہبہ کی چیز نہیں سمجھا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب وہ لوگ تجارت کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں - وہ شخص کہ اس کو کچھ پرواہ نہ ہو کہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟	۲۸
باب	ربوہ کے معنی اور اس کے شرائط	۹	باب	ربوہ کے معنی	۲۹
باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۱۰	باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۳۰
باب	سودی لین دین	۱۱	باب	ربوہ کی دوسری قسم	۳۱
باب	ربوہ کا تشریحی منصب	۱۲	باب	ربوہ کی صورتیں	۳۲
باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۱۳	باب	اجازت لینا ضروری ہے ؟	۳۸
باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۱۴	باب	سمندر میں تجارت کرنا	۴۰
باب	سودی کا رد بار کی حرمت	۱۵	باب	اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب لوگ تجارت یا کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں -	۴۱
باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۱۶	باب	اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو -	۴۲
باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۱۷	باب	وہ شخص جو رزق میں وسعت چاہے	۴۳
باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں -	۱۸	باب	صلہ رحمی واجب ہے	۴۴
باب	مشتبہات کی تفسیر	۱۹	باب	صلہ رحمی کے مسائل	۴۵
باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۲۰	باب	باب نبی علیہ السلام کا اوصاف خریدنا	۴۶
			باب	دین کے شرعی معنی اور اسکے احکام	۴۷

صفحہ	باب	مضمون	باب
۴۰	باب	آمدنی کا اپنے ہاتھ سے کمانا	باب
۴۱	باب	خرید و فروخت میں نرمی کرنا	باب
۴۲	باب	مال دار کو مہلت دینا	باب
۴۳	باب	تنگدست کو مہلت دینا	باب
۴۴	باب	قرض دار کو مہلت دینا کار ثواب	باب
۴۵	باب	قرض لے کر ادا نہ کرنا گناہ ہے	باب
۴۶	باب	بائع اور مشتری کا اپنے مال کی	باب
۴۷	باب	حقیقت نہ چھپانا	باب
۴۸	باب	مخلقت قسم کی لغویں	باب
۴۹	باب	وہ روایتیں جو گوشت بیچنے والے اور	باب
۵۰	باب	قصاب کے متعلق منقول ہیں	باب
۵۱	باب	بیع میں عیب کو چھپانے اور جھوٹ	باب
۵۲	باب	بولنے سے برکت چلی جاتی ہے	باب
۵۳	باب	اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے ایمان والو!	باب
۵۴	باب	سو دہائی گنا کر کے نہ کھاؤ الخ	باب
۵۵	باب	سو دھکانے والے اور اس کی گواہی	باب
۵۶	باب	دینے والے اور اس کو لکھنے والے کا بیان	باب
۵۷	باب	قیامت کے دن سو خوردوں	باب
۵۸	باب	کی حالت زار	باب
۵۹	باب	سو دھکانے والے کا گناہ	باب
۶۰	باب	اللہ سو کو مٹاتا ہے	باب
۶۱	باب	بیع میں قسم کھانے کی گواہیت	باب
۶۲	باب	سناہ کے پیشے کے متعلق جو روایتیں	باب
۶۳	باب	آئی ہیں الخ	باب
۶۴	باب	لوہاروں کا تذکرہ	باب
۶۵	باب	درزی کا تذکرہ	باب
۶۶	باب	جولائے کا تذکرہ	باب
۶۷	باب	برصی کا تذکرہ	باب
۶۸	باب	برصی کا تذکرہ	باب
۶۹	باب	برصی کا تذکرہ	باب
۷۰	باب	برصی کا تذکرہ	باب

صفحہ	مضمون	باب	صفحہ	مضمون	باب
۱۱۷	اہل مکہ اور تمام اہل اسلام کا تقرب		۹۱	بیع و شراء میں	
۱۱۷	عید میلاد النبی منانا۔		۹۲	تفرق بالا قوالی اور تفرق بالابدان کی بحث	باب
۱۲۱	ذکر رسول کی عظمت و رفعت		۹۲	اگر بائع کیلئے اختیار ہو تو کیا بیع جائز ہے؟	باب
۱۲۵	تائز کے اندر درود و سلام		۹۲	جب کوئی چیز خریدے اور خدا ہونے سے پہلے اُسی وقت کسی کو ہبہ کر دے	باب
۱۲۶	صلوٰۃ علی النبی کی نفیلت		۹۵	بیع میں دھوکہ دینے کی ممانعت	باب
۱۲۶	حضور کی صفت شاہد کے معنی		۹۶	بازاروں کے متعلق جو کہا گیا ہے	باب
۱۲۸	اور مفسرین کے اقوال		۹۶	اس کا ذکر الخ۔	
۱۲۸	حضور کی صفت شاہد کے متعلق		۹۷	کعبہ شریف کی بے رحمی کرنا سخت	
۱۲۹	احادیث مبارکہ		۹۷	و شدید گناہ ہے۔	
۱۳۱	حضور کی رویت کی کیفیت		۹۹	حضرت امام حسن سے محبت علامت	
۱۳۱	حضور کی صفت مباشر کے معنی		۹۹	ایمان ہے۔	
۱۳۲	مالک جنت؟		۱۰۰	بوسہ کی قسمیں معانقہ کے مسائل	
۱۳۳	حضور کی صفت نذیر کے معنی		۱۰۰	مسئلہ تعقیب ابہامین	
۱۳۴	حضور کی صفت داعی کے معنی		۱۰۲	حضور کا نام اقدس سننے پر انگوٹھے چرنا	
۱۳۴	حضور کی صفت سراج منیر کے معنی		۱۰۷	ایک اعتراض کا جواب	
۱۳۶	توریت میں حضور کی صفات کا بیان		۱۰۸	حضرات حسنین کریمین سے محبت	
۱۳۸	حضور کی صفت متوکل کے معنی		۱۰۹	بازاروں میں شور و غل مچانے کی کراہت	باب
۱۴۰	ناپنے والے کی اجرت بیچنے والے	باب	۱۱۱	توریت میں حضور علیہ السلام کی صفات کا بیان	
۱۴۰	اور دینے والے پر ہے۔		۱۱۲	ذکر رسول کی محفل	
۱۴۲	نفلہ کا ناپنا مستحب ہے	باب	۱۱۳	حضور علیہ السلام نے خود اپنی ولادت کا تذکرہ فرمایا۔	
۱۴۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صانع اور مد میں برکت ہے۔	باب	۱۱۴	حضور کیلئے خانہ کعبہ کا اظہار عقیدت	
۱۴۳	فضائل مدینہ		۱۱۴	ولادت مبارکہ پر ایلیس کی پریشانی	
۱۴۵	مکہ اور مدینہ کے حرم ہونے کا مطلب		۱۱۵	شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	
۱۴۶	مکہ معظمہ کی حرمت ابدی ہے			محفل میلہ و میہ انوار کی بارش	
۱۴۷	حضور نے مدینہ کو حرم بنایا۔				
۱۴۷	خلیل و حبیب میں فرق				
۱۴۷	مکہ معظمہ کی عظمت و برکت				

باب	مضمون	صفحہ	باب	مضمون	صفحہ
باب	وہ روایات جو غلط سمجھے اور احتکار کے متعلق منقول ہیں۔	۱۴۹	باب	بیع منابذہ	۱۸۰
"	کیا ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے ؟	۱۵۰	باب	بائع کے لئے ممنوع ہے کہ اونٹ لگائے اور گہری کو نہ دو ہے۔	۱۸۰
باب	قبل از قبضہ بیع کے مسائل	۱۵۰	باب	اگر چاہے تو معمرات جانور کو واپس کرے۔ الخ	۱۸۲
باب	حدیث رباعہ پر بحث	۱۵۱	باب	زانی غلام کی بیع	۱۸۴
باب	قبضہ کرنے سے پہلے غلط سمجھنے کا ذکر	۱۵۲	باب	عورتوں سے خرید و فروخت کرنا۔	۱۸۵
باب	جب کوئی شخص غلط انداز سے خریدے الخ	۱۵۲	باب	کیا شہری دیہاتی کے لئے بغیر اجر کے بیچ سکتا ہے الخ	۱۸۶
باب	جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اس کو بائع کے پاس رہنے دے الخ	۱۵۴	باب	بعض لوگوں نے دیہاتی کے لئے شہری کی بیع کو بغیر اجر کے مکروہ سمجھا ہے۔	۱۸۶
"	حضرت صدیق اکبر پر منقول کی خصوصی نوازش	۱۵۵	باب	شہری دیہاتی کے ساتھ دلالی سے نہ بیچے۔	۱۸۷
"	واقعہ ہجرت	۱۵۵	باب	آگے جا کر قافلہ والوں سے ملنے کی ممانعت الخ	۱۸۷
"	مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۶	باب	مال والوں کی پیشوائی کس مقام تک ممنوع ہے۔	۱۸۸
باب	مناقب فضائل۔ مرتبہ و مقام اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے	۱۵۷	باب	بیع میں ایسی شرطوں کا لگانا جو جائز نہیں۔	۱۸۹
"	شہری کا دیہاتی سے غلط خریدنے کے مسائل۔	۱۵۷	باب	کھجور کے عوض کھجور بیچنا	۱۹۱
"	بیع تاجش کی ممانعت	۱۵۷	باب	اشیاء سستہ کی خرید و فروخت کے احکام۔	۱۹۲
"	ایک بیع پر بیع کی ممانعت	۱۵۷	باب	یڈا بیس کا مطلب اور اس مسئلہ پر مکمل بحث	۱۹۳
"	نکاح کے پیام پر پیام دینے کی ممانعت	۱۵۷	باب	فدائی اور سبیل اشیاء کی تعریف	۱۹۴
"	خود نکاح کرنے کیلئے کسی عورت کو طلاق دلوانے کی ممانعت	۱۵۷	باب	قد و جنس کی تعریف	۱۹۵
باب	بیلام کی بیع	۱۵۷	باب	ہم جنس اشیاء کی خرید و فروخت کا ضابطہ شرعی	۱۹۵
باب	بولی کرانا	۱۵۷			
باب	دھوکے کی بیع اور جبل الجبلہ کی بیع	۱۵۷			
باب	بیع ملامہ	۱۵۷			

صفحہ	مضمون	باب	صفحہ	مضمون	باب
۲۱۰	کھجور کے باغ قابل امتناع ہونے سے پہلے بیچنا۔	باب	۱۹۶	مجلس نہ بدلنے کا مطلب ناپ کی مقدار اور برابری کا مطلب	
۲۱۱	جب کسی نے پھلوں کو قابل نفع ہونے سے پہلے پیدا پھر اس پر کوئی آفت آگئی تو نقصان بائع کا ہوگا۔	باب	۱۹۷	اگر قدر و جنس میں اختلاف ہو تو کسی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے	
۲۱۲	ایک مدت کے بعد سے پندرہ خریدا	باب	۱۹۸	قدر و جنس در لائن ہوں تو کسی بیشی سے	
۲۱۳	اچھی کھجور کے بدلے اگر کوئی خراب کھجور بیچنا چاہے۔	باب	۱۹۹	ادھار بیع و شراء جائز ہے۔	
۲۱۴	وہ شخص جو بیوند کی ہوئی کھجور یا زمین جس میں فصل لگی ہوئی ہو بیع دس یا مائیکہ پر دس۔	باب	۲۰۰	بیع ادھار قرض میں فرق	
۲۱۵	کھیتی کا نذر کے عوض ناپ کے حساب سے بیچنا۔	باب	۲۰۱	منفی کے عوض منفی اور نذر کے عوض غلہ بیچنا۔	
۲۱۶	درخت کو جز سمیت بیچنے کا حکم بیع حاضرہ۔	باب	۲۰۲	خوش غلہ بیچنا۔	
۲۱۷	کھجور کے کا پھونچنا اور اس کا کھانا خرید و فروخت، ٹھیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف ۱۱ کے رسم و رواج قیمتوں اور شہر و طریقوں پر حکم جاری ہوگا۔	باب	۲۰۳	خوش غلہ بیچنا۔	
۲۱۸	خاندان پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہے! مالی تقیم میں بے جا تعثر ناجائز و حرام ہے۔	باب	۲۰۴	سنا کے عوض سونا فروخت کرنا	
۲۱۹	ایک شریک کا دوسرے شریک کے ہاتھ بیچنا۔	باب	۲۰۵	چاندی کے عوض چاندی بیچنا۔	
۲۲۰	شریک زمین، مکانات اور سامان کے بیچنے کا ذکر جو تقسیم نہ ہوا ہو۔	باب	۲۰۶	دینار کے عوض دینار فروخت کرنا۔	
۲۲۱	اگر دوسرے کیلئے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خریدے پھر وہ باطلی ہو جائے	باب	۲۰۷	سونا کے عوض چاندی اور ادھار فروخت کرنا۔	
۲۲۲			۲۰۸	مزاہدہ معاملہ کے معنی	
۲۲۳			۲۰۹	ظہور شرع اور صلاحت شرع کا مطلب	
			۲۱۰	سونا چاندی کے عوض درخت پر لگی ہوئی کھجور بیچنا۔	
				قابل امتناع ہونے سے پہلے	
				پھلوں کو فروخت کرنا	
				ظہور شرع سے پہلے خرید و فروخت	
				کے مسائل و احکام	
				کبھی کبھتی کے بیچ کے احکام	
				بیع باطل انصاف کی تعریف اس کے احکام	

باب بیع مزاہدہ

صفحہ	مضمون	باب	صفحہ	مضمون	باب
۲۲۵	بیعت فضولی کے احکام و مسائل		۲۲۵	بیعت فضولی کے احکام و مسائل	
۲۲۵	مشرکین اور دار الحرب کے رہنے والوں سے خرید و فروخت کرنا۔	باب	۲۲۵	مشرکین اور دار الحرب کے رہنے والوں سے خرید و فروخت کرنا۔	باب
۲۲۷	حربی سے غلام خریدنا اس کا بہرہ کرنا اور آزاد کرنا۔	باب	۲۲۵	حربی سے غلام خریدنا اس کا بہرہ کرنا اور آزاد کرنا۔	باب
۲۲۸	حضرت عمار بن یاسر کے حالات۔	باب	۲۲۷	حضرت عمار بن یاسر کے حالات۔	باب
۲۲۸	حضرت سلمان فارسی کے حالات۔	باب	۲۲۷	حضرت سلمان فارسی کے حالات۔	باب
۲۲۹	حضرت صہیب کے حالات۔	باب	۲۲۸	حضرت صہیب کے حالات۔	باب
۲۳۰	حضرت بلال حبشی کے حالات۔	باب	۲۲۸	حضرت بلال حبشی کے حالات۔	باب
۲۳۱	رضق میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔	باب	۲۳۱	رضق میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔	باب
۲۳۱	تمام انسانوں کا معیشت میں برابر ہونا ناممکن ہے۔	باب	۲۳۱	تمام انسانوں کا معیشت میں برابر ہونا ناممکن ہے۔	باب
۲۳۲	دباغت کرنے سے پہلے مردار	باب	۲۳۲	دباغت کرنے سے پہلے مردار	باب
۲۳۳	حالی کی کھالیں پیچنے کا حکم	باب	۲۳۳	حالی کی کھالیں پیچنے کا حکم	باب
۲۳۴	سور مار ڈالنا۔	باب	۲۳۴	سور مار ڈالنا۔	باب
۲۳۵	مردار کی چربی نہ پھلائی جائے۔	باب	۲۳۵	مردار کی چربی نہ پھلائی جائے۔	باب
۲۳۶	ان چیزوں کی تصویر چھپا جن میں جان نہیں ہوتی۔	باب	۲۳۶	ان چیزوں کی تصویر چھپا جن میں جان نہیں ہوتی۔	باب
۲۳۷	شراب کی تجارت کا حرام ہونا۔	باب	۲۳۷	شراب کی تجارت کا حرام ہونا۔	باب
۲۳۸	اس شخص کا گناہ جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا	باب	۲۳۸	اس شخص کا گناہ جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا	باب
۲۳۹	حضور نے یہود کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حکم دیا۔	باب	۲۳۹	حضور نے یہود کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حکم دیا۔	باب
۲۴۰	غلام یا جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا۔	باب	۲۴۰	غلام یا جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا۔	باب
۲۴۱	ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔	باب	۲۴۱	ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔	باب
۲۴۲	غلام کی بیعت و شہاد کے متعلق	باب	۲۴۲	غلام کی بیعت و شہاد کے متعلق	باب
۲۴۳	بیعت کفری معنی		۲۴۳	بیعت کفری معنی	
۲۴۴	بیعت مسلم کے شرائط۔		۲۴۴	بیعت مسلم کے شرائط۔	
۲۴۵	بیعت مسلم کا حکم		۲۴۵	بیعت مسلم کا حکم	
۲۴۶	ایک معین ناپ میں مسلم کرنا۔	باب	۲۴۶	ایک معین ناپ میں مسلم کرنا۔	باب
۲۴۷	معین وزن میں مسلم کرنا۔	باب	۲۴۷	معین وزن میں مسلم کرنا۔	باب
۲۴۸	اس شخص سے مسلم کرنا جس کے پاس اصل مال نہ ہو۔	باب	۲۴۸	اس شخص سے مسلم کرنا جس کے پاس اصل مال نہ ہو۔	باب
۲۴۹	چھوٹوں میں مسلم کرنا۔	باب	۲۴۹	چھوٹوں میں مسلم کرنا۔	باب
۲۵۰	سلم میں ضمانت دینا۔	باب	۲۵۰	سلم میں ضمانت دینا۔	باب
۲۵۱	سلم میں گروہ رکھنا۔	باب	۲۵۱	سلم میں گروہ رکھنا۔	باب
۲۵۲	ایک مدت میں سلم کے وعدے پر سلم کرنا۔	باب	۲۵۲	ایک مدت میں سلم کے وعدے پر سلم کرنا۔	باب
۲۵۳	ادائیگی کے پیرچھنے تک سلم کرنے کا ذریعہ	باب	۲۵۳	ادائیگی کے پیرچھنے تک سلم کرنے کا ذریعہ	باب
۲۵۴	شفعہ کی تعریف		۲۵۴	شفعہ کی تعریف	
۲۵۵	شفعہ کے مسائل و احکام		۲۵۵	شفعہ کے مسائل و احکام	
۲۵۶	شفعہ اس زمین میں ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔	باب	۲۵۶	شفعہ اس زمین میں ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔	باب
۲۵۷	پہلے شفیع شفیع رہیں کرنا۔	باب	۲۵۷	پہلے شفیع شفیع رہیں کرنا۔	باب
۲۵۸	گوشا پڑوسی زیادہ قریب ہے۔	باب	۲۵۸	گوشا پڑوسی زیادہ قریب ہے۔	باب

حُضُورُ سَرَّادِ كَاِنَاتِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاِمَنْصَبٍ وَمُقَامٍ

شیخ شمس الدین محمد بن عبد البر

۱۔ نبوت و رسالت انسانیت کی معراج کمال ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم و جلیل منصب ہے جس سے بالاتر منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں ہے۔ اور انبیاء و مرسلین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو وجہ تکوین کائنات اور سرچشمہ حسنات و برکات ہے اور آپ کے مرتبہ کی عظمت و رفعت اور آپ کے جلال و جلال کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔ آپ کی نبوت عالمگیر اور آپ کی رسالت جہانگیر ہے۔ آپ ہادی عالم اور مژگی کائنات ہیں۔ اور تمام نئی نوع انسان کے لیے مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ اور رسول کل اور ہادی جہان میں یعنی جس کا خدا رب ہے حضور اس کے رسول ہیں۔ آپ کی رسالت و نبوت کی آفاقیت کے متعلق رب کائنات کا اعلان ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي سَخَّرَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ
لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا
بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عہد خاص پر
قرآن اتارا جو سارے جہانوں کیلئے نذیر ہے۔

جیسے مسلمان اور کافر مطیع و نافرمان سب اللہ کے بندے ہیں۔ ایسے ہی تمام کائنات کے انسان و جن جنسی کو انبیائے صالحین اور ان کی امتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ امت اجابت ہے اور جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ امت دعویت ہے اسی بنا پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُس سبھی مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر موی علیہ السلام زندہ ہوتے تو۔
مَا دَسَعَتْ اِلَّا اَنْ يَتَّبِعُونِي
تو میری پیروی کے سوا ان کو کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

۲۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کے منصب جلیل کے متعلق علامہ ابن تیمیہ اپنی تالیف الصمام المسلمون میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت احضور کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی۔ حضور کی بیعت کو اپنی بیعت احضور کے فعل کو اپنا فعل اور حضور کی نطق کو اپنی وحی قرار دیا ہے جس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کا حق ایک دوسرے کیلئے لازم و فزوم ہیں اور رسول کی عزت اور وقار کی جہت ایک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے امردہی۔ اخبار و بیان کے معاملہ میں فرمایا ہے۔

فَاَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهِ فِيْ كَهْفِهِ وَ
اَمْرِهِ وَ اَخْبَارِهِ وَ بَيَانِهِ فَلَا يَجُوزُ
الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ
هَذِهِ الْاُمُوْرِ۔
حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا ہے۔ لہذا مذکورہ بالا امور کی کسی بات میں یہ
میانہ نہیں ہے کہ خدا اور اس کے رسول میں فرق
کیا جائے۔

اس لیے ایک مسلمان کا یہ دینی و دنیوی فریضہ ہے کہ وہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے کسی پہلو کو بیان کرنا چاہے تو آپ کے رسول اللہ ہونے کے منصب جلیل کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔

۳۔ دنیا کے بادشاہوں اور حاکموں کے حکم و احکام کی جو کیفیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کے احکام کی حاکمیت اور آپ کی تشریحی حیثیت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر ماحول میں تمام دینی اور دنیوی

معاملات میں آپ کی حاکمیت کو جی جان سے قبول کرنے کو مومن ہونے کی لازمی شرط قرار دیا ہے اور آپ کے کسی حکم اور فیصلہ سے انکار یا اس پر تنقید یا دل ہی میں اسے غلط سمجھنے کو گراہی دے دینی بتایا ہے۔ سورۃ نساء میں ارشاد باری ہے۔
 فَلَا سَبَّكَ لَا يَوْمُنُونَ خَتَّىٰ يُخَرِّكُوا
 فِينَمَا شَجَرٌ يَنْتَهُمُ نَحْوَهُ لَا يَجِدُوا فِي
 أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
 تَسْلِيمًا۔
 اے رسول محترم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں۔

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منافق مسلمان کا سر قلم کر دیا تھا جس نے حضور نبی کریم علیہ السلام کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور جب قتول کے وراثہ نے حضرت عمرؓ کے خلاف دربار نبوت میں استفادہ کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطالبہ کیا کہ یہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمام معاملات میں آپ کی حاکمیت اور آپ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی توثیق فرمادی اور دربار نبوت سے حضرت عمرؓ نے فاروق کا لقب پایا۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زینبؓ کی عادت سے کرنا چاہا۔ تو حضرت زینب اور ان کے بھائی نے اپنی عالی نسب اور خاندانی وجاہت کی بناء پر پیغام نکاح کو رد کر دیا۔ اس موقع پر سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ وَلَا الْمُؤْمِنَةِ إِذْ أَقْبَضَ
 اللَّهُ دَسْأُولَهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمْ
 الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔
 کسی مرد مومن اور مومن عورت کو یقین نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس نکاح کے رد کر دینے کا اختیار حاصل تھا۔ ایک عاقل و بالغ کا نکاح اس کی مرضی و اجازت کے بغیر کر دیا جائے تو وہ باطل محض ہے اور کسی سربراہ مملکت اور حاکم وقت کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ ایک عاقل و بالغ فرد کے اس اختیار کو ختم کر دے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت اور آپ کے فیصلوں کا اعتراف و اکرام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کے اختیار کو رسول کریمؐ کے حکم اور فیصلے کے مقابلے میں اختیار قرار دیدیا اور اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب برضا و رغبت حضرت زیدؓ سے نکاح کرنے پر رضی ہوئیں اور انھوں نے حکم رسول کے سامنے معیہ قلب کے ساتھ اپنے سر کو جھکا دیا۔

۴۔ رسول اللہؐ ہونے کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت و سربراہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بھی بخشا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت و ریاضت میں بھی مصروف ہو تو عین حالت نماز میں بھی اللہ کے رسول کی آواز پر لبیک کہنا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا لازم و واجب ہے۔۔۔ ارشاد باری ہے۔۔۔

إِذَا دَعَا إِلَهُا دِلَّارَ سُّؤْلٍ إِذَا دَعَاكُمْ
 إِذَا دَعَاكُمْ كَجَلِّ مَلَكٍ هِيَ اس میں نہ وقت کی قید ہے اور نہ ماحول و زمانہ کی اسی بناء پر مفسرین نے

فرمایا کہ نمازی کو بحالت نماز بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلیک کہنا لازم و واجب ہے اور اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل جہان کے لیے مستقل طور پر مطاع و حاکم، امام و پیشوا بنایا ہے و مستقل طور پر ہی آپ کی اطاعت کو لازم و واجب قرار دیا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ وَمَنْ يُعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ جس نے اطاعت کی اللہ اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پایا۔ جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی۔ وہ کھل ہوئی گمراہی میں گیا۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں حضور کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے عام رکھا گیا ہے کسی قید کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن نے یہ تصریح کر رکھی ہے کہ رسول کی اطاعت ہی خدا کی اطاعت ہے اور اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خدا ناممکن ہے۔ سورہ نساء میں ارشاد باری ہے:-

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس نے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اور رسول کی آواز پر بلیک کہنا اللہ کی آواز پر بلیک کہنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نطق رسول کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں جو ان پر کی جاتی ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا فِي هُوَ تَعْلِيمٍ كَمَا رَجَعَ نَظْمُ رَسُولٍ ہے یعنی ہر اس بات کو وحی قرار دیا ہے جس پر نطق رسول کا اطلاق ہو کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بیشیہ ہو جائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق وحی الہی نہیں ہے تو ہر رسالت پر اسے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نطق وحی الہی ہے۔ اسی بنا پر حدیث بخاری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:- فَوَ الْكَذِبِ نَفْسِي بَيِّدَةٌ مَا أَخَذَتْ مِنِّي۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری

لا الْحَقُّ۔ (احمد، ابوداؤد) جان ہے۔ میری زبان پر حق ہی جاری ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی ان تصریحات پر غور کیجئے کہ اس شان کا حاکم اور اس عظمت کا سربراہ جس کی زبان مرعئی الہی کی ترجمان جو جس کا نطق وحی رحمانی ہو جس کا فعل سبحان ہو جس کی بیعت بیعت یزدان ہو جس کی سیرت و صورت تفسیر قرآن ہو و جس سے جنت و عقیدت روبرو ایمان ہو اور جس کی تعظیم و توقیر ایمان کی جان ہو۔ ایسی طیب و طاهر و معصوم شخصیت عالم امکان میں صرف اور صرف حضور سید المرسلین، خاتم النبیین سید کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اموہ حسنہ کو اپنا نئے ادب آپ کی سیرت طیبہ و اخلاق کو یہ کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اے مسلمانو! تمہارے لئے رسول خدا کی ذات گرامی ایک عمدہ ترین نمونہ ہے۔

اسوہ حسنہ رسول کی عظمت و اہمیت کو جاننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آیات قرآنیہ کی روشنی میں یہ معلوم کیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام اور آپ کے اقوال و اعمال کی دین اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ دوم یہ کہ کیا آپ کی زندگی اقدس کے حالات و واقعات محفوظ شکل میں موجود ہیں اور قیامت تک محفوظ شکل میں موجود رہیں گے۔

۶۔ سوال اول کے جواب کے لیے یہ بنیادی بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ نبی علیہ السلام صرف ایک قاصد پیامبر الہی یا دنیاوی حاکموں کی طرح ایک حاکم اور بادشاہ ہرگز نہ تھے۔ آپ کے منصب کی یہ کیفیت بھی نہ تھی کہ کسی مجلس مشاورت نے آپ کو اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب کر لیا تھا یا آپ ان خود ذاتی حیثیت میں اس منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ بلکہ آپ کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم اور نائب اکبر اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم کی ہے۔ آپ بامور من اللہ اور اللہ کے رسول ہیں۔ جیسے آپ کی نبوت وہی ہے ایسے ہی آپ کا علم و فعل بھی عطیہ خداوندی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں آپ کے منصب جلیل کی نشاندہی کی گئی ہے اور آپ کی ذات اقدس کو مستقل طور پر اوصافِ نابھی۔ مطاع اندشایع ہونے کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور آپ کی اطاعت کو کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا ہے اور یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ اطاعت رسول ہی اطاعت خدا ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ط

جس نے رسول کریم کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سورہ حشر میں فرمایا۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - (حشر ۱۵۷)

یہ رسول جو کچھ حکم دیں اُسے لے لو۔ جس سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ۔

سورہ اعراف میں ارشادِ ربانی ہے۔

يَا مَعْزُومُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُمُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْعَلُ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اعراف ۱۵۷)

اسی طرح سورہ نحل میں آپ کے شارح کتاب اللہ ہونے کے منصب کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ - (نحل ۱۰۳)

اور اے نبی یہ ذکر (قرآن) ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں پر دلائل کو روک دے اور اس تلبیہ کو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔

ان آیات میں قرآن کے امر و نہی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ امر و نہی اور تہلیل و تحریم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل قرار دیا گیا ہے جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے۔ دین صرف قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل اور سیرت جو دار اور آپ کا اسوہ حسنہ بھی اللہ کا دین اور اس کی شریعت ہے۔ جیسے قرآن مجید کے احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل اور دین سے

متعلق آپ کی ہدایت کو تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔
۷۔ رہا یہ سوال کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا محفوظ شکل میں موجود ہے تو قرآن کی روشنی میں یہ بات نظر میں الشمس ہے کہ حضور کی سیرت طیبہ اور آپ کے اقوال و اعمال کا قیامت تک محفوظ و معصون رہنا ضروری ہے۔ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سے بھی اس سوال کا جواب ملتا ہے کیونکہ اس آیت میں حضور کے اسوہ حسنہ کو زندگی کا لازمہ عمل بنانے کی جو ہدایت دی گئی تو اس پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ آپ کی سیرت طیبہ قیامت تک محفوظ شکل میں محفوظ رہے۔ اسی طرح آیت وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی دور میں صحابہ کرام شہید کف حضور کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام حسب دستور ہرے پر تھے کہ سورۃ مادہ کی آیت وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنصُرُوْهُ اِنْ كُنْتُمْ عَصَمْتُمْ اللّٰہُ لوگو! واپس ہو جاؤ میری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔ (توضیح)

اگرچہ آیت کا شان نزول خاص ہے مگر اس کا عموم و اطلاق یہ بتاتا ہے کہ جب جسم نبوی حفاظت خداوندی میں آگیا تو ذات کے ساتھ صفات نبوی بھی اللہ کی حفاظت میں آگئیں پس جیسے قرآن حفاظت خداوندی میں آکر تحریف و تبدیل اور باطل کی آمیزش سے محفوظ و معصون ہے تو ایسے ہی اس آیت کی مدد و روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات، قول و عمل اور آپ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کا اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور حفاظت میں آکر باطل کی آمیزش سے پاک و صاف رہ کر قیامت تک محفوظ رہنا بھی ضروری و لازمی ہے۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ صفات تاریخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب کے بانویں کی تصویریں و صندلی میں مثلاً زرتشت کے متعلق آج تک قطعی اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے صرف آخری تین سالوں کے کچھ حالات ملتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے مکمل حالات و واقعات کے بیان سے تاریخ خاموش ہے یہی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سچے اور راجح انبیاء سابقین کی ہے کہ قرآن مجید اور انجیل کے توسط سے ان نقوش قدسہ کے کچھ حالات زندگی مجمل طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ مگر ان کی مکمل سوانح حیات ایک راز مرستہ ہی ہے۔ اس کے برعکس حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صرف ایک ایسی ذات گرامی ہے کہ آپ کی سیرت و صورت، اخلاق و کردار، اعمال و افعال آپ کی زبان مبارک کا ایک ایک لفظ اور آپ کی حیات مقدسہ کی ایک ایک لمحہ غریب آپ کی زندگی اقدس کے حالات اپنی تمام جزئیات کے ساتھ محفوظ ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ حضور کے طفیل جن قدسی صفات افراد صحابہ کرام کے زندگی کے تمام کوائف ان کا نام و نسب اخلاق و سیرت بھی محفوظ ہے۔ حتیٰ کہ ان بے زبان جانوروں اور بے جان چیزوں سے بھی دنیا ستارت ہو گئی۔ جنہیں کسی نہ کسی موقع پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نسبت ہو گئی۔

ایمان و دیانت سے غور کیجئے کہ عالم امکان میں صرف ایک ہی ایسی ہستی ہے جس کی سیرت و صورت، اخلاق و کردار اور جس کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ ہے محفوظ رہنے کی اس کے سوا اور کچھ وجہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکمل ذات و صفات کا محاط و تحجب ان اللہ تعالیٰ ہے اس لئے قلب اسلامیہ کا سب سے اہم فرض یہ ہے کہ وہ ہر لمحہ سر آن حضور سر و کائنات ان فرخ موجودات، محبوب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التیمۃ کے منصب جلیل کو پیش نظر رکھے۔ اور آپ کے اقوال و اعمال اور سیرت و کردار کو اپنا رہنما بنائے اور اپنے تمام دینی و دنیوی، داخلی و خارجی، سیاسی و تمدنی مسائل و سماجی مسائل اور الجھنوں کو حل کرنے میں قرآن اور صاحب قرآن کی حاکمیت و سربراہی کو دل و جان قبول کرے۔

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

حضور سرور عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صرف قرآنی احکام تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی صورت و سیرت، اقوال و افعال بھی دین اور شریعت ہیں۔ قرآن مجید میں تصریح ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے لیکن وہی کہتے ہیں (پولاد)

پر وحی ہوتی ہے۔

اس لیے رسول کریم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

• مَنْ أَطَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
• يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ
أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ
• يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ
وَ لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اطاعت رسول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن حکیم میں صرف ثانوی حیثیت ہی میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ بالاعتقاد اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
بِأَمْرٍ يَخِشُّ مَنْ شَاءَ يَخِشُّكَ هُنَا الْخُفَاةُ
منصب یہ ہے کہ آپ جسے چاہیں جس حکم شرعی سے مستثنیٰ
منہ مادیں۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

چنانچہ امام قسطلانی نے اس کی تفسیر میں پانچ، امام جلال الدین سیوطی نے دس اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے پندرہ
واقعی صحیح معنیٰ احادیث سے نقل فرماتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :-

سید یہ ہے کہ قربانی شہریوں کے لیے مبارک عید کے بعد کرنی چاہیے، اور بیوی یا بھرا جس کی قربانی کے
جائے۔ وہ پورے ایک سال کا ہونا چاہیے۔ لیکن بخاری و مسلم میں براہ ابن عازب سے ہے کہ اگر

قربانی کا جانور

ماہوں ابرودہ میں دینار نے نماز عید سے قبل قربانی کر لی۔ جب انہیں معلوم ہوا تو دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے۔ مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا۔ جاؤ تم اس کی جگہ یہ چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہی قربانی کر دو مگر یاد رکھو اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد کسی کو

لَنْ تُجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بِعَدْلِكَ (بخاری) | قربانی کے لیے کافی نہ ہوگی۔

دیکھئے حضور نے ابرودہ کے لیے ششماہی بکری کے بچہ کی قربانی جانز فرمادی۔ حالانکہ کسی دوسرے کے لیے اس وقت بھی اور آج بھی ششماہی بکری کے قربانی کافی نہیں ہے۔

عویٰ حکم یہ ہے کہ کسی امر کے ثبوت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی حواہی ضروری ہے مگر حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی سے گھوڑا فرمایا۔ وہ بیچ کر عمر کی اور گراہ مانگا۔ چونکہ یہ واقعہ کسی کے سامنے کا نہ تھا اس لیے کوئی گواہی دینے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اتنے میں حضرت خزیمہ حاضر دربار ہوئے۔ چٹنگوٹوں کر عرض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا

أَنَا أَشْهَدُ بِأَنَّكَ بَايَعْتَهُ | حضور کے ہاتھ فروخت کیا
حضور نے فرمایا۔ خزیمہ تم تو موجود نہ تھے تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی یا رسول اللہ!
أَنَا أَصَدِّقُكَ عَلَى حَيْثُ لَسْتُ مَعَهُ وَالَّذِي خَضِرَ | جب میں آسمان وزمین کی خبروں پر آپ کی تعصبات کرتا ہوں تو
أَلَا أَصَدِّقُكَ عَلَى الْأَعْرَابِ؟ | اعرابی کے مقابلہ میں تعصبات نہ کروں؟

حضور پر فرصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خزیمہ جس کسی کے
مَنْ شَهِدَ لَهُ حَزِينٌ مِمَّنْ أَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ خَسْبَةٌ | نفع یا ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔
مگر حضور حضرت خزیمہ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور مالک شریعت ہیں۔

بجاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا فرمایا کیا ہوا عرض کی رمضان میں اپنی بیوی کے نزدیک گیا حضور نے فرمایا غلام آنا داکر

سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا لگاتار دو مہینے ملے روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ اتنے میں مجھ کو دربار اقدس میں آپ نے فرمایا۔ ہاں انہیں محتاج ہیں تمہیں کہ دے۔ عرض کی یا رسول اللہ، مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ سوال کی چٹنگوٹوں کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہنس آگئی۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا:-
إِذْهَبْ فَإِنَّ طَعْمَهُ أَهْلَكَ | جا اور اپنے اہل و عیال کو کھلا دے

ہاں یہ یہ الفاظ درج ہیں:-

كُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ تُجْزِيكَ وَلَا تُجْزِي أَحَدًا | جانو اور میرے عیال کھالیں۔ یہ صرف تجھے جائز ہے اور زبیر۔
بَعْدَكَ | بعد اور کسی کو نہیں۔

واظنی کے لفظ یہ ہیں کہ حضور نے فرمایا تو اور زبیر عیال کھالے۔

فَقَدْ كَفَرَ اللَّهُ عَنْكَ

| اٹھنے تیری طرف سے کفارہ قبول کر لیا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا مرتبہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہ آپ نے اس شخص کے لیے کفارہ خود ہی کھا لینا فرمایا اور یہ اطلاع بھی دے دی کہ خاص طور پر تیرے لیے جو میں نے حکم دیا ہے وہ اللہ کی رضا کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفارہ کو قبول فرمایا۔

سونے کی انگوٹھی | مرد کے لیے سونے چاندی کے زیورات پہننا حرام ہے۔ لیکن حضرت برار ابن عازب کو خاص طور پر حضور علیہ السلام نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت فرمائی۔

مسند احمد میں ہے کہ محمد بن مالک نے کہا کہ ہم نے حضرت برار کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم سونے کی انگوٹھی پہنتے ہو۔ حالانکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حضرت برار نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ مالی غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک یہ انگوٹھی باقی رہ گئی۔ آپ نے مجھے بلایا اور یہ انگوٹھی مجھے پہنا دی اور فرمایا۔

الْبَيْتُ مَا كَسَاكَ اللَّهُ وَكَسَوْنَا | پس تو جو کچھ تجھے اللہ اور رسول پہناتے ہیں

حضرت برار ابن عازب نے یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ تم لوگ کیسے مجھے کہتے ہو کہ جو چیز رسول خدا نے مجھے پہنائی وہ میں اُتار ڈالوں۔ یہاں حضرت برار ابن عازب کے جوابی کلمات قابل غور ہیں۔ فرماتے ہیں۔

كَيْفَ تَأْمُرُونِي أَنْ أَضَعُ | تم کیونچو مجھے کہتے ہو کہ میں حضور علیہ السلام کی پہنائی ہونے انگوٹھی اُتار دوں۔

دو نماز کی شرط پر اسلام لانا | یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر دن میں پانچ وقت نماز فرض ہے۔ مگر حضور نے ایک شخص کا اسلام اس شرط پر قبول فرمایا کہ وہ دو نمازوں

سے زائد نہ پڑھے گا۔ چنانچہ نصران عاصم ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ

فَأَسْلَمَ عَلَى أَنْتَدَ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقِيلَ ذَاكَ (مسند احمد)

دن میں صرف دو ہی نمازیں پڑھوں گا۔ حضور علیہ السلام نے ان کا اسلام قبول فرمایا۔

واضح ہو کہ اگر آج کوئی عیسائی یا ہندو اس شرط پر اسلام لائے کہ میں دو ہی نمازیں پڑھوں گا۔ نمازی ہی پر کیا موقوف ہے مہ کسی ایک رکعت اسلام کی رعایت ہی چاہے تو ہم ایسی شرطوں پر نہ اس کے اسلام کو قبول کریں گے اور نہ وہ مسلمان ہی قرار دیا جائیگا۔ اس وقت تو خود حضور علیہ السلام موجود تھے۔ چونکہ آپ مالک شریعت، شارع اسلام اور اللہ کے فیض اعظم اور اس کی ذات و صفات کے منظر ائم تھے۔ اس لیے آپ کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ آپ جن شخص کو چاہیں اور جس حکم شرعی سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ اوشما کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسلام کے ارکان میں کسی قسم کی بھی زیادتی یا کمی کرے۔ یہ منصب اگر حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی ہستی کو عطا کیا ہے تو وہ صرف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کی ذات اقدس ہے۔

کتاب النبیۃ - کتاب خرید و فروخت کے بیان میں

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا | اور اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو
بیع کے معنی اور اس کے شرائط | بیع کے معنی اذروئے لغت مطلقاً مبادلہ کے ہیں۔ مثلاً اس کی ضد ہے اور اس کے
شرح میں بیع کے معنی یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے

ساتھ تب دکرنا۔

۲۔ بیع قول اور فعل دونوں سے ہر سکتی ہے۔ اگر قول سے ہو تو ایجاب و قبول اس کے ارکان ہیں۔ مثلاً ایک نے کہا میں نے
بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا اور اگر فعل سے ہو تو چیز لینا اور دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ لینا اور دینا ایجاب و قبول کے قائم مقام
ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر بیچنے والے پکارتے ہیں۔ اس گلاس کی قیمت ایک روپیہ، ایک روپیہ۔ خریدار آتا ہے ایک روپیہ دے دیتا ہے
اور گلاس اٹھا لیتا ہے۔ طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کا فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام قرار پاتا ہے۔ اس قسم کی
بیع کو تعاملی کہتے ہیں۔

۳۔ بیع کے طریق میں سے ایک کو بائع اور دوسرے کو مشتری کہتے ہیں۔

۴۔ ایسے دو لفظ جو تملیک و ملک کا افادہ کریں۔ یعنی جن کا یہ مطلب ہو کہ چیز کا مالک دوسرے کو کر دیا یا دوسرے کی چیز کا مالک
ہو گیا۔ ان دونوں کو ایجاب و قبول کہتے ہیں۔ پہلا کلام ایجاب اور اس کے مقابل میں بعد والے کلام کو قبول کہتے ہیں مثلاً بائع نے
کہا میں نے یہ چیز اتنے دام میں بیچی۔ مشتری نے کہا میں نے خریدی تو بائع کا کلام ایجاب ہے اور مشتری کا قبول ہے۔
۵۔ بیع کے صحیح ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔

اول۔ بائع و مشتری کا عاقل ہونا۔ یعنی جنوں یا بالکل ناکھ بچے کی بیع صحیح نہیں، دوم عاقد کا متعدد ہونا یعنی ایک ہی شخص بائع
بھی ہو اور مشتری بھی، یہ نہیں ہو سکتا۔ سوم ایجاب و قبول میں موافقت ہو یعنی جس چیز کا ایجاب ہے اسی چیز کا قبول ہو۔ چہارم ایجاب
و قبول کا ایک مجلس میں ہونا پنجم بائع و مشتری کا باہم ایک دوسرے کے کلام کو سنا۔ ششم۔ بیع کا موجود ہونا۔ مال منقوم ہونا ملک ہونا
مقدور تسلیم ہونا ضروری ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ عمل کو یا قتی میں جو دودھ ہے۔ اس کی بیع جائز نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جانور کا پیٹ پھول گیا
ہو اور اس کے پیٹ میں بچہ نہ ہو اور دھن میں دودھ نہ ہو۔ خون اور مردار کی بیع جائز نہیں کی یہ مال نہیں۔ شراب و خمر پر کی بیع مسلمان
کے حق میں جائز نہیں کی یہ مال منقوم نہیں ہے پھل نمودار ہونے سے پہلے بیچنا صحیح نہیں۔ مہتم۔ بیع موقت نہ ہو۔ اگر موقت ہے مثلاً یہ بچہ
کہ یہ ساٹھ سال میں نہ ایک سال کے لیے بیچا تو یہ بیع صحیح نہیں۔ ہشتم۔ بیع و شن دونوں اس طرح واضح ہوں کہ نزاع پیدا نہ ہو سکے
اگر پھول جانور کے نزاع پیدا ہو سکتا ہے تو بیع صحیح نہیں۔ مثلاً بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری بغیر متعین کئے بغیر بیچ کر کہ یہ بکری واجبی
دام پر بیچتا ہوں یا کہ یہ۔ فلاں شخص جو دام اس کا مفرد کرے اس پر بیچتا ہوں تو یہ بیع درست نہیں کہ اس میں جھگڑا ہو سکتا ہے۔
۶۔ بیع کا حکم یہ ہے کہ مشتری بیع کا مالک ہو جائے اور بائع حق کا۔ جس کا یہ جو کہ بائع پر واجب ہے کہ بیع کو مشتری کے حوالے

کر دے اور شری پر لازم ہے کہ بائع کو ثمن (قیمت) دیدے۔

ربو کے معنی | لغت میں ربو کے معنی زیادتی اور بھڑکی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں ربو ایسی زیادتی کہتے ہیں، جو غیر کسی مال معاوضہ کے حاصل کی جائے۔ زمانہ جاہلیت میں عموماً ربو اسی کو کہتے اور سمجھتے تھے جسے آج سود کہا جاتا ہے۔ یعنی ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ زیادتی یا نفع لینا۔ عرب میں اکثر دواج یہ تھا کہ ایک معین رقم، معین مدت کے لئے معین مقدار سود پر قرض دیدی جاتی تھی۔ مقروض نے اگر میعاد مقررہ پر رستم واپس کر دی تو مقررہ سود کے ساتھ ختم ہو گیا اور اگر مقروض میعاد مقررہ پر رقم واپس نہ کر سکا تو آئندہ کے لیے مزید سود کا معاملہ طے کیا جاتا تھا۔

آٹھویں سال فتح مکہ کے موقع پر حبیب آیات دوانا زلی ہوئیں تو ان کو ٹھٹھے ہی ربو کے معاوضہ معنی جو جاہلیت عرب کے زمانہ میں قرض تھے۔ یعنی قرض کی رستم پر معین نفع لینا، کو سب نے سمجھ لیا اور اس کو قطعاً جان کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ ربو کی یہ تعریف ایک حدیث میں ان اہل ظہر کی آئی ہے:-

مَلَكَ قَرْضٌ حَبْرٌ مُنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبَاٌ | ہر قرض نفع لائے وہ ربو ہے۔

اگرچہ اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے، حتیٰ کہ اس کی اسناد کو ضعیف بتایا گیا ہے، لیکن فقہاء کرام اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور سراج غیر میں اس حدیث کو حسن غیر قرار دیا گیا ہے۔ تاہم اگر کسی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں تامل ہو تو یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ربو کی جو تعریف حدیث مذکور میں بیان ہوئی ہے (یعنی قرض پر نفع لینا) آیات ربو کے نزول سے قبل بھی تمام عرب میں مشہور و معروف تھی اور جب آیات ربو نازل ہوئیں تو لوگوں نے مذکورہ بالا مفہوم کو دیکھا، اور اسی کو حرام قطعی جان کر ترک کر دیا تو اگر اس حدیث سے استدلال نہ بھی کیا جائے تو بھی لغت عرب اور دواج عرب اس کے مفہوم کو متعین کرنے کے لیے کافی تھا۔ لسان العرب میں ہے: الرِّبَاُ بَوَانٌ وَالْحَرَامُ كُلُّ قَرْضٍ يُؤْخَذُ بِهِ | ربو دو قسمیں ہیں۔ حرام ہر وہ قرض ہے جس پر کچھ زیادہ لیا اکثر ہٹاؤ یا عیب بہہ مُنْفَعَةٌ (لسان العرب) | جائے یا قرض پر کوئی منفعت حاصل کی جائے۔

لغت حدیث کی نہایت مستند کتاب نہایت اہم اثر میں ہے۔

تَكَوَّنَ ذَكَرُ الرِّبَا فِي الْحَدِيثِ وَالْأَصْلُ فِيهِ | احادیث میں بار بار ربو کا ذکر آیا ہے اور اصل اس باب میں الزِّيَادَةُ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ تَبَايَعُ | یہ ہے کہ بغیر عقد بیع کے راس المال پر کوئی زیادتی لینا۔

علامہ ابن العربی بالکل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ لفظ ربو عرب میں مشہور و معروف تھا اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ یہ آیت مجمل ہے اس نے شریعت کے قطعی مقاصد کو نہیں سمجھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جس میں وہ خود شامل تھے اور انہیں کی زبان میں بھیجا اور اپنی کتاب (قرآن) ان کی زبان میں آماری تاکہ ان کے لیے آسان ہو جائے اور بالغت عرب میں زیادتی کو کہتے ہیں اور مراد وہ زیادتی ہے جس کے

وَالْعَوْدُ فِي الْآيَةِ كُلُّ زِيَادَةٍ لَا يَتَابَلَهَا | مقابلہ میں مال عوض نہ ہو۔ (احکام القرآن)

علامہ ابو بکر جصاص حنفی علیہ الرحمہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

ربا کی ایک قسم وہ ہے جو بیع میں ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو بیع میں نہیں ہوتا اور یہی ربا اہل جاہلیت میں جاری تھا اور یہ ہے کہ قرض کسی میعاد کے لیے اس شرط پر دیا جائے کہ قرض لینے والا اس پر کچھ زیادتی ادا کرے۔

ان میں ایک کے معنی تو اسی ربا کے ہیں جس پر اہل جاہلیت کا قمار تھا اور دوسرے کے معانی ناپے یا تولنے والی ایک من کے تہہ و بالا میں تفاضل کے ہیں۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی جو مراد تھی اس کو زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص اور توقیف کے طور پر بیان فرمایا اور کچھ استدلال سے بھی واضح فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مراد دونوں طریقوں سے اہل علم پر واضح ہو گئی۔ جو ربو اہل بیع کے ہاں معروف اور معلوم رائج تھی وہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ درہم و دینار کے میادی قرض پر کچھ زیادتی جس کی شرح باہمی رضا مندی سے مقرر ہوتی تھی۔ بیع اس ربا کے نقد کے بیع سے واقف نہیں تھے۔ جس میں کہ ہم جنس میں تفاضل کیسے جاتے۔

اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اساد شرع توقیفی ہیں دوم یہ کہ یہ معلوم و مشہور ہیں (اور وہ اس طرح) کہ ربا جاہلی پر تھا کہ قرض موبل ہوتا تھا جس میں زیادتی کی شرط ہوتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو باطل قرار دیا اور حرام کیا، چنانچہ فرمایا اگر تم با زہب و تو تمہارے لیے اس المال ہے، اور آگے فرمایا (پھر وہ جو باقی رہ گیا ہو سو دین سے) مدت کے بدلے میں معاوضہ لینے سے منع کیا۔ اگر کسی پر ہزار درہم ہوئے ایک مقررہ وقت تک تو جلدی ادا کیل کی صورت میں کچھ کم کر دینے جاتے۔

اگر اس وقت اس کے اوپر ہزار درہم ہوتے تو کتنا کہ مدت بڑھاؤ میں سو درہم بڑھاؤ ان کا تو یہ جائز نہیں ہے کہ یہ سو درہم معاوضہ

۱۱ فَمِنْ رَبِّمَا مَا هُوَ بَيْعٌ وَمِنْهُ مَا لَيْسَ بَيْعٌ وَهُوَ رَبَا أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْقَرْضُ الْمَشْرُوطُ فِيهِ الْإِجْلُ وَزِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرَضِ - (احکام القرآن)

۱۲ مَعْنَايَانِ أَحَدُهُمَا الرِّبَا الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ وَالثَّانِي التَّفَاضُلُ فِي الْجِنْسِ الْوَاحِدِ مِنَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ - آگے فرماتے ہیں :-

۱۳ وَتَدْبِيرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا مِنْ مَرَادِ اللَّهِ بِالْأَلْفَةِ نَصًا وَتَوْقِيفًا وَمِنْهُ مَا بَيَّنَّاهُ لِيُلاَءِ خَلْفِي خَلْلَ مَرَادِ اللَّهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَعْلُومًا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالتَّوْقِيفِ وَالْإِسْتِدْلَالِ - وَالرِّبَا الَّذِي كَانَتْ الْعَرَبُ تَعْرِفُهُ وَتَفْعَلُهُ إِنَّمَا كَانَ قَرْضَ الدِّمَارِ هُوَ وَالْدَّنَا سِيرًا إِلَى أَجَلٍ بِزِيَادَةٍ عَلَى مَقْدَارِ مَا اسْتَقْرَضَ مِنْ عَلَى مَا يَتَرَاهُونَ بِهِ لَوْ يَكُونُ يُعْرِضُونَ الْبَيْعَ بِالنَّقْدِ وَإِذَا كَانَ تَفَاضُلًا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ -

۱۴ وَتَدْبِيرِ بَيْنَا أَنْ اسْمَاءَ الشَّرْعِ تَوْقِيفٌ وَالثَّانِي مَعْلُومٌ أَنَّ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ إِنَّمَا كَانَ قَرْضًا مَوْجَلًا بِزِيَادَةٍ مَشْرُوطَةً فَكَانَتْ الزِّيَادَةُ بَدَلًا مِنَ الْإِجْلِ فَابْطُلَ مَا لَمْ يَلَمْ اللَّهُ تَعَالَى وَحَرَمَهُ وَقَالَ إِنْ تَبَيَّنَ فَلَكَ رِيبٌ أَوْ سِوَاكَ الْكُفْرُ وَقَالَ تَعَالَى وَذُرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا حِطْرَانِ يُوْحِضُ لِلْأَجَلِ عَوْضٌ فَإِذَا كَانَتْ عَلَيْهِ الْفَتْ دَرَاهِمٌ مَوْجَلَةٌ فَوَضَعَ عَنْهُ عَلَى أَنْ يُعْجَلَهُ -

۱۵ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ الْفَتْ دَرَاهِمٌ حَالَةً فَقَالَ لَهُ أَجَلُنِي وَأَزِيدَكَ فِيهَا مِائَةَ دَرَاهِمٍ لَا يَجُوزُ

لان المسألة عوض من الاجل۔

میں مدت کا۔

الغرض قرآن مجید نے جس ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کا مشہور و متعارف مفہوم قرض دے کر اس پر نفع لینا ہے۔ ربا کے اس مفہوم میں نہ کرن اُٹھا دے اور نہ ابھام۔ زمانہ نبوی سے لے کر آج تک تمام صحابہ کرام و ائمہ دین اس کے حرام قطعی پہنچے تھے فقہ ہیں ربوا کی تشریح کے متعلق حضرت فاروق اعظم کا بیان

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَىٰ وَكَلَّمَ يُقْسِرُ هَٰذَا فَتَحَدِّثُوا - الرِّبَا - وَالرِّبَا -

(ابن ماجہ و دارمی)

شائبہ ہو۔

اس کی پوری تشریح بیان نہیں فرمائی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا لہذا سو بھی چھوڑ دو اور ان کو بھی چھوڑ دو جن میں سود کا

دوسری روایت کا مضمون یہ ہے جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

تین مسائل ایسے ہیں کہ مجھے یہ بتا دے گا کہ اس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق ہم پر مزید تشریح و توضیح فرمادے دو سکے تو میراث کے ہیں (یعنی داد اور کلاہ کی میراث) اور ربوا کے بعض ابواب و اقسام کی تشریح۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ بالا ارشاد دراصل ربا کی قسم دوم ہی کے متعلق ہے جس کا بیان حدیث نبوی میں آیا ہے۔ اسی قسم دوم کی تشریحات کے متعلق جناب فاروق اعظم نے تشکیلی کا اظہار فرمایا۔ یعنی یہ حکم ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چھ چیزیں بطور مثال کے بیان ہوئی ہیں اور دوسری اشیاء اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اشیاء بھی اسی میں داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے؟

یہ ہی وجہ ہے کہ آئمہ مجتہدین سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ امام شافعی دامام مالک دامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کا ضابطہ مقرر کیا اور دوسری اشیاء کو بھی اسی ضابطہ کے ماتحت اس حکم میں داخل قرار دیا۔

ربا کی قسم اول جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم کا مذکورہ بالا بیان اس کے متعلق ہرگز نہیں ہے کیونکہ قرض پر نفع لینا تو ربا کا ایسا مفہوم ہے، جو آیت ربوا کے نزول سے قبل ہی مشہور و معلوم تھا۔ اور قرآن نے اس کو حرام قطعی قرار دیا۔ پس قسم اول کے ربا کا حرام قطعی ہونا قرآن مجید و حدیث رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

سودی لین دین مفلسی و ناداری کی وجہ سے ہو یا تجارت کی غرض سے بہر حال حرام و ناجائز و منوع ہے

قراردیا ہے۔ یعنی قرض پر نفع لینا خواہ کسی بھی درجہ سے ہو بہر حال حرام ہے۔ سودی لین دین اپنی کسی مصیبت، ضلعی و ناداری کی بنا پر کیا جائے یا سرمایہ دار معمول تجارت کے لیے سودی معاملہ کرے۔ آیت حرم الربوا کے عزم و اطلاق کی بنا پر حرام قطعی ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ غریب و مصیبت زدہ شخص کو قرض دے کر اس پر سود لینا حرام ہے۔ لیکن سرمایہ دار معمول تجارت کو قرض دے کر سود لینا جائز ہے۔ ایسا خیال قرآن مجید کی کھلی ہوئی تخریص ہے۔ قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی تقریباتاً سو آیات سے اور متعدد احادیث میں سود کی ممانعت کا ذکر ہے مگر ان آیات و احادیث میں مذکورہ بالا خیال کا اثر راہ تک نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ربا کے معاملہ میں

اس فرق کو بیان نہیں فرمایا اور مطلقاً نہا کو حرام قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مطلق حکم کو بلا دلیل شرعی اپنی رائے سے معیار کر دے۔ اس لیے حق یہ ہی ہے۔ غریب و مصیبت زدہ کو قرض دے کر اس پر نفع لینا یا میرا یہ دار متول شخص اپنی تجارت ضرورت کی بنا پر قرض لے اور اس پر نفع لیا جائے۔ آیت حرم الربوا کے عموم و اطلاق کی بنا پر حرام قطعی ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے اور آیات ربوا کے شان نزول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آیات ربوا کے نزول سے پہلے عرب اور بالخصوص قریش کے تجارت پیشہ تاجر اپنی تجارتی اخراجات کے لیے قرض لیتے تھے اور اس پر سود دیتے تھے۔ (یعنی)

عرب کے لوگ قرض پر نفع لینے کو خواہ وہ کسی بھی وجہ سے ہو، بیع کی طرح حلال سمجھتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اس قول کی توبہ فرمائی اور واضح لفظوں میں یہ فیصلہ فرمادیا۔ بیع و ربوا کو یکساں سمجھنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے۔

ربا کی دوسری قسم | ربا کی ایک قسم، یعنی قرض پر نفع لینا، خواہ کسی وجہ سے اور غرض سے ہو کہ آیت حرم الربوا نے حرام و ممنوع قرار دیا اور حضور سرور عالم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم جو نکرہ شرع بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرعی اختیارات بھی دیئے ہیں تو حضور نے اپنے اس منصب خاص کی بنیاد پر بیع و شراء کی خاص صورتوں کو ربوا قرار دے کر حرام فرمادیا۔ آپ نے فرمایا۔

سونا چاندی، گندم، جو، بھجور، نمک، کالین دین برابر برابر ہونا چاہیئے۔ ان چھ چیزوں کے باہمی تبادلہ بیع میں کمی بیشی کرنا ربوا ہے اور ادھار کا معاملہ کرنا اگرچہ برابر برابر ہو، یہ بھی ربوا ہے۔ (بخاری)

چونکہ ربا کی یہ قسم پہلے سے سلاب میں رائج و مشہور نہ تھی اور عام لوگ قرض پر نفع لینے کو ہی ربوا سمجھتے تھے۔ اس لیے بعض وہ لوگ جنہیں اس حدیث کا علم نہ ہوا۔ اس قسم کے ربا کی غمٹ کے قائل نہ تھے۔ حتیٰ کہ امام فقہ و تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے عظیم و جلیل صحابی بھی اس قسم کے ربا کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ (مسلم) لیکن جب حضرت ابو موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو مذکور بالا حدیث سنائی تو انھوں نے اپنے سابقہ فتویٰ و عمل سے رجوع کیا اور اپنی غلطی پر استغفار فرمایا۔

پس سود کی ایک قسم تو وہ ہے جیسے آیت حرام الربوا نے حرام قطعی قرار دیا اور سود کی دوسری قسم وہ ہے جسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شرعی اختیارات کی بنا پر حرام قرار دیا یعنی بیع و شراء کی وہ مخصوص صورتیں جن کا بیان احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور جن کی توضیح و تشریح آئمہ صفحات میں بیان کی جا چکی (انشاء اللہ)

حضور علیہ السلام کا شرعی منصب | واضح ہو۔ حضور علیہ السلام قرآن کے شارح بھی ہیں، سورہ نحل کی آیت لَقَبْتُمْ ہمنے کی حیثیت سے حضور قرآن کے اجمال کی توضیح۔ اس کے جزئیات کی تفسیر اور اس کے ابہام کی قیہین فرماتے ہیں۔ اور حضور شارح بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرعی اختیارات بھی دیئے ہیں۔ شارح ہونے کی حیثیت سے حضور کسی چیز کو حرام یا حلال فرماتے ہیں گویا اس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو۔

سورہ اعراف کی آیت يَا مَعْشَرَ الْمَعْزُوفِ وَيَنْفُضُ عَنْ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الْعَلَيْتَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْغَبَاتِ سے واضح ہے کہ حضور کو شرعی اختیارات عطا ہوئے ہیں یعنی حلال و حرام و امرو نہی صرف وہی نہیں

کا اس معاملہ میں توضیح و تشریح نہ فرماتا بھی اللہ ہی کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق تھا۔ مرضی الہی یہ ہی تھی کہ خاص معاملہ محلِ دہم ہی رہے اور اگر محمد بن اپنے اجتہاد سے اسے طے کر لے اور اس طرح اُمتِ محمدیہ کے مجتہدین صواب کی صورت میں دواجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر کے سخی ہو جائیں۔

شرح سود کچھ بھی ہو بہر حال حرام ہے | **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ - ترجمہ :- اے ایمان والو! سود و دنا۔ دین نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔**

زمانہ جاہلیت میں۔ سود خواری کا عام رواج یہ تھا کہ ایک خاص میعاد معین کے لیے ادھار پر سود کا معاملہ ہوتا اور جب وہ میعاد سر پر آجاتی اور قرضدار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوتا تو اس کو مزید ہملت اس شرط پر دی جاتی کہ شرح سود بڑھا دی جاتی۔ اس طرح دوسری میعاد پر بھی ادائیگی نہ ہوتی تو مزید ہملت کے لیے سود کی مقدار اور زیادہ کر دی جاتی اور ایسا بار بار کیا جاتا جیسا کہ آج کل بھی سود خور کرتے ہیں اور اسے سود در سود کہتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں جاہلیت عرب کے اس ظالمانہ طریقہ کی مذمت کی گئی اور اس کو ممنوع و حرام قرار دیا گیا۔ لہذا آیت کے یہ معنی کرنا کہ سود اضعاف و مضاعف نہ ہو تو حرام نہیں؛ قرآن مجید کی تحریف بختری ہے کہ نہ کہ حرمت سود کی آیت حرم الربو ایں سود کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ اضعاف مضاعف ہو یا نہ ہو اور اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا۔

لَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا | میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت مت لو۔
 تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور اس کے احکامات میں تغیر و تبدل بہت زیادہ قیمت کے عوض کرنا جائز ہے و محاذِ اُشتر ایسے ہی اس آیت میں اضعافاً مضاعفہ کے الفاظ عرب جاہلیت کے سود و سود لینے کے طریقہ پر ٹیکہ کر کے اور اسے انتہائی ذریعہ کاغذ لانا داخل قرار دینے کے لیے ہے۔ یہ الفاظ سود کی حرمت کے لیے شرط یا قید ہرگز نہیں ہیں۔ اس لیے شرح سود خواہ کچھ بھی ہو سودی لین دین بہر حال حرام و ناجائز ہی ہے۔

سالہ سود کا مطالبہ بھی حرام ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا بُيُوتَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ فَنُتِلَّوْا حَتَّىٰ نَسْأَلَهُ
 اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سو گڑ مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی گرانقدر سودی زمینیں دوسروں کے ذریعہ باقی تھیں۔ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہو جانے کے بعد سابق کا مطالبہ بھی واجب الکر ہے اور ہلکا مقرر کیا ہو اسود بھی ا لین جائز نہیں ہے۔ اس کے بعد اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت و شدید وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانیٰ جنگ ہے۔ یہ وعید شدید ایسی ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم پر ایسی وعید کتاب و سنت میں نہیں ہے جس سے سود خوری کے گناہ کی شدت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

وَأَنْ تَبْتَغُوا مِنْكُمْ دُورًا أَمْوَالَكُمْ لَا تَحْطِلُوهَا (بَقُوعًا) | اگر تم تو بہ کرو۔ تو اپنا اصل مال لے لو۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ، نہ تمہیں نقصان ہو۔

یعنی سود کی رسم خواہ کتنی ہی ہو جائے اور وہ اضعاغا معاذ کی شکل ہی کیوں نہ اختیار کر جائے صرف دس اس مال اصل رقم ہی کے لینے کے حق دار ہو گے اور اصل رقم پر سود کا لینا ہر حال حرام و گناہ قرار پائے گا۔

شان نزول | آخر تفسیر نے دُور و مابقی من الربو کا شان نزول یہ بیان فرمایا ہے۔ قبیلہ بنو ثقیف کے خاندان۔ بنی عمرو بن عیاد اور بنو مغیرہ کے ایک خاندان بنو مغیرہ کے درمیان زمانہ جاہلیت کے سود کا لین دین چلا آتا تھا۔ ان میں سے قبیلہ بنی خزوم کے ایک خاندان بنو ثقیف جو طائف کے رہنے والے ہیں۔ ان کا ایک وفد عمرو بن عیاد کی قیادت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (مدینہ منورہ میں) حاضر ہو کر مشرف بر اسلام ہو گیا (البادیہ والنہایہ لابن کثیر) مسلمان ہونے کے بعد ان لوگوں نے آئینہ کے لیے سودی کاروبار سے تو بہ کر لی لیکن پچھلے معاملات کے سلسلہ میں بنو ثقیف کی ایک بڑی سودی رسم بنو مغیرہ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ جب انھوں نے اس کا مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے جواب دیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اب ہم سود ادا نہیں کریں گے کیونکہ جیسے سود کا لین حرام ہے۔ اسی طرح اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اس جھگڑے کا مقدمہ حضرت عتاب بن اسید کی عدالت میں کہ میں پیش ہوا۔

حضرت عتاب یا حضرت معاذ نے بھنور نبویؐ اس معاملہ کے متعلق عرض کیا کہ اس مقدمہ کا کیا فیصلہ کیا جائے۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ سب بیان ہوا تو سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا | اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود

اس آیت میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ حرمت سود کی آیات کے نزول کے بعد جس کسی کے بھی ذمہ سود کی رقم واجب الادا ہے اب اس کا لینا اور دینا جائز نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عتاب بن اسید کو یہی جواب بجا دیا۔ چنانچہ آیت قرآنی سن کر بنو ثقیف و بنو مغیرہ نے بالاتفاق تو بہ کی اور یہ عہد کیا کہ اب ہم سود کی رسم کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

سود کے متعلق حضور کا ایک خطبہ | چنانچہ سلسلہ جہاد الوداع کے موقع پر بقیع منیٰ حضور علیہ السلام نے اپنے مقدس خطبہ میں اس شان فرمایا۔

خوب سمجھ لو جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے میل دی گئیں اور زمانہ جاہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام آئینہ کے لیے ختم کر دیئے گئے اور سب سے پہلا انتقام میں ساقط کرنا ہوا۔ وہیہ بن حارث کا جو قبیلہ بنی سعد بن رضاعہ کے لیے دیئے گئے اور ان کو ہڈی لے کر قتل کر دیا تھا۔ (اسی طرح)

۱۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا اور حضرت معاذ بن جبل کو ان کے ساتھ تعلیم قرآن و سنت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

۲۔ عینی شرح بخاری ج ۱۱ ص ۲۷۸ و مع والعیانی، تفسیر بحر محیط، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، البیہار والنہایہ۔

وَرِبَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ أَوَّلُ رِبَاءٍ أَصَحُّ
رِبَاءٌ عِبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَصَاتِهِ مَوْضُوعٌ
مُكَلَّدٌ - مسلم بروایت جابر بن عبد اللہ -

زنا زنا جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو میں
ساقط کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے وہ سب کا
سب ختم کر دیا گیا۔

حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عظیم و جلیل خطبہ اسلام میں دستور و اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نے
(زمانہ جاہلیت) کے قتل و خون کے انتقام ساقط کر دیئے۔ اسی طرح گزشتہ زمانہ کے سود کو بھی ختم کر دیا اور اس کی ابتدا و سب سے
پہلے اپنے خاندان سے فرمائی۔

۱۔ حضرت عباس اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شرکت میں کاروبار تھا اور ان کا طائف کے بنی ثقیف کے ساتھ
لین دین تھا۔ حضرت عباس کی ایک بھاری رقم بحساب سود، بنی ثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی۔ جب حضرت عباس نے
بنی ثقیف سے اپنی سودی رقم کا مطالبہ کیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عباس کو اپنی سودی رقم کے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔
سودی لین دین گنہ عظیم ہے | میں چند احادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ سے ڈرے والوں اور آخرت پر بخیر عقیدہ
رکھنے والوں کے لیے تو یہ ہی چند احادیث کافی ہیں۔

۱۔ الرِّبَاءُ اثْنَانِ وَ سِتُونَ مِائَةً أَوْ ثَمَانًا
مِثْلَ اثْنَانِ الرَّحْبِلِ أَمَّةٌ
(مسلم، - بیہقی، - ابن ماجہ و ابن جریر)

۲۔ حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ السلام نے سود لینے والے اور سود دینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے
گواہوں پر لعنت فرمائی (بخاری)

مَلْعُونُونَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (ترمذی)

۳۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سود کا ایک درہم جس کو جان کر کوئی کھائے۔ وہ
درہم ربایا کلمہ الرجل وهو يلعو اشد
من سب و شلاشین ذنیۃ (احمد)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب معراج ساتویں آسمان پر پہنچ کر جب میں نے اسے اوپر نظر اٹھائی تو چمک
کر نکلا اور گرج دیکھی۔ پھر مرا گدڑ ایک ایسی قوم پر ہوا۔

فَأَنفَيْتُ عَلَى قَوْمٍ يَبْطُونُهُمْ كَالْبَيْوتِ فِيهِمَا
الْحَيَاتِ تَوَحَّى مَنْ مِنْ خَارِجٍ يَبْطُونُهُمْ هَلَنْتِ مِائًا
جَبْرًا مِثْلُ مَنْ هُوَ لَآءُ فَتَالُ هُوَ لَآءُ الْكَلْبَةِ الرِّبَا
(احمد ابن ماجہ)

جن کے پیٹ کروں کی طرح (بڑے بڑے) تھے۔ ان میں
سانپ جھے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ میں
نے جب میل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؛ جبرئیل نے جواب
دیا یہ سود خوار ہیں۔

نیز حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے خود خوار کو خون کی نہریں دیکھا۔ جب وہ اس نہر سے نکلتا چاہتا تو گناہ سے پرکھڑا ایک شخص اس کے منہ پر اس زور سے پتھر مالتا کہ وہ پھر اس خون کی نہریں گر جاتا۔ میں نے پوچھا کہ خون کی نہریں کون تھا؟ کہا اچھ کی البریہ۔
(سورہ بقرہ)

۱۲. اَلَا اَنْ تَكُوْنَ تَحَارَةً حَاضِرَةً لِشِدَّةِ يَوْمِهَا
بَيْنَكُمْ (بخاری)

یہ سورہ بقرہ کی ایک طویل آیت کا ایک حصہ ہے جس کی ابتدا یا ایھا الذین امنوا ذاتیہم بیدین سے ہوتی ہے۔ ان آیات کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب عین دین کا کوئی معاملہ کرو تو پوری دیا مندی سے اسے لکھ لو تاکہ بھول چوک اور دیون کے کار کا اندیشہ نہ رہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے وثیقہ فوسیقی کا علم دیا ہے اسے چاہیے کہ بلا کسی کمی بیشی کے جوڑے ہوا ہے وہ پوری ایمانداری سے لکھ دے اور اگر دست بدست سودا ہوا ہے تو اسے نہ لکھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس صورت میں عین دین ہر معاملہ ختم ہو گیا اور دلی اغریض باقی نہ رہا نیز دست بدست خرید و فروخت (جیسے بازاروں میں ہوتی ہے) بجزرت جاری رہتی ہے اس میں کتابت اور شہاد کی پابندی لوگوں پر شاق و گراں ہوگی۔ اس بنا پر اگر ایسی خرید و فروخت نہ لکھی جائے چنداں حرج نہیں۔

سیدنا امام بخاری علیہ الرحمہ کی یہ عادت کر یہ ہے کہ عزوان کے مناسب آیات قرآنیہ لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ کتاب البیوع کے ابتدا میں آپ نے چند ایسی آیات قرآنیہ تحریر فرمادیں جن میں تجارت اور اس کے مابطلوں کا بیان ہے۔

اَبْ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِذَا أَقَضْتُمْ
بِضْلُوهُ فَاتَّبِعُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا
مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ۝ فَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا
انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا خُلِعَ مَعَ اللَّهِ
خَيْرٌ مِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

۱۔ یہ آیات سورہ حمد کی ہیں۔ حمید کا نام عربی زبان میں مذکور تھا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس کا نام تجو رکھا وہ کعب بن لؤی ہیں۔ جبکہ وہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن نماز کے لیے جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے ۲۔ پہلا جہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ پڑھا اس کے متعلق اصحاب یہ کہ بیان ہے کہ حضور علیہ السلام جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو بارہویں ربیع الاول بروز پیر، چاشت کے وقت مقام قبہ میں اقامت فرمائی، پیر، منگل، بدھ، جمعرات تک یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ روزِ جمعہ مدینہ طیبہ کا عزم فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن وادی جبکہ وقت آیا۔ اس جگہ لوگوں نے مسجد بنائی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں خطبہ دیا اور جہو پڑھایا۔ ۳۔ جبکہ دن سید الایام ہے جو مسلمان اس روز امتحان کرے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے اور فقہ قرہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: اِذَا مَنَّ اللَّهُ

لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِذْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ اتِّعَازُ الْاِذَا نِ هِرْجِو كَے دِن تِرْ قَامِ مِثْلِ هِرْجِو كَے اَلْمِی سَے غُفْلَتِ كَا سَبَبِ هِرْجِو سَب كُوتَر كِرْ دُودِ اُورِ جِبْ نَا زِ جِبْ خَتَمِ هِرْجِو مَے تَوَابِ مَاسَاسِ كَے كَامِو مِی مِثْلِو ہونا ہا زِ وِجِا ہ ہے ۴۔ اُس ایت كَا شَانِ نَزولِ یسے كَے حُضُورِ نبی كَرِ مَے اَللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمِ مِی دُودِ جِبْ خَطْبِ فَرَا ہ تھے۔ اُس عَالِ مِی تَا جِرِو كَا اِیك قَا فِذْ اُیَا دِ حَسْبِ وِستُورِ اس قَا فِذْ كَا اَمَلِ كَا اِطْلَا عِ كَے لِیے طِبْلِ بَیْجَا یَا۔ یہ زَمَانِ ہِستِ تَحْلِ وِگَرَانِ كَا تَحَا لُوكَ ہا یں خِیَالِ اس قَا فِذْ كَا حُرُفِ چلے گئے كَے اِیسا نہ ہر كِرِو كَے سَے (اِجْناس) ہا لِ تِجَارَتِ خَتَمِ ہِرْجِو مَے اُورِ ہِمَ نہ پَا سِی كِی اَللّٰہِ سَجْدِ شَرِیْفِ مِی حُرُفِ ہا دَ اُدی رُہ گئے۔ اُس پَرِ یہ ایت كَرِ ہا زِلِ نَا لِ لَوْ تَا كُنْتُمْ اَنْفُسًا كُفَّيْتُمْ كُنْتُمْ اَنْفُسًا طِلَّ | اُسے اِیْمَانِ دَالِو۔ تَمِ اُپسِ مِی اِیك دُوسرے كَا مالِ نَا ہا زِ طَرِیْقِ سَے مَتِ كَھا دِ گِرِو كَے لَیْنِ دِلِ ہِرْ اُپسِ مِی غُشِی سَے۔

۱۔ یہ ایت مِیْنِ دِیْنِ كَے مَتْعِنِ اِیك اِصُولِ وِیْنِا دِ ہِیا كِرِ ہے اُس ایت نَے اِن قَامِ طَرِیْقِو كَا حُرَامِ وِمنوعِ قَرَارِ دِیا ہے جو باطلِ ہِی لُغْظِ باطلِ اِیك جَا عِ لُغْظِ ہے جس كَے دائرہ مِی ہر وہ چیز اُجَا لِ ہے جو اُزِ دُوسرے شَرِعِ حَلَالِ نِہِی۔ جیسے سُود، رِشْوَت، خِیانت، بَدِیْنَتِی غُصْب، دُھوكَا، فَرِیْب۔ ایسے جس قَدْرِ عَامِ طَرِیْقِے ہِی سَب باطلِ ہِی اُورِ سَب كَا مَناہِتِ ہے۔

۲۔ تِجَارَةُ عَنْ تَوَاضُعِ مَسْكُو كَے جِبِو سَے خُصُوصِی طُورِ پَرِ اُس اَمَلِ كُو یَا عِ اِن كِیَا ہے كَے جو مَناہِتِ دِیْنِ تِجَارَتِ ہَا ہِی رِضْمَنْدِی یسے جو ہا زِ ہے اُورِ جس مِی جِبِو اُرا كِرِو دُخْلِ ہر۔ جَانِیْنِ كِی رِضْمَنْدِی نہ ہو دہ حُرَامِ اُورِ باطلِ ہے۔ اُس سَے دَاخِ ہِرْ اُكُ كِی كَے مالِ یَا ہَا دِ اُورِ زِ ہر دُستی قَبْضَ كِرِ لَیْنَا عَوَا قَبْضَ كَے سَے دَالَا كُو نِ ہِرْ اُورِ دُخْوَا دہ یكے ہِی اچھے اُورِ نِیك كَا مَ كَے لِیے اِیسا كِرے اِسلامِ كَا رُودِ سَے نَا ہا زِ وِجَامِ اُورِ عِلْمِ عَظِیْمِ ہے۔ حُضُورِ سَیِّدِ عَالَمِ نُورِ عِزِّ مَے اَللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمِ نَے فرمایا۔

اَلَا تَرَ كَظَمْلَیْمُوْا اَلَا تَرَ كَیْحِلَ مَالِ اِمْرِئٍ اِلَّا وَطِیْبٍ | خَبَرِ دَا عِلْمِ ذِكْرِنَا، خَبَرِ دَا كِی شَخْصِ كَا مالِ دُوسرے كَا حَلَالِ نِہِی | فَطِیْبٍ جِئْتُمْ (بِیَقِ، دَارِیْقِ، رِشْكُوۃ) | كَمِ اُس كِی رِضَا وَا جَا زَتِ سَے۔

تِزِ حُضُورِ نَے فرمایا جو كُو نِ كِی كِی اِیك بَا شَتِ ہِرْ زَمِیْنِ نَاقِی مَاصِلِ كِرے كَا قُرَاسِ كَے گُھے مِی | طُوقَةُ فِی سَبْعِ اَرْضِیْنِ (مَسْلُوۃ) | قِیَا مَتِ كَے دِن، زَمِیْنِ كِچے یہ سَاوِو طَبِیْقِ ہَا رِی طَرِجِ ڈالے ہَا یں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے اللہ علیہ وسلم کی بہت حدیثیں بیان کرتا ہے اور یہ بھی کہتے ہو کہ مجاہدین و انصار ابو ہریرہؓ کے برابر کیوں حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ اور بات یہ ہے کہ میرے بھائی مباحہ بن با ز اہؓ میں خرید و فروخت میں رہتے، اور میں تو جہاں پیٹ بھر گیا رسول اللہ ﷺ سے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہی رہتا۔ وہ غائب ہوتے ہیں آپ کے پاس حاضر رہتا۔ وہ بھول جاتے ہیں یاد رکھنا اور انصاری بھائی اپنی زمین کے کاموں میں

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَسْمَعُ تَقُولُونَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْتَبُ الْحَدِيثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُونَ مَا بَالَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنْ أَخَذَنِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَيْسَعَلَمُ صَفْقٌ بِأَلْسِنَاتِي وَكُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِثْلِ بَطْنِي فَأَمْسَمْتُ إِذَا غَابُوا وَاحْفَظْتُ إِذَا أَسْأَلُوا كَانَ لَيْسَعَلُ أَخُو فِی مِنَ الْأَنْصَارِ

عَمَلُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَكَانَتْ أَمْرًا مُسْكِنًا قَبْلَ مَسْأَلَتِي
الصُّفَّةِ أَيْ جَيْنَ يَسُونُ وَهَذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ يُخْبِرُ أَنَّ لَهُ
يَبْسُطُ أَحَدُ ثَوْبِهِ حَتَّى أَقْضَى مَقَالَتِي هَذِهِ
ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ الْآخِرَ عَلَى مَا أَقُولُ فَيَبْسُطُ
ثَمَرَةً عَلَيَّ حَتَّى إِذَا أَقْضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَهَذَا
نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ (بخاری)

رہتے۔ میں ایک غیر آدمی تھا۔ صفہ کے مسکین سے یہ معمول
جاتے ہیں یا تو رکھتا تھا اور ایسا جھلیک یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حدیث بیان فرما رہے تھے۔ اتنے میں آپ نے فرمایا
کوئی میری ٹھنگو پر ہی ہونے تک اپنا کپڑا پھیلا دے۔ پھر سمیٹ
لے تو اس کو میری باتیں یاد رہیں گی۔ میں نے ایک کلمہ جو
اڑے تھا پھاڑی اور جب آپ ٹھنگو ختم فرما چکے میں نے اس کو
سمیٹ کر اپنے سینے سے لگایا پھر جو آپ نے فرمایا میں اس میں
سے کوئی بات نہ بھولا۔

فوائد و مسائل

۱۔ اس حدیث میں صفیٰ یا الاسواق ترجمہ بازار ہے یعنی وہ تجارت جو جانین کی رضا سے ہو
حلال ہے اور جو جانین کی رضا سے نہ ہو حرام ہے۔ خورد فرمانیے کو جبر و اکراہ اور زبردستی سے کھانے کی چیز
کو خرید لینا ممنوع ہے مالاںکو جو چیز جاری ہے اس کی قیمت ادا کی جا رہی ہے تو جب یہ ممنوع ہے تو بلا عرض جبر و اکراہ کر کے کسی
کی ذات یا مادہ یا زمین وغیرہ کو حاصل کرنا بطریق اولیٰ حرام و ناجائز قرار پائے گا۔ علامہ ابنی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے۔

التجارة المحاصلة بالتراضي وهي حلال والاخر
التجارة المحاصلة بغیر التراضي وهي حرام
دل علیہ قولہ عز وجل لا تأکلوا اموالکم
ببینکم بالباطل۔

غریب و فروخت جانین کی مرضی سے ہو تو حلال ہے اور اگر
جانین کی مرضی سے نہ ہو تو حرام ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت
کا بھی یہ ہی معنی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال، باطل
طریقہ پر نہ کھاؤ۔

۲۔ اس حدیث کو امام مسلم نے فضائل میں۔ نسائی نے علم۔ میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ پر لوگ اعتراض کرتے تھے کہ آپ کثرت سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث میں انھوں نے اس کی
وجہ بیان کر دی کہ ہماری انصاف تو کھیتی باڑی اور خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے۔ لیکن ابوہریرہؓ تو ایک ایسا مسکین و فقیر
شخص ہے جو دنیاوی مشغول سے بے نیاز و رہنمی پر پڑا رہتا تھا۔ دوسری وجہ کثرت حدیث کی یہ ہے کہ میں نے حضورؐ کے ارشاد و
مطابق چادر پھیلائی اور پھر سمیٹ کر سینے سے لگائی۔ اب حضورؐ سے جو کچھ سنتا ہوں وہ سب مجھے یاد رہتا ہے۔ یہ حضورؐ کا مجھ سے کہنا ہے
حضرت ابوہریرہؓ کو قربت حافظہ عطا فرما۔ اسی ضمن میں دوسری حدیث کے آخری جملے یہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔

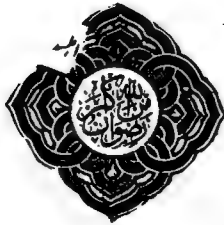
فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدُ (بخاری)
فَمَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْبٍ لَمَّا قَدَّ مَسْأَلًا
الْمَدِينَةَ أَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ

اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

عبد الرحمن بن عوف نے کہا جب ہم ہجرت کر کے مدینہ میں
آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اور سعد بن ربیع
انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

الرَّيْبِ إِلَى أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا فَافْتَسَحَ
لَكَ بَصُفَ مَالِي وَالْعَلَىٰ رَوْحِي هُوَ يَت
نَوَّلْتُ لَكَ عَنْهَا فَذَا حَلَّتْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
لَحَاجَةً لِي فِي ذَلِكَ مَلَأَ مِنْ سَوْقٍ
فِيهِ بَجَاهَةٌ فَقَالَ سَوْقٌ قِيْلَ فَقَالَ
مَنْ لَكَ عِنْدَ آخِافٍ بِأَقِطٍ وَشَمْنٍ فَقَالَ
ثُمَّ تَابَعَ الْعَدُوَّ وَفَمَا لَيْتَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
عَلَيْهِ أَشْرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتُ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ وَمَنْ
قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ كَمْ سَقَتْ فَقَالَ
زَمَنَتُ نَوَاةً أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ
لَهُ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِيَّوْا لَوْ
بِسَاءَةٍ (بخاری)

نے کہا کہ میں انصار کے زیادہ مالدار افراد میں ہوں۔ اس لیے
اپنا اُدھال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود کچھ لیں کہ میری د
بیروں میں سے آپ کو کرن زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لیے انھیں
اپنے سے جدا کر دوں گا۔ جب ان کی عدت پوری ہو جائے گی تو آپ
ان سے شادی کر لیں۔ اس پر عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ نے
فرمایا، مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ (یہ بتائیے کہ کیا مال
کوئی بازار بھی ہے جہاں کا دوبار ہوتا ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے سونے
قیض فاح کا نام لیا۔ جب صبح ہوئی تو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ پیئر
اور گھل لائے (بیچنے کے لیے) پھر وہ برابر درخیز فروخت کے لیے بازار
جائے گئے کچھ دنوں بعد، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے تو زرد رنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) لگا ہوا تھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تیری کرل؟ انھوں نے کہا کہ ہاں
آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ کس سے؟ عرض کیا کہ ایک انصاری خاتون
سے، دریافت فرمایا۔ اور مہر کتنا دیا؟ عرض کیا کہ ایک ٹھٹھل برابر سونا یا
یاد یہ کہا کہ سونے کی ایک ٹھٹھل دی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
نے فرمایا۔ اچھا تو پھر ولیہ کرو، خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔



عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ سَعْدٌ دَائِغِي فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ أَتَايَكَ مَالِي يَفْضِلُنِي وَأَنْزِلَكَ قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَتَوَفَّى عَلَى السَّوِيِّ فَمَارَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَهْلًا وَ سَمْنًا فَأَقْبَلَ بِهِ أَهْلًا مَسْرُومًا فَعَلَّكَتَا يَسِيمًا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ فَجَاءَهُ وَعَلَيْهِ وَصِيٌّ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْمٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَدَّدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ مَا سَأَلْتَ إِلَيْهَا فَقَالَ نَوَافَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ قَدَنْ نَوَافَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَرَأَيْكَ لَوْ بَشَاةٌ

(۱. بخاری)

[illegible]

فوائد و مسائل ان دونوں حدیثوں میں ہلکے سے صوفت (فیہ) بھجوانا اور دلوں پر صوفت کے
 اخلاط تریزاں صاب میں ہیں۔ یعنی حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا کہ مجھے تو باز کا راستہ بتائیے۔ یہاں
 کوئی بنا رہا ہے جہاں تمناوت برتی جو۔ آخر صوفت یعنی حضرت عبدالرحمنؓ کے بدی پر اس خوشبو کا (زند) نشان تھا۔ جو
 صاب شب زفاف استعمال کرتے تھے۔ بعض روایات میں زعفران کا لفظ آیا ہے کہ ان کے بدن پر زعفران کے رنگ کا اثر
 تھا۔ حضورؐ نے مرد کے لیے زعفران کے رنگ کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ عبدالرحمنؓ کے بدی پر اس رنگ کو دیکھ کر حضورؐ نے
 کیوں اعتراض نہ فرمایا۔ شارحین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ اول یہ کہ رنگ نہایت محمول تھا۔ دوم یہ کہ رنگ تو ان
 کی بیوی کے کپڑوں پر تھا۔ ثمران کے کپڑوں پر بلا قصد اس کا کچھ اثر آگیا تھا۔ سوم یہ کہ اول اسلام میں شادی کے موقع پر اس کے
 اجازت تھی۔ اس لیے حضورؐ نے اعتراض نہ فرمایا۔ سیدنا امام مالک کے مذہب میں مرد کے لیے بھی اجازت ہے۔ امام شافعی
 و امام احمد نے نزدیک مرد کے لیے جواز نہیں۔ کہ مسکت اہی حکم اعطیت۔ حضورؐ نے فرمایا مگر کنایا۔ عرض کی۔
 ورنہ نواۃ ابو سعید کہتے ہیں۔ زناہ پانچ درجہ وزن کا ہوتا ہے۔ ام احمد ان خلیل فرماتے ہیں۔ زناہ تین درجہ وزن کا ہوتا ہے۔ کسی
 کہ زناہ کا وزن کچھ ربع سونے کے برابر ہے اور توحی میں امام احمد سے تین درجہ اشد ثلث مردی ہے۔ اخلاف کے نزدیک مگر کم
 از کم مقدار دس درجہ ہے۔ اگر اس سے کم مرد یا عورتی تو دس درجہ مہربی واجب ہوگا۔ اور اگر حضورؐ نے فرمایا۔ ویلکرو۔ اکثر علما کے

دو ایک دلیہ متحب ہے۔ وفقی التلویح الولیستہ فی العرس مستحیة۔ امام شافعی بھی استحب کے قائل ہیں اور داؤد و حرب کے۔ قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس پر اجماع ہے کہ دلیہ کے لیے کوئی مقدار معین نہیں۔ غلام خطابی نے فرمایا۔ اہم از کم ایک بکری سے دلیہ کیا جاتے۔

دعوت دلیہ سنت ہے۔ شب زفاف کی صبح کو چڑھیا فت کی جاتے اسے دلیہ کہتے ہیں۔ عربیہ

دلیہ کے چند مسائل

اقارب، دوست اور محلہ کے لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت دی جاتے۔ دلیہ کی دعوت میں حضور نے فرمایا۔ بُرا دلیہ وہ ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور عیال و غنیمت کو نہ بلایا جائے (مسلم) دلیہ کی دعوت اور رسول کی نافرمانی کی۔ دلیہ اگر ادا سے سنت کی نیت سے کیا جائے تو باعث ثواب و برکت ہے۔ حضور نے سب سے بڑا دلیہ حضرت علیؓ پر کیا۔ جس میں ایک پوری بکری کا گوشت پکایا گیا تھا۔ (مسلم) اس دلیہ میں حضور نے حاضرین کو پیٹ بھر روٹی کھلایا۔ (بخاری) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دلیہ میں بھجری، پنیر اور گھی (بخاری) یا ستودہ بھجری تھیں (ترمذی) مہر مال دلیہ کی ضیافت حسب استطاعت کرنا سنت اور باعث برکت ہے۔ حسب استطاعت ہی دلیہ کی ضیافت کرنی چاہیئے۔ اس کے لیے قرض لینا مناسب نہیں۔ جو چیز مہر ہے اسی سے دعوت کر دی جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ عکاظ اور حنینہ اور ذوالحجاز جاہلیت کے زمانہ کے بازار تھے۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں غریب و فروخت کو بُرا سمجھا۔ اس پر (سورہ بقرہ) کی یہ آیت نازل ہوئی کہ حج کے موقعوں میں تم کو اپنے رب کا فضل (دروزی) تلاش کرنا گناہ نہیں۔ جناب ابن عباسؓ کی قرأت میں یہ نہیں ہے۔

قَالَ كَانَتْ عَكَاظُ وَمِحْنَةُ وَذُو الْمَجَازِ اسْوَاقًا
الْجَاهِلِيَّةَ خَلَّتْهَا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأْتَهُمْ
تَأْتِمُورُهُ فَتَرْت لَنْت لَيْسَ عَلَيْهِمْ كُوجُنْعُ
أَنْ تَبْعُوا فَضْلًا مَنْ رَزَقُوا فِي هَوَا سِيرِ
الْحَيَّ قَرَاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ (بخاری)

بَابُ الْحَلَالِ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

باب حلال بھی واضح ہے اور حرام (چیزی) بھی ظاہر ہیں اور اس کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حلال (صاف صاف) کھلا ہوا ہے اور حرام بھی (صاف صاف) کھلا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں۔ پس جس لے اس چیز کو چھوڑا جس کے گناہ ہونے میں شبہ ہے تو وہ ان چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا۔ جن کا گناہ ہونا واضح ہے۔ لیکن جو شخص ان چیزوں کے کرنے کی جرأت کرے گا۔ جن کے گناہ ہونے کا شبہ ہے۔

عَنِ الثَّعْلَنِيِّ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ
بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ
تَوَكَّلَ مَا شَبَّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا
اسْتَبَانَ أَتَرَكَ وَمَنْ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشْكُ
فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْ شَكَّ أَنْ يُوَاصِفَ مَا اسْتَبَانَ
وَالْمَعَاصِيَ حَتَّى يَأْتِيَ حَوْلَ الْحِلِّ
يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ (بخاری)

تو یہ غیر مترقب نہیں کردہ ان گناہوں میں مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح اور یقینی ہیں۔ نگاہ اللہ تعالیٰ کی حتیٰ ہے جو اس کے ارد گرد پرے گا۔ اس کا اس حتیٰ کے اندر چلا جانا غیر مترقب نہیں ہے۔ (بخاری)

فائدہ مسئلہ

یہ حدیث مغزین اور درود روح اسلام ہے۔ **الْحَلَالُ بَيْنُ**۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حلال جزائز بین یعنی کتاب و سنت و اجماع امت سے ان چیزوں کا حلال ہونا بالکل واضح و ثابت ہے۔ حلال بین اور کچھ اشیاء اور امور ایسے ہیں جن کی حرمت منصوص ہے یعنی ان کا حرام یا ناجائز ہونا کتاب و سنت سے ثابت اور بالکل واضح ہے۔ تو جن امور اور چیزوں کا دلائل شرعی سے حلال ہونا یا حرام یا ناجائز ہونا واضح طور پر ثابت ہے۔ ان میں نہ کوئی ایسا اور نہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش۔ جیسے بکری یا گائے کا گوشت حلال ہونا اور شراب اور خمر کا حرام ہونا۔ ان کے علاوہ ایک تیسری قسم مشبہات کی ہے۔ مشتبہ وہ چیزیں ہیں جن کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق دلائل متعارض ہوں۔ ایسے مشبہات سے احتیاطاً پرہیز کر جانے کیونکہ ان سے پرہیز نہ کرنے والا ممکن ہے عورات میں پھنس جائے۔ حضور علیہ السلام نے اس نکتہ کو ایک مثال سے ذہن نشین کرایا ہے۔ حلی۔ شاہی چراگاہ میں جانور چرانا حرام ہے۔ چروشیار اور بگھو دار چرواہے جانوروں کو شاہی چراگاہ سے دور رکھتے ہیں۔ تاکہ کوئی جانور بے قابو نہ ہو کر اس میں نہ پھنس جائے اور وہ جو چرواہے ہیں۔ عمر بے احتیاط چرواہے شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور لے جاتے اور اس بے احتیاطی کا نتیجہ ہر تہہ کے ان کے جانور وہاں پھنس جاتے ہیں اور چرواہے عرم قرار پاتے ہیں۔ تو ایسے ہی مشبہات کو اختیار کرنے والے کے لیے یہ امکان ہے کہ وہ کبھی واضح حرام فعل کا ارتکاب کرے۔ اس لیے احتیاطاً کا تقاضا یہ ہے کہ مشبہات سے پرہیز کیا جائے۔

فائدہ

حلی۔ اس زمین کہتے ہیں۔ جسے شاہان عرب اپنے جانوروں کے لیے مخصوص کر دیتے تھے اور اس کی حدیں مقرر و متعین کر دیتے تھے۔ اس مخصوص زمین (شاہی چراگاہ) میں عام لوگوں کو اپنے جانور چرانا منع تھا۔ تو سی طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سی اشیاء کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حرام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخصوص چراگاہیں ہیں۔ جن کی حرمت کو توڑنا گناہ ہے۔ تو حلال و حرام کے درمیان ایک گھاٹی ہے جسے مشبہات سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہذا اس گھاٹی (مشتبہ) پر نہ چلنا زیادہ بہتر و انسب ہے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشْتَبِهَاتِ

باب مشبہات کی تفسیر کے متعلق

امام بخاری علیہ الرحمہ اس عنوان کے تحت چند ایسی حدیثیں لکھی ہیں۔ جن میں مشتبہ کے معنی و مفہوم کی وضاحت ہوئی ہے۔ ان حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے مشبہہ کی بنا پر احتیاطی حکم دیئے ہیں۔ تعلیم امت کے لیے درہ حضور علیہ السلام پر سن کر اصل وقت و حقیقت منکشف تھی۔

حضرت حسان بن الی سنان نے فرمایا کہ درج سے زیادہ آسان چیز میں نے نہیں دیکھی۔ شہر کی چیزوں کو کھڑو کر دے راستہ اختیار کر دے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

قَالَ حَسَّانُ بْنُ عَلِيٍّ
سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
إِنْ مَلَكَ يَرْيَبُكَ (بخاری)

عَنْ عَقِبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ امْرَأَةً مَوْدَاعَ
جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا ارْضَعُهَا فَذَكَرَ
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت آنی اور وعری کیا کہ میں نے عقبہ اور ان کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کا بچہ حضور خلیہ اسلام سے کیا۔ حضور

وَبَشِّرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ
وَقَدْ قِيلَ وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِمَامٍ
ذَ النَّمِينِ (بخاری)

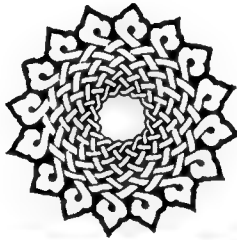
نے اعراض فرمایا اور ٹکرا کر فرمایا۔ اب جب کہ ایک بات کہ
دی گئی ہے تو اب تم دونوں (میاں بیوی) کی حیثیت میں کیے
رہ سکتے ہو۔ ان کے نکاح میں ابراہام نبی کی صاحبزادی تھیں۔
یہ بھی شہادت کی ایک مثال ہے۔ اگرچہ محض دودھ پلانے والی عورت کی بات پر نکاح منع نہیں ہوتا۔ تو تو وہ قانونی حیثیت ناقابل
قبول ہی تھی مگر جب اس عورت نے دونوں کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا تو ایک شبہ ضرور پیدا ہو گیا کہ ممکن ہے اس عورت نے ان دونوں
میاں بیوی کو دودھ پلایا ہو اور دونوں کو معلوم نہ ہو کہ ہم نے ایک ساتھ دودھ پیا ہے۔ تو اس شبہ کی بنا پر حضور نے فرمایا کہ اب تم دونوں
میاں بیوی کی صورت میں کیے رہ سکتے ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُبَيْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ
عَمِدَةً إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةَ
زَمْعَةَ مَتَّى فَأَقْبَضَهُ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ
أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ أَخِي
عَمِدَةً إِلَيَّ فَمَقَامَ عُبَيْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ
وَلِيدَةَ أَبِي وَلِيدٍ عَلَى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَا إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَمِدَ إِلَيَّ فَبَشِّرْهُ فَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ
زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةَ أَبِي وَلِيدٍ عَلَى فِرَاشِهِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا
عُبَيْدُ بْنُ زَمْعَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَمَّا لَكَ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ
لِسُودَةَ بَنَتْ زَمْعَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَخْتَجِبِي مِنْهُ لَمَّا رَأَى مِنْ شَبَابِهِمْ بِعُلْبَةٍ
فَمَا رَأَى حَاجَتِي لِقَى اللَّهَ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے
اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دھرتے وقت وصیت
کی تھی کہ زمو کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنی
زیر پرورش لے لینا۔ انھوں نے بیان کیا کہ فتح کے کہ موقع پر
سعد بن ابی وقاص نے اسے لے لیا اور کہا کہ میرے بھائی کا لڑکا
ہے اور وہ اسکے متعلق مجھے وصیت کرتے تھے۔ لیکن عتبہ زمو نے
اللہ کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے
انھیں کئے فرائض میں اس کی ولادت ہوئی ہے۔ آخر دونوں
حضرات پر مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔
سعد نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے بھائی کا لڑکا ہے مجھے اس
کی انھوں نے وصیت کی تھی اور عتبہ زمو نے عرض کیا۔ یہ میرا بھائی
ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ انھیں کئے فرائض میں اس
کی ولادت ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
عتبہ زمو! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔
لڑکا فرائض کے تحت ہوتا ہے اور زانی کے حصے میں پھرے۔ پھر سودہ
بنت زمو رضی اللہ عنہا سے جو آنحضرت کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس
لڑکے سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ نے عتبہ کی شہادت اس لڑکے میں
محسوس کر لی تھی۔ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہا کو
کبھی نہ دیکھا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔

فوائد مآل حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو بھی شہادت کے متعلق بطور مثال کے پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا
یہ ہے کہ حضور نے حضرت سودہ کو پردہ کا حکم اقطاعی طور پر شہرہ کی بنا پر دیا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے
قبل اسلام عرب میں یہ ہوتا تھا کہ کسی ایک عورت سے جو عام طور پر لڑکی جو کرتی تھی۔ ناجائز تعلق رہتا۔ پھر جب اس

کے بچہ پیدا ہوتا۔ تو اس سے تعلق رکھنے والوں سے جو شخص اس بچہ کا دعویٰ کر جوتا۔ جاہلانہ رسم و رواج کے مطابق بچہ کا نسب اسی سے قائم کر دیا جاتا اور بچہ اسی کے زیر پرورش آجاتا۔ حدیث ہذا میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ اسی نوعیت کا ہے۔ متبرک کی موت کفر پر ہوئی وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ لیکن متبرک کے بھائی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجدہ صحابہ کرام سے ہیں۔ زمرہ کی ایک باندھی تھی جس کے ساتھ عہدہ نے نہ کیا تھا۔ جب مرنے لگا تو حضرت سعد کو وصیت کر گیا کہ اس باندھی کے جب بچہ ہو تو اسے اپنی زیر پرورش لے لینا کیونکہ وہ میرا بچہ ہے۔ پھر حالات بدلے۔ حضرت سعد کے مدینہ آگئے اور مکہ والوں سے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اس لڑکی کے بچہ پیدا ہوا۔ حضرت سعد اس کی پرورش کر کے جب کمر فوج ہوا تو حضرت سعد نے بھائی کی وصیت پوری کر لی اور اس بچہ کو اپنی زیر کفالت لینا چاہا۔ لیکن زمرہ کے صاحبزادے عبد بن زمرہ اڑے آئے اور کہا کہ یہ میرے والد زمرہ کی لڑکی کا بچہ ہے۔ بس لیے اس کا جائز مستحق میں ہوں۔ حضرت علیہ السلام نے بچہ کو عبد بن زمرہ کو دے دیا۔ (الولد للفراش) اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بچہ سے پردہ کا حکم دیا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو شبہات کی تفسیر کے لیے درج کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سودہ کو اس بچہ سے پردہ کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس بچہ کو عبد بن زمرہ کی تحویل میں دے دیا تو اگر بچہ کا نسب زمرہ سے ثابت نہ تھا تو عبد بن زمرہ کو بچہ نہ ملنا چاہیے تھا اور اگر بچہ کا نسب واقعی زمرہ سے ثابت تھا تو حضرت سودہ کو اس بچہ سے پردہ کا حکم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ حضرت سودہ زمرہ ہی کی بیٹی تھیں اور اس طرح وہ بچہ حضرت سودہ کا بھائی قرار پاتا تھا۔ قرآن مجید طہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت سودہ کو پردہ کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے احتیاط دیا گیا تھا کہ لڑکی کے ناجائز تعلقات عہدہ سے تھے اور بچہ میں اس کی شبہات آتی تھی۔



الرواہ المصنف۔ میں ثبوت نسب کے متعلق۔ اگر کما اختلاف ہے چونکہ یہ امور کتاب الشکار سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے مفصل بحث کتاب الشکار میں ہوگی۔

عبدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”معرض“ دیکر شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے منہ سے کدو اُڑے گئے تو کھانے کے ہوا اور اگر اسکے عرض کی طرف سے گئے تو نہیں کھانے کیونکہ وہ مردار ہے میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وسلم میں اپنا کدو چھوڑا ہوں (شکار کے لئے) اور بسم اللہ پر پڑھ لیتا ہوں پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا ملا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں کتوں میں سے کس نے شکار پکڑا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے شکار کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ تم نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لئے پڑھی تھی۔ دوسرے کے لئے نہیں پڑھی تھی۔

عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ إِذَا أَصَابَ بِحَدِيدِهِ فُكِّلَ وَإِذَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَلَا تَأْكُلْ فَاتَهُ وَقَيْدٌ فَلَمْ يَأْكُلْ قَالَ اللَّهُ - أَزِيلُ كُلَّيْهِ وَأُجْمَعِي فَتَجِي مَنَاجِرُ مَعَهُ عَلَى الْعَتِيدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَحَدٌ قَالَ لَا تَأْكُلْ إِنَّمَا سَمَّيْتَهُ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تَسِّرْ عَلَى الْآخَرِ -

(بخاری)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو ذکر کر کے امور شنبہ کی ایک مثال دی ہے کہ شریعت میں کئے **فوائد و مسائل** اسے شکار ناجائز ہے جبکہ سدھایا ہوگا۔ بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا جائے۔ ایسی صورت میں اگر جانور زخمی بل جلے تو اس کو ذبح کر لیا جائے اور اگر جائز کتے کے حملے کی تاب نہ لا کر مر جائے تو بھی حلال ہے لیکن مذکورہ فی الحدیث واقعہ میں جب اس سدھانے ہوئے کتے کے ساتھ ایک اور کتا پایا گیا تو شنبہ پیدا ہوا کہ شاید شکار کی موت اس دوسرے کتے کے حملے کی وجہ سے ہوئی ہو تو دوسرے کتے کی شرکت نے شنبہ پیدا کر دیا اس بنا پر حضور علیہ السلام نے احتیاطاً اس شکار کے کھانے سے منع فرمایا۔

بَابُ مَا يَتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

باب شنبہ کی چیزوں سے پرہیز کئے جانے سے متعلق

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گزرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر گر گئی ہوئی بکھر پر پڑی تو آپ نے کہا اگر اس نے سدھ بجائے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَعْرِفِ شَقِوْطَةٍ فَقَالَ لَوْلَا أَن تَكُونَ صَدَقَةٌ لَأَكَلْتُمُوهَا وَقَالَ هُمَا مَرْعَانِ ابْنُ هُرَيْرَةَ عَنِ

السَّخِي صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ لَيْدَةُ مَسْرُوعَةً سَاقَطَةً
عَلَى مَسْرُوعَةٍ (بخاری)

کا احتمال نہ ہوتا تو میں اسے کھاتا۔ روایت ہے ہمارے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں اپنے بستر پر پڑتی ہوئی کھجور کھاتا ہوں (لیکن
صدقہ ہونے کے احتمال سے نہیں کھاتا۔)

نہ | واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ورع و تقویٰ پر معمول ہے دوسرے شریعت کا ضابطہ ہے کہ کسی چیز کو کھانے
و مکھڑہ قرار دینے کے لئے واضح اور یقینی دلیل کی ضرورت ہے۔ یہ ذریعہ ۵ مسند دیکھئے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمَشَبَّهَاتِ

باب جن کے نزدیک سوسہ وغیرہ مشبہات میں سے نہیں ہیں

حضرت جابر بن تیم نے اور ان سے ان کے چچا
نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک
شخص کا ذکر کیا گیا جسے نمازیں کچھ مشبہ (خروج ریاچ کا)
ہو جاتا ہے آیا اسے ناز توڑ دینی چاہیے؟ فرمایا کہ نہیں،
جب تک آواز نہ سن لے یا بدو دھمکس کر لے اس وقت
تک ناز نہ توڑنی چاہیے، ابن حنفیہ نے زہری کے واسطے
سے بیان کیا کہ (ایسے شخص پر) وضو واجب نہیں ہوتی، البتہ
وہ صورت سنی ہے جس میں بدو دھمکس کر لے یا آواز نہ خرج

عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ شَكِيَ إِلَى
السَّخِي صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يُحَدِّثُ فِي
الْعَلَّةِ شَبَّاهًا أَفْطَحَ الْقُلُوبَةَ قَالَ لَا حَتَّى يَمُتَ
مَنْ نَا أَفْطَحَ رِيحًا قَالَ ابْنُ حَفْصَةَ عَنْ
الرَّهْزَنِيِّ لَا تُصَوِّرُ إِلَّا بِمَا وَجَدْتَ السَّخِي
أَذْهَبَتْ الْمُصَوِّرُ

(بخاری)

ریاچ کی آن لے

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ شخص دوسرے اور شک شبہ پر احکام مرتب نہیں ہوتے اور نہ اس کو شبہات کا حکم دیا جاسکتا
ہے۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو کتاب الوضو میں ذکر کیا ہے فیوض الباری حصہ اول میں ان دونوں حدیثوں پر مکمل بحث
ہرچلی ہے۔

جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
روایت ہے کہ لوگوں نے مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یا رسول اللہ
بہت سے لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں میں یہی معلوم
نہیں ہوتا کہ انہوں نے برکت و روح اللہ کا نام دیا یا نہیں،
اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھ کر

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قَوْمًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَذَرِي أَذْكَرُ فَا إِنْ
اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَمِعُوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَكُلُّهُ -

(بخاری)

اسے کھالو بخاری)

مطلب حدیث یہ ہے کہ مسلمان سے بن نکل رکھنا چاہیے شخص شک و شبہ کی بنیاد پر حکم نہیں لگانا چاہیے کیونکہ مسلمان کی شان سے یہ بید ہے کہ وہ بوقت ذبح اللہ کا نام نہ لے۔ اور یہ جو فرمایا کہ سمعوا للہ و اطعوا ثم بسم اللہ پڑھ کر کھالو تو اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ سنت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی جائے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس ذبح کے متعلق یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اسے قصد بسم اللہ پڑھ کر ذبح نہیں کیا گیا تو اسے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھالیا کر و قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یہ حکم ہر اس ذبح کے لئے عام ہے جس پر بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی گئی ہو البتہ سہرا یا بھول کر بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی تو ایسا ذبح بالاجماع حلال ہے لان مقروک التہمة صار امتثالی بالاجماع بقبی الباقی تحت العموم فامنعہ۔ قال ابن الجوزی لعین العزل یعنی انہ یجوزی عالم یسم علیہ ولیکن لون التسمیۃ علی الطعام سہۃ۔ قال فی الفتح و هو اصل فی تحسین النظم بالمسلم وان اعودہ محمولۃ علی الکمال لا سیما اهل ذالک العصر۔ حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۲۹۷۔

فائدہ اس حدیث پر علامہ کرمانی اور دیگر شارحین نے بھی گفتگو کی ہے مگر وہ سب رطب و یابس ہے قابل غور و فکر نہیں ہے۔ دیکھو مینی ج ۱ ص ۱۷۷۔

باب قولہ اللہ تعالیٰ وَاِذَا رَاوُتِجَارَةً اَوْ لَهْوًا
نَ الْفَضْلَ الْيَهَا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب تجارت یا تماشہ دیکھتے
ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

عَنْ سَالِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرٌ قَالَ بَسِمَتَا عَنْ
نَصْلٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقْبِلَتْ مِنْ
الشَّامِ عِلْرَ تَحْمَلُ طَعَامًا فَالْتَمَعْتُ اِلَيْهَا حَتَّى مَا
يَقِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَشْنَا
عَشْرَ رَجُلًا فَزَلْتُ وَ اِذَا رَاوُتِجَارَةً اَوْ لَهْوًا
الْفَضْلَ الْيَهَا۔ (بخاری)

سالم نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نماز پڑھ رہے تھے کہ شام سے کچھ اونٹ کھانے کا سامان لیکر
آئے سب لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی ذرا باس پر
یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس
کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

فائدہ اول کتاب البیوع میں اس آیت پر گفتگو ہو چکی ہے۔ ام بخاری نے اس آیت کو مکرر ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے
کہ اگرچہ تجارت کسب حلال کرنے کے درجے سے ایک اچھا کام ہے مگر نماز بہر حال تجارت پر مقدم ہے فَزَلْتُ اِذَا
وُتِجَارَةً كَالْفُلَيْنِ۔



مَنْ لَمْ يُبَالِ بِحَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

جس نے کمائی کے ذرائع کو اہمیت نہ دی

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم قال یأتی علی الناس زمان لا یبالی المرء
ما اخذ منه امن الحلال ام من الحرام ۔
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ
انسان اپنے ذرائع آمدنی کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ حلال
ہے یا حرام ۔ (بخاری)

مطلب حدیث یہ نہیں ہے کہ جب حضور کی پیش گوئی کے مطابق ایسا زمانہ آنا ہی ہے کہ لوگ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کریں گے تو
پھر اس سے بچنے کی کوشش کی جائے بلکہ مطلب حدیث یہ ہے کہ جب ایسا وقت آجائے کہ لوگ مال کی حرص و طمع میں ذرائع آمدنی کی
پاک و دھار کا خیال نہ رکھیں تو بھی حلال روزی کمانے کے لئے ہر ممکن کوشش مزدوری ہے ۔ (۲) لا یبالی المرء ما اخذ محہ
ترجمہ الباب ہے ۔

روزی کے متعلق سب سے پہلے اسلام نے اپنے پیروؤں کو خوب اچھی طرح یقین دلایا ہے کہ دنیاؤ
رزق حلال کی اہمیت اس کی تمام اشیاء کا مالک ایک اللہ ہے ۔ یہ مال دولت حقیقت میں میراثیہ کسی کا نہیں صرف خدا
کا ہے ۔ رزق کی کشائش اور تنگی و دونوں کام خدا کے ہیں اور حکومت سے ہیں ۔ دولت مندا انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھ میں کوئی ایسی بات
ہے یا مجھے ایسا ہنر یا طریقہ معلوم ہے جس سے یہ ساری دولت میرے چاروں طرف کھٹی چلی آ رہی ہے لیکن مذہبی تعلیم کے علاوہ دنیا کے
واقعات پر گہری نظر اس یقین کو مٹانے کے لئے کافی ہے ۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا
اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں ، مگر یہ کہ اس کی روزی
خدا کے ذمہ ہے ۔ (ہود - ۱)

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَن يَشَاءُ ۚ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بَكْلٌ شَعْبِي ۖ عَلَيْهِ
چاہے تاپ دیتا ہے ۔ وہ ہر ایک چیز کی خبر رکھتا ہے ۔
زمین اور آسمان کے غزانے اسی کے ہیں ۔ خدا ہی کا ہے جو
کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے ۔ آسمان و زمین کی
حکمت یا بادشاہی اسی کا ہے اللہ کی ہے ۔

لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَلَهُ مَا فِي
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ

والارض ۔

قرآن مجید نے ان یقینات کو بار بار بیان کر کے مسلمانوں کے ریشہ ریشہ میں اسی لئے رچایا ہے تاکہ ان میں فیاضی یا ثناء شکر ،
قناعت پسندی اور بے طمع کے جوہر پیدا ہو جائیں ۔

حصولِ رزق کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے | روزی کا نادر اصل انسانی زندگی کی ضروریات سے ہے اور مغرماً و غلاً ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ضروریات کی تکمیل اور اصلاح کے لئے حصولِ رزق کی کوشش کرے، خواہ وہ تجارت و زراعت کی شکل میں ہو یا ملازمت و نوکری کی صورت میں۔ کتابِ جیمیں منبیا۔

خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جُوعِينَ
اور سورۃ مائدہ ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں اللہ نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں
رزقِ حلال خدا کا فضل ہے | منہ لیا ہے۔

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَيَرْضَوْنَ
اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔
فَأَنْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ
زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔
اللَّهُ - (جمعہ)

قرآن پاک کے عبادہ میں خدا کا فضل تلاش کرنے سے مقصود تجارت اور روزی کا کمانا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حصولِ رزق کی تلاش کرنا رزاقِ کائنات کا فضل ہے اور یہ زمین اس کے لئے بمنزلِ زمین کے ہے اور اس میدان کی تمام اشیاء انسان کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہیں لہذا ضروری ہوا کہ ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر دیے جائیں جن کے ماتحت نفعِ الہی کی تلاش کی جائے کیونکہ رزق اور اس کے حصول کے لئے اگر کوئی تاحدہ اور ضابطہ نہ ہو تو ہر اس بے قیچہ پھوڑ دیا جائے تو ہر اس بے اس طرح عدل و ظلم، امانت اور نیکیت پاک اور ناپاک، جائز اور ناجائز کی تمیز اٹھ جائے گی اور یہ بات نظامِ ملی کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی چنانچہ اسلام سے قبل دنیا کی کچھ ایسی ہی حالت تھی جس کے جی میں جو آنا اور جیسے آنا کمانا تھا۔ حتیٰ کہ ظلم و جور سے کائی ہوئی دولت پر فخر کیا جاتا تھا۔ اسلام آ تو اس نئے حصولِ رزق کے حدود مقرر کر دیے۔ جائز و ناجائز کی تفصیل پیدا کی۔ حلال و حرام کا ضابطہ مقرر کیا۔ پاک روزی ڈھونڈنے اسی نئے ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُنْزُوا مِن حَلَالَاتِ مَا زَرْتُمْ وَلَا تَكُونُوا مِمَّنْ كُنْزُوا مِمَّا كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ (نور ۲۱)
اگر تم میں سے ایمان والے ہیں تو تمہارے لئے حلال کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے گویا یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ بندگی اور نیا زندگی کا تعلق ہے اور اس تعلق کا اہم تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے رزقِ حلال کی کوشش کریں اور زائغ آمدنی کی محنت و ہلاکی کا خیال رکھیں۔

رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک اہم پہلو | آج کل کے بہت سے اچھے خاصے وندہ و عقلوں میں بھی معاملات یعنی خرید و فروخت، امانت، قرض، نوکری اور مزدوری کی اصلاح کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت لوگ جن کی حالت نماز، روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے۔ کاروباران کے بھی پاک نہیں ہیں حالانکہ کاروبار کی پاک اور معاملات کی محنت کے شعبہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے اس کا تعلق بیک وقت اللہ کے حق سے بھی ہے اور بندے کے حقوق سے بھی۔ نماز، روزہ وغیرہ عبادات اگرچہ رکنِ دین ہیں اور اس حیثیت ایمان کے بعد انہیں کا درجہ ہے۔

روئے شخص ان میں کوئی نہ تھا ہے تو صرف خدا کا مجرم ہوتا ہے۔ پھر اگر کچھ دل سے توبہ و استغفار کی جائے تو باگاہ خداوندی سے اس جرم کی معافی ہی کی امید ہے لیکن اگر عین دین میں خیانت واقع ہو جائے اور حصول رزق کے لئے ناجائز ذرائع کو اختیار کیا جائے تو اس طرح اللہ عزوجل کی نافرمانی بھی ہوگی اور کسی بندے کی حق تلفی بھی ایسی باتوں کا جرم قرار پائے گی۔

ناب خیال جیسے اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی کی ہی امید ہے۔ قیامت کے دن جس بندہ کی حق تلفی ہوئی ہے اس سے معافی حاصل کر لی جائے گی، تو اگرچہ اس کا امکان ضرور ہے مگر کون کہہ سکتا ہے جو بندے ہم جیسے کرم حاصل ہیں وہ قیامت کے دن ضرور ہی معاف کر دیں گے۔ پھر اگر وہ معاف نہ کریں تو؟۔

عرصات محشر میں حقدار مدعی بن کر انصاف کے طالب ہوں گے | **حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں** پھر انہیں گئے جن کی دنیا میں حق تلفی کی گئی ہے جن کے حقوق مارے گئے ہیں تو وہ مدعی بن کر انصاف کے طالب ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور فیصلہ فرمائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان مدعیوں کو دلاوی جائیں گی اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو ان مدعیوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لا دیے جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں ڈلا دیے جائیں گے۔

غالباً اسی حیثیت سے ایک حدیث میں معاملات کی اصلاح کو صراطِ نماز روزہ اور صدقہ و خیرات سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ بیش تر مذہبی والدین میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:۔

الْأَخْذُ بِرُكْحٍ يَفْضُلُ مِنْ ذَوْبَةِ الْحَبِيطِ
وَالصَّدَقَةُ - الصَّلَاةُ
میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہے۔

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا۔

إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ
جہی الخالقة (ترجمہ مذی)
وہ چیز آپ کے معاملات کی اصلاح ہے اور ان معاملات کی خرابی کو منہ دوینے والا استرا ہے۔

بال مؤذن نے والا استرا نہیں بلکہ ثواب آخرت کا صفایا کر دینے والا استرا۔

رزق حلال کی اہمیت کا ایک اہم پہلو | معاملات کو دین کے دوسرے شعبوں کے مقابل یہ خاص امتیاز بھی حاصل ہے اس میں اپنی ذاتی منفعت و مصلحت اور اپنی خواہش نفس کی اور اللہ عزوجل کے احکام کی کشمکش بہ نسبت دوسرے تمام شعبوں سے زیادہ رہتی ہے۔ نفس کی خواہش عموماً یہی ہوتی ہے کہ بھوٹ پرچ اور جائز ناجائز کا لحاظ نہ کرے بغیر ہر سامان ہر اور جس طرح بھی نفع کی زیادہ امید ہو کر گزرا جائے۔

یہ اشیاء غرضی میں ملاوٹ، دھوکہ، فریب حتیٰ کہ بچوں کے استعمال کی معمولی درائی نمک کی بوتلوں میں جلی پیل لگا کر فروخت کرنا خواہش نفس ہی کے محرکات ہیں اور اللہ کا دین یہ کہتا ہے کہ نفع کم ہو یا زیادہ، تجارت میں فائدہ ہو یا نقصان، بھوٹ، فریب اور دھوکے کے ذریعہ حاصل رزق حرام و منوع ہے۔ لہذا بندے کی ہنگامی اور فزائبراری کا سب سے سخت امتحان معاملات کے متعلق ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں مندرمایا۔

وَمَنْ يَذَّكَّرْ فَتَنْفُسُهُ فَمَا لَوَالِيَهُ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ (حشر ۱۱)

اور جو اپنے بھی کی لالچ سے بچائے گئے وہی لوگ نفع پانے والے ہیں۔

سودہ شمس میں مندرمایا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ حَسَابُ مَنْ
دَسَّاهَا۔ (شمس)

مرا پاکلا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو میلاد اور گندہ کیا۔

مطلب یہ کہ یہ حرص و ملع کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو برائی اختیار کرنے کی راہ دکھائی دیتا ہے اور دوسرے کی جان سے لینے تک پرا بھارتا ہے۔
ان آیات کی تشریح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

”ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔“ (نسائی)

سبب ظاہر ہے کہ ایمان کا ل کا تہمیر و تزک اور قناعت ہے اور حرص کا تہمیر و تہمیر بے اطمینانی بے مبری اور ہوس ہے جو تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔

”انسان بوجہ ہوا ہے گلاس کی وجہ نہیں جو ان بہتی ہیں۔ جیسے کہ غراش اور مال کی حرص“ (ترمذی)

کئی صحابہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا۔

”بھڑے جو بھڑیوں کے ریڑھیں چھوڑ دیے جائیں وہ ان کو اتنا برا و نہیں کہتے تھی کہ مال و بھاء کی حرص انسان کے دین و ایمان کو برباد کر دیتی ہے۔“ (ترمذی)

غرضیکہ دینی و دُخروی نفع و فزا نہیں کا حصہ ہے جو اپنی خواہش نفس پر قابو رکھتے ہیں اور نفس کی بڑی سے بڑی تھریک انہیں مادہ حق سے محروم نہیں کرتی ہے۔ لہذا جب تک انسان اپنی حرص و ملع کو روک کر حصولِ رزق کے جائز طریقے اختیار نہیں کرے گا وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتا خواہ یہ کامیابی دین کی ہو یا دنیا کی۔

اصولاً حصولِ رزق سے متعلق عدل و انصاف پر مبنی جو اصول مقرر کیا ہے وہ ایک اصولِ رزق کا ایک اور مرکزی اصول

ایسے مرکزی حیثیت کہ جس کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حصولِ رزق کے ذریعے میں سے کون سا ذریعہ حلال اور جائز ہے اور کون سا ناجائز اور حرام ہے۔ سودہ شمس میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ بَيْعَاتُكُمْ
بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا تَجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔ لیکن یہ کہ لین دین ہوا آپس کی خوشی سے

یہ آیت لین دین کے متعلق ایک اصولی حیثیت رکھتی ہے اور اس نے لین دین کے ان طریقوں کو جو ایمان داری کے خلاف ہیں اور جن کوئی حد نہیں ہے۔ ایک لفظ باطل سے بیان کر دیا۔ یعنی کسی کی چیز خواہ دھوکہ و فریب، ظلم و ہوس سے لی جائے یا چوری اور غصب، رشوت اور بیعت اور سود کے ذریعہ حاصل کی جائے غرضیکہ جس ناجائز طریقے سے بھی دوسرے کا مال لیا جائے، اس آیت کے عموم و اطلاق کے اندر داخل ہے۔

پھر اس سلسلہ میں اسلام کی تکمیل تعلیم کا یہ عالم ہے کہ اس نے ان نازک سے نازک ناجائز معاملوں اور دوسلوں کی بھی جنہیں عام طور پر باطل نہیں سمجھا جاتا یا انہیں بہت ہی کم درجہ کا جرم خیال کیا جاتا ہے نشان دہی کی ہے اور ان کو بھی عین عذریہ یا عذر کی آتشیر کے ان کی اہمیت کو ظاہر کیا ہے اور اپنے پیروں کو اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

معاملہ کار استبازہی آخرت کی کامیابی کا مستحق ہے | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے لئے اپنی مغفرت اور اجر کے بعد پہلا درجہ سچوں اور فہم کے معاملات میں راست بازوں کی کا ہے۔ سورہ احزاب میں فرمایا ہے۔

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا
اور سچے مرد اور سچی عورتیں خدا نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے۔ (احزاب ۵)

آخرت میں بھی یہ سچائی ہی کام آئے گی اور دلوں کی کامیابی کا ذریعہ بنے گی۔ قیامت کی نسبت فرمایا۔
هَذَا يَوْمُ يَنْتَعِ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ
یہ دن ہے کہ سچے بندوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔ (مائتہ ۱۶)

اس سچائی کے مطابق آخرت میں اللہ عز و جل ثواب عطا فرمائے گا۔
لِيُجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ لِمِذْقِهِمْ
تاکہ اللہ سچے اتنے والوں کو ان کی سچائی کا عوض عطا فرمائے
پھر یہی نہیں کہ سچائی امتیاز کرنے کا ہی حکم دیا گیا بلکہ اس کی اہمیت اسلام میں اتنی بڑھادی گئی کہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دینے، سچوں ہی سے رابطہ و علاقہ رکھنے اور انہیں کو محبوب و معینت میں رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔
اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (توبہ ۱۱۵)

یوں بھی صداقت و دیانت کو معاملات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایماندار ہو۔

سورہ نسا میں فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا لِأَهْلِيكُمْ
اَلْحَقْ أَهْلِيكُمْ
بے شک اللہ عز و جل تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔

اگرچہ اس آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر جز پر اس کا اطلاق کیا گیا ہوگا اسی لئے صاحب تفسیر کشاف و ابن جریر نے تصریح کی کہ اس کی وسعت میں وہ امانت الہی بھی داخل ہے جسے عدل و انصاف سے موسوم کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امانت کا دائرہ صرف روپے پیسے جائداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں بلکہ مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے کسی کا بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں آپ ہوں اور وہاں آپ دوسروں کے متعلق کچھ باتیں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ و ہنگامہ اور ملک کے وقار کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے تو اس کو اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس کر انجام دینا بھی امانت ہے اگر کوئی کسی کا، گھنٹہ کا ملازم ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ وقت چرائیٹا ہے یا بے سبب سختی

کنا یا دیسے آتا وقت سے پہلے چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے۔ یہی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، خرید و فروخت کے وقت بیع کے عیب کو چھپانا، جھوٹ اور فریب سے کام لینا یہی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔

اشیا غرضی میں ملاوٹ بدترین قسم کا گناہ ہے | کیونکہ اس سے مرث ایک شخص کی حق ملی نہیں ہوتی بلکہ پورے معاشرہ کی حق ملی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں حضور در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اپنی بیزاری، بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں ایمان داری اور دیانت داری کے اصول کی پابندی و کریں۔ ایک دن آپ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو اندر کچھ بچی و تری عکس ہوئی۔ آپ نے دکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے آپ نے تمہارا غلہ خشک ہے اور اندر سے گیس ہے۔ اس نے عرض کی کہ کچھ بونہیں بڑی تھیں جس سے غلہ تر ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے اس جھگے کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں ڈالا کہ قریدار تمہارے غلہ کے گیلے بن کو دیکھ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا:-

مَنْ عَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي (مسلم) جو کوئی کاروبار میں ایسا دھوکا کرے وہ میرا نہیں۔

وہ مال اور دولت جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے گا وہ برکت سے خالی ہوگا۔ دنیا میں تو یہوں کو ایسی دولت معاشرہ میں توازن ختم کر دے گی اور آخرت میں لیل کر:-

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَخْمٌ مَبَّتْ مِنْ الشَّحْبِ وَكُلُّ لَخْمٍ مَبَّتْ مِنْ الشَّحْبِ كَأَنْتَابِ أَوْ لَبِءٍ۔

خود کیجئے کہ اسلام میں رزق حلال کی کچھ ایسی ہیئت ہے اور معاملات میں اسلام جس سے کس قدر اعلیٰ و کا طالب ہے۔ الغرض جو مال و دولت ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے گی وہ برکت سے خالی ہوگی اور اس کے باقعات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ بیماری پریشانی، ناگہانی آفتیں، بے ایمانی اور الزامی اولاد اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ غور کیجئے، جو دولت سکون قلب سے انسان کو محروم کر دے وہ کس کام کی؟ واضح ہے کہ آدمی کے بُرے عملوں کا نتیجہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے مگر ہم غفلت کی وجہ سے اس بات کو محسوس نہیں کرتے۔

رشتہ دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور نے لعنت فرمائی | اسی طرح کسی معاملہ میں رشوت دینا اور لینا بھی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔ رشوت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی

باطل غرض اور ناحق مطالبہ کی تکمیل کے لئے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے فوائد کی کرے۔ قرآن نے اغراض باطلہ فاسدہ کے حصول کے لئے رشوت دینے کو یہودیوں کے جرائم میں سے ایک جرم شمار کیا ہے۔ وہ اپنے پیٹ کی خاطر اپنے عمار کو اس لئے رشوتیں دیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرمات و تورات میں ہیں وہ عام لوگوں کو سبائیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:-

أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فَنَفْ بَطْلُونِ سِفَرِ الزَّارِ۔

اس کے بعد قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ یہودی کی اس خصلت زاپنا ہیں۔

سورہ بقرہ میں فرمایا:-

وَنَذَلُوا بِهَا إِلَى الْخُكَّامِ لِيَأْتُوا بِحُكْمٍ
أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْأَنْفُسِ -

اسے ایمان ملا۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال نہاں طریقہ سے مت کھاؤ اور مال کو حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جائے۔

یہ آیت اپنے ترجمہ کے ساتھ جس کو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے رشوت کی ممانعت و حرمت میں صاف مترجع ہے۔
حضرت سید عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت ہے۔“ (ابوداؤد)

رشوت لینے والے پر لعنت اس لئے ہے کہ وہ حرم کی اعانت کرتا ہے اور حرم کی اعانت بھی تو قانون و اخلاق کی مدد سے حرم ہی ہے اسلام نے رشوت کا دروازہ بند کرنے کے لئے اس قدر احکام و ضوابط وضع کیے ہیں کہ جو رشوت کا حاکم دیا ہے کہ حج و عمرہ شریف صاحبان پر یہ تحفہ بھی قبول نہ کریں کیونکہ اس طرح حج و عمرہ شریف کے تقاریر لوگوں کے اعتماد میں فرق پیدا ہوگا۔ (مواہم مالک، کتاب المساقہ)

مگر آج حالت یہ ہے کہ اللہ کے بندے خوب خوب رشوت لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی ہیں اور ضلالت و زنا نہیں ڈرتے اور پھر لعنت سے کہ حرام کی کمانی ہوئی دولت سے جب عظیم اشرار ملنے لگتے ہیں تو اس کے سر و دست پر انتہائی دشمنی اور بے شرمی کے ساتھ یہ بھی لکھ دیتے ہیں ”هَذَا مِنْ فَعْلِنَا رَبِّي“ ایسے ہی افراد کے لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غَدَا -
بِالْحَقِّ -

جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

يَطْبَلُ السَّمَاءَ أَغْبَرُ يَمْدُ يَدِيهِ
إِلَى السَّمَاءِ يَأْتِي رَمْطُهَا حَرَامٌ قِي
مَشْرَبَةٌ حَرَامٌ غَدَا - بِالْحَرَامِ رَفَاقِي
بِشْتَبَابٍ لِّذَلِكَ -

دور دراز کا سفر کر کے اس حال میں آئے کہ بال پرانگہ ہوں
سر سے پانچ خبایں اٹا ہوا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر
دُعا کر کے کہے رب! میرے رب! لیکن اس کا کھانا،
پینا حرام مال سے ہوا و حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہو تو
اس حالت میں اس کی دعا کو قبول ہوگی۔

(مسلم شریف)

یہ ہے حرام نہی کرنے اور اس کو استعمال کرنے کا انجام کہ وہ ارحم الراحمین جو رب العالمین ہے اس کی بارگاہِ قدس میں ایسے شخص کے الحاح و زاری کے ساتھ اٹھے ہوئے ہاتھ بھی باایاب نہیں ہوتے۔

آپ تول میں درستی اور صحت کی اہمیت | خیر و فروعیت کے سلسلہ میں ناپ تول کی درستگی کی بھی دین میں بڑی اہمیت ہے اور تہذیب و تمدن میں اس کی صحت و درستگی پر بڑا زور دیا گیا ہے اور ناپ تول میں کمی بیشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور ناپ اور تول کو پر راکو۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْإِسْزَانَ

یعنی ہدایت حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کو دی تھی جو مشرق و مغرب کے تجارتی قافلہوں کے گزیر پر آتا دیکھتے۔

وَلَا تَنْفَعُكَ السَّيَالُ وَالْمِيزَانُ إِنْ أَكَلْتَ
 بَخِيلٍ وَ إِنْ أَكَلْتَ عَلَيْكَ عَذَابٌ يَوْمَ يُخَيَّلُ
 اور ناپ تول میں کمی نہ کر دو۔ میں تم کو آسودہ نہ دیکھتا ہوں اور
 مجھے تم پر بھیجے اپنے واسطے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔
 ناپ تول میں کمی بیشی کے مہر میں خاص طور پر تاجر اور برپاری مبتلا رہتے ہیں اور چاہتے تو ہیں کہ اس بے ایمانی سے کچھ اپنا سترہ
 اور نفع بڑھالیں گے مگر یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ خیال غلط ہے جو لوگ اس جرم کے شریک ہوتے ہیں۔ دنیا میں تو اس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی
 سادھ جاتی رہتی ہے جو بالآخر بربادی کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے۔ چنانچہ فرمایا۔
 وَ زَيْلٌ لِّلْمُطَفِّينَ الَّذِينَ إِذَا أَكَلُوا لَوْا عَلٰی
 النَّاسِ يَسْتَفْهِنُونَ ۚ وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْ
 وَ زَيْلٌ لِّلْمُطَفِّينَ ۚ
 اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔
 وَ أَفْوَا لَكَيْلٌ إِذَا كَانُوا بِالْعُشْطٰسِ
 الْمُسْتَفْتِمِ دَالِكٌ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا
 اور جب تم بالآخر ناپ پر لادو۔ سیدھی ترازو سے تو تو کو یہ
 بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

آیت کا اخیر کا کلمہ بتاتا ہے کہ بے ایمانی کی ناپ تول سے خیر و برکت جاتی رہتی ہے اور گو شروع میں کتنا ہی فائدہ ہو مگر آخر میں یہ ہلائی
 کا رو با کی تباہی کا باعث بنتی ہے پھر اس جرم کی عکس میں اس وقت تو بہت ہی بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ بد دنیا کی کسی غریب و نادار سے
 کی جائے جسکو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بڑے پختہ رہنا کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ (بخاری،
 جھوٹی قسم سے اللہ عزوجل کے مقدس نام کی بے حرمتی ہوتی ہے | اپنی بات میں قوت و صداقت پیدا کر کے اس کو منوانے
 کا جذبہ ہر شخص میں ہوتا۔ بات اگر سچی ہو اور جہاں تک
 انسان کے علم تعلق ہے واقع کے خلاف بھی نہ ہو تو برکت و ضرورت نفس قسم کھانا بھی ٹھیک نہیں پھر جھوٹی قسم کھانا اور بھی اللہ عزوجل کے
 مقدس نام پر یہ تو اور بھی بُری بات ہے جھوٹی قسم دراصل جھوٹ کی ایک بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ
 خدا کے نام کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ قرآن کریم نے اسی لئے اس کو اہل نفاق کی حالت قرار دیا ہے۔
 يَخْلُقُونَ عِظًا ۚ الْكَذِبُ وَ هُمْ يَفْلَحُونَ ۚ
 منافقوں کی حالت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں
 پر تمسین کھاتے ہیں۔

(مجادلہ ۳)
 اِنَّا نَحْنُ قَوْمٌ مِّنْكُمْ وَ هُمْ يَفْلَحُونَ ۚ
 (مجادلہ ۳)
 انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر لیا ہے۔
 عموماً تاجر اور سوداگرچہ دن کی قیمت اور مال کی اصل حقیقت بتانے میں جھوٹ کے شریک ہوتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اسلام
 نے اس سے کچھ بھی ہدایت کی ہے۔ ایک دفعہ ایک معاملہ میں ایک شخص نے اسی طرح کی قسم کھانا چاہی تو آپ نے فرمایا۔
 ”اگر اس نے قسم کھائی مگر نہ ظلم سے مال لے لے تو خدا سے جب ملے گا تو خدا اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا (مسلم) لہذا معاملات میں جھوٹی
 قسموں سے بچنا بھی ضروری ہے۔

ان گزارشات سے اس امر کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے کہ معاملات میں اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور کن امور کی پابندی کو لازم
 قرار دیتا ہے۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي السَّيْرِ

باب نفعی میں تجارت کرنا

[illegible]

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگرچہ حلال طریقہ سے روزی کمائی فی نفسہ ایک اچھا کام ہے لیکن اس سے بھی اہم جو فرائض میں انہیں پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ بیع و شرا میں ایسا انہماک جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق تلف ہو جائیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق کار یہی تھا کہ انہیں تجارت و کمائی سے غافل نہیں کرتی تھی۔ جب وہ بجا بیع و شرا کی اقامت سنتے تو اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو نماز کے وقت اپنی دکانیں بند کر دیتے تھے اور نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جلتے جاتے تھے۔

فائدہ تجارت کا لفظ بیع و شراء و دونوں پر بولا جاتا ہے۔ پھر آیت میں بیع کا لفظ کیوں ہے؟ بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ تجارت سفر میں ہوتی ہے اور بیع حضر میں (یعنی)

بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ

باب تجارت کے لئے نکلنا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (جمعہ کی نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل ڈھونڈو۔

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَأَنْشُرُوا فِي الْأَرْضِ -
وَاتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ - (بخاری)

خانا پشروا یعنی جہوں کی نماز کے بعد معاش کے کاموں میں مشغول ہو جانا جائز ہے۔ یہاں امر اباحت کے لیے ہے۔ جیسے آیت واذا حللتم فاصطادوا میں امر کا صیغہ اباحت کے لیے ہے۔ واضح ہو کہ جہوں کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت اور وہ تمام مثل غل دینو یہ جو ذکر الہی (نماز جمعہ) سے غفلت کا سبب ہوں ممنوع ہو جاتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے فیض الہاری حصہ کتاب الجمعہ ص ۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ابن جریر نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی۔ ان دونوں حضرات نے ابو المنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا تھا کہ میں نے براہین عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کیے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی علیہ وسلم کے عہد میں تاجر تھے۔ اس لیے ہم نے آپ سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کے متعلق پوچھا تھا، آپ نے جواب دیا تھا کہ (یعنی دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو مروج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں درست نہیں۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَحَبُّ بَنِي عُمَرَ بَنِي دِينَارٍ وَ
عَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمُنْهَالِ
يَقُولُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ
بْنَ أَرْقَمٍ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ
الصَّرْفِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا يَأْسَرُ
وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ (بخاری)

فوائد و مسائل

کنا تا سجدین کے الفاظ ترجمہ الباب ہیں (۲) بیع صرف۔ یعنی ٹن کو ٹن سے بیچنا۔ پس اگر چاندی سے چاندی کی یا سونے سے سونے کی بیع ہوئی۔ (یعنی دو نو ظرت ایک ہی جنس ہے) تو اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو نو وزن میں برابر ہوں اور اسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو اور سونے چاندی کی میں اگر کسی طرف سے ادھار ہو تو یہ بیع ناسد ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عربی خطاب رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی (ملنے کی) لیکن اجازت نہیں ملی، غالباً آپ اس وقت مشغول تھے۔ اس لیے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس آگئے۔ پھر عمر رضی اللہ فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) نے آواز دی تھی انہیں اجازت دے دو۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پھر آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا۔ (واپس بلانے کی وجہ دریافت کر سنا ہے) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) تھا کہ تین مرتبہ اجازت چاہی جائے۔ اگر اجازت نہ ملے تو اس

إِنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنَ لَهُ وَكَانَتْهُ كَانَ مَشْغُولًا
فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى فَتَنَعَ عُمَرَ فَقَالَ الْوَأَسْمَعُ
صَوْتَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ قَيْسٍ اسْتَدْعُوْهُ قِيلَ وَقَدْ
رَجَعَ فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نَوْمًا بِذَلِكَ فَقَالَ
ثَابِتٌ يَمِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيْتَةِ ذَا نَطْلُقُ إِلَى
مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا لَا يَنْتَهَدُكَ
عَلَى هَذَا إِلَّا أَضْعَفْنَا أَبُو سَعِيدٍ دَاخِلُ الْخُذْبِيِّ
فَدَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ السُّدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ خُفِيَ
عَلَى مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْهَافُ الصَّفَقُ بِالْاَسْوَاقِ لِعَيْنِ الْخُرُوجِ اِلَى
تِجَارَةِ

(بخاری)

پلے جانا چاہیے)۔ اس پر عرضی اللہ عز نے فرمایا، کوئی گواہی
لاؤ، ابو موسیٰ، انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے اس
حدیث کے متعلق پوچھا کہ کیا کسی نے آنحضرت سے سنا ہے
ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی ہم میں سب سے چھوٹے
ابوسعید خدری کے سوا اور کوئی نہیں دے گا۔ چنانچہ وہ
ابوسعید رضی اللہ عنہ کو ساتھ لائے۔ عرضی اللہ عز نے پھر
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم مجھے معلوم نہ ہو گا
افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا
آپ کی مراد تجارت سے تھی۔

فوائد مسائل | الہاف الصفق کے الفاظ ترجمہ الباب ہیں۔ یہ حدیث مساکین ذیل پر مشتمل ہے کسی
کے گھر جانے سے قبل اجازت لینا چاہیئے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

غیر کے مکان میں داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کرنا ضروری ہے

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا
اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں
نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے مکانوں
پر سلام نہ کرو۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز
سے سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے یا کھنکارے یا دروازہ پر نصب گھنٹی بجائے یا چوکیدار کے ذریعے رابطہ پیدا کرتے تاکہ
مکان والے کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ ۳۔ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں
غیر مسکن نہ رکھتا ہو خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو (مثلاً کرایہ دار ہو)۔ اگر اجازت مل جائے تو اسے اجازت نہ ملے تو
واپس ہو جائے ۴۔ غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحب مکان سے پہلے ہی طاقات ہو جائے تو اسے سلام کرے پھر اجازت
مانگے اور وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے۔ اس طرح کہے السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟
حدیث میں فرمایا کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو ۵۔ اگر سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں بائیں جانب
کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ اجازت مانگنے میں جبر یا اصرار و اِلحاح نہ کرے۔ ۶۔ حضرت ابو موسیٰ نے جب حدیث
سنائی تو جناب عمر نے اس پر جو گواہ مانگا تو اس کی وجہ نہ تھی کہ آپ کے نزدیک خبر واد جہت نہیں ہے بلکہ آپ نے گواہ محض
احتیاط کے طور پر طلب کیا تھا۔ چنانچہ موطا کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے ابو موسیٰ سے فرمایا۔ لے اتمم
۷۔ یہ جو حضرت عمر نے فرمایا کہ تجارت میں مصروفیت کی وجہ سے حضور کی مذکورہ حدیث مجھ پر بخیر رہی تو یہ جملے آپ نے بطور

تواضع و انکسار فرماتے تھے ورنہ حضور کی حضوری و ملازمت تو آپ کو بہت حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر اہل زمین کے زندہ افراد کے علم کو ایک پڑے میں اور ترازو کے دو سکہ پڑے میں حضرت عمر کا علم رکھ دیا جائے تو رجحان علم عمر تو عمر کے علم کا پڑا جھک جائے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عمر پڑے زاہد تھے۔ وہ تجارت تو کرتے تھے لیکن بقدر کفایت حاصل ہو جانے کے بعد روک جاتے تھے۔ وہ تمام تاجروں کی طرح تجارت میں منہمک نہیں رہتے تھے۔ اس لیے حضور کی بارگاہ اقدس میں ان کی غیر معمولی ماضی رہتی تھی۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

وَقَالَ مَطَرٌ لَا يَأْسُ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقِّ شُقْرَتَلَا وَتَرَى الْفُلُكُ مَوَاجِرَ فِيهِ لِيَتَعَفَّوْا مِنْ فَضْلِهِ وَالْفُلُكُ الشُّغْنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاقٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمَحَّرَ الشُّغْنُ الرِّيحَ وَلَا تَمَحَّرُ الرِّيحُ مِنَ الشُّغْنِ إِلَّا الْفُلُكُ الْعُظْمَاءُ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ جُلَاءَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَةً وَسَاقَ الْخَبَرَ تَرَجَمًا أَوْ مَرَّ عَلَى كَمَا۔ اس میں مرجع نہیں اور ترجمان میں جو بیان ہوا ہے وہ حق ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ تم دیکھتے ہو کشتیوں کو کہ پانی کو چیرتی ہیں اللہ مجاہد ہے۔ کشتیاں ہوا کو چیرتی ہیں اور ہوا کو وہی کشتیاں چیرتی ہیں جو بڑی ہوا اور میٹھنے کہا۔ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بواسطہ عبدالرحمن بن ہرمز۔ حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا جو دنیا کے سفر کو نکلا اور اپنی ضرورت پوری کی اور پوری حدیث بیان مطلب عنوان و آیت یہ ہے کہ تجارت یعنی رزقِ ملال کے حصول کے لیے سمندر میں سفر کرنا جائز ہے۔ خروج فی البحر کے الفاظ ترجمۃ الباب ہیں۔ پوری حدیث باب الکفالت میں ذکر ہوئی۔ ویسے یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ باب ما يخرج من البحر میں مع تشریح کے مذکور ہے۔ دیکھئے فیوض الباری پارہ ثم مشہ خروج فی البحر سے واضح ہوا کہ ذکوب فی البحر ابتداء ہی سے معروف و متعارف ہے اور یہ کہ گذشتہ انبیاء کی شریعت (جب تک اللہ و رسول کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو) ہمارے لیے بھی مشروع ہے (یعنی)

اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ”وَلَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ التِّجَارَةَ“ غریہ و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی“ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کچھ لوگ کار راہی کرتے تھے لیکن ان کے سامنے اللہ کے حق میں سے جب کوئی حق آتا تو کار و بار انہیں یاد خدا سے غافل نہیں کرتا جب

بَابُ وَإِذَا رَأَوْا تَبَاعَدَ أَوْ لَهَاجَ فَإِنْ فَعَلُوا

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ رَجَالٌ لَمْ تَلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ أَهْلُهُمْ يَتَجَرَّدُونَ وَلَكِنْهُمْ كَانُوا إِذَا نَاسَهُمْ حَقٌّ مِنْ حَقَّقِ اللَّهِ لَمْ تَلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى

يُغْدُوهُ إِلَهُ اللَّهِ

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَقْبَلْتُ
عِيسَى وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَأَلْفَضَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ
عَشَرَ رَجُلًا فَتَرَكْتُ هَٰذِهِ الْآيَةَ وَادْرَأْتُ
تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا أَلْفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوْكَ
فَتَأْتِيهِمْ

نوٹ :- اس آیت اور حدیث پر گزشتہ اوراق میں گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى أَلْفَضُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا
كَسَبْتُمْ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَلْفَضْتَ الْمَرْءُ
أَهً مِنْ طَعَامٍ بَيْتَهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ
لَهَا أَجْرٌ مِثْلُهَا أَلْفَضْتُ وَلِزَوْجِهَا مِثْلُ
كَسْبِي وَلِلْحَايِزِ مِثْلُ ذَٰلِكَ لَوْ يَشْقُصُ
بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا (بخاری)

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَلْفَضْتَ الْمَرْءُ
مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ
نِصْفُ أَحْبَبِهِ (بخاری)

اس معنیوں کی احادیث امام نے کتاب الزکوٰۃ میں بھی ذکر کیں اور فیوض الباری پارہ ششم ص ۳۷ پر ان احادیث پر گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسِطَ فِي الرِّزْقِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ
يُبْسِطَ لَهُ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِي
شَرِّهِ فَلْيُصِلْ رَحْمَةً (بخاری)

تک کہ وہ اس کی کواداد کر پاتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے
ہیں۔ ایک تجارتی قافلہ اس وقت آیا جب کہ ہم نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جو پڑھ رہے تھے تو اس وقت
بارہ صحابہ کرام کے سوا باقی تمام قافلہ کی طرف چل پڑے۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور جب سوداگری یا تماشہ
کی کوئی شے دیکھتے ہیں تو آپ کو تنہا چھوڑ کر ادھر دوڑ پڑتے ہیں۔

اس بیان کا باب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اپنی پاک (حلال)
کمانی سے خرچ کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وی ہے فرماتی ہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے گھر
کا کھانا بغیر اسرات کے خرچ کرتی ہے تو اسے اس خرچہ
پر اور اس کے شوہر کو کھانے پر اجر و ثواب ملتا ہے اور
خزانچی کو بھی ایسے ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک کاشاب و در
کے ثواب سے کسی شے کو کم نہیں کرتا۔

حضرت ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
عورت اپنے خاوند کی کمانی سے اسکی بلا اجازت بھی خرچ
کر دے تو اس کے شوہر کو اسی ثواب ملتا ہے۔

باب جو شخص اپنے رزق میں فراخی و وسعت چاہتا
ہو تو کیا کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے
سنا کہ جو شخص رزق کی فراخی یا داری کی عمر کی مہلت چاہتا
ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے قرابت داروں سے اچھا

صلہ رحمی واجب ہے

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قرابت داروں کے ساتھ حتی المقدور نیک سلوک کرنے سے ہلاقی میں برکت اور فراخی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ کی بنیاد حدیث میں حضور سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے چند کا خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ صلہ رحمی رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے سے عمر میں برکت، رزق میں وسعت، بڑی موت سے نجات حاصل ہوتی ہے (حاکم و مستدرک) رشتہ عرش الہی سے پیٹ کر یہ کہتا ہے جو مجھے ملائیگا اللہ اس کو ملائیگا اور جو مجھے کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا (بخاری) اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اللہ جوں اور میں رحمن ہوں۔ رحم یعنی رشتہ کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا۔ لہذا جو اسے ملانے کا میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹنے کا میں اسے کاٹوں گا۔ (ابوداؤد) رشتہ کاٹنے والا جنت سے محروم رہے گا (بخاری) صلہ رحمی اس کا نام نہیں کہ بدل دیا جائے یعنی ایک نے احسان کیا دوسرے نے اس کے مستحق احسان کر دیا۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ دوسرے کا ٹانھا چائے اور یہ جوڑتا ہے (بخاری) ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں اپنے عزیز و اقارب کو بلاتا ہوں۔ ان پر احسان کرتا ہوں اور علم و برداری سے ہمیشہ آتا ہوں مگر وہ کاٹتے ہیں بُرائی کرتے اور جہالت سے پیش آتے ہیں۔ حضور نے جواب دیا۔ اگر ایسا ہے تو ان کو گرم راکھ چھنکاتے ہو اور جب تک تمہاری یہ کیفیت ہے اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار ہے (مسلم) حضور نے فرمایا۔ اے عقبہ بن عامر دنیا و آخرت کے افضل اخلاق یہ ہیں کہ تم اس کو ملاؤ۔ جو تمہیں جدا کرنے اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو اور جو یہ چاہے کہ اس کی عمر میں درازی ہو، رزق میں وسعت ہو، وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ دینیک سلوک کرے۔ (حاکم و مستدرک)

واضح ہو کہ صلہ رحمی کے معنی رشتہ کو جوڑنا رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے ہیں۔ امت کا اس پر اجماع ہے۔ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم حرام ہے۔ احادیث میں مطلقاً رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی مطلقاً ذی القربیٰ فرمایا گیا ہے مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ کے مختلف درجات ہیں۔ اس لیے صلہ رحم کے درجات میں بھی تفاوت ہے۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔ سب سے پہلے والدین کے ساتھ صلہ رحم واجب ہے۔ پھر ذر رحم حرم اس کے بعد بقیہ رشتہ دار علی قدر مراتب صلہ رحم کے مستحق ہیں۔ یہ جو حضور نے فرمایا صلہ رحمی سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے یا حضور نے فرمایا۔ تقدیر کو کوئی چیز رو نہیں کر سکتی مگر دعا اور احسان کرنے سے عمر میں زیادتی ملتی ہے تو اس سے قضاء معلق مراد ہے کیونکہ قضاء مبرم مل نہیں سکتی۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُم مِّنَ الْمَوْتِ فَلَا يَسْتَفِدِّهُمُ مِّنْ أَهْلِهِ مَاعَةٌ وَ لَا يَسْتَأْخِرُونَ۔

صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً ان کو ہدیہ و تحفہ دینا۔ ان کی امداد و اعانت کرنا۔ ان کے ساتھ لطف و مہربانی

نہ بپ کے بعد داد اور بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہے۔ حدیث عمر الرجل صنوا بید سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے چچا کو بھی باپ کی مثل قرار دیا ہے اور خالہ ماں کی جگہ ہے۔

سے پیش آنا۔ انھیں سلام کرنا۔ ان کے ساتھ ملاقات کرنا۔ ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا۔ ان کے ساتھ خط و کتابت لکھنا۔ غرض کہ ہر وہ اچھا فعل جس سے جانتین میں محبت و اُلفت پیدا ہو صلہ رحم ہے۔ بہتر یہ ہے ملاقات میں ناغہ کرے۔ ایک دن ملے تو دوسرے دن نہ جائے کہ اس طرح محبت و اُلفت زیادہ ہوتی ہے۔

صلہ رحمی اس کا نام نہیں کہ اس نے سلوک کیا۔ تم نے بھی کر دیا۔ وہ تم سے ملنے آیا۔ تم بھی اس کے ہاں چلے گئے۔ یہ تو اولاد بلا ہے یعنی مکافات۔ بلکہ صلہ رحم یہ ہے کہ وہ کاٹے تم جوڑو۔ وہ بنے اُمتانی بنے اور تم رشتہ کے حقوق کی مراعات کرو۔ وہ سختی کرے تم نرمی برتو۔ وہ بھالت کا برتاؤ کرے اور تم علم و بردباری۔ سے پیش آؤ۔

فی زمانہ اگرچہ اس کردار کا مظاہرہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ نیکی کرنا کنوڑی میں ڈنسنے کے مترادف ہے۔ محسن کشتی، احسان فراموشی لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ (الامامہ اللہ) جو نیکی کرنا بھی چاہتے ہیں وہ اس کے انجام سے خوف لکھا کر ہاتھ روک لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسلامی تعلیم سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ لیکن بایں جو ہمیں ہمارے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہی ہے کہ اندھیروں میں چراغ مولاؤ۔ نیکی کا کوئی کیا بدلہ دیتا ہے اس سے بے نیاز ہو کر نیکی کرو اور حق یہ ہے کہ ایسے پُر آشوب دور میں محض رضائے الہی کے لیے اور کسی کے غلط برتاؤ سے بے نیاز ہو کر نیکی کرنا نیکی کا بہت ہی اونچا درجہ ہے اور ایسی پُر خلوص نیکی بارگاہ الہی میں مقبول و محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیقِ عمل عطا فرمائے آمین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اوصافِ فریدہ و فروخت کرنا

بَابُ سِرِّاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّبِيِّنَةِ

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي حَبِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَحَبِّ وَرَهْنَةً دُرْعًا مِنْ حَبِيبٍ

ہمیں حضرت عائشہ علیہ الرحمۃ نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابراہیم کی مجلس میں گردی فریدہ و فروخت کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا۔ مجھے اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ غلہ ایک مقررہ مدت تک کے لیے ایک یہودی سے خرید لیا اور پھر اپنی لہجہ کی ایک زرہ اس کے ہاں رہن رکھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پُرانا روغن اور جو کی دُٹی لے کر حاضر ہوئے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس رہن رکھ کر اس سے اپنی اہل کے لیے جو لے لیے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوں کہ اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخَّضَ شَعِيرَيْنِ وَ إِمَالَةً سَخِيَّةً وَ لَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُرْعًا بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَ أَحَدًا مِنْهُ شَعِيرًا رَافِعًا وَ لَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَهْسَى

یہاں کوئی شام ایسی نہ آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع بھر گندم یا کوئی اور غلہ موجود رہا جو حالانکہ آپ کی ازواج و منکرات نہ تھیں (غلا وہ دیگر عیال اور محالوں کے)

عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَاعٌ بَيْرٌ وَلَا صَاعٌ حَبٌّ وَإِنَّ عِنْدَهُ
لَتَسْعُ نِسْفَةُ ۝

یہ حدیث سائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۔ ادھاریع جائز ہے۔ حضور علیہ السلام کی متعدد ذرہ تھیں۔ جو زرہ آپ نے رہن (گروہی) رکھی اس کا نام ذات الفضول تھا۔ جس یہودی کے پاس رکھی اس کا نام ابوششم تھا۔ یہ قعیض بنی ظفر سے تھا۔ یہ زرہ حضور کی وفات تک گروہی رہی۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر نے چھڑائی اور حضرت علی کو دے دی۔ (یعنی وہ اشہد و مرقات) شامین نے اس حدیث پر مختلف انداز میں بحث کی ہے۔ تفصیل کے لیے عینی، فتح الباری دیکھیے۔ لیکن بات یہی سی ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ کافر سے خرید و فروخت اور قرض کا معاملہ جائز ہے۔ مگر یہ معلوم ہو کہ اس کی آمدنی، خالص حلال کی کائی سے نہیں ہے اور یہ کہ بوقت ضرورت، ہتھیار کا خرچہ اس کے پاس رہن رکھنے جائز ہیں۔

۲۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ حدیث مذکورہ میں حضور کی جو معاشی کیفیت بیان ہوئی ہے اس کی وجہ یہ نہ تھی حضور غریب مسکین تھے بلکہ حضور کی یہ سادگی اور فقر اختیاری تھا۔ مال و زر کی فراوانی تھی مگر حضور اسے غریبوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپؐ پاس کچھ جمع نہ رکھتے تھے۔ حضور کی شان تو یہ تھی ۷

الکب کوئین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ ہیں
۳۔ امام بخاری نے اس حدیث کو گیارہ مقامات پر ذکر کیا ہے۔ بیوع، جہاد، استقراض، سلم، شرکت مغازی میں اور امام مسلم و نسائی نے بیوع میں اور ابن ماجہ نے احکام میں ذکر کیا ہے۔

رہن کے لغوی و شرعی معنی | از روئے لغت رہن کے معنی ثابت رہنے، قائم رہنے، پابند ہوجانے کے ہیں۔ جیسے بولتے ہیں۔ ماءٌ رَاهِنٌ، ہتھرا ہرا پانی۔ نعمة رَاهِنَةٌ پائیدار نعمت۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ كُلْ نَفْسٌ يَمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةً۔ ہر شخص اپنے کئے ہوئے میں گروہی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مومن کی جان قبر میں اس کے قرض کے باعث نفس المومن رہو نہ بدینۃ حتیٰ قید رہے گی۔ حتیٰ کہ اسے ادا کر دیا جائے۔

یَقْضَى عَنْهُ

یہاں رہن کے معنی پابندی اور قید کے ہیں۔

لہ مدد عینی کے الفاظ یہ ہیں۔ لِتَسْعَ - بِالنَّصِبِ لِأَنْتَ اسْمُ ابْنٍ - وَاللَّامُ فِيهِ لِلتَّحْكِيْدِ وَ فِيهِ بَيَانُ مَا كَانَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّقَلُّلِ مِنَ الدُّنْيَا وَ ذَلِكَ كَلَامٌ بِاخْتِيَارِهِ وَ الْإِفْقَادِ أَنَّ اللَّهَ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَزِدْهَا تَوَاضَعًا وَ رَضَى بَنِي الْمَسَاكِينِ لِيَكُونَ أَرْغَفَ لَدَرَجَةِ عَيْنٍ ۝ ۱۴۳

رہن کا جواز کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وان كنتو على سفر ولم تجدوا كتابا، فهاهنا | اگر تم سفر میں ہو اور رکھنے والا نہ پاؤ۔ تو گروی ہو قبضہ مقبوضہ۔
دیا ہوا۔

یعنی حالت سفر میں قرض کی ضرورت پیش آئے اور تحریر کا موقع نہ ملے تو اطمینان کے لیے کوئی چیز۔ دائن (قرض دینے والے) کے پاس گروی رکھ دی جائے۔ اس آیت میں سفر کی قید اتفاق ہے احترازی نہیں ہے اور حدیث سے بھی رہن کا جواز واضح ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر بیس صحابہ جو قرض لیے تھے۔ اسی طرح تمام آئمہ اسلام رہن کے جائز ہونے پر متفق ہیں۔

واضح ہو کہ رہن کرنے والے کو راہن۔ رہن رکھنے والے کو مرہن اور جس چیز کو رہن رکھا جائے اسے مرہون کہتے ہیں۔ مثلاً زید نے ایک ہزار روپے عرصے قرض لیے اور اپنا ملکیتی مکان عمر کے پاس رہن رکھ دیا تو زید کو راہن اور عمر کو مرہن اور مکان کو مرہون کہیں گے

۲۔ اپنے کسی حق مثلاً قرض کی وصولی کے لئے قرضدار کی کسی ایسی چیز کو روک لینے کو رہن کہتے ہیں جس کے ذریعے وہ اپنا قرض وصول کر سکے۔ جب راہن و مرہن کے درمیان ایجاب و قبول ہو جائے اور شئی مرہون مرہن کے قبضہ میں آجائے تو رہن لازم آجاتا ہے۔

۳۔ راہن جب قرضدار کو دے تو مرہن کے لیے لازم ہے کہ وہ شئی مرہون، راہن کو واپس کر دے۔

۴۔ مرہن کو شئی مرہون سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ اگرچہ راہن اس بات کی اجازت بھی دے دے۔ مثلاً رہن شد مکان میں رہائش رکھنا یا رہن شدہ مشینری کو اپنے استعمال میں لانا۔

بَابُ كَسْبِ الرَّحْبِلِ وَحَمْلِهِ | انسان کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور محنت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے فرمایا میرے ہم قوم یہ (بخوبی) جانتے ہیں کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی کفالت کے لیے ناکافی تھا اور اب میں مسلمانوں کے لیے (امور سلطنت) میں مشغول ہو گیا ہوں۔ لہذا ابوبکر کی اولاد اب انہی کے مال سے کھائیگی اور انہی کے کاروبار میں رہے گی۔

حضرت عروہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خود مزدوری

بِسَبْدٍ
قَالَتْ لَمَّا اسْتَحْلَفَ أَبُو بَكْرٍ
الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي
أَنْ حِرْزَ حَقِّي لَمْ تَكُنْ تَعِجْزُ عَنْ مَوْتَةِ
أَهْلِي وَ شَغَلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَاكُلُ
أَلْأَفْئِ بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ
لِلْمُسْلِمِينَ فَيَسِرُ

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کے بھروسے بڑا کیا کرتی تھی تو ان سے کہا گیا کہ کاش وہ غسل کر لیا کرتے۔ اس حدیث کو ہمام نے ہشام سے اور انھوں نے اپنے والد صاحب سے اور انھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنے ہاتھ کو کمانی سے کھایا۔ اس سے بہتر کسی آدمی نے روزی نہیں کھائی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام اپنی دستکاری سے کھاتے تھے۔

حضرت ہمام ابن منبہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دستکاری سے کھاتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابو عبید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو اپنی پیٹھ پر ٹکڑیوں کا گٹھا لا کر لاتا ہے تاکہ انھیں فرو کر کے اپنی روزی کما سکے (تو ایسا شخص) اس آدمی سے بہتر ہے جو (روزی) کے لیے کسی کے آگے سوال کرتا ہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔

حضرت زبیر ابن عوام سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سے اگر کوئی اپنی ریمیں کو لیتا ہے تاکہ ان میں ٹکڑیاں یا گھاس وغیرہ باندھ کر بیچے (تو ایسا آدمی گداگر سے بہتر ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ محنت مزدوری فراغت اور صنعت و معرفت کے ذریعہ اپنی گزربسر کے لیے سعی و کوشش کرنی چاہیے ۲۔ جناب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے واضح ہوا کہ جو شخص دینی و

وَسَلَّمَ عَمَّا لَآ أَنفُسُهُمْ وَكَانَ لَكُمْ أَذْوَجُ
فَصَيَّلَ لَهُمْ لَوْلَا نَسَلْتُمْ رَوَاهُ هَمَّامٌ
عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا

عَنِ الْمَقْدَامِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلُ أَحَدٌ
طَعَامًا قَطُّ حَنِئًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ
مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ
يَدِهِ (بخاری)

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ
إِلَّا مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ (بخاری)

عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ
عُفُوفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَنْ يَخْطُبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً
عَلَى ظَهْرِهِ حَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا
فِيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ
يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ أَحْبَلًا
حَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ (بخاری)

انور کی انجام دہی میں مشغول ہو جائے اسے بیت المال سے مناسب تنخواہ یعنی جائز ہے۔

فائدہ

۱۔ اپنی ذات اور اپنے اہل اور چمن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے (کسب) کا نافرمان ہے۔ اسی طرح قرضہ ادا کرنے کے لیے کما بھی فرض ہے۔ اور ماں باپ محتاج و تنگ دست ہیں تو قرضے سے کما کر انہیں بقدر کفالت دے (عالمگیری) ۲۔ جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لیے مہر و ہمارے سوال کرنا منع ہے سائل اور اگر اس طرح جو مال حاصل کر کے جمع کرتے ہیں۔ وہ غنیمت مال ہے (عالمگیری)

بَابُ السُّؤْلَةِ وَالسَّمَاخَةِ فِي الشَّرَاءِ وَالْبَيْعِ
وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيُطْلَبْ فِي عِفَافٍ

(بخاری)

بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ أَبَى رُبَيْعَ ابْنِ
حِرَاشٍ حَدَّثَنَا أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَنَا
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَنَفَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ قَالُوا أَعْمَلْتَ مِنَ الْحَسَنِ شَيْئًا
قَالَ كُنْتُ أَمْرًا فَنِيَّتِي أَنْ يَنْخُلِرُوا وَيَتَجَا
وَرُؤَاعِي الْمُوسِرِ قَالَ قَالَ فَتَجَا وَرُؤَا
عَنَّهُ وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ
رُبَيْعٍ كُنْتُ أَيْسَرُ عَلَى الْمُوسِرِ
وَأُنْخُلِرُ الْمُعْسِرَ وَتَابِعَهُ شُعْبَةُ عَنْ
جَعْدِ الْمَلِكِ عَنْ رُبَيْعٍ وَقَالَ أَبُو
عَوَّاسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رُبَيْعٍ
أَنْظَرُ الْمُوسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ
وَقَالَ نَعِيمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رُبَيْعٍ
كَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَأَتَجَاوَزُ
عَنِ الْمُعْسِرِ (بخاری)

یہ باب ہے غریب و فروخت میں نرمی و کشادگی (میں) ہر اپنا حق کسی سے مانگے تو اسے چاہیے کہ (مقروض یا مغتری) اس کی عزت نفس کا بھانڈا رکھے۔

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس نے دولت مند مقروض کو مہلت دی۔

جہیں منصور نے حدیث بیان کی ربیع ابن حراش سے وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلی امتوں کے ایک کئی کی رُوح کے پاس فرشتے آئے اور کہنے لگے کیا تو نے کوئی اچھا کام بھی کیا ہے تو اس شخص کی رُوح بول کر میں اپنے ملازموں سے (اکثر) کہا کرتا تھا۔ فراخ دست (مقروض) سے درگزر کیا کرو اور سختی نہ کیا کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر فرشتوں نے بھی اس شخص کی رُوح سے درگزر کیا اور عذاب نہ کیا۔ اور ابو مالک نے ربیع سے بایں الفاظ روایت کیا۔ میں فراخ دست کو مہلت دیتا تھا اور اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ اور ابو مالک کی متابعت (انہی الفاظ میں) شوبہ نے عبد الملک سے کی اور انحول نے ربیع سے اور ابو عوانہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبد الملک نے ربیع سے (ان الفاظ) میں حدیث بیان کی کہ میں فراخ دست کو ڈھیل دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ اور فیہم ابن ابی ہند نے فرمایا کہ مجھے بھی

نے ان الفاظ میں حدیث بیان کی کہ میں فراق دست کاغذ قبول کیا کرتا تھا اور تگلدست سے درگزر کیا کرتا تھا۔

باب، جس نے کسی تگلدست کو ڈھیل دی۔

عبد اللہ ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تاجر (اعمم سابقہ میں) لوگوں کو کچھ قرض دیا کرتا تھا۔ پھر جب کسی تگلدست کو دیکھتا تو اپنے ملازمین سے کہ دیتا کہ ان سے درگزر کرنا شاید اللہ تعالیٰ ہم سے (اسی طرح) درگزر فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔

بَابُ مَنْ أَطْلَقَ مُعْصِرًا
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ سَمِيعَ
أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يَدَا
بَيْنَ النَّاسِ فَإِذَا دَاخَى مُعْصِرًا قَالَ
كَيْفَيَا بَيْنَهُ تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ
أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْهُ فَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ
(بخاری)

ان احادیث میں بیع و شراء۔ لین دین کے معاملات میں دیانت و امانت، نرمی اور درگزر کی ہدایت دی گئی ہے اور تگلدست کو مہلت دینے کی ترغیب۔ اور یہ بھی کہ دنیا میں نرمی اور درگزر کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی آخرت میں نرمی و درگزر فرمائے گا۔

قرض دار کو مہلت دینا کا ثواب ہے | قرض دار اگر تگلدست یا نادار ہو تو اس کو مہلت دینا یا قرض کا مجزی یا مکمل معاف کر دینا سبب اجر عظیم ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ اگر قرض دار تنگ والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہے۔

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ
وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تگلدست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا سایہ رحمت عطا فرمائے گا۔ جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم شریف)

نیز حضور نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کی سختیوں سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے تو وہ تگلدست کو مہلت دے یا معاف کر دے (مسلم)۔ بہر حال یہ بات تو واضح ہے کہ تگلدست کو مہلت دینا یا معاف کر دینا کا ثواب ہے حضور کی ہدایت یہ ہے کہ معاملات میں آدمی نرمی، تواضع اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرے اور انصاف و دیانت کا دامن نہ رکھے۔ لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ اس کا دوسرا رخ جسے مسلمانوں نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے (اما بنا اللہ) اس کی اہمیت کا ذیل کی احادیث سے اندازہ کیجئے۔

قرض لے کر ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے | امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن حبش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ۔ کہتے ہیں ہم صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آسمان کی طرف بجا دعا اٹھائی۔ پھر پشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ سبحان اللہ کتنی سختی اتاری گئی ہے۔ صبح کو

ہم نے مقرر کیا وہ سختی کیا ہے، ہونا نازل ہوئی۔ حضور نے فرمایا قرض کے متعلق ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، پھر زندہ ہو، پھر قتل کیا جائے۔ پھر زندہ ہو پھر قتل کیا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہو تو جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جب تک کہ ادا نہ کر دیا جائے (امام احمد)

۲۔ بکیر و گناہ جن کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب گناہوں سے بڑا یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر قرض چھوڑ کر مرے اور اس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو (ابوداؤد)

۳۔ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

۴۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کا نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس پر کسی کا قرض ہوتا تھا۔ (بخاری)

حضور کی ان ہدایات کے برعکس ہماری حالت یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتے۔ حق داروں کا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول، ہستی و کمالی تو ایک عام مرض ہے، غراب تو برسے سے حق کا ہی انکار کر دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت پوری کر دینے کا جو جذبہ مسلمانوں میں ہونا چاہیئے وہ مضاعف ہو رہا ہے اور جو لوگ کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنے کی بطور قرض وسعت رکھتے ہیں وہ بھی اس کا برعکس ہاتھ روک لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرض کی وصولی تو جب ہوگی مگر قرض دے کر ذمہ پریشان اور بلا و ہرج و مرج دہشتی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

بَابُ ۱۰ اِذَا بَيَّنَّ الْبَيْعَانِ وَلَوْ بَيَعْتُمَا وَ
نَصَحَا | جب خرید و فروخت کریں تو انوں نے بیع کی پوری حقیقت و دفع کر دی اور عیب نہ چھپایا بلکہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کی۔

۱۔ عرب کے کسی شیخ کے پاس نہایت عمدہ نسل کا ایک برق رفتار گھوڑا تھا لوگ اسے نہ مانجی قیمت پر خریدنے کے لیے تیار تھے مگر شیخ انکار کر دیا۔ ایک روز عرب کا ایک نامی گرامی شہسوار شیخ کے پاس آیا اور ایک خلیفہ رقم کے عوض گھوڑا خریدنے کی پیشکش کی اور کہا کہ اتنے اچھے گھوڑے کا سختی مجھ جیسا شہسوار ہی ہو سکتا ہے۔ شیخ نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں تمہاری شہساری کا معترف ہوں مگر یہ گھوڑا مجھے بچہ عزیز ہے۔ میں اسے کسی قیمت پر فروخت نہیں کر سکتا۔ شہسوار نے مایوس ہو کر جواب دیا۔ اچھا شیخ میں چلتا ہوں مگر یہ بات یاد رکھنا۔ مجھے جو چیز پسند آجاتی ہے اسے حاصل کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

ایک عرصہ کے بعد ایک روز شیخ اپنے گھوڑے پر سوار جنگل میں جا رہا تھا کہ راستہ میں اس نے ایک بیمار آدمی دیکھا جو منزل پر پہنچنے کے لیے سواری کا محتاج تھا۔ شیخ کو اس پر ترس آگیا۔ گھوڑے سے اتر لدا اس بیمار شخص کو گھوڑے پر سوار کر دیا۔ سوار ہوتے ہی اس شخص نے گھوڑے کی بائیں ٹھانی اور کہا۔ میں وہی شخص ہوں جو تم سے یہ گھوڑا خریدنا چاہتا تھا اور تم نے انکار کر دیا تھا۔ آج اس سبب سے میں نے یہ گھوڑا حاصل کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو اڑھ لگائی تو شیخ نے کہا۔ ذرا عجلو۔ ایک بات سنئے جاؤ۔ میری ٹھانی ہے کہ اگر لوگ تم سے اس گھوڑے کے حصول کی بابت دریافت کریں تو ان سے یہ کہنا کہ یہ گھوڑا شیخ نے مجھے تحفہ دیا ہے کیونکہ اگر تم نے یہ کہا کہ میں نے شیخ کو جو بوقت بنا کہ مر دفریب سے یہ گھوڑا حاصل کیا ہے تو لوگ ضرورت مندوں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیں گے اور کوئی کسی کی مدد کے لیے تیار نہ ہوگا۔

بیان سے بائع و مشتری مراد ہیں۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ جب بائع اور مشتری نے ایک دوسرے کی خیر خواہی کی اور بیع کی پوری حقیقت بتادی۔ کسی بھی عیب کو چھپایا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس خرید و فروخت میں برکت عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت عدا ابن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
آپ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے یہ مکتوب دیا تھا کہ یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدا بن خالد کو فروخت کی جیسے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کوئی چیز بیچتا ہے کہ نہ اس میں کوئی نقص ہے اور نہ کوئی بد باطنی ہے اور نہ ہی غائلہ ہے۔ اور حضرت قتادہ غائلہ کا یوں معنی کیا ہے کہ غائلہ زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں اور حضرت ابراہیم سے کہا گیا کہ بعض جانوروں کے (دلال) (دھوکہ دہی کے طور) (جانوروں کے اصطل کے نام) یوں نام رکھتے ہیں۔ یہ فراسانی اصطل ہے اور یہ سجتانی اصطل ہے اور یوں کہتے ہیں (یعنی صاحب) یہ کل ہی فراسان سے آیا ہے اور یہ آج ہی سجتان سے منگوا یا ہے تو اس کہنے پر حضرت ابراہیم مخفی علیہ الرحمۃ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور حضرت عقبہ ابن عامر نے فرمایا کہ کسی بھی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ سامان میں نقص کو جانتے ہوئے بھی خریدار کو عیب و نقص نہ بتاتے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ الْعَدَاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ
كَتَبَ لِي الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا مَا اشْتَرَيْتُ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْعَدَاءِ
ابْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمِ لَدَا
لَا خَيْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ وَقَالَ قَتَادَةُ
الْغَائِلَةُ الزُّنَا وَالسَّرَقَةُ وَالْإِ
بَاقُ وَقِيلَ لِابْرَاهِيمَ إِنَّ
بَعْضَ النَّحَّاسِينَ يُسَمِّي أَرْبَعَ
خُرَاسَانَ وَسَجِسْتَانَ فَيَقُولُ حَبَاءُ
أَفْسٍ مِنْ خُرَاسَانَ حَبَاءُ الْيَوْمِ مِنْ
سَجِسْتَانَ فَكَمْ هَذِهِ كَوَاهِيَةُ شَدِيدَةٌ
وَقَالَ عَقْبَةُ بْنُ غَامِرٍ لَا يَجِلُّ لِزَمْرَةٍ
يَبْنِعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً
إِلَّا أَحْبَبَهُ

(بخاری)

مطلب حدیث یہ ہے کہ خرید و فروخت میں عدل و انصاف، دیانت و امانت کا دامن تھامے رہنا ضروری ہے اور جائز نہیں ہے کہ ایک چیز پاکستان کی بنی ہوئی ہے اور اسے جرمن کی بنی ہوئی کہہ کر بیچا جائے۔ یا بیع میں عیب ہو اور اس کو خریدار پر ظاہر نہ کیا جائے جو بھولتی قسم کھائی جائے اور دھوکہ اور فریب سے کام لیا جائے۔
حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے مال بیچتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ اس کے گناہ معاف فرمائے گا (مسلم)
جھوٹی قسم سے سامان بک جاتا ہے مگر برکت مٹ جاتی ہے (مسلم) اور وہ لوگ جو تجارت میں سچائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا۔
سچا اور دیانت دار تاہر قیامت کے دن پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا (ترمذی)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ الْخَلِيفَةُ
حَكِيمُ بْنُ حِذَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ
مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا
فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا وَفِي
بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَّبَا مُحِقَّتْ
بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا

(بخاری)

عبداللہ ابن حارث حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کی
طریقے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا۔ خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک مکمل لینے
دینے کا، اختیار رہتا ہے جب تک دونوں جہاد ہوں یا
آپ نے 'نالم یتفرقا' کے بجائے 'حتی یتفرقا' فرمایا پس اگر
دونوں نے صداقت سے کام لیا اور سامان کی تمام صورت حال
واضح کر دی تو دونوں کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے
لیکن اگر کوئی عیب چھپا رکھا یا غلط بیانی سے کام لیا تو ان کی
برکت ختم ہو جاتی ہے۔

فوائد و مسائل

اس حدیث میں بالخیار مالہ یتفرقا کے الفاظ خصوصی طور پر قابل توضیح ہیں (۱) خیار
خیر کے مشتق ہے۔ اس کے لغوی معنی بھلائی کی طلب و تلاش، چننے، چننے کرنے کے ہیں۔
بیع میں چار اختیار ہیں۔ خیار عقد۔ خیار رویت۔ خیار عیب۔ خیار شرط اور سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ پانچ اختیار
کے قائل ہیں۔ چار یہ اور پانچواں خیار مجلس۔ یعنی ایجاب و قبول کے بعد بھی فریقین جب تک مجلس سے ہٹ نہیں
انھیں اختیار رہتا ہے کہ بیع کو قائم رکھیں یا ختم کر دیں۔ حضرت سعید بن المسیب، زہری، مبشام بن یوسف، حضرت
امام شافعی و احمد و سختی و ابو ثور محمد بن جریر الطبری اور اہل الظاہر کا بھی یہی مسلک ہے۔ یہ حضرات حدیث زہری
کے الفاظ مالہ یتفرقا سے تفرق بالابیان مراد لیتے ہوئے خیار مجلس کا قول کرتے ہیں۔ لیکن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ
امام نخعی و ثوری مالہ یتفرقا سے تفرق بالا قوال مراد لیتے ہیں۔ یعنی عاقدین میں سے جب ایک نے ایجاب کیا مثلاً کہا
میں نے بچی تو دوسرے کو اختیار ہے کہ اسی مجلس میں قبول کر لے یا رد کر دے (اسی کو خیار عقد یا خیار قبول کہتے ہیں) لیکن
جب ایجاب و قبول دونوں ہو چکے تو بیع لازم و تمام ہو گئی۔ خواہ فریقین اسی مجلس میں یا چلے جائیں۔ مطلب یہ کہ احتیاط
کے نزدیک جب مجلس میں ایک نے کہا۔ میں نے بچی۔ دوسرے نے کہا میں نے خریدی تو ایجاب و قبول کے بعد بیع
لازم و تمام ہو گئی۔ اب دونوں میں سے کسی کو اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ
کا موقف بہت قوی ہے۔ متعدد آیات و احادیث سے بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ فرآن مجید میں ہے وَأَنْ يَتَفَرَّقَا يَعْنِي اللَّهُ كَلَامًا مِنْ سَعَةِ۔ اگر مباح بیوی علیحدہ ہو جائیں تو
اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔ اس آیت میں ان یتفرقا سے جماع علیحدگی مراد
نہیں بلکہ طلاق کے ذریعہ مباح بیوی کا علیحدہ ہونا مراد ہے۔

۲۔ عقد، ایجاب و قبول سے پورا ہو جاتا ہے۔ بیع بھی ایک عقد ہے جب ایک نے کہا۔ میں نے بچا۔ دوسرے نے
کہا۔ میں نے فروخت کیا تو عقد پورا ہو گیا۔ بیع لازم ہو گئی اور بیع مشتری کی ملک میں آگئی۔ اب اگر ایجاب و قبول کے

فِي رَجَبِهِ الْجُوعَ خَدَّاهُ فَجَاءَ مَعَهُ
رَجُلٌ فَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ هَذَا أَقْدَمَ سَعْنًا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ نَأْذَنَ
لَهُ فَنَأْذَنُ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجِعَ
فَقَالَ لَا بَلَّ فَنَدَّ أَذِنْتُ لَهُ (بخاری)

حضور کو بلایا۔ ایک شخص زیادہ آگیا۔ حضور نے فرمایا۔ یہ شخص
ہمارے ساتھ بن بلائے آگیا ہے۔ تمہیں اختیار ہے کہ اس
کو اجازت دو یا نہ دو اور اگر تم چاہو تو وہ لوٹ جائے۔ انصار
نے عرض کی۔ میں نے اس کو اجازت دی۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قصاب کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے اور قصاب ہونا کوئی طعن کی بات نہیں۔ ۲۔ دعوت
کا قبول کرنا سنت ہے۔ ۳۔ بلا اجازت صاحب خانہ دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کے
ساتھ جو صاحب بن بلائے آگئے تھے حضور نے ان کے لیے صاحب خانہ سے اجازت طلب فرمائی۔ ۴۔ واضح رہے کہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت طلب فرمانا صرف تعلیم امت کے لیے اور صاحب خانہ کی قطیبت نفس کے لیے تھا۔
ورنہ حضور کو اپنی امت کے مال میں بہر حال ہر قسم کے تصرف کا اختیار کامل حاصل ہے۔ خواہ مالک حاضر ہو یا غائب راضی
ہو یا ناراض۔ ہر صورت میں حضور کو اختیار ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ مع کونہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان یتصرف فی مال کل من الامة بغير حضوره و بغير رضاه ولكن لم يفعل ذلك
الا بالاذن تطييبا لقلوبهم (معنی ۱۱ ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ بیروت)

بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكُذِبَ وَالْكَثْمَنُ فِي الْبَيْعِ

باب۔ بیع میں جھوٹ بولنے اور عیب چھپانے سے برکت جاتی رہتی ہے۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
السَّيِّحِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعَانِ
بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَّفَقَا أَذْوَالُ حَتْمِي
يَتَفَتَّرُ فَاِنْ صَدَقَا وَيَتَنَاجَرُ لِمَا
فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِجَّتْ
نَزْكَةُ بَيْنَهُمَا (بخاری)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں کو اس وقت تک
اختیار ہے جب تک جُدا نہ ہوں۔ پھر اگر دونوں بچ بولیں
گے اور اگر عیب ہے تو اس کو ظاہر کر دیں گے تو اس
بیع میں برکت ہوگی اور عیب چھپائیں گے جھوٹ بولیں گے
تو بیع کی برکت جاتی رہے گی۔

یہ حدیث سابقہ صفحات میں مع ترجمانی کے گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ معاملات میں دیانت و امانت
اور صداقت باعث خیر و برکت ہے اور جھوٹ۔ فریب بے برکتی کے موجب ہیں۔
بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! سود و سودا دونوں نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے
زمانہ جاہلیت میں سود خواری کا عام طریقہ یہ تھا کہ ایک خاص میعاد مقرر کر کے ادھار سود پر دیا جاتا اور جب وہ میعاد
آگئی اور قرض دار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو مزید مہلت اس شرط پر دی جاتی کہ سودنی مقدار بڑھادی جاتی۔ اس

آیت میں سود و سود کے اس طریقہ کو ممنوع قرار دیا گیا۔ آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اضعاف و مضاعف (دو دوں سود) نہ ہو تو حرام نہیں۔ کیونکہ سود بقر اور نہ۔ کی آیات میں رہا کہ مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے خواہ شرح سود کچھ بھی ہو۔ علاوہ انہی یہ ظاہر ہے کہ جب سودی کاروبار میں اصل قرض بدستور باقی ہے تو ایک زمانہ کے بعد ہر سود اصل قرض کا اضعاف و مضاعف ہی ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک ایسا وقت آئے گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمُسْلِمُ بِهَذَا أَحْذَرَ أَمْ لَا أَمْزَنَ حَكَمًا (بخاری)

عنوان جو کہ آیت ہے اس حدیث کی مطابقت یہ ہو سکتی ہے کہ سود خود سود و سود حاصل کر رہا ہے اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ یہ حلال طریقہ سے آ رہا ہے یا حرام سے۔ یہ ہی بات ہے جو حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔ بہر حال آیت میں سود کھانے کی ممانعت اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے اور حدیث میں فساد زمانہ کا ذکر ہے۔ ناسی کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ ہی سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ وہ سود کھائیں گے اور جو دکھائیں گے تو سود کا شمار ان کو بھی پہنچ جائے گا۔

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَأْكُلُونَ الرِّبَا فَمَنْ لَعِيَ أَكَلَهُ أَصَابَهُ غِبَارُ

بَابُ أَكْلِ الرِّبَا وَمَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ

باب سود خور، گواہ اور سود لکھنے والے کے متعلق

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وہ جو کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مجبور بنا دیا ہے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا۔ بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔ تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ بازر با تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی ممت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں بدلتوں رہیں گے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَخْجُطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَاتَّهَمَ فَإِنَّهُ فَسَقٌ مَسْلُوفٌ وَأَمْدُهُ إِلَهُ اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

۱۔ اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خور کی شامت کا بیان ہے۔ جیسے آسیب زدہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا

قیامت کے دن سود خور مجبور الحواس اٹھے گا

مگر ناپڑتا رہتا ہے۔ قیامت کے دن سود خور کا ایسا ہی حال ہوگا۔ سود سے اس کا پیٹ بہت بھاری اور بوجھل ہو جائے

اور وہ اس کے بوجھ سے گر کر پڑے گا۔

چونکہ اعمال کی سزا یا جزا اس کے مناسب ہو کرتی ہے۔ دنیا میں سود و غور کی کیفیت یہی ہوتی ہے کہ وہ بچے کے پیچھے دیرانہ وار دوڑتا ہے۔ مال کے طمع میں بدست و مدہوش رہتا ہے۔ لہذا قیامت کے دن وہ ایک مجنوں اور مضبوط الحواس انسان کی صورت میں اٹھے گا۔

۲۔ ذالک بانہم الخ آیت کے اس جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ بالا سزا کا سبب یہ بتایا گیا کہ ایک تو انھوں نے یہ مجرم کیا کہ سود جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اس میں مبتلا ہو گئے۔ دوسرے اس حرام کو حلال بنانے کے لیے انھوں نے یہ کنہا شروع کر دیا۔ بیع و ربا میں فرق ہی کیا ہے؟ بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے۔ کتاب مجید نے ان کے اس نظریہ کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ اگرچہ اس موقع پر مفسرین کرام اور علماء اسلام نے بیع و ربا میں جو فرق ہے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے لیکن قرآن نے وجوہ فرق کو بیان نہیں کیا۔ بلکہ احکام نماز میں فیصد بڑیا کہ بیع حلال ہے اور ربا حرام ہے۔ یعنی وہ حاکم مطلق ہے۔ خالق و مالک ہے جو چاہے حکم دے اور جیسے چاہے حرام قرار دے۔ بندے پر تو اس کی اطاعت لازم و واجب ہے۔ اس لیے بیع کو ربا کے مانند کنہا غلط ہے۔ بیع حلال ہے اور ربا حرام ہے۔

۲۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سود کھانا یعنی سود سے نفع اٹھانا خواہ کسی بھی شکل میں ہر حرام و مکرہ ہے تو حرمت سے قبل جن لوگوں نے سودی لین دین سے مال و دولت حاصل کی، جائیداد وغیرہ بنائی اس کا کیا حکم ہے؟ خلیفہ مہاسلف سے یہ بتایا گیا کہ حرمت سود سے قبل جو کچھ سودی لین دین سے مال و دولت حاصل کی، جائیداد وغیرہ بنائی اس پر اس حرمت کا اطلاق نہ ہوگا۔ وہ سب مال و جائیداد ان کی جائز ملکیت قرار پائے گی مگر ایسے افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دل سے توبہ کریں اور آئندہ کے لیے سودی لین دین سے مکمل پرہیز کریں۔

۴۔ فَمَنْ عَادَ آیت کے اس جملہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو اس حکم قرآن کے بعد بھی سودی لین دین جاری رکھیں وہ جہنمی ہیں۔ یعنی جو سود کو حلال جانے وہ کافر ہیں۔ ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیونکہ ہر حرام قطعی کو حلال جانے والا کافر ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا سَأَلْتُ أَخِي الْبَقْفَةَ
فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ شَمَّ حَرَّمَ النَّبِيَّ حَامَةً
فِي الْحُمْرِ (بخاری)

عزان (جو کہ آیت ہے) اسے اس حدیث کی مطابقت یہی ہے کہ سورہ بقرہ کی آخری سورہ میں سود کے احکام اور اس کی حرمت و مذمت کا ذکر ہے۔ اگرچہ حدیث میں کاتب و شاہد کا ذکر نہیں ہے۔ مگر کاتب و شاہد معاون ہیں اور حرام کے ساتھ دانا بھی حرام ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار اس کا پر داز، سودی و سودی کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا۔ وہ سب گنہگار ہیں برابر ہیں۔

سوالیہ نمبر ۱ خدمت سورہ مائدہ میں آئی ہے جو ربا کی ممانعت والی آیات سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔

جواب۔ تحریم خمر کا اعلان حضور نے اس وقت بھی فرمادیا تھا جب سورہ مائدہ نازل ہوئی تھی اور اب جب کہ رباً کی حرمت کی آیات نازل ہوئیں تو حضور نے بطور مبالغہ حرک تجارت کی حرمت کو مکرر بیان فرمادیا۔

حضرت سحرہ بن جندب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات میں نے دو غنص دیکھے۔ وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس لے گئے۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہریں آئے، وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا تھا اور نہر میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر تھے، بیچ نہر والا آدمی آتا اور جوں ہی وہ چاہتا کہ باہر نکل جاتے فوراً باہر والا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا جہاں وہ پہلے تھا، اسی طرح جب بھی وہ نکلا چاہتا کنارے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ آتا تھا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا یہ کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ نہر میں آپ نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھاتا تھا۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَتَيْتُ اللَّيْلَةَ مَرَّجَلَيْنِ أَسْيَانِي فَأَحْسَرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسْطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَإِذَا ارْتَدَّ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ مُحْجَبٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهَ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَهُ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَذِجُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالَ الَّذِي رَأَيْتُهُ فِي النَّهْرِ أَجَلَ الرَّبَا

(بخاری)

یہ اس طویل حدیث کا حصہ ہے جس میں مختلف قسم کے گناہوں کی نراؤں کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد کرایا گیا۔ مکمل حدیث فیض الباری پارہ ششم ص ۶ پر ذکر ہو چکی ہے۔ امام بخاری نے متعدد ابواب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہاں حدیث کا وہ حصہ ذکر فرمایا ہے۔ جس میں سود و خرید کی نراؤں کھائی گئی ہے کہ وہ خون کے دیبا میں پتھر کھاتا رہے گا۔ رب العزت جل مجدہ معاف فرمائے وہ غفور الرحیم ہے مگر ہم عبرت نہیں حاصل کرتے۔ گناہوں پر دلیر ہو گئے ہیں ظہر شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بَابُ مُوَكِّلِ الرَّبَا

باب سود دینے والا

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو، اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم تو بہرہ و تر اپنا اصل مال لے لو۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقَدْ ذُكِّرْتُمْ مَآ بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تَبْتَغُوا فَلََكُمْ رَدُّوهُ

أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ وَ
 إِنْ كَانَ دُؤُوسٌ غَشِيَةٌ فَلْيَنْظُرُوا إِلَيْهِ خُيُوسَةٌ
 فَإِنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
 قَاتِلُوا يَوْمَ مَا تُنَاجِعُونَ فَيُنَبِّئُ إِلَى اللَّهِ شَمْرُ
 تَوْفُّ كُلِّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ
 لَا يُظْلَمُونَ

نقصان ہو اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے ہمت دواسان
 تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا
 ہے اگر جانور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھردے
 اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھردی جائے گی اور ان پر
 ظلم نہ ہوگا۔

۱۔ یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان
 کی گراں قدر زمینیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں۔

۲۔ انھیں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابق کے مطالبے بھی واجب الزک ہیں۔ اور پہلا مقرر کیا ہوا
 سود بھی اب لینا جائز نہیں ہے۔ یہ حکم دینے سے پہلے اتقوا اللہ (اللہ سے ڈرو) فرمایا گیا۔ کیونکہ خوفِ خدا کے
 بغیر راہِ حق پر چلنا ناممکن ہے۔

۳۔ پھر اس حکم کی مخالفت کرنے والوں کو سخت و شدید وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور
 اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ یہ وعید ایسی شدید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر
 قرآن مجید میں ایسی وعید کہیں نہیں آئی جس سے سودی لین دین کا سخت و شدید گناہ ہونا واضح ہے۔ پھر کس کی مجال
 کہ اللہ و رسول سے جنگ کا تصور بھی کر سکے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد ان اصحاب نے اپنے سودی مطالبے
 ترک کر دیئے اور یہ کہتے ہوئے تائب ہو گئے کہ

اللہ و رسول سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب

۴۔ وَإِنْ تَبَسُّوْا بَعْنَى اِذَا سُدَّ سُوْدُ رُوْبِكُمْ اَوْ اَتَتْكُمْ رَقْمٌ بَقِيَ اَوْ رَقْمٌ كَاعْرَمَ كَمُكُوْا قَرْضًا
 سے صرف قرض کی اصل رقم (رأس المال) لینے کے حقدار ہو۔

۵۔ لَا تَظْلِمُوْنَ یعنی رأس المال سے زائد لینا ظلم ہے۔ اس آیت میں رأس المال قرض کی اصل
 رقم سے زائد رقم (سود) لینے کو ظلم قرار دے کر حرمتِ سود کی علت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ قرض دے کر اس پر نفع لینا ظلم
 ۶۔ وَلَا تَظْلِمُوْنَ۔ اسی طرح قرض دار کا قرض کی ادائیگی میں دیر کرنا یا کسی کرنا بھی ظلم ہے۔ لوگ قرض لے کر وعدہ
 پر نہیں دیتے۔ مثال مثلاً جیلے ہالنے بندتے رہتے ہیں۔ قرآن نے قرض لینے والوں کی اس روش کو بھی ظلم قرار دیا ہے۔

۷۔ اگر قرض دار تنگ دست یا نادار ہے تو اسے ہمت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا تمام قرض معاف کر دینا سببِ اجرِ عظیم
 ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تنگ دست کو ہمت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس
 کو اپنا سایہ رحمت عطا فرمائے گا۔ جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۸۔ قَاتِلُوْا اَلْ اِسْ دُنْ سے لڑنا چاہیئے جس دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ نہ نیکیاں گھٹائی نہ جنگ

اور نہ بیاں بڑھائی جائیں گی۔ آخرت میں حق و انصاف سے کام لیا جائیگا۔ کسی پر غلام وزیارتی نہیں ہوگی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَذِهِ آيَةُ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

اس کے بعد حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئیں دوز دنیا میں جلوہ افروز رہے اور ایک قول میں نرشب اور ایک میں سات — شعبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے آخر آیت دہوا نازل ہوئی۔ واللہ اعلم

حضرت عون بن ابی جحیفہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو بچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا کہ کیا انھوں نے غلام کے پاس جو بچھنا لگانے کا سامان تھا اسے ترڑوا دیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے کی قیمت بچھنا لگانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔ آپ نے گودنے اور گدوانے والی سود لینے اور سود دینے والی کو (سود لینے یا دینے) سے منع فرمایا اور جاندار کی تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحِيفَةَ قَالَ رَأَيْتُ آفَ اسْتَرَى عَبْدًا حَجًّا مَا فَسَّأَلْتُهُ فَقَالَ نَبِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدِّمِّ وَثَمَنِ عَيْنِ الْوَأَشْمَةِ وَالْمَوْشُومَةِ وَاجْلِ الْوَبَا وَمَوْكِلِهِ وَلَعْنُ الْمُصَوِّرِ

فوائد و مسائل | عثمان سے مناسب اس حدیث کے الفاظ اُکھلے و موکھلے ہیں۔ صحیح جعفر اس آکر کہتے ہیں جس سے فصد کی جاتی ہے۔ وشم کے معنی جھم کے کسی حصہ کو سوئی سے گود کر اس میں نیل یا نمر بھرتے ہیں۔ نماز جاہلیت میں اور فی زمانہ ہندو سکھ عیسائی، قبائل ہند کے بعض گروہ کے مرد اور خصوصاً ستورات کے اعضاء پر اس عمل کا رواج ہے۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۔ ایسا غلام جو فصد لگانے کا کام کرتا ہو کو خریدنا جائز ہے ۲۔ کتے کی خرید و فروخت کے متعلق اللہ میں اختلاف ہے۔ حضرت حسن، ربیعہ، حماد بن سلیمان، اور اجماعی داؤد امام احمد امام شافعی کتے کی خرید و فروخت کو حلال اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیتے ہیں اور حضرت عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی امام اعظم ابو حنیفہ، ابو یوسف و محمد و ابن کناز کا مسلک یہ ہے کہ وہ کتا جس سے نفع اٹھایا جائے جیسے شکاری کتا جس سے رکھوالا کا کام لیا جائے کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس کی قیمت حلال و مباح ہے۔ احناف کے نزدیک سوار خنزیر کے تمام جانوروں مثلاً شیر، بھیتا، بیٹریا، ریچھ، گروہ، بلی وغیرہ کی خرید و فروخت جائز ہے (یعنی بدائع) علامہ عینی حنفی علیہ الرحمہ نے یہ تقریر کی ہے کہ شعر عندنا لا فرق بین المعلوم و غیرہ۔ وفی روایۃ الاصلی فی جہون بیعہ کیف ما کان۔ البتہ امام اعظم کے نزدیک کلب عقول کی بیع جائز نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ حدیث ہذا میں کتے کی قیمت کی جو ممانعت آئی ہے یا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے (اور مکروہ تنزیہ جائز ہوتا ہے) یا یہ ممانعت اس وقت تک کے لیے بھی جب کتا پانا مطلقاً

منوع تھا۔ لیکن جب شکار و غنایت کے لیے کار کھنے کی اجازت دی گئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی۔
۳۔ ثمن الدھر سے مراد حجام کی اُجرت ہے۔ بچنے کی اُجرت کی جو ممانعت اس حدیث میں ہے۔ اس سے کراہت تزیہی مراد ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے خود بچنے لگوائے اور حجام کو اس کی اُجرت عطا فرمائی تھی۔ تو اگر یہ حرام ہوتی تو حضور حجام کو اس کی اُجرت عطا نہ فرماتے۔

۴۔ واشتہ گودنے اور گدوانے کی بھی حضور نے ممانعت فرمائی۔

۵۔ سود کھانے اور کھلانے والے (یعنی اور دینے) کی ممانعت فرمائی اور ان پر حضور نے لعنت فرمائی ہے۔

۶۔ جاندار کی تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔ اگرچہ ظاہر حدیث میں عموم ہے مگر مراد اس سے جاندار کی تصویر ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا بالاجماع حرام ہے اور اس سے فاعل پر لعنت آئی ہے نیز حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن معصروں سے کہا جائیگا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو (اور وہ ایسا نہ کر سکیں گے)

عن ابن عمر قال احتجمر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محمد صائغ واعطى الحجام اجره (ابن عدی فی الکامل) عینی ج ۵ ص ۹۶
حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے بحالت احرام دروزہ بچنے لگوائے اور حجام کو اس کی اُجرت عطا فرمائی۔

بَابُ يَمْحَقُ اللَّهُ الرَّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ
اور ہلاک کر دیتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار
صدقہ اور سود کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور غرض و غایت اور نتیجہ بھی مختلف ہے۔ سود خوار اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بے پرواہ ہو کر اپنے مال پر ناجائز زیادتی کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو برکت سے محروم کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ سود خوار سے اللہ تعالیٰ نہ صدقہ قبول کرے گا نہ حج نہ جہاد نہ صد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

إِنَّ الرَّبَا وَإِنْ كَثُرَتْ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ
السُّقُوتُ
سود اگر کھینکتا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار اس کا
نتیجہ قلت ہے۔ (مسند احمد وابن ماجہ)

۲۔ جو شخص رضائے الہی کے لیے صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال یا اس کے ثمرات و فوائد بڑھا دیتا ہے دُیَا

صَلِّ وَاجِبِ الطَّحَاوِي عَنْ النَّهْيِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِ أَنَّكَ كَانَ حِينَ حُكْمِ الْكَلَابِ أَنْ تَقْتَلَ وَكَانَ لَا يَحِلُّ امْسَاكُهَا وَقَدْ وَدِدْتُ فِيهِ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً فَأَمَّا كَانَ عَلَى هَذَا الْحُكْمِ فَشَمْتُهُ حَرَامٌ ثُمَّ لَمَّا أَمِجَ الْإِنْتِفَاعُ بِالْكَلابِ لِاصْطِيَادِ وَنَحْوِهِ وَنَهَى عَنْ قَتْلِهَا نَسَخَ مَا كَانَ مِنَ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِهَا وَتَسَاوُلِ تَمْنِهَا (طححاوی) عینی ج ۱۱ ص ۲۰۲

آخرت میں اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایک کھجور راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہے۔

تُو اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے جیسے کوئی اپنے بچے کو پالتا پرستے پھر وہ صدقہ بہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔

تُشْمَرُ بِبِهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يَبْرِي أَحَدُ كَمْرِ فَلَوْهُ حَقٌّ مِثْلُ الْجَبَلِ

(علینی ج ۱۱ ص ۲۰۶)

یہ مثال سمجھانے کیلئے ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ اگر کھجور بھی خلوصِ قلب اور محض رضائے الہی کے لیے راہِ خدا میں دی جائے تو رب تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے اور اس میں برکت عطا فرماتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اس کا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

۲۔ صدقہ کرنے والا محض رضا الہی کے لیے اپنا مال بغیر کسی معاوضہ کے دوسرے کو دیتا ہے اس لیے صدقہ و خیرات کرنے والوں کا مال آخرت میں ان کے لیے ابدی نعمتوں اور راحتوں کا ذریعہ بنے گا۔ یہی الصدقات کا یہی مطلب ہے۔
۳۔ واللہ لا یحب کل کفار اشیم ان جملوں پر آیت کو ختم کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سودی لین دین کرنے والا اللہ کی طرف سے حلال روزی پر راضی نہیں ہوتا۔ کسبِ مباح کو اختیار نہیں کرتا اور باطل طریقے سے مال و دولت حاصل کرتا ہے تو ایسا شخص کفور بھی آئیم بھی۔ ناشکرا اور گناہگار۔ طلبِ آیت یہ ہے جو لوگ سود کو حرام سمجھنے کے باوجود علماء اس میں مبتلا ہیں۔ وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور جو سود کو حرام ہی نہ سمجھیں وہ کفر میں مبتلا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ گناہ کا کام کرنے والے اور کفر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

أَنَّ أَبَا هُدَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلْفُ مُنْفَقَةٌ لِلْسَلْبَةِ مُصَحِّقَةٌ لِلْبَلَاءِ كَتَبَ (بخاری)

یہ حدیث گویا باب کی تفسیر ہے۔ کیونکہ زیادتی کو کہتے ہیں اور محض نقصان کو تو یہ دونوں جمع کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو حدیث نے وضاحت کر دی کہ جھوٹی قسم کھانے والا اگرچہ سود کو بیچ کر مال میں زیادتی کر لیتا ہے لیکن ایسے مال کی برکت جاتی رہتی ہے۔

۲۔ الْحَلْفُ حَا کے زیر اور لام کے زیر کے ساتھ۔ اس سے عینِ کاذب جھوٹی قسم مراد ہے۔ مُنْفَقَةٌ مفعلہ کے وزن پر۔ اسی طرح مُصَحِّقَةٌ اسم مکان ہے۔ مبالغہ کے لیے دراصل یہ مصدرِ میمی ہے۔ جو کہ مبالغہ کے لیے آتا ہے۔

سوال۔ الحلف مبتدا ہے۔ منفقہ اس کی خبر ہے۔ مبتداء و خبر میں تذکرہ و تائید میں مطابقت ضروری ہے۔ جواب یہ ہے منفقہ و مصحقہ میں تا۔ تائید کی نہیں بلکہ مبالغہ کے لیے ہے اور مصحقہ خبرِ مبتدا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جھوٹی قسم کا کہ غریہ و فروخت کرنا گناہ ہے۔ منع ہے اور جھوٹی قسم کے ذریعہ جو

مال و دولت حاصل کیا جاتے وہ بے برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بڑے فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَلْفِ فِي الْبَيْعِ

باب خرید و فروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

یعنی بیع و شرا۔ میں قسم کھانا خواہ سچی ہو یا جھوٹی بہر حال مکروہ ہے۔ پھر اگر قسم سچی ہے تو کراہت تنزیہی ہے اور اگر جھوٹی ہے تو کراہت تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا سامان بازار میں لگایا اور لگا اللہ کی قسم کھانے لگے اس کی اتنی قیمت مل رہی تھی اور میں نے نہیں دی۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک مسلمان کو دھوکہ دے۔ اس وقت سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی — وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں۔ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انھیں پاک کرے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَفَاءِ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سَلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ فَخَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَامًا لَمْ يُعْطَ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَتَنَزَّلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكُونُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَاحِلَاتُ لُهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

فوائد و مسائل

حضرت ابی اوفیٰؓ کا نام علقمہ اسلمی ہے۔ یہ وہ ہیں جو کفر میں صحابہ کرام میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے جن صحابہ کرام کو دیکھا ان میں سے آپ بھی ہیں۔ یہ آیت یہود کے احبار اور ان کے رؤسا اور ارفع و کناہ نہ ابی الحنفیؒ کو کعب بن اشرف و حییٰ بن اخطب و ابن صوریہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا تھا۔ جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان سے توریت میں لیا گیا۔ انھوں نے اس کو بدل دیا اور اس کی جگہ اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہی اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور زرا حاصل کرنے کے لیے کیا۔

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین لوگ ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے اور انھیں دردناک عذاب ہے۔ اس کے بعد حضور نے آیت بالا کو تین مرتبہ پڑھا۔ حضرت ابوذرؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) نے کہا۔ وہ لوگ ٹوٹے اور نقصان میں رہے۔ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہد کو (ازراہ کبر) شخصوں سے نیچا ٹکالنے والا۔ اور اپنے تجارتی مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا (مسلم)

حضرت البراءہؓ کی حدیث میں ہے کہ عسید بن سلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے قسم

کھائے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحمت حرام کرنا ہے اور دوزخ لازم کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگرچہ تھوڑی ہی چیز ہو۔ حضور نے فرمایا۔ اگرچہ بول کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ نیز حضور نے فرمایا۔

جس نے کسی مسلمان کا ناحق مال لیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بحالتِ ناراضگی اس کی ملاقات ہوگی۔

مَنْ أَقْطَعَ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بغيرِ حَقٍّ
لَعَنَ اللَّهُ وَهُوَ غَضَبَان - احمد
ثَلَاثَةٌ يَشْنَأُهُمُ اللَّهُ التَّاجِرُ الْحَلْفُ
وَالْفَقِيرُ الْمُحْتَالُ وَالْبَخِيلُ الْمُنَانُ
(مسلم واحد)

بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوْغِ

باب سنار کے پیشہ کے متعلق

صَوْغٌ صاوغ کے زبر کے ساتھ فحال کے وزن پر تشدید کے ساتھ صوغ صائغ کی جمع ہے اس کے معنی سنا کے ہیں۔ اس عنوان اور اس کے بعد کے عنوانات سے امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ واضح کیا ہے۔ لوہار سنار وغیرہ چھو کے زمانہ میں بھی تھے اور حضور نے ان کی ممانعت نہ فرمائی۔ جس سے ان صنعتوں کا جائز و مباح ہونا ثابت ہوا اور جن صنعتوں کا احادیث میں ذکر نہیں ہے اور جن کی ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے ان کو انہی پر قیاس کرتے ہوئے جواز کا قول کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کٹھاس نہ کٹائی جائے۔ حضرت عباس نے عرض کیا مگر اذخر یعنی حضور اس کی اجازت عطا فرمائی جائے کیونکہ وہ سناروں کے اور گھروں کے کام آتی ہے۔ حضور نے فرمایا اذخر کی اجازت ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْتَاطُ جَلَاهَا وَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا إِذَا ذُخِرَ فَإِنَّهُ لَقَيْنِيهِمْ وَيُؤْتِيَهُمْ إِلَّا إِذَا ذُخِرَ

۱۔ یہ حدیث کتاب الحج باب لا ينفرد صيد الحرم میں گزر چکی ہے۔ دیکھئے فیوض الباری پارہ ہفتم ص ۱۰۸، ۲۔ عنوان کے مطابق اس حدیث میں لقینہم کا لفظ ہے کیونکہ قین کے معنی لوہار و سنار کے آتے ہیں۔

حضرت حسین بن علی کہتے ہیں۔ حضرت علی کریم اللہ وجہ نے فرمایا، غنیمت کے مال سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقار

أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَتْ لِي شَارِفَةٌ مِنْ نُسَيْبِي مِنْ الْمُعْتَمِرِ وَكَانَ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنْ الْخُمْسِ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِي بَيْتًا طَمَعْتُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بَنَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْذَتْ وَحَبَلَتْ

صَوَّغَاتٍ بَنِي قَيْنَاعَ ابْنُ يَزِيدَ تَحْلَةً
مَعِيَ فَتَأْتِي بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَيْبَعَهُ
مِنَ الصَّوْغَاتِ وَاسْتَعْبَيْنِي بِهِ وَلَيْلَةً
عَرَبِيَّةً (بخاری)

کے ایک سارے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر
گھاس (جمع کر کے) لائیں، کیونکہ میرا ارادہ یہ تھا کہ اسے
سناڑوں کے ہاتھوں بیچ کر، اپنی شادی کے ولیمہ میں
اس کی قیمت کو لگاؤں۔

قوائد و مسائل

۱۔ شادف خاقل کے وزن پر اونٹ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کی عمر دو سال ہو۔ اس کی جمع
شرف ہے نہ کہ لیے شادفہ مادہ کے لیے بولتے ہیں۔ معنم اسم مفعول غنم سے
جہاد اسلامی میں جرمال غنیمت حاصل ہوتا ہے وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ حضرت علی کو جہاد میں غنیمت میں ملا وہ
بدر کی غنیمت سے تھا۔ جس سے جہاد میں ملا۔ وہ غزوہ بدر سے پہلے غنیمۃ ابن جحش سے تھا۔ من بنی قینع
یہ مدینہ کا وہ گروہ تھا جس نے مسلمانوں سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا اور بدر و احد میں مسلمانوں سے لڑے تھے حضور نے
ان کا محاصرہ فرمایا۔ حتی کہ وہ مطیع ہو گئے۔ اذخر ایک خوشبودار گھاس کپڑے دھونے اور سناڑوں کے کام آتی ہے
اس زمانہ میں مکان کی چھتوں میں بھی استعمال کرتے اور قبروں کو پائنے کے لیے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب مکہ کی گھاس اکھاڑنے سے منع فرمایا تو جناب عباس نے عرض کیا۔ حضور یہ سناڑوں اور مکانوں کے کام آتی
ہے اس کی ممانعت نہ فرمائی جائے۔ حضور نے اذخر گھاس کو کاٹنے کی اجازت عطا فرمادی جس سے واضح ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضور کو کسی ممنوع کو مباح کر دینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔ فی ولیمۃ عرس ولیمہ مطلق طعام کو
بھی کہتے ہیں اور اس کو بھی جو شادی کے دو سحر دن کھلایا جاتا ہے۔ (ولیمہ کے مسائل گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔
دیکھئے ص ۱۷) عرس خوشی کو کہتے ہیں۔ اگر اس کی نسبت زندہ کی طرف ہو تو اس سے عموماً شادی کا کھانا مراد
ہوتا ہے اور اگر وفات شدہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس سے وہ کھانا وغیرہ مراد ہوتا ہے جو ان کے ایصال
ثواب کے لیے ہو۔ بزرگوں کے یوم وفات کو بھی عرس کہتے ہیں کیونکہ قبر میں انھیں ان کے نیک اعمال کی بنا پر جنت کا
مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں اور انھیں کہا جاتا ہے سَحْرُ
كَفِّ مَلَةِ الْعَرُوسِ۔ اب ایسے سو جا بیٹے دہن سوتی ہے۔ گویا یہ بھی ان کی خوشی کا دن ہوتا ہے کہ انھیں
ان کو عرس کہتے ہیں اور وہ قبر کے امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں۔

عرس کی حقیقت اس قدر ہے کہ بزرگ کی تاریخ وفات پر قرآن خوان صدقہ خیرات کے ذریعے ان کی روح کو ایصال
ثواب کرتے ہیں۔ شامی جلد اول باب زیارۃ القبر میں ہے۔

روى ابن أبي شيبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأَحْدِ عَلِيٍّ
رَأْسِ كُلِّ حَوْلى

ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ہر
سال شہدائے اہل بدر کی قبروں پر تشریف لے
جاتے تھے۔

تفسیر کبیر و درمنثور میں اتنے لفظ اور ہیں کہ وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ هَكَذَا يَفْعَلُونَ اور خلفاء اربعہ بھی

ایسا ہی کرتے تھے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي وَأَمَّا حَلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ تَهَارٍ لَا يُخَالِي خَلَاءَهَا وَلَا يُعَصِّدُ شَجَرَهَا وَلَا يُنْقَرُ صَيْدُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرَّجٍ وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عُثَيْدٍ الْمُطْلَبُ إِلَّا أَنْ دَخَلَ لِصَاعَتِنَا وَلِسْقَيْنِ مَيُّوتِنَا فَقَالَ إِلَّا أَنْ دَخَلَ فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَذَرُونِي مَا يَنْقُرُهَا هُوَ أَنْ تَنْجِيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ هَبَابٍ عَنْ خَالِدٍ لِصَاعَتِنَا وَفُجُورِنَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام قرار دیا، یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ میرے لیے بھی ایک دن چند لمحے کے لیے حلال ہوا تھا۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ اس کے شکار کو نہ پھینکا جائے اور اس میں گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے صرف معرفت اگندہ چیز کو حاصل مالک تک اعلان کے ذریعہ پہنچانے والا، کو اس کی اجازت ہے۔ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ گھاس سے) اذخر کا استنسا کر دیجئے کہ یہ ہمارے سناڑوں اور ہمارے گھر کی پختوں کے کام آتی ہے تو آپ نے اذخر کا استنسا کر دیا۔ عکرمہ نے فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حرم کو پھیلنے کا مطلب کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جانور سایہ میں بیٹھا ہو اور تم اسے ہٹا کر خود ہلایں بیٹھ جاؤ۔ عبد الوہاب نے خالد کے واسطے اپنی روتا میں یہ الفاظ بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے سناڑوں اور ہماری قبروں کے کام کی چیز ہے۔

اس حدیث کی شرح سابقہ اوراق اور فیوض الباری جلد ہفتم ص ۲۱۶ گزر چکی ہے۔ عنوان کے مطابق حدیث میں لُصَاعَتِنَا کا لفظ ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَادِ

باب کا ریگر اور لوبار کے متعلق

قین کے اصل معنی لوبار کے ہیں۔ پھر ہر قسم کے کاریگر کو قین کہنے لگے۔

۱۔ امام بخاری نے قین کے ساتھ حداد کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ اس سے مراد حداد لوبار ہے۔ کیونکہ قین کا لفظ متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے غلام، لونڈی، گائے والی لونڈی کو بھی علی الترتیب قین و قینہ کہتے ہیں قرآن مجید کی اس آیت (انما اشکو بخی وحز فی الح) اللہ اور حدیث لیلینی منکوم ذووالاحلام والنہی میں عطف الشیخی علی مواد فہ ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی عنوان میں یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے

(۲) حدیث زیر عنوان میں قین کا ذکر ہے جس سے واضح ہوا کہ لوہار کا پیشہ جائز و مباح ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو حضور منع فرمادیتے۔

عَنْ خُبَّارٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ بَنِي عَمْرِو النَّعَاصِ بَنِي وَائِلٍ دِينَ وَفَاتَيْتُهُ أَنْفَاصَهُ قَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ شَبَعْتُ قَالَ دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ فَسَأَوْنِي مَا لَوْ وَكَذَلِكَ فَافْضَيْكَ فَتَرَكْتُ أَفْرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِأَيْسَرًا وَقَالَ لَاؤَتَيْنِ مَا لَوْ وَكَذَلِكَ أَطْلَعَ الْغَيْبِ أُمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں لوہار کا کام کرتا تھا۔ عاص بن وائل پر میرا قرض تھا۔ ایک دن تقاضا کرنے گیا تو اس نے کہا۔ جب تک تم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوت (کانکار) نہیں کر دو گے تمہارا قرض نہیں دوں گا۔ میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت تک حضور کا انکار نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تیری جان نہ لے لے اور پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے۔ عاص نے جواب دیا تو پھر مجھے حملت دو کہ میں مر جاؤں، دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال و اولاد ملے۔

اس پر سورہ مہم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور مال و اولاد ملیں گے۔ کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رخن کے پاس کوئی قرار رکھا ہے۔ ہرگز نہیں ہم مکہ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے غیب لیا عذاب دیں گے اور جو چیز لی کہ رہا ہے ان کے ہمیں وارث ہوں گے اور ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔

آیت کا شان نزول تو وہی ہے جو حدیث بالا میں ذکر ہوا ہے۔ ان آیات میں عاصی بن وائل کے دعویٰ کی تردید کی گئی اور یہ بتایا گیا جو وہ دعویٰ کرتا غلط ہے۔ وہ تو عذاب شدید کا مستحق ہے۔ قیامت کے دن بے یار و مددگار اکیلا ہی اٹھے گا۔

فوائد و مسائل | (۱) اس حدیث کو امام بخاری نے تفسیر، مغال، اجارہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ ترمذی و نسائی نے تفسیر میں اور مسلم نے ذکر المنافقین میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ عنوان سے مناسب

کنت قینا فی الجاہلیہ کے الفاظ ہیں۔ حضرت خباب زمانہ نبوی میں بھی لوہار کا کام کرتے تھے۔ جس سے واضح ہوا کہ لوہار کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے ۳۔ عاص بن وائل، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف، زمانہ جاہلیت کے زنادقہ میں سے تھے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل کو زیور بنا کر دیا اور اجرت مانگی تو کہنے لگا۔ تم مسلمان اس بات کے قائل ہو کہ جنت میں چاندی، سونا، ریشم، حور و غلمان ملیں گے تو اجرت بھی جنت میں لے لینا۔ یہ بات عاص بن وائل نے مسلمانوں کے عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی تھی۔ کیونکہ وہ حشر و نشر کا قائل نہ تھا۔ حضرت خباب

جو یہ کہا کہ میں اس وقت تک حضور کا انکار نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تمہاری جان نہ لے لے اور تم دوبارہ اٹھائے جاؤ تو یہ بات حضرت خباب نے عاص بن دأل کے عقیدہ کے مطابق کہی تھی کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھے (بعث) کا قائل نہ تھا۔ لہذا حضرت خباب کے مذکورہ بالا جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ میں کبھی بھی حضور کا انکار نہیں کر سکتا۔ علامہ ابوالفرج علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ لما کان اعتقاد هذا المخاطب انه لا یبعث فاطلبه علی اعتقاده فکانہ قال لا اکفر ابدا (یعنی ج ۱ ص ۲۹۶)

باب ذکر الخیاط

باب درزی کے متعلق

مقصود عنوان یہ ہے کہ درزی کا کام کرنا جائز ہے۔ حدیث میں درزی کا ذکر ہے۔ یہ ہی عنوان سے مطابقت

اسی بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ ایک درزی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو بلایا۔ انس نے کہا۔ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس نے آپ کے سامنے روٹی رکھی اور کدو کا شوربا اور بھنا ہوا گوشت۔ میں نے دیکھا۔ آپ پیالے کے کناروں سے کدو کے قلعے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کھاتے تھے۔ اس دن سے میں برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

رَأَيْتُ سَمِيعَ اَنَسَ بْنِ مَالِكٍ يَقُولُ اَنَّ خِيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ قَرَأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوْلِي الْقَصْعَةَ قَالَ فَلَئِمَّا أَذَلَّ أَحَبُّ الدُّبَاءِ مِنْ يَوْمَئِذٍ

فوائد و مسائل | ۱۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے طبع میں۔ ترمذی نے ولیمہ و شمائل میں اور نسائی نے ولیمہ بعض نے مستحب کا قول کیا ہے ۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض نے وجوب اور مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلت یہ ہے کہ وہ حضور نے دالہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ان کی حضور سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جو چیز حضور نے پسند فرمائی وہ ان کی محبوب بن گئی۔ غالباً حضرت انس ہی کے متعلق ہے کہ ان کے صاحبزادے کی زبان سے یہ بات نکل گئی کہ مجھے کدو پسند نہیں ہے۔ آپس نے فرمایا تو پھر مجھے تو پسند نہیں ہے۔ کدو تو میرے مقدس رسول کو پسند تھا۔ ۳۔ اصحابِ حق نے تصریح کی ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ حضور کدو پسند فرماتے تھے۔ جہاں اس نے یہ کہہ دیا کہ مجھے کدو پسند نہیں تو اس پر خوفِ کفر ہے۔

وَذَكَرُوا صَحَابَنَا اَنَّ مَنْ قَالِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِبُّ الْقَرَعِ فَقَالَ اَخُو لَاحِبِ الْقَرَعِ يَخْشَى عَلَيْهِ عَنِ الْكُفْرِ (یعنی ج ۱ ص ۱۱۷)

معلوم ہوا کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت و عقیدت رکھے جس کو حضور سے نسبت ہو۔ خواہ انسان ہو یا حیوان، جمادات ہوں یا نباتات۔ خود حضور سرور عالم علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے محبت رکھنے کے متعلق جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ یہ ہیں۔

جس نے صحابہ سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھا۔

فَمَنْ أَحْبَبَهُمْ فَبِحُبِّي أَحْبَبَهُمْ وَمَنْ
ابْغَضَهُمْ فَبِابْغَضِي ابْغَضَهُمْ
(ترمذی)

گویا اسلام میں کسی سے عقیدت و محبت کا معیار حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات اقدس ہے۔ اگر کسی سے محبت ہے تو حضور کی وجہ سے اور اگر بغض ہے تو حضور کی وجہ سے۔ آج "بلال حبشی" کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے اور مانتے ہیں اور "ابو جہل" کا نام لینا گوارا نہیں کرتے کیوں نہ

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

بَابُ ذِكْرِ النَّسَاجِ بَابُ جَلَّاسٍ كَيْفَ مَتَلَقَ

حضرت ابو حازم نے کہا کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک عورت بردہ نے کرا آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ بردہ کے کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ جی ہاں۔ چادر کو کہتے ہیں جس کے حاشیے بیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے یہ چادر خود اپنے ہاتھ سے بنی ہے آپ کو پہنانے کے لئے۔ آنحضور نے اسے لے لیا جیسے آپ کو اس کی مزدورت رہی ہو۔ پھر آپ باہر تشریف لائے تو آپ اس چادر کو ازار کے طور پر پہنے ہوئے تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بولے۔ یا رسول اللہ! یہ مجھے دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ لے لینا۔ اس کے بعد آنحضور مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر ازار کو طے کر کے ان کے پاس بھجوا دیا۔ حاضرین نے کہا کہ تم نے آنحضور سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ تمہیں پہلے سے معلوم ہے کہ آنحضور کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ
قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَتْ أَتَدْرُونَ
مَا الْبُرْدَةُ فَقِيلَ لَهُ نَعْرِفُ هِيَ التَّمْلِغَةُ مَنُجَّ
فِي حَاشِيَتِهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَسَجْتُ
هَذِهِ بِيَدِي أَلَسْتُ بِكُلِّهَا فَاحْذَرِ النَّسَاجَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا
فَخُذِ النَّسَاجَ إِنَّهَا إِذَا رَجُلٌ
مِنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَسْنِيهَا فَقَالَ
نَعِمُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَّاهَا ثُمَّ أَرَسَلَهَا
بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ
سَأَلْنَاهَا إِيَّاهُ لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهَا لَا يَرُدُّ
سَأَلْنَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُه
إِلَّا لَأَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ
فَكَانَتْ كَفَنَهُ (بخاری)

اس پر ان صحابی نے کہا کہ میں نے تو صرف یہ چادر اس لئے مانگی تھی کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ان کا کفن ہی بنی۔

فائدہ سائل عثمان کے مطابق حدیث کے منسوخ - آئی نسبتاً کھلے ہیں۔ یہ حدیث کتاب فیوض پارہ پنجم ص ۹۹ پر مع تفہیم ترجمانی کے گزری چکی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ کپڑا بٹننے کا کام کرنا جائز ہے۔ حضور علیہ السلام صاحب خلقِ عظیم ہیں، سختی و جواد ہیں۔ آپ نے سائل کو کبھی نئی میں جواب نہیں دیا۔ آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ صحابی نے چادر اپنے کفن کے لیے مانگی تھی اور وہ چادر ان کا کفن ہی بنی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور کی چادر مبارک بھی تبرک اور باعثِ خیر و برکت ہے (۲) مرنے سے پہلے کفن وغیرہ تیار رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ حضور نے جن کو چادر عطا فرمائی۔ یہ نہیں فرمایا کہ ابھی سے کفن کی کیا ضرورت؟ لہذا جو لوگ کسی بزرگ کی استعمال شدہ چادر یا آپ نرزم میں ٹر کیا ہوا کپڑا پہلے سے اپنے کفن کے لئے رکھ لیتے ہیں جائز ہے۔

باب التَّحْبَارِ باب بڑھئی کے متعلق

ابو حاتم نے یہاں کہا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد کے پاس منبر کے متعلق پوچھنے آتے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان خاتون کے یہاں جن کا نام سہل نے لیا تھا ایک شخص کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے تاکہ لوگوں کو خطاب کرنے کے لئے میں اس پر جلوہ افروز ہوں چنانچہ اس خاتون نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاوے کی لکڑی کا منبر بنانے کو کہا۔ پھر اسے انھوں نے حضور کی خدمت میں بھیجا وہ حضور کے حکم سے رکھا گیا اور آپ اس پر جلوہ فرما ہوئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے مجھ پر نبوی عرض کی کہ حضور اگر چاہیں تو میں اپنے غلام سے جو بڑھئی ہے۔ آپ کے لیے منبر بنادوں جس پر آپ جلوہ فرما ہوں۔ حضور نے فرمایا: تمہاری مرضی۔ تو اس خاتون نے حضور کے لئے منبر بنایا۔ جمعہ کے دن حضور اسی منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔

کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تیری خوشی۔ خیر اس نے منبر تیار کیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی منبر پر جو

عَنْ أَهْلِ كَاذِبٍ قَالَ أَتَى رَجُلًا إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُ نَوْثَةً عَنِ الْمُنْبَرِ فَقَالَ بَكَتْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَمْزَاقٍ وَتَدَّ سَمَّهَا سَهْلٌ أَنْ مَرِيءٌ غَلَامِكَ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرْتُهُ يَحْمِلُهَا مِنْ طَرَفِهَا إِلَى الْغَابَةِ فَشَرَّجَ بِهَا فَأَزَّ سَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا فَأَمَرَ بِهَا فَوَضَعَتْ فَجَلَسَ عَلَيْهِ

فَأَن لِّي غَلَامًا تَجَارًا قَالَ إِنْ شِئْتَ قَالَ فَعَمِلْتُ لَهُ الْمُنْبَرِ فَلَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُنْبَرِ الَّذِي

صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّحْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ
عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَشَقَّ فَنَزَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَحْدَهَا فَصَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَنْتِنُ
أَيْنَنَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى
اسْتَقَرَّتْ قَالَتْ بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ
مِنْ الذِّكْرِ (بخاری)

تیس رہا تھا۔ جلوہ فرما ہوئے ترنا گاہ اس مجبور
کے تنے سے جس سے حضور (کسیہ) لگا کر خطبہ
ارشاد فرماتے تھے۔ رونے کی آواز آنے لگی۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ پھٹ جائے گا۔ یہ دیکھ کر حضور منبر سے
اُترے۔ مجبور کے تنے کو گلے سے لگایا۔ اس وقت وہ
تنہ اس بچہ کی طرح سسکیاں بھرتا معلوم ہوتا تھا جسے
چُپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ خاموش
ہو گیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس کے رونے کی وجہ یہ تھی
کہ اس کے قریب اللہ کا ذکر ہوتا تھا جسے وہ سُنتا تھا۔

فوائد قابل دونوں حدیثوں میں غلامک النجار، غلاما نجار کے کلمے عزمان کے مطابق ہیں جس
سے یہ واضح ہوا کہ بڑھتی کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے۔ یہ احادیث کتاب المہم باب الخطبۃ علی النبر
فیروض پارہ چہارم ص ۶۲ پر مع تفہیم و ترجمانی کے گزر چکی ہیں۔ واضح ہوا کہ جمع کے دن منبر پر خطبہ دینا مسنون ہے۔ یہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم و جلیل معجزہ ہے کہ مجبور کے خشک تن میں آپ کے نمیکہ لگانے کی برکت سے زندگی
اُٹھ گئی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس میں حزن و ملال، وصل و فراق جیسی انسانی صفات پیدا ہو گئیں۔ فیہ فضیلۃ الذکن
و معجزۃ ظاہرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی ج ۱۱ ص ۲۱۳)

(۲) غابہ مدینہ شریف سے شام کی جانب ایک جگہ ہے جہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس غلام
کے نام سے اختلاف ہے۔ یاقوم، قبیصہ، میمون، مینا، ابراہیم کلاب۔ بعض شارحین نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی حضرت
تیم داری نے بنایا تھا۔

بَابُ شَرَاءِ الْحَوَائِجِ بِنَفْسِهِ

باب امام کا خود ضرورت کی اشیا خریدنا

قَالَ ابْنُ عَصَمٍ اشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱) ابْنُ عَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعْلًا لَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ

نے عرضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خرید لیا تھا۔ ۲۔ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مشرک بکریاں بیچنے کے لیے لایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔ ۳۔ آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ خرید لیا تھا۔ ۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کچھ غلہ ادھار خرید لیا اور اپنی زرہ اس کے پاس جمادی رکھی۔

وَسَلَّمَ جَمَلًا مِّنْ عُمَرَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ أَبِي بَكْرٍ جَاءَ مُشْرِكٌ لِّبَيْعِ مَشْرُوقٍ فَاشْتَرَى
السَّيِّئُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَاةً
وَأَسْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيرًا عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
بِشَرِيَّةٍ وَرَهْنَةً وَزَعَا
(بخاری)

فوائد و مسائل | تعلق را کو امام بخاری نے کتاب البیہ میں را کو باب شرائ الابل الیم میں را کو آخر بیع میں وصل کیا را جو کہ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اوائل بیع باب شرائ النبی بالنیہ میں ذکر کیلئے جس کی تفہیم و ترجمانی ضرور کی چاہیے۔ یہ بات اس کے یہ بتانا مقصود ہے کہ حاکم و امام اور بزرگ و معزز ترین شخصیت اپنی ضرورت کی چیزیں خود خرید سکتا ہے۔ یہ بات اس کے وقار کے خلاف نہیں ہے بلکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا سنت ہے۔

باب شَرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ
باب گھوڑوں اور گدھوں کی خرید و فروخت

دواب جمع ہے دابہ کی۔ ہر وہ جانور جو زمین پر چلے اسے دابہ کہتے ہیں۔ پھر عرف میں ہر چار پاؤں والے جانور کو دابہ کہتے گئے۔

إِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ
مَلَأٌ يَكُونُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ
امام بخاری نے اس سوال کا جواب ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اخاف کے نزدیک بیع میں یہ شرط لگانا کہ خود عقد اس کا مقتضی ہے یا مزید اور ایسی شرط لگانا کہ اس کا مقتضی نہیں ہے۔ ممنوع ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
سَلَّمَ لِعُمَرَ يُعْطِيهِ جَمَلًا صَعْبًا
یہ تعلق بھی کتاب البیہ میں آ رہی ہے۔ واضح رہے کہ زیر عنوان کسی بھی حدیث میں گدھے کی خرید و فروخت کا

مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ عنوان حمیر گدھے کی فروخت کا ہے۔ تو غالباً امام بخاری نے گدھے کو اونٹ پر اس لئے قیاس لگایا کہ دونوں چوپائے ہیں اور سواری کے کام آتے ہیں۔

فِي جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَابْتِغَا
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ میرا

جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَنَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ أَبْطَأُ عَلَى جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ يُحْجِجُهُ بِمِخْحَانِهِ ثُمَّ قَالَ أَرَاكَ كَبَّ فَرَكَيْتُ فَقُلْتُ لَا بَيْتَهُ أَكْفَأُ عَنْ رَسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكُلِّ أَمٍّ شَيْبًا قُلْتُ بَلْ شَيْبًا قَالَ أَفَلَا حَجَارِيَّةٌ شَدَّ عَجَبَهَا وَتَلَا عَلَيْكَ قُلْتُ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَسْزُوجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَ تَمْشِي طُهُنَّ وَ تَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَّا اسْتَكَ فَنَادِمٌ فَنَادَا قَدِمْتُ فَالْكَيْسُ الْكَيْسُ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَابْتِغَاءَهُ مِثْقَالُ بَابِ وَقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ وَقَدِمْتُ بِالْعَدَاةِ فَحَسْنَا الْحَبَّ الْمُسْجِدِ فَوَجَدْتُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ الْأَنْ قَدِمْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَنَدَخَ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَزِنَ لَهُ أَوْقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَيْتُ فَقَالَ ادْعُ جَابِرًا قُلْتُ الْأَنْ سِرُّدٌ عَلَى الْجَمَلِ وَلَوْ يَكُنْ شَيْءٌ أَلْعَضُ إِلَى مَنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ نَمْنَةٌ

اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ حضور میرے قریب تشریف لائے۔ فرمایا کیا ہوا؟ میں نے عرض کی۔ میرا اونٹ تھک کر سست پڑ گیا۔ اس لئے میں پیچھے رہ گیا۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اونٹ کو چھڑی سے پکڑ کے لگائے فرمایا۔ اب سوار ہو جا۔ اب اس اونٹ کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہو کہ مجھے اس کو حضور کے برابر پیچھے لئے دوکنا پڑتا تھا۔ راستے میں آپ نے فرمایا۔ شادی کر لی کنواری سے یا بیاہتا سے۔ میں نے عرض کی۔ بیاہتا سے کہے۔ فرمایا کنواری سے کیوں نہ کہ وہ تم سے اور تم اس کے ساتھ شگفتگی کے ساتھ ہنستے کیلتے۔ میں نے عرض کیا۔ میری کئی بہنیں ہیں۔ اس لئے میں نے یہ پسند کیا کہ ایسی عورت کے ساتھ شادی کروں جو انھیں جمع رکھ سکے ان کے لنگھا کرے اور ان کی نچان ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب تم پیچھے والے ہو۔ جب گھر پہنچو تو سب اختیار سے کام لینا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے عرض کیا جی۔ چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ حضور مجھ سے دینے پہنچے ہی پہنچ گئے اور میں دوسرے دن صبح کر پہنچا۔ جب مسجد میں آیا تو حضور کو مسجد کے دروازہ پر پایا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا ابھی آئے ہو؟ عرض کی۔ جی۔ فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں دو رکعت نفل پڑھو۔ میں مسجد کے اندر گیا۔ دو رکعت نفل پڑھی۔ پھر آپ نے بلال کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول

دیں۔ انھوں نے تول دی؛ اور پلٹا (جس میں چاندی تھی) کو ٹھکا ہوا رکھا۔ میں اوقیہ چاندی لے کر چلا تو حضور نے فرمایا۔ جابر کو بلانا۔ میں نے سراپا۔ حضور اونٹ واپس کر دیں گے حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لئے (اس موقع پر) اور کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا اونٹ سنبھالو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تقریباً بیس مقامات پر مختلف عنوانوں کے ماتحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے بھی مختلف الفاظ و سند کے ساتھ ذکر فرمایا۔

فوائد و مسائل

کیا ہے۔ محض ایسے عصا کو کہتے ہیں کہ اس کے سرے پر پھل لگا ہوتا ہے۔ جس سے گری ہوئی چیز انکا رکھائی جا سکتی ہے۔ (۶) حضرت جابر کو اونٹنی ایسی لاغر ہو گئی تھی کہ مدینہ پہنچنا اس کا مشکل تھا۔ (یعنی) اسی عجز عن الذہاب الخ المقصد (یعنی) مسلم کی روایت میں ہے۔ حضور نے اس اونٹنی کو غنور ماری اور دعا فرمائی۔ فہسار مسیرا لیسر مثله۔ (اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے۔ فہسار مسیرا لیسر مثله۔ عمار کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ فہسار مسیرا لیسر مثله۔ بہر حال یہ حضور نبی کریم ﷺ کا رحم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ﷺ تھا۔ حضور نے جب اس اونٹنی کے چوکا قیایا غنور لگا لیا۔ تو اب اس کی رفتار کا یہ عالم ہوا کہ سب سے آگے نکلنے لگی۔ حتیٰ کہ حضور کی سواری سے بھی آگے نکلنے کی ذہبت لگ گئی۔ لیکن حضرت جابر کا ادب و احترام دیکھ کر فرماتے ہیں۔ اَکْفُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ میں حضور کی سواری سے آگے اس کو جانے سے روک رکھا تھا۔ ائمہ اکبر صحابہ کرام حضور کو اس درجہ احترام کرتے تھے کہ اپنی سواری کو بھی حضور کی سواری سے آگے نہ ہونے دیتے تھے اور آج کچھ بد نصیب ایسے ہیں کہ حضور سے ہم ساری کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

۳۔ ظاہر ہے کہ کنواری عورت شرم و شگ اور تکلف مزاج ہوتی ہے اور بیاہتا عورت میں بہر حال وہ شرمی نہیں رہتی۔ حضرت جابر جو ان تھے۔ اس لئے حضور نے ان کو کنواری عورت سے شادی نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ ایک کنوارے مرد کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ کنواری عورت سے شادی کرے۔ حضرت جابر کے والد جب شہید ہوئے تو انہوں نے نو لڑکیاں چھوڑی تھیں۔ جن کی تربیت کی ذمہ داری حضرت جابر پر آ پڑی تھی۔ اس بنا پر حضرت جابر نے یہ عورت سے شادی کی تاکہ وہ نو خیز بچوں کی تربیت و نگرانی سنبھال سکے۔

کیس کے متعدد معنی ہیں۔ جماع، حفاظت، پرہیز، عقل والیکس شدة المحافظة علی الشہی۔

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے (۴) امام وقادہ قوم کو اپنی قوم کے حالات سے باخبر رہنا چاہیے اور حالات کے مطابق انھیں صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ سفر سے واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے اور یہ کہ بوقت ضرورت گاہک کے لئے بڑا اچھا کر دینا مستحب ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت جابر سے اونٹ خریدی پھر انہیں کو بہر فرمایا۔ حدیث کے الفاظ فذع جملک وانطلقت سے واضح ہے کہ حضور نے اونٹ پر قبضہ کر لیا تھا اور حدیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ آپ نے اس کی قیمت بھی ادا فرادی تھی۔ جس سے واضح ہوا کہ مشتری مبلغ پر قبضہ کے بعد بائع کو مجاہد کر دے تو جائز ہے۔ جیسا کہ حضور نے کہا۔ لیکن قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کو مشتری بائع کو مجاہد نہیں کر سکتا۔ البتہ غیر بائع کو منقولہ اشیاء مشتری قبضہ سے پہلے بھی مجاہد یا بطور عاریتہ یا قرض دے سکتا ہے۔

باب الاسواق

الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَتَابَعٍ بَيْنَ النَّاسِ | باب دور جاہلیت کے بازار جن میں اسلام کے بعد

فِی الْإِسْلَامِ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ عَكَظٌ وَجَعَتْهُ وَ
ذُو الْمَجَانِ اسْوَأَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ
الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ الشَّجَارَةِ فِيهَا فَأَنْزَلَ
اللَّهُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ
قِرَاءَ ابْنِ عَبَّاسٍ كَذَا

بھی مسلمانوں نے فرید و فروخت کی۔
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ عکاظ اور مجنہ اور ذوالحجہ
یہ سب جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام کا زمانہ آیا
تو مسلمانوں نے وہاں کا دوبارہ سمجھا۔ اس پر یہ
آیت نازل ہوئی۔ تم پر کچھ گناہ نہیں الخ۔ حضرت ابن
عباس کی قرأت ایسے ہی ہے۔

گزشتہ صفحات میں پر حدیث بالا گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے کتاب الحج باب، التجارة ایام الموسم میں بھی ذکر کیا ہے
دیکھئے۔ فیروز پارہ ششم میں بتانا یہ مقصود ہے کہ وہ بازار جن میں جاہلیت کے زمانہ میں ہر طرح کا جائز و ناجائز کا دوبارہ ہوتا
تھا۔ وہاں جائز طریقہ سے تجارت کرنا جائز و مباح ہے۔ ان مواضع المعاصی و افعال الجاہلیہ لایمکن من
فعل الطاعة

فی مواسم الحج مجاہد اور سید بن جبیر، عکرمہ، منصور بن معتمر، قتادہ، ابراہیم نخعی سے بھی یہی قرأت
منقول ہے

بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهَيْمِ أَوْ الْأَجْرِبِ الْهَيْمِ أَوْ الْخَالِفِ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ

استسقا۔ کامریض یا غار شش زدہ اونٹ خریدنا۔ ھایم جو صحیح راستہ سے ہمیشہ بھٹکتا پھرے

حضرت سفیان نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا۔ یہاں (مکہ
میں) ایک شخص فواس نامی تھا۔ اس کے پاس اونٹ
تھا، استسقا کامریض۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے شریک
سے وہی اونٹ خرید لیا۔ وہ شخص آیا تو اس کے شریک نے
کہا کہ ہم نے وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس نے پوچھا کہسے بیچا؟
شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جو اس طرح کے تھے۔
اس نے کہا۔ افسوس! وہ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ
وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے شریک
نے آپ کو ایک استسقا کامریض اونٹ بیچ دیا ہے اور
آپ سے اس مرض کی وضاحت نہیں کی۔ ابن عمر رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کہ پھر اسے واپس لے جاؤ۔ جب وہ اسے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَزْمٍ قَالَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَ
كَانَ هُنَا رَجُلٌ ابْنُهُ نَوَاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ
إِبِلٌ هَيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاسْتَوَى تِلْكَ
الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكَ لَهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكَهُ فَقَالَ
بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ مَعْنَى بَعْثَهَا قَالَ مِنْ شَيْخٍ
كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيَعْنِي ذَاكَ وَاللَّهِ بِنُحُورِ
فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيكَ بَاعَكَ إِبِلًا هَيْمًا وَ
لَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَفْهَمَهَا قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ
يَسْتَفْهَمُهَا فَقَالَ دَعَهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عُدْوَى مِمَّ عَمْرُو سَفِيَانِ
عَمْرُو -

لے جانے لگا تو ابن عمر نے فرمایا۔ اچھا۔ یہیں رہتے دو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ
نے فرمایا تھا کہ "لا عدوی" (یعنی امراض متعدی نہیں ہوتے یا کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوتی چاہیے۔ یہ سفیان نے عمرو

سے سمجھنا۔

فوائد و مسائل | **ہیفرج** ہے **اھیسرک** - **موتھ** **ھیمار** ہے۔ اس جانور کو کہتے ہیں۔ جسے **استقد** کا مرض ہو۔ بعض نے **ھیم** کو **ھامک** کی جمع بتایا ہے۔ جیسے **بازل** کی جمع **بذل** آتی ہے۔ **ھیم** - ایک بیماری ہے۔ جو اونٹ کو ہوجاتی ہے۔ اسے پانی کا ہوکا ہو جاتا ہے۔ پیتا ہی چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مر جاتا ہے۔ اس بیماری کے ساتھ **خارش** بھی ہو تو پھر اس کو **ھیم** کہتے ہیں۔ امام **بخاری** نے **الاجزی** کا لفظ اسی لئے استعمال فرمایا۔ **قرآن مجید** میں ہے۔ **فشار بون شرب الھیم**۔

(۴) یہ حدیث افراد بخاری سے۔ **عروے ابن دینار** اہل مراد ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب دار چیز کو خریدنا جائز ہے۔ اگر بیع میں عیب ہو تو مشتری پر اس کو ظاہر کر دینا بائع پر واجب ہے۔ چھپانا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اگر بغیر عیب ظاہر کئے چیز بیچ دی تو معلوم ہونے کے بعد مشتری واپس کر سکتا ہے۔ اسی کو **خیار عیب** کہتے ہیں۔ عرف **شرع** میں عیب جس کی وجہ سے بیع کو واپس کر سکتے ہیں۔ وہ ہے جس سے تاجروں کی نظر میں چیز کی قیمت کم ہو جائے۔ اگر مشتری عیب دار چیز کے خریدنے پر آمادہ ہو جائے تو یہ دھوکہ میں شمار نہ ہوگا۔ **حضرت ابن عمر** عیب دار اونٹ کی بیع پر راضی ہو گئے تھے، تو اس صورت میں بیع لازم و تمام ہوجاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ کسی بھی مسلمان سے دھوکہ دفریب کرنا یا بیچنے وقت چیز کے عیب کو ظاہر نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ مگر کسی نیک و صالح مسلمان سے دھوکہ کرنا اور زیادہ گناہ کی بات ہے۔ و **خیدہ** **تجنب** **ظلم** **الصالح** **لقلولہ** **ویحک** **ذاک** **ابن** **عمیر**۔ یہی وجہ ہے کہ اس اونٹ کے مالک نے اپنے غلام سے کہا۔ تیرے لئے برائی ہو تو نے عیب دار اونٹ صحابی **جلیل** **حضرت ابن عمر** کو بیچ دیا اور عیب ان کو نہیں بتایا۔ وہ تاجر بھی کیسا دیانت دار تھا کہ فوراً **حضرت ابن عمر** کے پاس آیا اور انھیں بیع کے عیب پر مطلع کر دیا (۲) حضور **سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم** فرماتے ہیں۔ جس نے عیب والی چیز فروخت کی اور اس کو ظاہر نہ کیا۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں ہے یا فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں (ابن ماجہ) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جب مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ ایسی چیز بیچے جس میں عیب ہو تو جب تک اسے بیان نہ کر دے۔ بیچنا **حلال** نہیں۔ (احمد ابن ماجہ و حاکم)

کیا امراض متعدی ہوتے ہیں | **الاعْدِیُّ** اور **فمن اعدی** **بعض** **الاول** **سب** سے پہلے اونٹ کو

کوئی بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگ سکتی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض امراض میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کے ہر ٹوٹے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو کر دوسرے کو بھی بیمار کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ خالق مالک اور موثر حقیقی ایک اللہ ہے۔ نفع و نقصان پہنچانے کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ اس کے اذن اور ارادہ کے بغیر ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہے اسلام کا بنیادی اور ضروری عقیدہ جس پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ

اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے جو تاثر رکھی ہے۔ اس کو ماننے کی اسلام نے مخالفت فرمائی ہے۔ پانی میں پیاس بجھانے کی تاثیر ہے۔ فقہاء اسلام تصریح کرتے ہیں کہ پانی کی تاثیر یقینی حتمی ہے۔ جس کا انکار ایک حقیقت کا انکار ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ ہر مسلمان پانی کی اس تاثیر پر یقین تو رکھتا ہے۔ مگر اس کو موثر حقیقی نہیں جانتا۔ اس کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ پانی میں جو تاثیر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ خود بخود پانی میں پیاس بجھانے کی تاثیر ہرگز نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام یہ تصریح کرتے ہیں کہ علاج معالجہ بھی اس صورت میں حرام و ناجائز ہے۔ جب کہ آدمی دوا بہی کو موثر حقیقی سمجھے اور علاج معالجہ اس صورت میں جائز ہے۔ جب کہ یہ عقیدہ ہو کہ شافی حقیقی اور شافی مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے دوا میں شفا رکھی ہے۔ عالمگیری نے خلاصہ یہ کہ عقیدہ کی درستگی کے ساتھ اشیاء میں تاثیر کو ماننے اور تسلیم کرنے سے اسلام نہیں روکتا۔ عام طور پر بولتے ہیں کہ ربیع نے فصل کو اگایا۔ گویا ربیع کی تاثیر کا اقرار ہر مومحد مسلمان بھی کرتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ ربیع تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے محض ایک سبب ہے۔ اصل میں موثر حقیقی اور دانہ کو اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

سینکڑوں ہزاروں اشیاء ہیں جن کی تاثیر کو مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے اور اسلام اس سے ہرگز منع نہیں کرتا جب کہ اصل بنیادی عقیدہ پر آدمی قائم و دائم رہے تو اسی طرح اگر کسی مرض میں ایسی تاثیر ہو یا ایسے جراثیم ہوں جو دوسرے جسم میں منتقل ہو کہ دوسرے کو بھی اسی بیماری میں مبتلا کر دیں۔ تو یہ ممکن بھی ہے اور مرض کی اس تاثیر کو ماننے سے اسلام منع بھی نہیں کرتا ہے۔

دور جاہلیت میں لوگوں کا عموماً یہ عقیدہ تھا کہ بیماریاں خود بخود متعدی ہوتی ہیں۔ یعنی بیماری میں دوسرے کو بیمار کر دینے کی جو تاثیر ہے وہ ذاتی ہے۔ خود بخود ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے یا نہ چاہے۔ بہر حال و بہر صورت اس بیمار کے پاس بیٹھنے والا۔ یا اس بیمار سے مصاحبت رکھنے والا بھی اسی بیماری میں مبتلا ہو جائے گا۔ بیماری ہی کیا، کسی بھی چیز میں جو تاثیر ہے۔ اس کو اس کی ذاتی تاثیر ماننا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا عدویٰ کہ مرض متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تو اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی بھی بیماری میں دوسرے کو بیمار کر دینے کی تاثیر ذاتی اور حقیقی خود بخود نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ خلاف اسلام ہے۔ ہاں اگر موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ مرض میں جو دوسرے تک پہنچ جانے کی تاثیر ہے وہ خود بخود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور اس طرح مرض کو متعدی مانا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ یہ بات حدیث لا عدویٰ کے خلاف ہے۔ یہاں امر بھی قابل ذکر

لہ امتنع عن الاكل حتى مات جوعاً اشرف وان عن التدوى حتى تلف مرضاً لان عدم الهلاك بالاكل مقطوع والشفاء بالمعالجة مظنون بنزائيه ۳۶
لہ الاشتغال بالتدوى لا باس به اذا اعتقد ان الشافي هو الله تعالى وانه جعل الدواء سبباً اما اذا اعتقد ان الشافي هو الدواء فلا كذا في الحديث عليه عالمگیری ج ۳ ص ۳۹

ہے کہ حدیث لاعدوی حدیث مرفوع نہیں بلکہ حدیث موقوف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الحدیث یکون موقوفاً (یعنی ج ۱۱ ص ۲۱۹)

چنانچہ شارحین حدیث خصوصاً علامہ بدرعلینی حنفی قدس سرہ العزیز نے بھی اس مضمون کی احادیث کا یہی مفہوم لیا ہے ابو نعیم و امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث ابو ہریرہ ذکر کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا المجرم کما یتقی الامسد علامہ بدرعلینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(۱) اعلیٰ ان اللہ تعالیٰ جعل ذلک سبباً فحذر من الضر الذی یغلب وجودہ عند وجودہ بفعل اللہ عز وجل
یعنی ج ۲۱ ص ۲۲۴

(۲) ان هذه الامراض لا تعدی بطبعها ولكن الله تعالیٰ جعل مخالطة المريض بها للصحيح سبباً لاعداء مريضه
یعنی ج ۲۱ ص ۲۲۴

(۳) فقار اسلام فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی بچہ کو اغوا کر کے ایسی جگہ لے جائے جہاں وبا کی مرض پھیلا ہوا ہو اور اس بیماری سے بچہ مر جائے تو اسے تادم دینا ہوگا۔ کیونکہ وہ اسے شکیف ہوائیں بھی انسانی جسم میں غذا کی طرح اثر کرتی ہیں۔ شامی جلدہ ص ۵۴ برازیل علی ہاشم ہندیہ ج ۶ ص ۳۸۶

(۴) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ حضور سید عالم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث لاعدوی کا مطلب نے فرمایا۔ مرض کی

لاعدوی ولا صفر ولا هامہ
تعدی اَو کی غرست اور ما و صفر کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک اعتراض نے عرض کیا۔ حضور پھر کیا وجہ ہے کہ ایک خارش زدہ اونٹ درست اونٹوں سے ملتا ہے تو انہیں بھی خارش ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

قال من عادى البعیر الاول (مسلم)
تو پھر پہلے اونٹ میں خارش کسے پیدا کی؟

ملاحظہ ہے اگر حدیث لاعدوی کا یہ مفہوم لیا جائے تو صحیح میں الامعاذات ناممکن ہی ہے۔ ناظم ص ۱ واضح رہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ پر یہ حدیث پیش کی گئی تو انہوں نے اس کی روایت سے انکار فرمایا اور اس کے برعکس یہ حدیث روایت کی لا المرض علی الصحيح۔ بیمار کر کے والے شخص کو تندرست کے قریب مت لاؤ۔

نہدی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عرب یہ گمان کرتے تھے کہ بیماریاں خود بخود متعدی ہوتی ہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی بیماری پیدا کرتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ پیٹے اوٹ میں (جو کہ بالکل تندرست تھا) خارش کہاں سے آگئی؟

كَانُوا يَقْنُونُ أَنَّ الْمَرَضَ بِنَفْسِهِ يَحْدَى فَأَعْلَمَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَمْرَ يَسْبِقُ كَذَلِكَ وَأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي يَمْرُضُ وَيَنْزِلُ الدَّاءُ وَلِهَذَا قَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلِ أَيْ مِنْ أَيْنَ صَارَ فِيهِ الْجُورِبُ

ج ۲۱ صفحہ ۷۲۴

الغرض لاهدوی کے الفاظ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیدہ کو درست کرنے کے لئے فرماتے کہ کوئی بیماری خود بخود بالذات متعدی نہیں ہوتی۔ ایسا عقیدہ غلط ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی مرض صحت مند کے مرض میں مبتلا ہو جانے کا سبب غالب بن جائے۔ چنانچہ جذامی سے دُور رہنے والی حدیث میں سبب غالب ہونے کا اثبات فرمایا ہے۔

بَابُ مَبِيعِ السَّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَعَنْهَا

باب فتنہ وفساد کے زمانہ میں اسلحہ کی فروخت کے متعلق

اور عمران بن حصین نے فتنہ کے زمانہ میں اسلحہ کی فروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

وَكُرِهَ عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ

عام حالات میں جب کہ کفار سے جہاد جاری نہ ہو تو اسلحہ کی فروختیجاڑ ہے۔ لیکن جب کفار۔ یہ جنگ ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں اسلحہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔ حدیث زیر بحث سے واضح ہے کہ حالت امن میں اسلحہ فروخت کرنے میں حرج نہیں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ پھر حضور نے مجھے زہ عطا فرمائی اور میں نے اسے بیچ دیا اور اس رقم سے قبیلہ بنی سلم میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُبَيْنِ فَأَعْطَاهُ يُحْنِي دِرْعًا فَبَيْعْتُ الدِّرْعَ فَأَتَيْتُ بِهَا مَخْرَقًا فِي بَيْعِي سَلَمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأْتَلَتْهُ فِي الْإِسْلَامِ

اس حدیث کو امام بخاری نے حسن، متاخری، احکام میں مسلم نے متاخری میں ابن ماجہ و ابوداؤد نے جہاد میں اور ترمذی نے سیر میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث عمران کے ایک جزو غیر با

کے مطابق ہے۔ کیونکہ حضرت قتادہ نے درج امن کے زمانہ میں فروخت کی تھی۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ بحالت امن اسلحہ کی فروخت میں حرج نہیں۔ مخرق کے معنی باغ ہیں۔ تأتلتہ باب تھنل سے اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔

(۲) حنین طائف کے قریب کہ مغرب سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ یہاں فتح مکہ کے چند روز بعد ہی قبیلہ ہوازن و قحیف سے جنگ ہوئی۔ شوال ۶۲۸ اسلامی فوج جن کی تعداد چودہ ہزار تھی۔ اس سرورسلمان سے حنین کی طرف بڑھی کہ صحابہ کرام کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا۔ ”آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔“ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ سخت شاق گزرے۔ کیونکہ حضور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے تھے۔ تعداد کی قلت و کثرت پر نظر نہ رکھتے تھے اور بارگاہِ خداوندی میں یہ نازش پسند نہ آئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتح کی بجائے اول ہی دہ میں مسلمانوں کے قدم اکھر گئے۔ حضور نے غرہاٹھا کر دیکھا تو رفتار خاص میں چند کے سوا کوئی اور پہلو میں نہ تھا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثَافَتُكُمْ
ظَلَمْتُمْ تَفَنُّ عَنْكُمْ مَشِئًا وَصَافَتْ عَلَيْكُمْ
الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ الْخ

اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ دیکر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ شکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا۔

(توبہ)

حضرت ابو قتادہ بھی غزوہ حنین میں شریک تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے پیٹ پر سوار ہے۔ میں نے عقب سے اس کے شانے پر تلوار مار دی جو زہرہ کو کاٹ کر اندر آگئی۔ اس نے مڑ کر مجھ کو اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی۔ لیکن وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا (بخاری وغرہ حنین)۔ حضور نے ابو قتادہ کو جو درد عطا فرمایا۔ وہ اسی کافر کی جی جے ابو قتادہ نے قتل کیا تھا۔

بَابُ فِي الْعَطَارِ وَبَيْعِ الْمُسْكِ
باب عطا اور مشک کی بیع کے متعلق

ابو بردہ بن ابی موسیٰ کے والد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صالح اور نیک ہمیشہ اور غیر صالح اور بُرے ہمیشہ کی مثال، بیچنے والے اور لوہار کی بھیڑی کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور حاصل کر لو گے، یا مشک ہی خرید لو گے۔ ورنہ کم از کم اس کی خوشبو سے ضرور ہی محفوظ ہو سکو گے۔ لیکن لوہار کی بھیڑی، یا تمہارے بدن اور کپڑے کو بھلا دے گی۔ ورنہ اس سے ایک بدبو تو تمہیں ضرور ملے گی۔

سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيلِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيلِ السَّوِّءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمُسْكِ وَكَبِيرِ الْحَدَادِ لَا يَحْدُ مَلِكٌ مِنْ صَاحِبِ الْمُسْكِ أَمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ يَحْدُ رِيحُهُ وَكَبِيرِ الْحَدَادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ تَوْبَكَ أَوْ يَحْدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً

(بخاری)

فائدہ و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا۔ نیک اور صالح صحیح العقیدہ کی ہم نشینی اور دوستی باعث خیر و برکت ہے اور بد مذہب، بے دین، گمراہ اور فاسق و فاجر سے دوستی و ہم نشینی باعث فساد ہے اور مجموعہ۔

۲۔ ضرب الامثال مثال دیکر سمجھنا جائز بلکہ سنت ہے۔ عطاری کا پیشہ جائز و مباح ہے۔ مشک کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اگر احسان نے فرمایا۔ مشک کی تجارت اور طہارت پر اجماع ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا المستطیب الطیب الطیب مشک بہترین خوشبو ہے (مسلم)

بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

باب پھنکانے والے کے متعلق

باب موکل الرا میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی اس میں ثمن الدم کے الفاظ سے جس کا ظاہر یہی تھا کہ پھنکانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اس باب میں امام نے دو حدیثیں ذکر کیں۔ جن میں پھنکانے لگانے اور اس کی اجرت لینے دینے کا جواز واضح ہے اور انہی دو حدیثوں کی بنیاد پر انہی ثمن الدم (کہ حضور نے پھنکانے لگانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا) میں ممانعت سے ممانعت تنزیہی ہونا واضح ہوتا ہے۔

حضرت اش بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوہبیرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھنکا لگایا تو آنحضور نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انھیں دینے کے لئے کہا اور ان کے مالک سے کہا کہ ان کے خراج میں کمی کر دو۔

عَنْ أَشِّ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَمَ أَبُو هَبِيرَةَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَكَ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَخَفَقُوا مِنْ خَرَجِهِ

فائدہ و مسائل | اس حدیث سے پھنکانے لگانے اور اس کی اجرت دینے کا جائز ہونا ثابت ہوا (۲) حجاج سے یہاں زمین کا خراج مراد نہیں ہے۔ بلکہ کسی غلام سے روزانہ جو مالک وصول کرتا ہے۔ وہ مراد ہے۔ اس کی

مثال یہ ہوتی تھی کہ غلام اپنا آزادانہ کاروبار کرتے تھے۔ لیکن اپنے مالکوں کو روزانہ یا ماہانہ انھیں کچھ دینا پڑتا تھا۔ حضور نے غلام کے مالک کو اسی میں کمی کرنے کا حکم دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ ایسی سفارش جس سے کسی کا حق نہ مارا جائے جائز ہے مثلاً مزدور اگر کمزور ہے تو مالک سے یہ سفارش کی جائے کہ اس کے کام میں کمی کر دو اور اجرت پوری دو۔

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَحْتَجِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى النَّبِيَّ حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرًا مَا لَمْ يُعْطِهِ

حضرت عکرمہ سے روایت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی علیہ السلام نے پھنکا لگوانے کے لئے پھنکا لگایا تو اسے کراہت دی تو اگر یہ بات حرام ہوتی تو حضور نہ دیتے۔

یہ اور اسی مضمون کی دیگر احادیث حجام کی اجرت کے جائز ہونے میں نص ہیں۔ لہذا جن احادیث میں ممانعت آئی ہے یا تو وہ منسوخ قرار پائیں گی یا انہی سے تنزیہی مراد لی جائیں گی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ امام ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور یہ احادیث حنفی مذہب کی مودہ ہیں۔

بَابُ التَّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لِبُسِّهِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

باب مرد اور عورت کو جو چیزوں کا پہنا مکروہ ہے ان کی تجارت کے متعلق

واضح ہو۔ بعض اشیاء ایسی ہیں جو فی نفسہ قحطال و مباح ہیں۔ مگر ان کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لئے منوع ہے یا مستورات کے لئے جائز ہے۔ مگر مردوں کو ناجائز ہے۔ جیسے سونے چاندی کے زیورات مستورات کو جائز اور مردوں کو حرام مگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مرد و عورت دونوں کو منوع ہے۔ اسی طرح مرد کو خالص ریٹم پہنا منوع اور عورتوں کو جائز ہے۔

تو اگر کوئی ایسی چیز خریدے یا بیچے تو اس کا مضموم صرف اس قدر ہے کہ جب ایجاب و قبول ہو گیا تو بیع لازم تمام ہو گئی۔ خریدار اس چیز کا مالک ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ خریدنے والے کے لئے اس چیز کا استعمال جائز بھی ہے؟ تو یہ بات خرید و فروخت کی حدود بحث سے خارج ہے۔ یہ تو خریدنے والے کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھے جو چیزیں خرید رہا ہو ان اس کا حکم شرعی کیا ہے۔ تو اس باب کی احادیث سے یہ بتانا مقصود ہے۔ اگر کسی نے ایسی چیز خریدی یا بطور ہبہ دی۔ جس کا خود اس کو استعمال یا پہنا شرعاً منوع ہے تو یہ خرید و فروخت وہ بدیہ جائز ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عمر کو ایک ریشمی جوڑا یا دھاری دار ریشمی جوڑا عطا فرمایا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر اس کو پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ریشمی جوڑا ہم نے نہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم اس کو پہنو۔ (کیونکہ) اس کو تو وہ پہنتا ہے۔ جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ ہم نے یہ جوڑا تمہیں اسلئے دیا تھا کہ تم اس کو فروخت کر کے اپنے کام میں لاؤ۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُرْسِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةٍ رَشْمِيَةٍ أَوْ سَيَرَاءٍ فَرَأَاهَا عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُسَلِّقَ بِهَذَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَفْنَى تَبِيعُهَا

حلدہ یعنی چادر سیبڑاء دھاری دار۔ اس حدیث سے واضح ہوا۔ ایسی چیز کا کسی کو ہبہ دینا یا خریدنا یا فروخت کرنا جائز ہے جس کا استعمال یا پہنا خود اس کے لئے شرعاً منوع ہو۔

جیسے مرد کا سونا چاندی یا ریٹم خریدنا جائز ہے مگر اس کو پہنا مرد کے لئے حرام ہے۔ مگر اس کا رکھنا جائز ہے اور مستورات کو ریشمی کپڑے اور چاندی سونے کا زیور پہنا جائز ہے۔ لہذا خلاف کہ یعنی جو ریٹم پہنتا ہے۔ اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ تو یہ جملہ مردوں کے لیے ہے۔ مستورات کے لیے نہیں۔ کیونکہ مستورات کو ریٹم پہننے کی حضور نے اجازت عطا فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے ایک غالیچہ خریدی جس میں تصویر بنی ہوئی تھیں۔ جب حضور کی اس پر نظر پڑی تو آپ

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْ أَنَّهَا اشْتَرَتْ كَمُرَ قَتَافِيهَا تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ

عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ
الْكُزَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُؤَيِّبُ إِلَى
اللَّهِ وَالْإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَتُؤَيِّبُ إِلَى اللَّهِ وَ
إِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالَ هَذِهِ
الْمَرْقَةُ قُلْتُ أَشْتَرُ يَتَهَلَّكُ لِنَفْعِكَ عَلَيْهَا
وَقَسَدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يُعَذَّبُونَ فَيَقَالُ لَهُمْ أَخْيُوا مَا حَلَفْتُمْ وَقَالَ
إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ
الْمَلَائِكَةُ

دروازہ پر ہی کھڑے ہو گئے۔ اندر تشریف نہ لائے۔ تو
میں نے حضور کے چہرہ اندس میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھے
تو عرض کیا یا رسول اللہ میں بارگاہِ الہی میں توبہ کرتی ہوں
بارگاہِ رسول میں معافی مانگتی ہوں۔ حضور مجھے کیا قصور کرے
اس پر آپ نے فرمایا یہ غالیچہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کی یہ
تو میں نے آپ ہی کے لئے خریدا ہے کہ آپ اس پر جلوس
ہوں اور اس سے نیکہ لگائیں۔ حضور نے فرمایا اس طرح
کی تصاویر بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ان سے
یہ بھی کہا جائے گا۔ تم نے جس کی تخلیق کی۔ ذرا اسے بھی زندہ
کر کے دکھاؤ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوں
ہیں ملائکہ (رحمت) اس میں نہیں آتے۔

فوائد و مسائل | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز خریدنا جس کا استعمال مرد و عورت کے لئے شرعاً ممنوع
ہو جائز ہے۔ تصویر دار غالیچہ کا استعمال ممنوع تھا مگر اس کے باوجود حضور نے اس کی بیع کو منع
کرنے کا حکم نہیں دیا۔ علامہ بدر عینی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر یہ بھی لکھا ہے۔

جاندار کی تصویر کے متعلق بحث | کہ ظاہر حدیث اس امر کا متقاضی ہے کہ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر
ہو اس کی بیع ناجائز ہے مگر متعدد آثار و فروع سے جواز واضح ہے کہ
جناب عائشہ نے تصویر دار پر وہ خرید لیا تھا اور حضور نے تصویر کو مٹانے کے لئے اس کے دو ٹکڑے کر کے استعمال فرمایا تھا۔
فاذا تعارضت الآثار فالأصل الإباحة حتى يرد الحظر ويحتمل أن يكون معنى حديث
عائشة في المرقعة لولم يعارضه غيره محمولاً على الكراهة - دون التحريم بدليل انه
صلى الله عليه وسلم لم يفسخ البيع في المرقعة التي اشترى منها عائشة - (یعنی)

(۲) جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے۔ البتہ جس چیز میں دُورِ حیرانی نہیں ہے۔ جیسے مکان، باغ، باغیچہ، عمارات
مساجد، مقابر، درخت وغیرہ کی تصاویر بنانا، بیچنا جائز و مباح ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام طحاوی علیہ الرحمۃ
نے ذکر کیا۔ حضرت جبریل امین نے بخود نبوی حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور نے اجازت دیدی۔ اس پر جبریل نے
عرض کیا۔

حضور کیسے داخل ہوئی آپ کے گھر میں پردہ ہے جس
پر آدمیوں اور گھوڑوں کی تصویریں ہیں تو یا تو ان کے
سرکٹ دیجئے یا پھر اس کو کچھونا بنالیں۔ ہم ملائکہ کے

کیف ادخل وفي بيتك ستر فيه تماثيل
خيل ورجال واما ان تقطع رؤسها واما
ان تجعلها بساطاً فانما معشر الملائكة

لاتدخل بيتا فيه تماثيل | گروہ سے ہیں۔ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ جس میں
(جاندار) کی تصاویر ہوں۔

علامہ علاؤی فرماتے ہیں کہ اگر کسی ذی روح کا سر علیحدہ کر دیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا اور حدیث ہذا میں ہے کہ جاندار کی تصویر کو گھر کاٹ دیا جائے تو وہ جائز و مباح ہو جاتی ہے تو اس سے واضح ہوا۔ جن چیزوں میں روح نہیں ہے۔ ان کی تصویر بنانا جائز ہے۔

اسی حدیث سے حدیث کل مصوّد فی النار (ہر مصور و زخنی ہے) کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ مصور سے مراد جاندار کی تصویر بنانے والا ہے۔

اس کی دلیل حدیث ابن عباس ہے۔ ان کی خدمت میں ایک مصور آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مصوری ہی فان كنت لا بد فاعلا فاضع الشجر ولا نفس له (بخاری و مسلم)

الا ان تصنع فلعليك بهذا الشجر وكل شئ ليس فيه روح (بخاری و مسلم)

اور اہل النصارى ہر کے جس طاقت نے کل مصور فی النار مصور کو عام قرار دے کر غیر ذی روح کی تصاویر بنانے کی حرمت کا قول کیا ہے۔ ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

(۳) جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو۔ وہاں ملائکہ نہیں آتے تو اس سے وہ ملائکہ مراد نہیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہر انسان کے لئے مقرر ہیں۔ جیسے حفظ یا کرانہ کا تئیل وغیرہ۔ بلکہ اس سے ملائکہ رحمت و استغفار مراد ہیں۔

(۴) علامہ خطاب کہتے ہیں۔ وہ گناہ جو شکار کے لئے یا حفاظت کے لئے ہو۔ یا ایسی تصاویر جن کے سر نہ دیئے

گئے ہوں یا وہ ذلت کی جگہ پر ہو تو ایسی تصاویر دخول ملائکہ کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی اور یہ کہ تصویر وار چیز کا فریاد

جائز ہے۔ امراض غیر جاندار کی تصویر بنانا یا پھرہ کے بغیر جسم انسانی کی تصویر بنانا یا انسان کے کسی ایک عضو، ہاتھ

پاؤں ناک یا آنکھ کی تصویر بنانا جائز ہے۔ لیکن جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے البتہ اگر تصویر موضع اہانت میں ہو

مثلاً فرش، درسی قالین، پانڈا میں کہ اس پر بیٹھیں، چلیں پاؤں رکھیں تو یہ جائز ہے اور مانع ملائکہ بھی نہیں۔ اسی

طرح کپڑے پر تصویر نقش ہو یا بناوٹ۔ میں ہوں۔ اس کپڑے کو کاٹ کر مندریں بنالیں کہ زین پٹال اور پاؤں سے روندی

له ان المراد من الملائكة غير الحفظة قال النووي اما الملائكة الذين لا يدخلون بيتا فيه

كلب او صورة فهم ملائكة يطوفون بالرحمة والاستغفار۔ وقال الخطابي فاما ما ليس بهرام

من كلب الصيد والزروع والماشية والصورة التي تمتحن في البساط والوسادة وغيرهما فلا يمنع

دخول الملائكة ليعبد عینی ج ۱۱ ص ۲۲۲

جائیں یہ بھی جائز اور مانع ملائکہ نہیں۔ جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرت جبریل نے اپنے حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ عرض کی کہ پردہ پر تصویریں منقش مقبضیں اور اس کا علاج یہ گزارش کیا کہ اُسے کاٹ کر دو مسندیں بنال جائیں تو اگر اس کے بعد بھی امتناع باقی رہے تو علاج کیا ہوا۔

نوٹ :- روپیہ سکہ وغیرہ پر جو تصویر ہو اس کا رکھنا جائز ہے کیونکہ انہیں بطور تعظیم نہیں بلکہ بطور مال سمجھا کر رکھتے ہیں۔ یہ ہی حال اٹام وغیرہ کا ہے کہ اس کا رکھنا بھی بغیر ذلت جائز ہے۔ جس تصویر کا خواہ وہ کسی بھی چیز پر ہو سر کاٹ دیا جائے یا مٹا دیا جائے یا اس طرح چہرہ پر سیاہی مل دی جائے کہ صورت محو ہو جائے۔ اس کا رکھنا جائز ہے اور مانع ملائکہ بھی نہیں ہے۔

بَابُ صَاحِبِ السِّلَاحَةِ أَحَقُّ بِالسُّلُومِ

سامان کے مالک کو قیمت متین کرنے کا زیادہ حق ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے بنو نجار! اپنے باغ کی قیمت مقرر کر دو۔ اس باغ میں کچھ تو دروازہ تھا اور کچھ صحیح میں بکھور کے درخت تھے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ نَأْمِنُوكُمُ بِمَا تَحِلُّكُمْ وَفِينَا خَرِبٌ وَتَحُلُّ

(بخاری)

اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب الصلوة، ہجۃ النبی، حج، بیوع میں ذکر کیا ہے۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے بھی صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ سلعة سامان

فوائد ومسائل

کسی قسم کا ہوا۔ سو ہر قیمت مقرر کرنا۔ ثامنونی کے حاصل معنی یہ ہیں۔ قیمت مقرر کر کے فروخت کر دو۔ بنی نجار انصار کا ایک قبیلہ۔ حالانکہ باغ خرویدہ خراب تھل بکھور۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد کی تعمیر کے لئے ایک جگہ منتخب فرمائی دیکھ سب سے پہلی مسجد تھی جو مدینہ میں تعمیر کی گئی اور جسے آج مسجد نبوی سے مرسم کرتے ہیں۔ انصار کا ایک باغ تھا۔ جس کی زمین کا کچھ حصہ یونہی بیکار پڑا تھا۔ ایک حصہ

البتہ درختوں میں ہے کہ جب تصویر سے وہ محو ہو کر دیا جائے جس کے مزار آدمی زندہ نہ رہے تو وہ عافیت سے مستثنیٰ ہے۔ لو كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل اعضاءها للناظر فاما وهي على الارض ذكره الحلبي۔ اور مقطوعه الراس او الوجه او محو عضوا لا تعيش بدونه (او بغیر ذی روح لا) یکبر۔

حاشیہ درمیں ہے۔ مقطوعه الراس والحد المحو عضوه تعيش بدونه۔ فتح القیر میں ہے۔ لو قطع يديها ورجليها۔ لا ترتفع الكراهة لان الانسان قد تقطع اطرافه وهو حي۔ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ سے استنباط فرماتے ہوئے حاشیہ مراق الفلاح میں تحریر فرمایا۔ افاد بهذا التعليل ان قطع الراس ليس بقيد بل المراد جعلها على حالة لا تعيش معها مطلقاً (فانهم وقد بن)

میں بکھڑکا باغ تھا اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ حضور نے انصار سے فرمایا۔ قیمت کا تمہیں کر کے میرے ہاتھ یہ باغ فروخت کرو۔ انہوں نے عرض کی لا والله لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ عز وجل (بخاری) ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے اجرو ثواب پائیں گے۔ چنانچہ جب مسجد کے لئے زمین بلا قیمت مل گئی تو حضور نے خراب زمین کو ہزار اور مشرکین کی قبر کو سمار کر آیا اور بکھڑکے درخت کو کڑا کڑا سا تان و ستون کا کام لیا۔ یہ سید اس شان سے تعمیر ہوئی کہ مسلمانوں کے ساتھ خود حضور بھی پتھر اٹھاتے اور دیواریں استوار فرماتے اور انصار کے ساتھ حضور بھی یہ رجز پڑھتے جلتے تھے۔ اللہم لا تخین الا خیر الاخرۃ۔ فاعفوا لانسار و المہاجرہ

۲۔ اگرچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے مال میں ہر قسم کے تصرف کا کامل اختیار ہے۔ تاہم حضور نے تعلیم امت کے لئے انہیں قیمت لے کر زمین دینے کا ارشاد فرمایا۔ جس سے واضح ہوا کہ کسی کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا یا کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ نیز فرید نے والے کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ وہ خود ہی قیمت مقرر کر کے مالک کو بالجبر اپنی مقرر کردہ قیمت لینے پر مجبور کرے۔

۳۔ یہ کہ قیمت مقرر کرنے کا حق مالک کو ہے۔ الایہ کہ خریدار کی مقرر کردہ قیمت پر مالک راضی ہو جائے۔

۴۔ مشرکین کی قبروں کو واجب الاحترام نہیں ہیں۔

۵۔ پھل دار درخت کو کسی مصلحت یا ضرورت کی بنا پر کاٹنا جائز ہے۔

بَابُ كَسْرِ جُزْ الْخِيَارِ

باب اختیار کب تک صحیح ہوگا

اختیار، تخمین کے معنی دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے ہیں۔ امام بخاری نے لفظ کو جو استنہامیہ استعمال کیا ہے۔ اس کے معنی عدد کے ہیں۔ یعنی بائع و مشتری کو کتنے دن تک بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ لیکن احادیث زیر عنوان میں خیار کا ثبوت تو ہے لیکن مدت خیار کا ذکر نہیں ہے بلکہ خیار شرط کا ذکر ہے۔ اس لئے شارحین نے فرمایا۔ زیر عنوان احادیث عنوان کے مطابق نہیں ہیں۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرید و فروخت کرنے والوں کو، جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے یا بیع میں اختیار کی شرط ہو (تشریط کے مطابق اختیار ہوتا ہے) نافع نے بیان کیا کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو بائع سے جدا ہو جاتے۔

عالم ابن حرام سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُتَّخِذَ لِعَيْنٍ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَّفَقَا أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا قَالَ نَافِعٌ وَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ حَارِقٌ صَاحِبُهُ (بخاری)

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ

چونکہ ہام کی روایت میں ثلاث مرار کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ امام بخاری کے نزدیک ثابت نہ تھے۔ اس کے عمران میں انہوں نے حسب عادت کما استفہامیہ کے ساتھ ہام کی زیارت کی طرف اشارہ کر دیا۔

خیار مجلس

ان دونوں حدیثوں اور اس کے بعد کے ابواب کی حدیثوں میں لفظ مالو بیتفرقا سے امام شافعی یہ استدلال فرماتے ہیں کہ ایجاب و قبول کے بعد ایک اور اختیار ہوتا ہے۔ جسے وہ خیار مجلس سے مہوم کرتے ہیں۔ یعنی بیع کے مکمل طور پر نفاذ کے لئے ان کے نزدیک ایجاب و قبول کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جانا بھی ضروری ہے ورنہ جب تک (دونوں اسی جگہ مجلس) میں موجود ہیں۔ جہاں خرید و فروخت ہوئی تو فریقین کو بیع کے فسخ کر دینے کا بھی اختیار ہے۔ گویا حدیث کے لفظ مالو بیتفرقا میں امام شافعی تفرق بالادان مراد لیتے ہیں۔ یعنی جب تک مالک و مشتری ایجاب و قبول کے بعد مجلس میں رہیں تو بیع کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور جب مجلس سے جدا ہو جائیں تو اب فسخ کا اختیار نہیں رہتا۔ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ حدیث مالو بیتفرقا میں تفرق بالادان مراد نہیں صرف بالکلام مراد ہے۔ یعنی یہاں تفرق سے ایجاب و قبول کے الفاظ کا ختم ہو جانا مراد ہے۔ جب ایجاب و قبول ہو گیا تو بائع و مشتری ایک دوسرے سے کلام کے اعتبار سے جدا ہو گئے اور بیع لازم و واجب ہو گئی۔ دونوں میں سے کسی کو فسخ بیع کا اختیار نہ رہا۔ امام اعظم کے موقف کی تائید و توثیق کلام سرب اور قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید و کلام سرب میں یہ لفظ تفرق بالکلام کیلئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ اویکون البیع اختیاراً۔ مگر یہ کہ بیع میں اختیار کی شرط ہو۔ یعنی اگر بیع میں اختیار کی شرط رکھی ہے مثلاً یہ کہا کہ مجھے دو یا تین دن تک بیع کو قائم یا فسخ کرنے کا اختیار ہے تو ایسی صورت میں فریقین کے مجلس سے الٹ جانے کے باوجود اختیار باقی رہے گا۔ و هذا المتجه جاز علی المذهبین فاختم (ابو معنی الآسے)

شیخ عبدالحی محنت دہری علیہ الرحمہ نے لعنت میں خط کشیدہ جلد کے مندرجہ مطلب بیان کئے ہیں۔ اول یہ جملہ مفہوم غائب سے استثنیٰ ہے۔ کیونکہ غایت کا مفہوم یہ ہے کہ جب مجلس سے جدا ہوئے تو خیار جاتا رہا اور بیع لازم ہو گئی۔ مگر یہ خیار میں جب کہ اختیار کی شرط کر لی تو اہل میعاد کے پورا ہونے تک خیار باقی رہے گا۔

دوم۔ یہ جملہ اصل حکم سے مستثنیٰ ہے اور مضاف محذوف ہو عبارت یوں ہوگی۔ بیع الخیار ای بیع اسقاط الخیار و نفیہ۔ مطلب یہ ہوا۔ خیار ثابت ہے مگر جب کہ عدم خیار کی شرط لگادی تو خیار ثابت نہ رہے گا۔

سوم۔ اس جملہ کے معنی یہ ہیں۔ ایجاب و قبول کے بعد فریقین میں سے کہی یہ نہ کہ دے کہ اسحق پسند کر لیا اور دوسرا کے اسحق پسند کر لیا (تو اگر فریقین میں سے کسی نے ایسا نہ کیا تو خیار باقی رہے گا اور اگر کہو یا تو اگرچہ مجلس سے جدا نہ ہوں خیار باقی نہ رہے گا۔ امام ترمذی نے بھی اس جملہ کا یہی مفہوم بیان کر کے کہا ہے۔ ہکذا افسرہ المشافعی وغیرہ بلکہ نووی اور آحی۔ سفیان بن عیینہ اسحق بن داہور نے بھی یہی مفہوم لیا ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ خیار مجلس کے قائل تھے۔ اس لئے ایجاب و قبول کے فوراً بعد مجلس سے الٹ

ماتے تھے تاکہ دوسرے فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہ رہے۔ حدیث نمبر ۱ کے آخری جملے وکان ابن عمر إذا اشتريتم
بھی مطلب ہے۔

بیع میں اختیار کی متعدد صورتیں | واضح ہو کہ بیع میں مختلف نوعیت کے خیال ہوتے ہیں۔
۱۔ خیار قبول۔ یعنی عاقدین میں سے جب ایک نے ایجاب کیا (مثلاً کہا میں نے
بنا) تو دوسرے کو اختیار رہے کہ مجلس میں قبول کرے یا رد کر دے۔ اس کا نام خیار قبول ہے۔ خیار قبول آخر مجلس تک رہتا ہے۔
میں بدل جانے کے بعد جاتا رہتا ہے۔ جب ایجاب و قبول دونوں ہو چکے تو بیع لازم و تمام ہو جاتی۔ اب کسی کو دوسرے کی
ماندی کے بغیر رد کر دینے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر بیع میں عیب ہو یا بیع کو مشتری نے نہیں دیکھا تو خیار عیب و
ارویت حاصل ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ خیار شرط۔ بالغ و مشتری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعی طور پر بیع نہ کریں۔ بلکہ عقد میں یہ شرط رکھ دیں کہ اگر منظور ہوا
بیع باقی رہے گی ورنہ نہیں اسے خیار شرط کہتے ہیں۔ طرفین کو اس کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کبھی بالغ و ادا قی کی وجہ سے اپنی
بزرگ دامن میں بیع دیتا ہے یا مشتری اپنی نادالی سے زیادہ میں خرید لیتا ہے۔ اس لئے دوسرے سے مشورہ کر کے صحیح رائے قائم
کرتی ہوتی ہے۔ خیار کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے۔ اس سے کم ہو سکتی ہے زیادہ نہیں۔

اب جو مدت مقرر کی ہے اور فریقین میں سے جس نے خیار کی شرط کی ہے اسے مدت کے اندر اندر بیع کو جائز یا فسخ کرنے
اختیار ہوتا ہے اور تین دن پورے ہو گئے تو بیع کو جائز نہ کیا تو بیع فاسد ہو جاتی (در مختار عالمگیری بدائع - ہدایہ)
۳۔ خیار تعین۔ چند چیزوں میں سے ایک غیر معین کو خریدنا مثلاً یوں کہا کہ ان میں سے ایک خریدتا ہوں تو مشتری
میں سے جس کو چاہے متعین کر لے اس کو خیار تعین کہتے ہیں۔ اس کی مدت بھی تین دن تک ہے اور اس میں ایک شرط یہ
ہے کہ ان چیزوں میں سے صرف ایک کو خرید لے۔ یہ اختیار نہیں چھوڑے کہے میں نے سب کو خرید لیا ہے۔ دوم یہ کہ دو چیزوں سے
ب یا تین چیزوں میں سے ایک خرید لے۔ چار میں سے ایک خریدی تو صحیح نہیں۔ سوم یہ کہ بالغ کی طرف سے یہ تصریح ہو کہ
میں سے جو تو چاہے خرید لے۔ ردالمحتار

۴۔ خیار رویت۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو بغیر دیکھے بھالے خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز ناپسند ہوتی ہے۔
ی صورت میں شرع مطہر نے مشتری کو یہ اختیار دیدیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد چیز کو نہ لینا چاہے تو بیع کو فسخ کر دے (نہاد الحیث
الامام الاعظم ابو حنیفہ) خیار رویت کے لئے کسی مدت کی تحدید نہیں ہے کہ اس کے گزر جانے کے بعد خیار باقی نہ رہے۔ در مختار

امام شافعی علیہ الرحمۃ و دیگر آئمہ کے ہاں۔ ایک خیار خیار مجلس بھی ہے یعنی جب فریقین نے ایجاب و قبول کر لیا تو ایجاب و
قبول کے بعد بھی دونوں کو اس وقت تک بیع کو ختم کرنے کا اختیار ہے۔ جب تک مجلس سے دونوں علیحدہ نہ ہو جائیں۔

یہاں صرف عبوری طور پر خیار کی صورتیں لکھ دی ہیں تاکہ اس موضوع کی احادیث کے معنی و مطلب سمجھنے میں قاری کو کم
سانی ہو ورنہ ان تمام قسم کے خیار کی مکمل بحث اور مسائل ان کے مقام پر انشاء اللہ وضاحت کے ساتھ بیان ہوں گے۔

خیار عیب - بیع میں عیب ہو تو اس کا ظاہر کر دینا بائع پر واجب ہے۔ چھپانا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اگر بیع عیب ظاہر کئے چیز بیع کردی تو معلوم ہونے کے بعد واپس کر سکتے ہیں۔ اس کو خیار عیب کہتے ہیں۔ خیار عیب یکے پر شرط ہے۔
 ۱۔ وہ عیب عقد بیع کے وقت موجود ہو یا بعد عقد مشتری کے قبضہ سے پہلے پیدا ہو۔ لہذا مشتری کے قبضہ کے بعد جو عیب پیدا ہوا اس کی وجہ سے خیار حاصل نہ ہوگا۔ ۲۔ مشتری نے قبضہ کر لیا تو اس کے پاس بھی وہ عیب باقی رہے۔ تو اگر مشتری کے پاس وہ عیب باقی رہا تو اب خیار بھی نہیں۔ ۳۔ مشتری عقد یا قبضہ کے وقت عیب پر مطلع نہ ہو تو عیب دار جان کر لیا یا قبضہ کیا تو خیار نہ رہا۔ ۴۔ بائع نے عیب سے برأت نہ کی ہو۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ دیکھ لو میں اس کے کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں تو اب خیار نہ رہا (عالمگیری)

بَابُ إِذَا لَوِثِقَتْ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

باب اگر اختیار کے لئے کسی وقت کا تعین نہ کیا تو کیا بیع جائز ہو سکتا ہے؟

مطلب عمران یہ ہے کہ بائع و مشتری نے خیار کی مدت متعین نہیں کی تو یہ بیع لازم یا جائز ہوگی۔ لازم کا مطلب یہ ہے فسخ کا اختیار نہ رہے اور جائز کا مطلب اس کی ضد ہے یعنی ناجائز۔ امام بخاری نے استعمال پر اکتفا کیا۔ جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اور وہ اختلاف وہی ہے کہ احناف کے نزدیک ایجاب و قبول کے بعد بھی خیار مجلس باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں اختیار رہے۔ جب تک جدا نہ ہوں یا فریقین میں کوئی دوسرے کو یہ کہہ دے کہ اختیار کر لو۔ اکثر حضور نے یہ فرمایا کہ اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَقُولَا أَحَدُ
 هُمَا بِصَاحِبِهِ احْتَزَّ وَرُبَّمَا قَالَا أَوْ يَكُونُ
 بَيْعٌ خِيَارٍ -

(بخاری)

قَوَادِمُ مَسَائِلَ

حدیث ہذا کی عمران سے مابست یہ ہے کہ اس میں مجرد خیار کا ذکر ہے۔ وقت و ميعاد کا ذکر نہیں ہے۔ مَالِكٌ يَتَفَرَّقَا - یہاں جدا ہونے سے احناف کے یہاں مراد، فریقین کا ایجاب و قبول ہے۔ لیکن شوافع اس سے خیار مجلس کا قول کرتے ہیں۔ درحقیقت ہمارے یہاں مجلس کا کوئی اختیار ہی سرے سے نہیں ابتدائاً مراد تو ہے قبول کا، ایک فریق نے جب کہہ دیا کہ میں اپنی چیز اتنی قیمت پر دیتا ہوں یا تمہاری چیز اتنی قیمت پر لیتا ہوں، اب رہ جاتا ہے سوال فریق ثانی کا کہ وہ اسے قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اگر اس نے قبول کر لیا تو پھر مجلس کے اختیار کو باقی رکھنے کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ احناف کے یہاں اور دوسرے اختیارات ہیں۔ مثلاً کوئی شرط لگا دی جو بیع کے خلاف نہیں تھی یا بے دیکھے کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد بیع کے فسخ کا اختیار ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی عیب نکل آیا۔ اس صورت میں بھی بیع فسخ کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

أَوْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ أَلَا - أَوْ مَعْنَى أَلَا هِيَ - مطلب یہ کہ اگر دونوں میں سے کوئی دوسرے کو ایجاب و قبول

کے بعد بھی یہ کہہ دے کہ پسند کرو اور دوسرا کہے پسند کر لی تو اب مجلس سے افتراق کے باوجود کو فریخ کرنے کا اختیار نہیں رہیگا۔
اویکون بیع خیار۔ مگر یہ کہ بیع میں اختیار کی شرط کر لی جائے تو وقت مقرر تک بیع کو فریخ کرنے کا اختیار رہے گا۔

بَابُ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَشْفَقُ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشَرِيحُ
الشَّعْبِيِّ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءُ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ

باب بائع و مشتری جب تک جُدا نہ ہو جائیں۔ انھیں اختیار باقی رہتا ہے۔ حضرت ابن عمر و شرح شعبی
طاؤس عطاء و ابن ابی ملیکہ نے بھی یہ ہی کہا۔

علیم ابن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔
بائع و مشتری دونوں کو اختیار ہے۔ جب تک جُدا نہ ہوں۔
پس اگر فریقین نے سچائی اختیار کی۔ اصل حال بیان کر دیا
تو اس میں برکت ہوگی اور اگر انہوں نے کوئی بات پسپائی یا
جھوٹ بولا تو ان کی بیع سے برکت ختم کر دی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا
بائع و مشتری کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک
جُدا نہ ہوں۔ مگر بیع خیاریں۔

(۱) قَالَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا يَشْفَقُ مَا
كَانَ مَدَقًا وَبَيِّنًا بُورِكَ لَهُمَا فِي
بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَلَّمَا مُحَقَّقًا بَرَكَةُ
بَيْعِهِمَا

(بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُبْتَاعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مَقْتُمًا
بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَوْ يَشْفَقُ فَإِلَّا بَيَعُ
الْخِيَارِ

فوائد ومسائل (۱) ان دونوں حدیثوں کی تفسیر و ترجمانی اوپر ہو چکی ہے (۲) حضرت عبداللہ بن عمر حضرت شرح شعبی۔
طاؤس عطاء و ابن ابی ملیکہ بھی عالم تفرقا کا وہی مفہوم لیتے ہیں جو حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے
سمجھا ہے۔ حضرت شرح نے حضور کو پایا مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت
میں حضرت شرح کو کوڑہ کا قاضی مقرر فرمایا۔ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی اپنے دور خلافت میں انھیں اسی
عہدہ پر بحال رکھا۔ حضرت شرح نے ساٹھ سال تک قاضی کے فرائض ادا فرمائے۔ شہرہ یاسٹھ میں آپ کا انتقال
ہوا۔ ایک سو سیس برس عمر پائی۔ تعلیق شرح کو سعید ابن منصور نے وصل کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ایک آدمی نے ایک شخص
سے اس کا مکان چار ہزار میں خرید لیا۔ ایجاب و قبول کے بعد مشتری نے واپس کرنا چاہا تو بائع نے کہا۔ بیع تمام لازم ہو گئی۔
اب تم کو فریخ کا اختیار نہیں۔ یہ مقدمہ قاضی شرح کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ ہو یا الخیار ہا لم
یشفقا۔ یعنی اسے خیار مجلس حاصل ہے۔ حضرت شعبی عامر بن شراحیل کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے، حضرت طاؤس
ابن کیان الیمان کی تعلیق کو امام شافعی نے۔ حضرت عطاء ابن ابی رباح المکی و ابن ابی ملیکہ (عبداللہ) ان دونوں کی تعلیق کو
ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ یہ تمام حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خیار مجلس کے قائل تھے۔

بَابُ إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجِبَ الْبَيْعُ

باب اگر بیع کے بعد فریقین میں سے ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کو کہا تو بیع نافذ ہو جائیگا

عَنْ ابْنِ عَصَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَشَدُّ قَالَ إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعًا
أَوْ يَخِيرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فِتْيَا بَعْدَ عَمَلٍ
ذَلِكَ فَقَدْ وَجِبَ الْبَيْعُ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ
يَتَبَايَعَا وَلَوْ يَتَرَكُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ
وَجِبَ الْبَيْعُ -

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی توجہ تک وہ دونوں مجدا نہ ہو جائیں۔ انہیں دبیع کو فسخ کرنے کے اختیار باقی رہتا ہے۔ یعنی یہ اسی صورت میں ہے کہ دونوں ایک ہی جگہ تھے۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کر لینے کے لئے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی تو بیع اس وقت نافذ ہو جائے گی۔ (اور پھر اس مجلس میں بھی فسخ بیع کا اختیار

نہ ہوگا)۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا تو بھی بیع نافذ ہو جائے گی۔

امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حدیث کے لفظ أَوْ يَخِيرُ أَحَدُهُمَا کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد اگر فریقین میں سے کوئی دوسرے سے اسی مجلس میں یہ کہہ دے کہ اب بات ختم کرو۔ جو معاملہ ہرچاسا اس پر پھر تصدیق ثبت کر دو اور وہ اس بیع کو پسند کرے تو ایسی صورت میں بیع لازم و تمام ہو گئی اور خیار مجلس بھی ختم ہو گیا اور دوسرے نے سکوت اختیار کیا تو اس صورت میں سکت کے لئے خیار مجلس باقی رہے گا۔ امام شافعی کا بھی اس صورت میں یہی مذہب ہے۔ علامہ خطابی نے فرمایا: یہ حدیث خیار مجلس کے ثبوت کے لئے بہت ہی واضح ہے اور ظاہر حدیث کے خلاف جو تاویل کی جاتی ہے (جیسا کہ حنفی کرتے ہیں اور تفرق بالقول مراد لیتے ہیں) اس کو باطل کر رہی ہے اور حدیث کے آخر الفاظ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا میں تو اس امر کا بیان واضح ہے کہ تفرق بالمبدن ہی خیار مجلس کو ختم کرتا ہے اور اگر اس سے تفرق بالقول مراد لیا جائے۔ تو حدیث فائدہ سے خالی ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ واضح دلیل برائے خیار مجلس یہی ہے کہ جب عاقدین میں سے ایک نے ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار رہے۔ اگر چاہے تو قبول کر لے۔ چاہے تو رد کر دے۔ لیکن جب ایجاب و قبول طرفین نے کر لیے تو بیع تمام ہو گئی۔ اب ایجاب و قبول کے بعد خیار باقی نہیں رہتا۔ مگر یہ کہ خیار شرط یا خیاریع کی صورت ہو اور دلیل اس کی حدیث سمرہ ہے۔ جسے امام نسائی نے روایت کیا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا و یاخذ کل واحد منهما من البیع ما ھو ھو - و یتخیران ثلاث موات - علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا میں یاخذ کل واحد منهما من البیع ما ھو ھو کے الفاظ اس امر پر دلالت ہیں کہ جو خیار متبایین کو حاصل ہے وہ انعقاد بیع سے قبل ہے اور عقد اس کے اور اس کے صاحب کے درمیان اسی میں ہو گا جس سے وہ راضی ہے نہ کہ اس کے ماسوا میں کیونکہ تائید فی ہذا الباب کا بھی اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس اقرار کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ بیع کے بعد بدنی اقرار ہے اور دشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیع کے جس حصہ سے راضی ہے

اس کو لے لے جو اس کو پسند نہیں اس کو چھوڑ دے بلکہ اسے تو یہ حق ہے کہ کیا تو کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے — اور یہ بات اس امر پر دل ہے کہ تفرق سے تفرق بالقول ہی مراد ہے نہ کہ بالامان — نیز قرآن مجید صوفت اور کلام عرب سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ تفرق سے حدیث میں تفرق بالکلام مراد لیا جائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اوھو بالحقود اور ایجاب وقبول (ایک نے کہا بیچ دوسرے نے کہا خریدی) عقد ہی ہے۔ لہذا عقد کو قائم رکھنے کا حکم قرآن نے دیا۔ اگر یہ کہا جائے عقد تو انہوں نے کر لیا لیکن جب تک مجلس سے جدا نہ ہوں۔ بیع کامل نہیں ہے۔ فریقین کو بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے تو یہ بات اور بالحقود کے خلاف ہی ہے۔

(۲) قرآن مجید میں فرمایا۔ ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ الا ان تھكون تجارة ان تراض منھن۔ مگر یہ کہ دونوں کی مرضی سے تجارت ہو تو جب ایجاب وقبول ہو گیا تو اس پر تجارت ان تراض صادق آگیا۔ اور قرآن نے بیع خارج مجلس پر تجارت کو موقوف نہیں کیا جیسا کہ جناب امام شافعی فرماتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید میں فرمایا۔ واشھدوا۔ اذا تبايعتم۔ جب آپس میں بیع کر دو گواہ بناؤ تا کہ بیع مضبوط ہو جائے۔ اور دوسرا بیع کا انکار نہ کر سکے۔ تو اگر ایجاب وقبول کے بعد بھی بیع خارج مجلس پر بیع کو موقوف رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ جب تک فریقین میں کوئی۔ مجلس سے جدا نہ ہو بیع کامل و مکمل نہ ہوگی تو پھر گراہوں کا فائدہ ہی کیا؟ اس لیے تفرق سے تفرق بالقول مراد لینا صحیح و موافق ہے یعنی جب بائع و مشتری نے مجلس میں ایجاب وقبول کر لیا اور اس کلام سے فارغ ہو گئے تو اب کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اب تو بیع بائع کی ملک سے خارج ہو گئی اور مشتری کی ملک میں آگئی۔

(۴) یہ کہ اگر تفرق سے تفرق بالامان مراد لیا جائے تو یہ جہول ہے۔ اس کی غایت معروف نہیں۔ نہ وقت معلوم ہے۔

(حضرت سیدنا امام مالک کے ارشاد میں لہذا الحدیث حد معروف کا یہی مطلب ہے) تو ایسی صورت میں یہ بیع۔ بیع منابذہ و ملاصرہ کے مشابہ ہو جائے گی اور بیع منابذہ و ملاصرہ ناجائز ہے۔ لہذا حدیث میں مالم تفرقا سے تفرق بالاقول مراد لینا ہی اولیٰ و اقویٰ ہے۔ یہاں شوافع علیہم الرحمہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ اگر تفرق سے تفرق بالاقول مراد لیا جائے۔ جیسا کہ حنفی کہتے ہیں تو اس سے محال لازم آتا ہے اور وہ یوں کہ تفرق عرض ہے۔ جو ہر کے ساتھ قائم رہتا ہے اور حنفی تفرق کو کلام کے ساتھ قائم کر رہے ہیں۔ تو قیام عرض بالعرض لازم آگیا جو باتفاق اجماع متکلیف المثلت محال ہے۔ جواب یہ ہے بات تو ٹھیک ہے مگر کلام عرب اور خود قرآن مجید میں بھی تفرق کی نسبت غیر اعیان کی طرف شائع و زائع ہے تو استعمال کی کثرت کی وجہ یہ بمنزہ حقیقت کے ہو گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۱) ما تفرق الذین اوْتوا الکتاب ۱ (۲) لا تفرق بین احدھن

رسلہ (۳) ان تفرقا یعنی اللہ کلام من فضلہ — پہلی دونوں آیتوں میں تفرق سے تفرق اعتقاد مراد ہے۔ تیسری آیت میں تفرق بالکلام مراد ہے۔ اسی طرح حضور مرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفرق امتی الخ یا حضور نے فرمایا۔ افتتحت بنی اسرائیل علی ثنتین و سبعین (فتح القدر وغیرہ)

اِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

باب اگر رائے کے لیے اختیار باقی رکھا گیا تو کس بیع نافذ ہوگی؟

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بایع و مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک جُدا نہ ہوں۔ حضرت ہمام کہتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب جس میں شیوخ سے سنی ہوئی احادیث وہ نقل کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجلس میں تین بار اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دے تو مجلس مذکورہ کا اختیار جاتا رہے گا۔ پھر اگر وہ دونوں جچ بولیں۔ عجیب ہو تو اس کو بیان کر دینا کی بیع میں برکت ہوگی۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَتَفَرَّقَانِ قَالَ هَمَّا ثُمَّ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَحْتَاوُ ثَلَاثَ مَذَاهِبٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فَإِنْ بَيَّعَهُمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَلَّمَا فَعُصِيَ أَثَرُ بَرِّ بَحَارٍ مُجَاوٍ يُمَحِّقُ بَنَ كَلَّ بَيَّعَهُمَا (بخاری)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی خریدنے والے میں اس وقت تک بیع نہیں ہوتی جب تک وہ جُدا نہ ہو جائیں۔ مگر بیع خیار (یعنی وہ بیع جس میں اختیار کی شرط لگا دی گئی ہو)۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ بَيْعٍ لَا يَبْعُ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعُ الْخِيَارِ -

ان احادیث پر اوپر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ اگر بایع کے لئے خیار ہو تو ایسی صورت میں کیا بیع لازم و جائز ہوگی۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے جواب ذکر کیا اور حدیث کے الفاظ لَا يَبْعُ بَيْنَهُمَا پر اکتفا کیا۔ حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے۔ بایع و مشتری میں اس وقت تک بیع نہیں ہوتی۔ جب تک وہ جُدا نہ ہو جائیں۔ یعنی ایجاب و قبول مکمل نہ کر لیں۔ البتہ وہ بیع جس میں اختیار کی شرط لگا دی گئی ہے۔ تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اختیار کی شرط کی صورت میں مدت مقررہ تک بیع کو فسخ کرنے یا جائز کر دینے کا اختیار رہے گا۔

بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُشْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرَى أَوْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

باب ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جُدا ہونے سے پہلے ہبہ کر دی اور بایع نے اس پر اعتراض بھی نہ کیا یا غلام خرید لیا اور اسے بایع کی موجودگی میں ہی آزاد کر دیا۔

اس عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری کے مسلک میں شوافع سے زیادہ ترجیح ہے۔ شوافع کے ہاں خیار مجلس کو ختم کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا فریقین ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں یا پسند کر لینے کی آفری بات کر لیں۔ ان کے

ہاں خیابار مجلس کے ختم ہونے کی تیسری کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ خیابار شرط کا معاملہ تو پہلے ہی نص سے مستثنیٰ ہے۔ امام بخاری نے خیابار مجلس کو ختم کرنے کی تیسری صورت بھی اختیار فرمائی اور وہ یہ ہے۔ بالغ کی موجودگی میں مشتری نے اپنی خریدی ہوئی چیز میں تصرف کیا اور بالغ نے اس پر اعتراض بھی نہ کیا اور وہ یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز بہ کر دی یا غلام تھا آزاد کر دیا تو اس سے خیابار مجلس جاتا رہے گا۔

طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا جو (فریق ثانی کی) رضامندی کے بعد کوئی سامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیچ دے کہ یہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس کے

قَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ -

نفع کا بھی وہی سحتی ہوگا۔ اس تعلیق کو سعید ابن منصور نے وصل کیا ہے مفہوم تعلیق واضح ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر بیٹھ ہوا تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے دھکیلتے۔ ہر بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ تمہارے دو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یہ سن کر اللہ ہی کا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں، مجھے یہ اونٹ بیچ دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَغِيرٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يُنَلِّبُنِي فَيَقْدِمُ أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَنْجُرُهُ عُمَرُ وَيُرْدُهُ ثُمَّ يَقْدِمُ فَيَنْجُرُهُ عُمَرُ وَيُرْدُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بَعْنِيهِ قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بَعْنِيهِ فَبَا عَنَّا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ (بخاری)

عبد اللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تمہارا ہو گیا جس طرح چاہو اسے استعمال کرو۔

(۱) بکر جو ان اونٹ کو کہتے ہیں۔ صعب کے معنی مشکل ہیں حاصل معنی یہ ہیں وہ اونٹ بہت تیز دوڑتا تھا (۲) صحابہ کرام حضور کی تعظیم و توقیر کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ اپنی سواری کو بھی حضور کی سواری کے آگے نہ ہونے دیتے تھے (۳) سواری کے جانور کو زور و تویج جائز ہے نہ کہ وہ سواری کی حسب مشاغل چلے (۴) اس حدیث سے واضح ہوا کہ بیع میں تصرف جائز ہے۔ اگرچہ اس کی قیمت ابھی بالغ کو ادا نہ کی ہو۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ اگر بیع کو قبل القبض ہیہ کر دیا یا صدقہ و خیرات کر دیا یا بالغ کے علاوہ کسی اور کے پاس رہن رکھ دیا تو یہ جائز ہے۔ وہوا الاصح خلافا لابی یوسف۔

نافذہ واضح ہو کہ ان دونوں تعلیقات اور حدیث سے آفتاب نمبر و کی طرح واضح ہو گیا کہ بیع ایجاب و قبول سے لازم و جائز ہو جاتی ہے۔ یعنی تفرق بالکلام سے بیع پوری ہو جاتی ہے۔ دیکھئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ

غریب نے کے فوراً بعد اسی ساعت میں قبل تفرق بالابدان وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو بہہ فرمادیا۔ تو اگر وہ اونٹ حضور کی ملک میں نہ آیا تھا اور بیع تام نہ ہوئی تھی تو حضور اس کو بہہ کیسے فرما سکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ بیع صرف ایجاب و قبول سے لازم و مکمل و جائز ہو جاتی ہے۔ فافهم۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ يَنْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
عُمَانٌ مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَدَى بَخْيَبَرٍ فَلَمَّا
تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَيْتِي حَتَّى خَضَرْتُ
مِنْ مَبِيتِهِ خَشْيَةً أَنْ يُؤَادَفَنِي الْبَيْعُ وَكَانَتْ
السَّنَةُ أَنْ الْمُتَبَايَعِينَ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقُوا
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ زَأَيْتُ
إِنِّي قَدْ عَيْتُهُ بِأَنِّي سَقَيْتُهُ إِلَى أَذْيُنِ ثَمُودَ
بِثَلَاثِ لِيَالٍ وَ سَأَفْتِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ
لَيَالٍ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے
امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی وادی قریٰ کی زمین ان
کی خیمہ کی زمین کے بدلہ میں بیچی تھی۔ پھر جب ہم نے بیع کر لیا۔
تو میں اُنٹے پاؤں ان کے گھر سے، اس خیال سے باہر نکل
آیا کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کر دیں۔ کیونکہ اس وقت طریقہ یہ
تھا کہ بیچنے اور خریدنے والے کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار اس
وقت تک ہوتا تھا۔ جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا
نہ ہو جاتے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہماری
غریبہ و فروخت پوری ہوگئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ

عثمان رضی اللہ عنہ نقصان میں رہے۔ کیونکہ (اس تبادلہ کے نتیجے میں، میں نے ان کی سابقہ زمین سے) انہیں تین دن کی
مسافت پر ارض ثمود کی طرف کر دیا تھا اور انھوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے تین رات کی مسافت لاکھوڑا تھا۔

قائد و مسائل

مَالًا بِالْوَادِي مَالٍ سے مراد زمین ہے۔ بالوادی میں اگر لام عطف جارحی ہو۔ تو وادی معهود
مراد ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے وادی القریٰ اعمال المدینہ سے تھی۔ بخیبہ ایک مقام ہے

مدینہ سے شمال و مشرق کی طرف۔ چھوڑا پر اور یہود کے لعنت میں خیمہ کے معنی قلعہ کے ہیں۔ (۲) حضرت ابن عمر زمین کی
فروخت کے بعد فوراً مجلس سے علیحدہ ہو گئے تاکہ حضرت عثمان غنی بیع فسخ نہ کر سکیں اور انھیں اختیار مجلس نہ حاصل
ہو۔ لیکن کانت السنۃ کا لفظ یہ بتا رہا ہے۔ تفق بالبدن کا رواج اول دور میں تھا۔ کیونکہ وہ زمانہ خلق و مرد
کے کمال کا زمانہ تھا اور حضرت ابن عمر نے جس وقت یہ بیع کی تھی اس زمانہ میں تفرق بالابدان متروک ہو چکا تھا۔ جناب
ابن عمر سنن و مستحبات پر بھی سختی سے عمل فرماتے تھے۔ اس لئے انہوں نے تفرق بالبدن پر عمل کیا۔ چنانچہ ابن عمر نے
کہا کہ عبد الملک نے یہ تصریح کی ہے کہ بعض روایات میں کانت السنۃ یوہیئہ کے الفاظ آتے ہیں اور اگر
تفرق بالابدان بیع کے لازم و تمام ہونے کے لئے ایک ضروری و لازمی چیز ہوتی تو آپ کانت السنۃ کے الفاظ نہ
بولتے۔ نیز ابن رشد نے ذکر کیا ہے۔ ان عثمان قال لابن عمر یست السنۃ بافتراق الابدان فتد
انتسخ ذالک۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ بیع ایجاب و قبول کے بعد تمام و لازم ہونا
ہے۔ غراہ فریقین مجلس میں رہیں یا جدا ہو جائیں۔ (۲) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ زمین کے عوض زمین فروخت
کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا يَكْرَهُ مِنَ الْخِدَاجِ فِي الْبَيْعِ

باب خرید و فروخت میں دھوکہ دینا ممنوع ہے

مطلب عزان یہ ہے کہ بیع و شرع میں دھوکہ و فریب ناجائز ہے۔ مگر اس کے باوجود بیع درست ہے۔ البتہ غبن فاحش کی صورت میں بیع کو رد کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک شخص نے عرض کیا۔ وہ اکثر خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا تم کسی چیز کی خرید و فروخت کیا کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ دھوکہ کوئی نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرًا يَجْتَنِعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَافَةَ (بخاری)

قواعد و مسائل

رجلا سے مراد حضرت حبان بن منقذ صحابی انصاری مازنی مراد ہیں۔ یہ حضور کے ساتھ اُحد اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ ہمدانہ کسی معرکہ میں ان کے سر پر چھترے چوٹ آئی۔ جس کی وجہ سے ان کی زبان میں گنت اور قتل و شہر میں بھی آگئی تھی۔ جناب عثمان غنی کے دور خلافت میں ان کا وصال ہوا۔ انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کی تھی کہ میں عوام بیع و شرا میں دھوکہ کھا جاتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ تم بیع و شرا کے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَا خِلَافَةَ دھوکہ نہ ہو۔ خِلَافہ کے معنی دھوکہ کے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اس جملہ سے خیار شرط مراد ہے۔ یعنی ان الفاظ کے کہہ دینے سے خیار حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر انہیں کوئی نقصان کی بات نظر آئے تو بیع کو فسخ کر سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ کوئی چیز غبن فاحش کے ساتھ خریدی جائے تو اگر غبن کے ساتھ دھوکہ بھی ہے تو واپس کر سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔ غبن فاحش کا مطلب یہ ہے کہ اتنا ٹوٹا ہو جو مقومین کے اندازہ سے باہر ہو۔ مثلاً دس کی چیز خریدی تو کوئی اس کی قیمت پانچ بتاتا ہے اور کوئی چھ۔ تو یہ غبن فاحش ہے۔ کبھی بائع مشتری کو دھوکہ دیتا ہے۔ پانچ کی چیز دس میں فروخت کرتا ہے۔ کبھی مشتری بائع کو دھوکہ دیتا ہے کہ دس کی چیز پانچ میں خرید لیتا ہے اور کبھی دلال دھوکہ دیتا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں جس کو غبن فاحش کے ساتھ نقصان پہنچا ہے۔ بیع کو فسخ کر سکتا ہے (۲) مدت خیار میں تعدد کا اختلاف ہے۔ ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، امام ابو یوسف، محمد، احمد، اسحق، ابو ثور، داؤد ابن المنذر کہتے ہیں۔ بیع میں خیار شرط جائز ہے اور شرط لازم ہے اس مدت پر جو ٹھہری ہے۔ لیث کا قول یہ ہے کہ خیار تین دن تک ہوگا۔ عبید اللہ بن حسن۔ مجھے خیار طویل پسند نہیں۔ البتہ مشتری کے لئے خیار کی مدت وہ ہوگی جس کو بائع منظور کرے۔ ابن شبرمر اور ثوری کا نظریہ یہ ہے۔ ایسی بیع جائز ہی نہیں ہے۔ جس میں بائع یا مشتری یا دونوں کے لیے خیار کی شرط کی جائے۔ سفیان کہتے ہیں۔ اس صورت میں بیع فاسد ہے البتہ مشتری کو دس دن تک خیار رہتا ہے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ اگر کچھ خریدنا ہے تو اس میں ایک دن یا دو دن کا خیار ہوگا۔ لونڈی خریدی ہے تو پانچ دن اور جانور میں ایک دن کا خیار ہوگا تاکہ اس پر سوار ہو کر دیکھ لے۔ اگر مکان خریدنا ہے تو اس میں ایک ماہ کا خیار ہوگا تاکہ ماہرین سے مشورہ کر سکے اور یہ کہ خیار بائع و مشتری یا دونوں کے لئے مشروع ہے۔ اور اسی کا ارشاد ہے کہ جائز یہ ہے کہ ایک ماہ یا

اس سے زیادہ کی شرط کرے۔ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی و زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ بیس تین دن کا خیاب شرط جائز ہے۔ اس سے زیادہ کا جائز نہیں۔ اگر تین دن سے زیادہ کی شرط کر لی تو بیس فاسد ہے۔ دلیل ان کے متعدد احادیث ہیں جن میں ثلاث لیل (۱۱ بجہ)۔ انت بالخیار ثلاثاً (رواہ البخاری فی تاریخہ) الخیار ثلاثۃ ایام (عبدالرزاق فی مشق)۔ الخیار ثلاثۃ ایام (دارقطنی)۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ خیاب کی مدت تین دن ہے اس سے زیادہ نہیں۔

بَابُ مَا ذَكَرَ فِي الْأَسْوَاقِ

باب بازاروں کے ذکر میں

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوقٌ قَيْتَقَاعٌ وَقَالَ أَسْنُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ دَلُّوْنِي عَلَى السُّوقِ۔
وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْهَافِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا۔ جب ہم مدینہ آئے تو میں نے کہا۔ یہاں بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہو۔ تو بولے بازار قیتقاع ہے۔ حضرت انس نے کہا کہ عبدالرحمن لے کہا۔ مجھے بازار کا راستہ بتاؤ۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بازار کی خرید و فروخت نے غافل رکھا۔

عمران سے مناسب سوق بنی قیتقاع کے لفظ ہیں۔ یہ حدیث انس کا ایک ٹکڑا ہے۔ جسے امام بخاری نے موصولاً کتاب البیوع کے اول میں ذکر کیا ہے جس پر بحث ہو چکی ہے (۲۷) ابن بطال نے کہا۔ بازاروں کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بازار میں تجارت مباح ہے اور یہ کہ بازار میں نیک صالح لوگ خرید و فروخت کے لئے جاسکتے ہیں۔ حدیث احمد و بزار و حاکم کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ احب البقاع الی اللہ تعالیٰ المساجد و البغض البقاع الی اللہ تعالیٰ الاسواق
اس حدیث کے ظاہر سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ جب بازار اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں تو ایسی جگہ اشرف و فضلاء و علماء اور صالح افراد کو نہیں جانا چاہیئے۔

تو بات یہ ہے۔ بازار کو ناپسندیدہ اس بنا پر کہ گاہے کہ وہاں عموماً فسق و فجور اور عین دین میں دھوکہ و فریب کا بازار گرم ہوتا ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ زمین ہی مغرض ہے۔ لہذا ضرورت کے وقت وہاں جانا یا واپس آنا واپس آنا کے ساتھ وہاں خرید و فروخت کرنا جائز و مباح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب آدمی خرید و فروخت میں مشغول ہوتا ہے تو پھر اس کی قلبی کیفیت وہ نہیں ہوتی جو مسجد میں ہوتی ہے۔ مسجد میں ذکر الہی، عبادت و ریاضت کی بنا پر بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔ اسی کیفیت کو جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الہافی الصفق بالاسواق سے یہاں فرمایا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس تعلق کو باب البیوع فی التجارۃ کتاب البیوع میں وصل کیا ہے۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مَطْعَمٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
حَضْرَتُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نَافِعٌ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوا
جَيْشُ نَ الْكُفَّةِ فَإِذَا كَانُوا بِمَيْدَانِ الْأَرْضِ
يُخَسَفُ بَأْوَلَهُمْ وَأَخِرُهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُخَسَفُ بَأْوَلَهُمْ وَأَخِرُهُمْ
وَفِيهِمْ أَسْوَأُ أَهْلُهِمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخَسَفُ
بَأْوَلَهُمْ وَأَخِرُهُمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَابَتِهِمْ
فَمَا يَكُونُ، شروع سے آخر تک دھنسا دیا جائیگا۔ پھر اپنی نیتوں کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

علیہ وسلم نے فرمایا، ایک لشکر کعبہ پر فوج کشی کرے گا۔
جب وہ مقام بیدار پر پہنچے گا تو انہیں شروع سے آخر تک
زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ عاشرہ رضی اللہ عنہا نے بیان
کیا کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! شروع سے آخر تک کیونکر
دھنسا دیا جائے گا۔ جب کہ وہیں بازار بھی ہوں گے اور وہ
وہ لوگ بھی جو ان شکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے

فوائد ومسائل

عزیزان کے مناسب اس حدیث کے الفاظ وفیہم اسواقہم ہیں۔ ربیبنا مکہ
مدینہ کے درمیان ایک خاص مقام کا نام ہے۔ جناب عاشرہ کے سوال کا مقصد یہ تھا۔ جو لوگ کعبہ
پر چڑھائی کی نیت سے آئیں گے۔ وہ تو عزم تھے مگر باقی لوگ جو بازار میں خرید و فروخت کرنے والے اور دوسرے وہ لوگ جو اس
گردہ میں شامل نہ تھے۔ ان کو کیوں دھنسا دیا جائیگا۔ حضور نے فرمایا اول و آخر سب کو دھنسا دیا جائیگا۔ مطلب جواب یہ ہے کہ
جب سیلاب آتا ہے تو اچھے اور بُرے کی تفریق کے بغیر سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے؟ البتہ ان کا حشر ان کی نیتوں کے
مطابق ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ظالم فاسق و فاجر کی مصاحبت سے بچنا چاہیے۔ نہ معلوم کتنا جہول کی وجہ
سے کب ان پر عذاب آجائے اور اس کی لپیٹ میں نیک و صالح بھی آجائیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے ہر آن ڈرنا چاہیے۔
اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ عاجزی انکاری ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اپنے نیک اعمال پر غرور و تکبر نہیں کرنا چاہیے۔
وہ قادر و قدیر خدا ہے۔ جو چاہتا کرتا ہے۔ اس کے چاہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ کعبہ شریف کی بے حرمتی کرنا عذاب الہی کو دعوت دینا ہے۔ کعبہ کی تعظیم و توقیر
واجب و لازم ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک سے قبل اگر تبرہ نے اپنے لشکر تجار اور سفید ہاتھیوں کی مدد سے
کعبہ مقدسہ کی بے حرمتی کی نیت سے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن عذاب الہی کی گرفت میں آکر تباہ و برباد ہو گیا۔ اللہ عز و جل نے
ابابیلین بھیجیں جو سرور کی دال کے برابر تین نکلے یا لائیں اور لشکر ابرہہ کو تہ و بالا کر گئیں۔ قرآن نے اسی واقعہ کے متعلق فرمایا۔
الموتو کیف فعل ربك باصحاب الفيل الخ اس لیے آج اسلام دشمن طاقتیں خصوصاً یہود مقامات مقدسہ کی
بے حرمتی اور ان پر قبضہ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ غائب و حاضر و نامراد ہی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب
سے بچ نہ سکیں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر
میں (تہنما) نماز پڑھنے سے تقریباً بیس گنا بڑھ کر ہے۔
(ثواب کے اعتبار سے)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةٌ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَرْبِيْدُ
عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُؤْفَاهِ وَنَبِيْتِهِ بِضْعَاوْ عَشْرِيْنَ
دَرَجَةً وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَخْسَنَ التَّوَضُّؤَ

شَرُّ آتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَيْسَ مَرْغُ
إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَ بِهَا
ذَرْجَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ وَاللَّيْلَةُ
تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَضَلَّةٍ الَّذِي
يُصَلِّي فِيهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَوْ
يُحْدِثُ فِيهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ وَقَالَ أَحَدُكُمْ
فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ النَّبِيُّ الصَّلَاةَ تَحْبِسُهُ

شخص وضو کرتا ہے، اس کے تمام حُسن و آداب کی رعایت کے ساتھ اور پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے مسجد لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے۔ اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے یا اس کی درجہ سے ایک گناہ اس کا حاف ہوتا ہے۔ جب تک ایک شخص اپنے اس مصلی پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی تھی تو ملائکہ برابر اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ "اے اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل کر، اے اللہ اس پر رحم فرما۔" یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے۔ جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رُکھا رہتا ہے وہ سب نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

قواعد و مسائل

اس حدیث کو امام نے باب فضل الجماعة اور باب الحديث فی الجُمُعہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ دیکھو فیوض الباری ج ۲ ص ۱۸۱ عنان سے مناسب فی سوقہ کے لفظ ہیں۔ یہ حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے اگرچہ نماز ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے تاہم مسجد میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہے (۲) مصلیٰ سے بعض نے مسجد میں جس جگہ نماز پڑھی ہے وہ مراد لیا ہے۔ بہر حال آدمی جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو یہ سارا وقت عبادت ہی میں شمار ہوتا ہے اور ملائکہ رحمت با وضو شخص کے لئے نزول رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَأَلْتَقَيْتَ الْبَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعُوا بِأَمْرِي وَلَا تَكُنُوا بِكُنْيَتِي (بخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار میں تھے کہ ایک شخص نے کہا، یا ابا القاسم! نبی کریم اس کی طرف متوجہ ہو گئے کہیونکہ آپ کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی، اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اس کو بلایا تھا (ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کی کنیت رکھتا تھا) آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے میرا نام لے کر پکارا کرو، کنیت سے نہ پکارا کرو (کیونکہ آپ اپنے اسم مبارک میں منفرد تھے لیکن کنیت بہت سے لوگوں کی ابوالقاسم تھی)۔

عَنْ أَنَسٍ دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَأَلْتَقَيْتَ الْبَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَسْمَا غَيْرُكَ قَالَ سَمِعُوا بِأَمْرِي وَلَا تَكُنْ بِكُنْيَتِي (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بقیع میں (جب کہ آنحضرت بھی وہیں موجود تھے) کسی کو پکارا۔ "اے ابوالقاسم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو

نہیں پکارا تھا۔ آنحضرت نے اس کے بعد فرمایا کہ میرا نام لے کر پکارا کرو۔ کنیت سے نہ پکارا کرو۔

قوائد و مسائل | پہل حدیث میں فی السوق کے الفاظ عثمان کے مطابق ہیں۔ دوسری میں عثمان کے مطابق کوئی لفظ نہیں ہے۔ علامہ طحاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ حضرت محمد بن حنفیہ، امام مالک امام احمد

اور حمزہ کا مذہب یہ ہے کہ حضور کے نام و کنیت دونوں کو اختیار کرنا جائز ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں۔ ممانعت کی حدیث میں ممانعت یا تو منسوخ ہے یا کراہت سے کراہت تشریحی مراد ہے یا پھر ممانعت حضور کی ظاہری حیات کے ساتھ خاص تھی۔ وصال کے بعد نہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے نام محمد اور کنیت ابراہیم تھی۔ جیسے محمد بن طلحہ، محمد بن اشعث، محمد بن ابی حذیفہ۔ امام بدر عینی فرماتے ہیں۔ یہی تھے اپنی سن میں متعدد ایسے اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کی کنیت ابراہیم اور نام محمد ہے۔ جیسے محمد بن جعفر بن ابی طالب، محمد بن سعید بن ابی وقاص، محمد بن حاطب، محمد المنتشر اور محمد بن سید بن ابراہیم تھی امام شافعی اور اہل ظاہر و ظاہر حدیث کو سند بنانے مطلقاً ممانعت کا قول کرتے ہیں۔ (کنز الدہبیہ) علامہ کانی کا ارشاد یہ ہے۔ سمو باسمی میں امر واجب کے لیے ہے اور لا تکنوا نہی تحریم کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ دوسری حدیث نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے، نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کہی اور نہ میں نے آپ سے، اسی طرح آپ نبی قینقاع کے بازار میں آئے۔ پھر واپس ہوئے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا۔ چھوٹا بچہ (حسن) کہاں ہے۔ حضرت فاطمہ کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً آپ کی خدمت میں نہ آسکیں۔ میں نے خیال کیا۔ ممکن ہے حسن کو گرتا پھنسا رہی ہوں یا ہٹا رہی ہوں۔ کچھ دیر بعد حسن دوڑے ہوئے آئے حضور نے انہیں سینے سے لگایا۔ پیار کیا اور فرمایا۔ اے اللہ اے محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھتا ہے۔ سفیان نے کہا۔ حمید اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنَ الْمَنَارِ لَا يَكْلُمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سَوْقَ بَنِي قَيْنَقَاعَ فَجَلَسَ بِنَاءَ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ أَتَمُّ لَكُمْ فَحْبَسُهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تَلْسُهُ سِخَابًا أَوْ تُعَسِّلُهُ فُجَاءَ كَيْشْدٌ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ قَالَ سَفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَحْبَبَنِي أَسْتُرَ رَأْيَ نَاجِعِ أَمْرٍ جُبَيْرُ بْنُ سَرٍّ بِرُكْعَةٍ (بخاری)

قوائد و مسائل | (۱) عثمان کے مطابق سوق بنی قینقاع کے لفظ ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو باب وضع المساء فی الخلاء اور لباس میں بھی ذکر کیا ہے۔ سلم نے فضائل میں۔ نسائی نے مناقب

حضرت مل فرماتے ہیں۔ میں نے مجھوڑی عورت کیا۔ اگر میرے فرزند تولد ہوا تو اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت رکھ لوں۔ حضور نے فرمایا۔ قال نعم (طحاوی) مان اجازت ہے۔

میں اور ابن ماجہ نے سنہ میں ذکر کیا ہے (۲) لایکلمنی۔ جب حضور مر اقبالہ الہی میں مشغول ہوں یا خاموش تو صحابہ کرام کا طریقہ یہ ہی تھا کہ حضور سے گفتگو میں ابتداء نہیں کرتے تھے۔ جناب ابوہریرہ تعظیم و توقیر کی بنا پر خاموش رہے اور حضور مر اقبالہ الہی میں تھے (۳) اشعر لکح کے الفاظ سے حضور نے حضرت حسن یا حسین علیہم السلام کو یاد فرمایا تھا۔ لکح کے معنی صغیر کے ہیں۔ سب خبابا چھوٹے ہار کو کہتے ہیں۔ جس میں چاندی سونا کے دانے نہ ہوں یا مزیں کے ہار کو کہتے ہیں۔ معافقہ، مصافحہ اور ماتھے کو چرنا جاتر ہے۔ حضرت فاروق اعظم، شعبی، ابو عبدہ، لائق بن حمید، عمرو بن میمون، اسود بن ہلال، امام ابو یوسف امام مالک ایک مرد کے ساتھ معافقہ کو جاتر کو جاتر قرار دیتے ہیں۔ امام محمد ہی نے فرمایا۔ ایک جماعت صحابہ کی معافقہ کرتی تھی۔ کیونکہ نبی کی حدیث سے اباحت کی حدیثیں متاخر ہیں۔ صاحب ہدایہ نے تحریر فرمایا ہے۔ معافقہ اس صورت میں ہے جب کہ ایک ہی کپڑے میں معافقہ کریں۔ اگر معافقہ جبہ یا قمیص پہنے ہو تو اس میں حرج نہیں (۴) اس حدیث سے واضح ہوا۔ اپنے بیٹے یا پوتے یا نو اسے کا ازراہ شفقت و محبت بوس لینا، معافقہ کرنا جاتر ہے (۵) جامع صغیر میں ابواللیث فقہر فرماتے ہیں۔

بوسہ پانچ قسم پر ہے۔ بوسہ تحت جیسے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ہاتھ کو بوسہ دے۔ بوسہ شفقت جیسے بیٹے کا اپنے والد کا بوسہ لینا۔ بوسہ رحمت جیسے باپ، دادا، نانا وغیرہ کا اپنے بیٹے پوتے نو اسے کامنہ جوہم لینا۔ بوسہ شہوہ جیسے میاں بھری کا آپس میں بوس و کنار ہونا۔ بوسہ مودت جیسے بھائی کا بہن کو پیار کرنا۔ بوسہ دیانت جیسے حجر اسود کو چرنا۔ بوسہ برکت حضور کے نام اقدس کو کس کر انگھوٹے انگھوٹے سے لگا کر چرنا۔ یہ سب جاتر و مباح ہیں۔ وقد وثت احادیث و آثار کثیرۃ فی جواز التقبیل ولكن محل ذلك اذا كان على وجه المبررة والا کوام واما اذا كان على وجه الشهوة فلا يجوز الا في حق الزوجين (عینی ج ۱۱ ص ۲۴)

واضح ہو۔ بوسہ شہوت صرف میاں بھری کے درمیان جاتر ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ نیز جاز اور چیز ہے۔ اپنے ملک کے رسم و رواج کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ نوجوان بھائی اگر بہن کا شفقت اور محبت کی بنا پر نیک نیتی کے ساتھ بوسہ لے تو جاتر ہے مگر ہمارے معاشرہ میں اس کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے بچنا بہتر ہے۔ اسی طرح قریب البلوغ خولہ بورت بچہ کا رحمت و شفقت کی بنا پر بوسہ لینا جاتر ہے مگر بچنا بہت ضروری ہے کہ بلا وجہ بدگمانیاں پیدا ہوں گی یا پیدا کی جاتیں گی۔ اس لئے جو چیز جاتر ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس جاتر چیز پر عمل بھی کیا جائے۔ عرب میں آج بھی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ہاتھ چرنا ہے۔ یہ ان کی تہذیب ہے۔ ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں۔

مسئلہ تقبیل ابامین | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے سننے پر آنکھ کھٹھوں کو آنکھوں سے لگانا چرنا جاتر اور باعث برکت و موجب رحمت ہے۔ چچہ لگ بدعت وغیرہ کافرئی دیتے ہیں۔ یہ ان کی بیجا زیادتی

۱۰ قال صاحب المہدایہ الخلاف فی المعافقہ فی ازار واحد اما اذا کان علی المعافقہ قیص او جبة فلا باس بالاتفاق عینی ج ۱۱ ص ۲۴

اور سختی ہے کیونکہ کسی عمل کو بدعت یا حرام و ممنوع قرار دینے کے لیے بہر حال دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔ بلا دلیل شرعی کسی بھی بات کو بدعت یا ممنوع قرار دے دینا نہ صرف یہ کہ شریعت پر افتراء بلکہ گناہ عظیم ہے۔ ہمارے فقہاء احناف نے تقبیل ابہامین کو جائز و مستحب بلکہ سنت ٹک قرار دیا ہے۔ دیگر ائمہ اسلام بھی جواز و استحباب کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ اسفغلیلی رحمہ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

تقصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم کو جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آفرزمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے گلے کی انجلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چمکایا تو اس نور نے اللہ کی تسبیح پڑھی، اسی واسطے اس انجلی کا نام گلے کی انجلی ہوا۔ جیسا کہ روض العائق میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا۔ پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبریل امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا۔ جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(روح البیان ص ۶۴۹)

محیط میں لایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے برابر بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اذان دینا شروع کی جب انھوں نے اشدھان محمد رسول اللہ کہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں

وَفِي قِصَصِ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهَا أَنَّ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ اشْتَقَّ إِلَى لِقَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ هُوَ مِنْ مَلَكِهِ وَيُظَاهَرُ فِي أَخْبَارِ الثَّمَانِ فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللَّهُ الشَّوَرُ الْمُحَمَّدِيَّ فِي أَصْبَعِهِ الْمُسَبَّحَةِ مِنْ يَدِهِ الْيُمْنَى فَسَبَّحَ ذَلِكَ الشَّوَرُ فَلِذَاكَ سَمَّيْتُ ذَلِكَ الْأَصْبَعُ مُسَبَّحَةً كَمَا فِي الرَّوْضِ الْمُنَاقِقِ وَ أَظْهَرَ اللَّهُ تَعَالَى جَمَالَ حَبِيبِهِ فِي صِفَاءِ ظَفَرِي ابْنَاهُمَا مِثْلَ الْمِرْآةِ فَقَبَّلَ أَدَمُ ظَفَرِي ابْنَاهُمَا مِثْلَ مَسْحٍ عَلَى عَيْنَيْهِ فَصَارَ أَصْلًا لَذَرِّيَّتِهِ فَلَمَّا أَحَبَّ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْدَ الْقِسَّةِ سَأَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ أَمْرِي فِي الْأَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفَرِي ابْنَاهُمَا مِثْلَ مَسْحٍ عَلَى عَيْنَيْهِ لَمْ يَفِرْ أَبَدًا

در محیط آورده کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد در آمد و نزدیک ستون شیشہ و صدیق رضی اللہ عنہ در برابر آن حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ عنہ برخواست و باذان اشتغال فرمود۔ چون گفت اشدھان محمد رسول اللہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت خُزْةٌ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

چوں بلال رضی اللہ عنہ فارغ شد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کیا ابابکر ہر کہ بکند چنین کہ تو کردی خدا سے بیامزد گناہان جدید و قدیم اور اگر بکند بودہ باشد اگر بخطار۔

(۳) حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی الکی رفع اللہ درجہ در قوت الغلوب روایت کردہ از ابن عیینہ رحمہ اللہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد درآمد و بہرہ محرم و بعد از آن نماز جمعہ اور فرمودہ بود نزد یک اسطوانہ قرار گزوت و ابوبکر رضی اللہ عنہ، بنظر ابابا میں چشم خود را مسح کرد و گفت قرۃ عینی یک یا رسول اللہ و چوں بلال رضی اللہ عنہ از اذان فراغت روئے نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اسے ابابکر ہر کہ گوید آچہ تو گفتی از روئے شوق بقاء سے من و کینہ آچہ تو کردی خدا سے در گزارد گناہان ویرا آچہ باشد نو کہ نہ خطا و عمد و نہاں و آشکارا۔

(تفسیر روح البیان ص ۳۳)

(۴) علامہ امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ دلیلی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَدِّنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ هَذَا وَقَبْلَ بَاطِنِ الْأُمَلَّتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَى عَيْنَيْهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

(المقاصد الحسنی فی الاحادیث الدائرة علی السنۃ)

(۵) یہی امام سخاوی حضرت البراء العباسی احمد بن ابی بکر الرادایمائی کی کتاب مَوْجِبَاتِ الرَّحْمَةِ وَعِزَّتِهَا الْمَغْفِرَةِ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَدِّنَ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ مَرْحَبًا بِحَبِيبِي وَقَرَّةَ

کراپنی دونوں آنکھوں پر رکھا اور کہا۔ قرۃ عینی یک یا رسول اللہ۔ جب حضرت بلال اذان دے چکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ابوبکر جو شخص ایسا کرے جیسا کہ تم نے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیگا۔ اور حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی الکی اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ اپنی کتاب قوت الغلوب میں ابن عیینہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اذان میں حضور کا نام سن کر) اپنے دونوں آنکھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور کہا قرۃ عینی یک یا رسول اللہ۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا وہ کہے خدا تبارک و تعالیٰ اس کے تمام گناہوں پر اُٹائے، ظاہر و باطن گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔

جب مَرْدَن کو اشد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ ہی کہا اور اپنی انگشتان شہادت کے پورے جانب نیوں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میرے اس دورے دوست کی طرح کرے گا۔ میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔

جو شخص مَرْدَن سے اشد ان محمد رسول اللہ سن کر کہے مَرَحَبًا بِحَبِيبِي وَقَرَّةَ عَيْنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثَوْرٌ يَقْبَلُ إِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلَى عَيْنَيْهِ
لَعْنَتِي مَذْأَبًا (المقاصد الحسنة)

(۶) یہی امام سخاوی فقیہ محمد سعید غلانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مؤذن سے اٹھنا نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ کر جابجائی دے تو قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔ اور نہ اس کی آنکھیں کبھی دکھیں گی۔ (المقاصد الحسنة)

مَنْ قَالَ حَتَّى يَسْمَعَ الْمُؤَذِّنَ يَقُولُ أَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ مَرَّجًا بِحَدِيثِي وَ
قُرَّةَ عَيْنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَيَقْبَلُ إِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا
عَلَى عَيْنَيْهِ لَعْنَتِي لَعْنَتِي مَذْأَبًا

(۷) یہی امام سخاوی شمس الدین امام محمد بن صالح مدنی کی تاریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ میں نے حضرت مجدد مصری کو جو کالمین صالحین میں سے تھے فرماتے سنا کہ

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پال اذان میں سن کر درود بھیجے اور کلمہ کی انگلیاں اور انگوٹھے ملا کر ان کو بوسہ دے اور آنکھوں پر پھیرے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

مَنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ
ذِكْرَهُ فِي الْأَذَانِ وَجَعَلَ إِبْهَامَيْهِ الْمُسَبَّحَةَ
وَالْإِبْهَامَ وَقَبْلَهُمَا مَسَحَ بِهِمَا عَلَى
عَيْنَيْهِ لَعْنَتِي مَذْأَبًا

(۸) یہی امام سخاوی ان ہی امام محمد بن صالح کی تاریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا عراق کے بہت سے مشائخ سے مروی ہے کہ جب انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرے تو یہ درود شریف پڑھے۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا حَبِيبَ قَلْبِي يَا ثَوْرَ بَصَرِي يَا قُرَّةَ عَيْنِي۔ انشاء اللہ کبھی آنکھیں نہ دکھیں گی اور یہ حجت ہے۔ اس کے بعد امام مذکور فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ مشاہدہ یہ مبارک عمل کرتا ہوں۔ آج تک میری آنکھیں نہ دکھی ہیں اور نہ انشاء اللہ دکھیں گی۔ (المقاصد الحسنة)

(۹) یہی امام سخاوی امام طاہری سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری خواجہ حدیث سے یہ حدیث مبارک سنی فرمایا۔

جو شخص مؤذن سے کلمہ شہادت سن کر آنکھوں کے ناخن چمے اور آنکھوں پر پھیرے اور یہ پڑھے اللَّهُمَّ احْفَظْ حَدَقَتِي وَثَوْرَ هَمَايَيْنِي كَلِمَةً
حَدَقَتِي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَوْرَ هَمَايَيْنِي كَلِمَةً
وَسَلَّمَ وَثَوْرَ هَمَايَيْنِي كَلِمَةً

مَنْ قَبِلَ عِنْدَ سَمَاعِهِ مِنَ الْمُؤَذِّنِ كَلِمَةَ
شَهَادَةِ ظَفَرِي إِبْهَامَيْهِ وَهَسَهَا عَلَى
عَيْنَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ احْفَظْ
حَدَقَتِي وَثَوْرَ هَمَايَيْنِي كَلِمَةً
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

نُورِهِمَا لَعَلَّ يُعْجَبَ - (القاصد المحسن)

(۱۰) شرح نقایہ میں ہے۔

وَأَعْلَمُ أَنَّكَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ مِمَّا
الْأُولَى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ وَعِنْدَ الشَّانِيَةِ مِنْهَا قَرَّةٌ عَيْنِي بِكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يُقَالَ اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَ
الْبَصَرِ وَصَحِّ ظَفَرِي إِلَّا بِهَا مِنْ عِلْمِ
الْعَالَمِينَ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ
لَهُ قَابِلَةٌ إِلَى الْجَنَّةِ

جان لو کہ بیشک اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ
علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت کے سننے پر
قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے
انگوٹھوں کے ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے
اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَصَحِّ ظَفَرِي
علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے جہنم میں
لے جائیں گے۔

(۱۱) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار شرح درمختار میں یہی عبارت نقل کر کے فرماتے۔ کذا فی کنز العباد
قہستانی و بخوہ فی الفتاوی الصوفیہ و فی کتاب المفردوس مَنْ قَبَّلَ ظَفَرِي إِنْهَا مَيْلُهُ عِنْدَ سَمَاعِ
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فِي الْأَذَانِ أَنَا قَابِلُهُ وَمُدْخِلُهُ فِي صُفُوفِ الْجَنَّةِ وَتَسَامُهُ
فِي حَوَاشِي الْجَنَّةِ (رد المحتار شرح درمختار ص ۳۱۶)

ایسا ہی کنز العباد امام قہستانی میں اور اسی کی مثل فتاوی صوفیہ میں ہے اور کتاب المفردوس میں ہے کہ جو شخص
اذان میں شہدان محمد رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے (اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
ہے کہ) میں اس کا قافلوں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ اس کی پوری بحث بحر الرائق کے حواشی میں
ہیں ہے۔

(۱۲) رئیس الفقہاء المحنفیہ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مراقی الفلاح میں یہی عبارت اور دیلمی کی حضرت ابو بکر صلی
رضی اللہ عنہ والی مرفوع حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔

وَكَذَا رَوَاهُ عَنْ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ
يَعْمَلُهُ فِي الْفَضَائِلِ -

(الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۶)

(۱۳) علامہ امام قہستانی شرح الکبیر میں کنز العباد سے نقل فرماتے ہیں۔

أَعْلَمُ أَنَّكَ يَسْتَحِبُّ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ
الشَّهَادَةِ الشَّانِيَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ وَعِنْدَ سَمَاعِ الشَّانِيَةِ قَرَّةٌ عَيْنِي بِكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يُقَالَ اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَ

جان لو بلاشبہ اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر قرۃ عینی
بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے
ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللَّهُمَّ
بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَصَحِّ ظَفَرِي

کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

وَالْبَصْرَ بَعْدَ وَصْعِ ظَفَرِ الْأَيْدِيَّامَيْنِ
عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَكُونُ قَائِمًا إِلَى الْجَنَّةِ (تفسير البيان ۳۳)

(۱۴) شافعی مذہب کی مشہور کتاب "اعانتہ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین" کے ص ۲۴
اور مالکی مذہب کی مشہور کتاب۔

(۱۵) "کفایتہ الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القيروانی" کے ص ۱۶۹ پر ہے کہ جب اذان
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پک سنے تو درود شریف پڑھے۔

شَرَّفَ يَقْبَلُ إِلَيْهَا مَيِّمَةً وَيَجْعَلُهَا عَلَى
عَيْنَيْهِ لَمْ يُعْمِرْ وَلَمْ يَمُذَّ أَبَدًا

(۱۶) شیخ الشاشی، رئیس المحققین، سید العلماء، الحنفیہ بکۃ المکرّم مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر کی رحمۃ اللہ علیہ
اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ

سُئِلَتْ عَنْ يَقْبَلُ إِلَيْهَا مَيِّمَةً وَوَضِعُهَا عَلَى
الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ ذِكْرِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْأَذَانِ هَلْ هُوَ جَائِزٌ أَمْ لَا أَجَبْتُ بِمَا كُنْتُ
لَعَمْرُ يَقْبَلُ إِلَيْهَا مَيِّمَةً وَوَضِعُهَا عَلَى
الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ ذِكْرِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي الْأَذَانِ جَائِزٌ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ
صَحَّحَ بِهِ مَشَائِخُنَا۔ (ذمیر العین فی حکم تقبیل الالبابین)

(۱۷) شیخ العالم المفسر العلامة نور الدین الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک
اذان میں سن کر انگوٹھے پڑھا کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا تو میری آنکھیں بیمار ہو گئیں۔

كَرَّأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا فَعَّلَ
لَمْ تَرَ كُنْتُ مَسْحَ عَيْنَيْكَ عِنْدَ الْأَذَانِ إِنْ
أَرَدْتَ أَنْ تَبْرَأَ عَيْنَاكَ فَعُدَّ الْحَمْدُ الْمَسْحَ
قَاسِيَةً ظَنَنْتُ وَمَسَحْتُ فَتَبَرَّأْتُ وَلَمْ يَكُنْ وَفِي
مَوْضِعُهَا إِلَى الْأَذَانِ (نتیج اسلام فی تقبیل الالبابین
فی الافامہ ص ۷۷)

(۱۸) حضرت وہب بن منہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو برس

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارے تھے۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو مزیلہ (جہاں نجاست وغیرہ ڈالی جاتی ہے) میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اس کو وہاں سے اٹھاؤ اور اس پر نماز پڑھو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! بنی اسرائیل اس کے نافرمان ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا یہ ٹھیک ہے۔

مگر اس کی عادت تھی کہ جب وہ توراہ کھولتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو دیکھتا تو اس نام کو چوم کر آنکھوں سے لگا لیتا اور رو دو بھیجتا۔ پس میں نے اس کا یہ حق مانا اور اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر خورین اس کے نکاح میں دیں۔

إِلَّا اِثْمًا كَانَ كَلَّمَا نَشَرْنَا الشُّرُوءَ وَظَنَّا
إِلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَهُ
وَوَضَعَهُ عَلَى عَيْنَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ
ذَلِكَ لَهُ وَعَفَوْتُ ذُنُوبَهُ وَذَوَّجْتُهُ
سَبْعِينَ حُورًا (حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ص ۴۴) و سیرۃ
حلیۃ ص ۴

(۱۹) سید العارفین حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مفتوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بود در انجیل نام مصطفیٰ آل سر نبیہاں بحر صفت

انجیل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک درج تھا۔ وہ مصطفیٰ جو پیغمبروں کے سردار اور بحر صفا ہیں۔

بود ذکرِ حلیہ و شکل او بود ذکرِ عزم و صوم و اکل او

نیز آپ کے اوصافِ جسمانیہ، شکل و شمائل، جہاد کرنے، روزہ رکھنے اور کھانے پینے کا حال بھی درج تھا۔

طلعت نصرانیان ہر ثواب چوں رسیدے ہاں نام و خطا

بورسہ دادندے ہاں نام شریف رو نہادندے ہاں وصفت لطیف

عیسائیوں کی ایک جماعت جب اس نام پاک اور خطاب مبارک پر پہنچی تو وہ لوگ بغرض ثواب اس نام شریف کو بورسہ دیتے اور اس ذکر مبارک پر بطور تعظیم منہ رکھ دیتے۔

نسل ایشان نیز ہم لب یارشد نور احمد ناصر آمد یارشد

(اس تعظیم کی بدولت، ان کی نسل بہت بڑھ گئی اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک (ہر محلے میں) ان کا مددگار اور ساتھی بن گیا۔

واں گردہ دیگر از نصرانیان نام احمد داشتندے مستہاں

اور ان نصرانیوں کا وہ دوسرا گردہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی بیقدری کیا کرتا تھا۔

مستہاں خوار گشتندے آں خرقہ گشتہ محروم از خود و شریط طریق

وہ لوگ ذلیل و خوار ہو گئے اپنی ہستی سے بھی محروم ہو گئے (کہ قتل کئے گئے) اور مذہب سے بھی محروم ہو گئے۔ یعنی عقائد خراب ہو گئے۔

نام احمد چوں چنین یاری کند تا که نورش چوں مدوکاری کند
 جب حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ایسی مدد کرتا ہے تو خیال کرو کہ آپ کا نور پاک کس قدر مدد کر سکتا ہے۔
 نام احمد چوں حصار سے شد حصین تا چہ باشد ذات آں روح الامین
 جب حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہی حفاظت کے لئے مقبوض قلعہ ہے تو اس روح الامین صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔ (مشنوی شریف دفتر اول)

ایک شبہ کا ازالہ | بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس نوع کی تمام احادیث صحیح مرفوع نہیں
 ہیں۔ محدثین نے ان احادیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ لایصح فی المرفوع — لہذا
 احادیث ضعیفہ سے استدلال درست نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ محدثین کرام کا کسی حدیث کے متعلق فرمانا کہ صحیح
 نہیں اس کے معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ صحت کے اس علی درجہ کو نہ پہنچی
 جسے محدثین اپنی اصلاح میں درجہ صحت کہتے ہیں۔

یاد رکھیے! اصطلاح محدثین میں حدیث کا سب سے اعلیٰ درجہ صحیح اور سب سے بدرجہ موضوع ہے اور وسط میں بہت سے اقسام
 ہیں جو درجہ بدرجہ مرتب ہیں۔ صحیح کے بعد حسن کا درجہ ہے۔ لہذا نفی صحت نفی حسن کو مستلزم نہیں۔ بلکہ اگر ضعیف بھی ہو تو
 فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ہے اور ان احادیث کے متعلق محدثین کا (لایصح فی المرفوع) یعنی یہ تمام
 احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہو کر صحیح ثابت نہیں ہوتیں۔ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ یہ احادیث موقوف صحیح
 ہیں (۲۰) چنانچہ علامہ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ وَإِذَا ثَبَّتَ رُفْعُهُ إِلَى الصَّحِّيقِ بَعَثَ اللَّهُ
 عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بَسْمَلَتِي وَسُنَّتِي الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ
 (موضوعات کبیرہ ص ۶۲)

میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق
 اکبر رضی اللہ عنہ، تک ثابت ہے تو عمل کے لیے کافی ہے
 کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں تم پر لازم
 کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت۔

واضح ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے۔ کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، تک اس کا رفع ثابت ہے اور سیدنا
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ نیز خلفائے کے سردار مولوی غلیل احمد انبیٹوی
 و مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزیرہ وجود خارجی ان قرون میں ہو
 یا نہ ہو اور خواہ اس کی مجلس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو اور وہ سب سنت ہے (براہین قاطعہ ص ۲۵) پس
 گفتگو ہی صاحب کے بیان کردہ ضابطہ کی روشنی میں بھی نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت قرار پاتا ہے۔ کیونکہ علی
 قاری علیہ الرحمۃ نے تصریح کی ہے۔ قرون ثلاثہ میں اس کی اصل متحقق ہے۔ لہذا اتقبیل ابہا میں کونا جائز و بدعت قرار
 دینا درست نہیں۔

۱۔ معارف سفیہ قدس ہے جو خلافت مسیح کے نزدیک جائز و مباح ہے۔ بلکہ کار ثواب
 مصباح و معالہ | طبرانی نے اسط میں حضرت حذیفہ ابن الیمان سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ جب مومن مومن سے ملتا ہے اور سلام کرتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کی خطائیں
واحد بیدہ مصافحہ تناثرات خطایا
ہما کما یقتاثر ورق الشجرة

حضرات حسنین کریمین سے محبت

۷۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسن یا حسین کا ہوا رکھیں۔ ان کو بھی محبوب رکھ۔ اس سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کو خصوصی طور پر حضرات حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت رکھنی چاہیے۔ بلکہ ان دونوں شہزادوں سے مسلمانوں کو واقعی ایک خاص الفت و محبت ہے اور یہ حضور کی دعا ہی کے اثرات ہیں۔ ویسے بھی یہ دونوں شہزادے بڑی عظمت کے مالک ہیں۔

۸۔ قال سفیان وترتین رکعت ہیں یا ایک رکعت۔ اس مسئلہ پر مکمل بحث فیوض الباری پارہ چہام ص ۹۸ پر ہو چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

انھوں نے نافع سے کہا۔ ہم سے ابن عمر نے بیان کیا۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قافلہ سواروں سے جا کر غلہ خرید کرتے۔ آپ ایک شخص کو ان کے پاس بھیج دیتے۔ جو ان کو اسی جگہ وہ غلہ بیچنے سے منع کرتا۔ جب تک اس کو جہاں اناج بچتا ہے (یعنی اناج کی منڈی میں) اٹھاتا لائیں۔

عَنْ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرَّكْبَانِ عَلَى عَمْرِو النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْبِئُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ الشَّرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يَبَاعُ الطَّعَامُ (بخاری)

قوائد و مسائل اس حدیث میں رکبان یا بیاع الطعام کے لفظ ترجمۃ الباب ہیں۔ کیونکہ بازار (سوق) ہر اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں خرید و فروخت ہو۔ رکبان ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹ پر سوار ہو۔ پھر اس میں عموم آگیا اور رکبان کا لفظ ہر اس شخص کے لئے بولنے لگے جو کسی چیز پر سوار ہو (۲) یہ حکم حضور نے اس لئے دیا کہ بیع میں قبضہ شرط ہے۔ منڈی میں غلہ لے آنے سے قبضہ حاصل ہو گیا۔ حتیٰ یقولہ لان القبض شرط و بالانقل المذکور ینحصل القبض (یعنی) اور اس لئے بھی کہ بیوپاریوں سے راستہ ہی میں خرید کر بیچ دینے سے دوسرے لوگوں کا نقصان ہے کہ وہ تجارت سے محروم ہو جاتے ہیں اور لوگ اس طرح مال کو منڈی میں آنے سے پہلے ہی خرید کر منہ مانگے دام بیٹتے ہیں۔ جو عوام کی تکلیف کا باعث ہے۔ اس لئے حضور نے مال کو (خصوصاً ان اشیاء کو) جہاں ضرورت کی چیزیں ہیں۔ جیسے اجناس خوردنی وغیرہ) منڈی میں لانے سے پہلے راستہ ہی میں خریدنے اور اس کو فروخت کر دینے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کی خرید کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔

وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَبَاعُ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ مَحْتًا يَسْتَوْفِيهِ (بخاری)

فوائد و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ غلہ کو خرید کر اس پر قبضہ سے قبل بیچنا ممنوع ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ عثمان النخعی ہر چیز میں ہوا کے قائل ہیں۔ مگر وہ اپنی اس رائے میں

منفرد ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ ہر چیز میں منع کا قول کرتے ہیں۔ سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ تمام کیلکات و موزونات میں جب کہ وہ طعام ہو۔ ممانعت کے قائل ہیں۔ اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنا ممنوع ہے۔ مگر اس کے ساتھ وہ زمین اور غیر منقولہ اشیاء کو قبضہ سے قبل بھی فروخت کے جواز کا قول فرماتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین اور ایسی اشیاء جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکیں۔ میں قبضہ یہ ہی ہے کہ ان کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے حدود کی ناپ تول کر لی جائے۔ بہر حال سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف حدیث کے بالکل مطابق ہے۔ چنانچہ حضرت عطار بن ابی رباح ثوری ابن عیینہ ابو یوسف، محمد، امام شافعی فی المجاہدہ و مالک و زفر بن روادہ و احمد فی روایہ و ابو ثور و داؤد کا بھی یہی مذہب ہے کہ اس حدیث میں غلہ کو خرید کر قبضہ سے قبل فروخت کر دینے کی ممانعت آئی ہے اور غلہ کے علاوہ اشیاء کے متعلق بھی ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ ولکن ابو حنیفہ قَالَ لَا بَأْسَ بِبَيْعِ الدَّوْرِ وَالْأَرْضَيْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُمَا تَنْتَقِلُ وَلَا تَحْوِلُ۔ وایضاً بیع غیر منقولات قبل القبض جائز لا نھم لا تنتقل۔

بَابُ كِرَاهِيَةِ السَّخْبِ فِي السُّوقِ

باب بازار میں شور مچانے کے متعلق

سخب معنی کسی چیز کی مذمت یا تعریف میں ایسا مبالغہ کرنا جو اس میں نہ ہو۔ بازار کی کیفیت عموماً ایسی ہی ہوتی ہے کہ دوکاندار مدح و ذم میں بے جا مبالغہ کرتے ہیں۔ قسم کھاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ دھوکہ کرتے ہیں۔ اسی بنا پر بازار کے متعلق حضور نے فرمایا۔ شَرُّ الْبِقَاعِ الْأَسْوَاقُ بری زمین بازار کی ہے۔ یعنی وہ بازار جس کے تاجر دھوکہ فریب غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ سخب فی الأسواق ممنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تورات میں حضور کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ سخاب نہیں۔

حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عبد اللہ بن عمر بن عاص سے کہا کہ توریت میں حضور کی جو صفات بیان ہوئی ہیں۔ اس کے متعلق کچھ بتائیے تو انہوں نے کہا کہ بخدا حضور کی بعض صفات توریت میں وہی بیان ہوئی ہیں۔ جن سے آپ کو قرآن میں مخاطب کیا گیا ہے۔ (وہ صفات یہ ہیں) اے رسول ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور قوم امی کا محافظ بنا کر بھیجا۔ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ ہم نے تمہارا نام متوکل رکھا۔ تم نہ بد خو ہو نہ

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَابْنَ الْعَاصِ قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَةِ قَالَ أَجَلٌ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَجَزَاءً لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْنَاكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِغُلَظٍ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَذْفُقُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةِ

وَلَكِنْ يَفْعَلُوا وَيَفْعَرُونَ لَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ مَحْضًا يَفْعَمُ
بِهِ الْمَلَّةَ الْمَرْجَاءَ بَانَ يَقُولُوا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
يَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمِيًّا وَأَذَانًا صَمًّا وَقُلُوبًا
عُلْفًا تَابِعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ
هَلَالٍ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هَلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ
عَنِ ابْنِ سَلَامٍ عُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غَلَابٍ سَيْفٌ
أَعْلَفٌ وَقَوْسٌ عُلْفَاءُ وَرَجُلٌ أَعْلَفٌ إِذَا كَرَّ
يَكُنْ مَخْتُومًا

سخت دل نہ بازاروں میں شور مچانے والے وہ (رسول)
برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا۔ بلکہ معاف کرے گا
اور درگزر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ رسول کو دنیا سے اس وقت
تک نہیں اٹھائے گا جب تک وہ اپنی کج رو قوم کو راہِ راست
پر نہ لے آئے اور وہ اس طرح کہ سب کلمہ طیب پڑھ لیں۔
(اللہ تعالیٰ اس رسول کے ذریعے) اندھی آنکھیں بنا ،
بہرے کان شنوار ، غلاف چڑھے ہوئے دل کھول دے گا
حضرت عطاء نے فرمایا: اعلف اس چیز کو کہتے ہیں جو پورے

میں ہو۔ سیف اعلف قوس غلفا اسی سے ماخوذ ہے اور رجل اعلف (وہ شخص جس کا غلظہ نہ ہوا ہو) کو
کہتے ہیں۔ (بخاری)



فوائد و مسائل

ولا سخاب فی الاسواق کے الفاظ مطابق عمران ہیں۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات کے عالم تھے اس لیے آپ سے سوال ہوا کہ توریت میں حضور کی صفات کا ذکر کیا تھا؟

آپ نے جواب میں فرمایا بخدا جی بعض صفات کا ذکر توریت میں تھا۔ وہی صفات قرآن مجید نے بھی بیان کی ہیں۔

توریت میں حضور کی صفات

کتاب سادہ میں خصوصاً انجیل و توریت میں حضور سید عالم خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور آپ کے فضائل و مناقب اور سیرت و صورت کا تذکرہ

موجود تھا مگر یہود و نصاریٰ نے حضور کے فضائل و مناقب کی آیات کی تحریف کر دی۔ قرآن کریم میں فرمایا۔ يُحْكِرُ هَوْنَ الْكَلَمِ عَنْ مَوَاضِعِهِ (مادہ) یعنی حضور کی نعمت و صفت جو توریت میں بیان کی گئیں۔ اس کو انہوں نے بدل دیا قرآن مجید اور احادیث سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ کتب سادہ میں حضور کا ذکر تھا۔ اور انبیاء کرام اپنے اپنے دور میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر فرماتے تھے۔ چنانچہ۔

عن عبادة بن الصامت قال قيل يا رسول الله احبنا عن نفسك قال نعم انا دعوة ابي ابراهيم و كان آخر من بشر في عيسى بن مريم عليهما السلام (خصائص کبریٰ ص ۶۷ جلد ۱)

حضرت عبادة بن الصامت سے مروی ہے۔ بحضور نبوی عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور میرے طور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بنابر کعبہ کے وقت کی تھی۔ قرآن مجید میں دعا ابراہیمی کے الفاظ یہ ہیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (قرآن مجید)

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

حضرت ابو العالیہ کی روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔

هَذَا اسْتَجِيبُ لَكَ هُوَ كَأَنَّ فِى آخِرِ الزَّمَانِ (خصائص کبریٰ ص ۶۷ جلد ۱)

اے ابراہیم تمہاری دعا قبول ہوئی۔ وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔

غرض کہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور و سرور کی بشارتیں موجود تھیں اور آج بھی معروف کتب سادہ میں حضور کے متعلق اشارے پائے جاتے ہیں۔ انہور رحمتہ للعلیین یہی کی خوشخبری سنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت میں ایک فرض یہ رکھا کہ وہ اس بات کا اعلان فرمائیں کہ میرے بعد زمانہ ہے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چنانچہ حضرت عیسیٰ نے مراد سنایا۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ
اَحْمَدُ - (قرآن مجید)

میں اس مقدس رسول کی بشارت سنانے آیا ہوں،
جس کا نام نامی احمد ہے۔

ہوئے پہلے آئمہ سے ہوئے

دولت خلیل اور نوید مسیحا

صحابہ الہیہ کی پیشگوئیوں اور انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کے بعد آسمان نبوت کے تیرے عظمیٰ طلوع اجلال فرمایا جس کے
ظہور سے خزاں نصیب دنیا میں بہار آگئی۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور نیکیوں کے لیے فضا سازگار ہو گئی۔
نئی تاریکی جہاں بھرتی تیرے بن تیرے جلوے سے روشن ہو گیا دن

اسی سنت انبیاء۔ بلکہ سنت خدا کی بناء پر، آج بھی دنیا بھر کے مسلمان، اللہ تعالیٰ کی اس عظیم و جلیل نعمت حضور مودود
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں رونق افروزی کو بیان کرتے ہیں۔ ماہ فافر، ربیع الاول شریف میں گھر گھر حضور کا ذکر ہوتا
ہے اور محرم کا منات کے حضور درود و سلام پیش کرنے کے لیے محفلیں سختی ہیں۔ جسے عید میلاد النبی کے نام سے موسوم کیا جاتا
قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

ذکر رسول کی محفل

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ مَمُوتٍ وَ يَوْمَ نَبُيْتُ
حیات۔ ترجمہ۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن اور جب وہ میدان حشر
میں آئے گئے اور قرآن مجید ہی میں ایک جلیل القدر رسول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واضح بیان مذکور ہے۔
سَلَامٌ عَلٰی یَسُوْعَ بْنِ مَرْیَمَ وَ لَیْلَتِ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ
میرے وصال کے دن اور جب میں میدان حشر میں اٹھوں
گا۔ یوم پیدائش، یوم وصال، یوم حشر و نشر کو قرآن مجید میں ایام اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور حکم دیا ہے۔
وَذِكْرُكُمْ بایامِ اللہ

یقیناً اللہ والوں کا دن اللہ ہی کا دن ہے۔ نیز ارشاد خداوندی ہے۔

جب حمد لیا اللہ نے نبیوں سے کربے شک میں تمہیں
کتاب و حکمت عطا فرماؤں۔ پھر تشریف لائیں تمہارے
پاس وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تصدیق فرمائیں ان
باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں۔ تم ضرور ان پر ایمان لانا اور

وَ اِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِنْ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا
اَنْتَبٰهُمْ مِنْ کُتُبٍ وَ حِکْمَہٖ ثُمَّ جَاءَکُمْ
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتَوْمَنَّنَّ بِہٖ
وَلَتُخْصِرَنَّہٗ الخ

ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عبادی ذمہ لیا۔ سب پیغمبروں نے عرض کیا، ہم نے اقرار
کیا، تو فرمایا، ایک دوسرے کے گواہ ہوجاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہ ہوں، تو جو کوئی اس کے بعد پھر سے وہی لوگ
بے حکم ہیں۔ (بارہ ۳، رکوع ۱۶)

فَذِکْرُکُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ | تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب
یہ پہلی مجلس میلاد مجلس انبیاء کرام علیہم السلام ہے۔ جس میں ذکر میلاد فرمانے والا اللہ تعالیٰ، سُننے اور حمد فرمانے

والے حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس کے بعد ہر زمانے میں، ہر قرن میں، انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ازینا آدم علیہم السلام تا حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اپنے اپنے زمانہ میں مجلس میلاد ترتیب دیتے رہے اور اپنی امتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ آرائی کی بشارت دیتے رہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرُسُولِي يَاقُ مِّنْ بَعْدِي
إِسْمُهُ أَحْمَدُ

میں بشارت دیتا ہوں اُن رسول (محمد) کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لائے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمۃ اللہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ بَدَلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كِفْرًا۔ کی تفسیر میں حضرت سیدنا عباس فرماتے ہیں۔ نعمۃ اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ
حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سب نعمتوں سے افضل و اعلیٰ و برتر و بالانعت اور تمام نعمتوں کی جان ہے جب حضور علیہ السلام سے پیر کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔
فِیْہِ وَلَدَتْ وَفِیْہِ اَنْزَلَ عَلَی الْقُرْاٰنِ
اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اُن سے فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے بے نجات بخشی اور ہم تعظیماً اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنَحْنُ اَحَقُّ بِمُوسٰی مِنْکُمْ خُصَامًا وَّ
اَمْرًا بِصَلٰیاۃِہِ
اگر ہم موسیٰ کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

(بخاری، مسلم، داؤد)

غور کیجئے جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی۔ بنی اسرائیل اس دن کی تعظیم کریں اور اس کو منائیں اور حضور بھی اس کی عمل طور پر تائید و توثیق فرمائیں تو جس دن، ہر عالم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اس کی یاد منانا کیوں کر بدعت ہو سکتا ہے۔

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ حُوْرًا
نَبِيْكَ مِنْ خُوْدِہٖ ترجمہ۔ اے جابر رضی اللہ عنہ

حضور نے خود اپنے میلاد بیان فرمایا

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُورِي

اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

عزرا بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں، میں بشارت عیسیٰ ہوں، میں اپنی ماں کا خواب ہوں۔

وَإِنَّمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ
حِينَ وَضَعَتْ نَوْرًا ضَاءَتْ لَهَا قَصُورُ
الشَّامِ قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ صَحَّحَهُ

ابن حبان (نور قانی جلد ۱ ص ۱۱۶)

یہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے دیکھا۔
جب آپ پیدا ہوئے ایک نور چمکا۔ جس سے شام کے
محل نظر آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ایک نور ایسا ظاہر ہوا کہ مشرق و مغرب تک روشنی ہو گئی۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو خداوند تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کی ایک ہست بڑی جماعت ساتھ لے جاؤ اور ایک نورانی جھنڈا بیت المعمور کی چھت پر، ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کرو اور اعلان کرو کہ خدا کا آخری نبی پیدا ہونے والا ہے اور جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جنت کے دروازے کھول دو اور جہنم کے دروازے بند کر دو۔ فرشتے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے۔ (مواعظ، خصائص کبریٰ وغیرہ)

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا، میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کو گرا ادا کیا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر محمد مصطفیٰ۔ تحقیق اب میرے رب نے مجھے بتوں کی نجاتوں سے بچالیا اور مشرکوں کی پلیدیوں سے پاک فرمایا۔ (مآرج النبوة جلد ۲ ص ۱۴۰)

ابلیس کی پریشانی
علامہ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ خصوصاً کبریٰ جلد ۱ ص ۵۱۰ مکرر سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ساری زمین فوراً چمک گئی اور ابلیس بولا۔ آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اب ہمارا کام مشکل ہو گیا ہے۔ سعادت کے وقت ابلیس غلگلیں و پریشان آواز کے ساتھ دو دیا اور جب ارادہ بد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونا چاہا تو حضرت جبریل نے اس کو ایک ایسی ٹھوکر لگائی کہ وہ عدن میں جاگرا (سیرت حبیبیہ جلد ۱ ص ۶۵)

علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان آیت کریمہ محمد رسول اللہ کے تحت فرماتے ہیں:-
وَمِنْ تَعْظِيمِهِ عَمَلُ الْمَوَالِدِ إِذَا الْمَرْيُومُ
فِيهِ مُشْكِرٌ قَالَ الْإِمَامُ السَّيْطُوطِيُّ
يَسْتَحِبُّ لَنَا إِظْهَارَ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهِ
کو میلاد کر، بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعظیم ہے
جب کہ وہ مشکرات سے خالی ہونا، سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے
لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا

(روح البیان)

شیخ محقق علامہ عبدالحی محمدت دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ | درنجات سندیت مراحل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہر و کند و بذل اصال نمائید۔ (ذوالحجۃ ۱۲۶) ترجمہ۔ اس میں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شب میلاد خوشیاں مناتے اور مال لٹاتے ہیں۔

مولود شریف کے خواص و برکات میں سے ایک یہ بھی مجرب چیز ہے کہ اس (میلاد شریف) سے سال بھر امن و امان قائم رہتا ہے اور میلاد کرنے والے کی حاجتیں، مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جو مولود مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عید منائے تاکہ جن (بد بخت) لوگوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور بد عقیدگی کی بیماری ہے۔ ان کے لیے شدت کی بیماری ہو (ماجت است)

محفل میلاد میں انوار کی بارش | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عقیدہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن حضور کے مولد میں حاضر تھا۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دعو پڑھتے اور جو بچہ آپ کی ولادت کے وقت اور بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے وہ بیاہ کر تے تھے کہ میں نے دیکھا۔ انوار سطحت دفعة واحدة | یکبارگی انوار ظاہر ہوتے۔

پس میں نے مالی کیا تو معلوم ہوا یہ انوار ملائکہ کے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار انوار رحمت سے ملے ہوئے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کتابات میں میلاد کے بارے میں فرماتے ہیں۔ نفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد و منقبت خواندن | کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے، نعت شریف اور چہ مضائقہ است۔ (کتابات ۳۶ ص ۱۱۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَخْبَرَني سَيِّدِي الْوَالِدُ قَالَ كُنْتُ اَصْنَعُ فِي اَيَّامِ الْمَوْلِدِ طَعَامًا صَلَافًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ يَفْتَحُ لِي سَنَةٌ مِنَ السَّنِينَ شَيْءٌ اَصْنَعُ طَعَامًا فَلَوْ اَجِدُ اِلَّا حَمَصًا مُقْلِبًا فَقَسَمْتُهٖ بَيْنَ النَّاسِ فَرَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ هَذِهِ الْحَمَصُ مُتَبَهِّجًا۔

کہ میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد شریف کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکھانا کرتا تھا۔ ایک سال سوائے کچھ ہوتے چھوٹے کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ کچھ ہوتے چھوٹے آپ کے دو برو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور ہیں۔ (در الثمین فی البشراۃ النبی الامین ص ۸)

رأس المحدثین حضرت مولانا عبدالعزیز شاہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں۔

کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں ایک ذکر و وفات شریف، دوسری ذکر شہادت حسین ہوتی ہیں۔ سینکڑوں آدمی

جمع ہوتے ہیں۔ درود شریف و قرآن پڑھا جاتا ہے۔ دھنڑ ہوتا ہے۔ پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔ بعد ازاں کھانے پر ختم شریف پڑھ کر حاضرین کو کھلایا جاتا ہے۔ اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر کہی نہ کرتا۔“ (فتاویٰ عزیز جلد اول)

• حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسکن میں فرماتے ہیں۔

”اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسکن مطبوعہ قیومی پریس کانپور ۵۷)

• یہی حاجی امداد اللہ صاحب شہنائی امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

”اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔“ (شہنائی امدادیہ ص ۸۸)

• محفل میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

”ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء ہوا کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت ہوا موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تو لگا کر کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں۔ کیونکہ عالم خلق مفید زمان و مکان ہے۔ لیکن عالمِ اُمردوں سے پاک ہے۔ پس قدمِ رنج فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں۔“ (شہنائی امدادیہ ص ۱۹۳)

نیز فرماتے ہیں۔ ”اگر کسی امر میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے۔ نزدیک اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا غرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم و عالمانِ رومی فداہ کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (فیصلہ ہفت مسکن و امداد المشتاق)

• مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی فرماتے ہیں:-

اور یہ حق ہے کہ حضور کی ولادت کے ذکر کرنے میں اور فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔

و حق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرور فاتحہ نمودن یعنی ایصالِ ثواب بروحِ پر فتوح سیدہ الطہلین از کمالِ سعادت انسان است۔
(اشعار اسال)

• وقال الامام السيوطي قدس سره
يستحب لنا اظهار الشكر لِمَوْلده
عليه السلام۔ (انتہی روح البیان جلد ۹ ص ۵۶)

امام حلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر شکر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے۔

• حضرت شیخ زین العابدین علیہ الرحمۃ ہر جمعہ کی شب کو چند من چاول پکا کر باگاہ رسالت میں نذرانہ پیش کیا کرتے

تھے، اُٹھتے یہ کہ چاول کے ہر دانے پر تین مرتبہ قل ہو اللہ شریف پڑھا جاتا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مولد میں ہر روز ایک ہزار تک (ایک ہزار پچاس) زیادہ کرتے رہے حتیٰ کہ بارہ ریح اللؤلؤ شریف بارہ ہزار تک چاول پکاتے تھے۔
 علامہ احمد عابدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اہل مکہ یدھبون الیہ فی کل عام لیلۃ المولد ویختلفون بذلک اعظم من احتفالہم بالاعیاد۔ ترجمہ:- اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف (جائے ولادت) میں حاضر ہوتے ہیں اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے ہیں۔ (بحوالہ بحار، ص ۱۱۲۲)

تمام اہل اسلام کا عمل علامہ سخاوی فرماتے ہیں۔ لا زال اہل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ترجمہ:- ہمیشہ اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں۔ (سیرت حلبیہ ص ۸۰)

• علامہ علی بن برہان الدین علی سیرت حلبیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلاً من السنة وكذا الحافظ السيوطي ورداً أغلظ الفاكها في المالکی فی قول ان عمل المولد بدعة مذمومة۔ انتہی (سیرت حلبیہ جلد ۸ ص ۸۰) ولا زال اہل الاسلام یختلفون بشہر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم (ما ثبت بالسنة ص ۷۹)

غرض کہ حضور کی ولادت باسعادت کی تقریب کی دھوم دھام، شان و شوکت سے منانا جائز ہے اور عید میلاد النبی کی تقریب تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ حتیٰ کہ میلاد کی خوشی سے ابولہب تک کو فیض پہنچا ہے۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو سخت عذاب میں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن پیر کے روز کچھ عذاب میں کمی ہوتی ہے اور جس انگلی کے اشارے سے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں اپنی زندگی کو قرب کر دیا تھا۔ اسی انگلی سے پانی میسر آتا ہے جس سے پیاس بجھتی ہے۔ (بخاری و سیرت حلبیہ وغیرہ)

ذکر رسول کی عظمت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۚ تَلَا ۚ ترجمہ: ہم نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیج دیا۔

• حضور آسمان نبوت کے نیرِ اعظم قبلہ جان، کعبۂ ایمان اور مشرق کائنات ہیں، آپ کے ذکر اور آپ کی یاد سے ایمان میں قوت، روح میں لطافت اور قلب میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور آپ کا ذکر آپ کی یاد، اللہ کا ذکر اور اللہ کی یاد ہے۔

اِسْمًا جَعَلْتُ ذِكْرَكَ ذِكْرِي (حدیث) | میں نے (اللہ نے) آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔
 • حضور کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا اور آپ کے ذکر کو عظمت و بزرگی بخشی ہے۔
 وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (قرآن) | ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے۔

• ذکر رسول کی رفعت کے متعلق مکتبوں کے سردار اور نوریوں کے شہشاہ جناب جبریل امین، روح الامین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے مقدس رسول کے ذکر کو اس طرح بلند فرمایا۔
 اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ (نخصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹)

• صحابہ رسول حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضور کا ذکر دینا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی غیبی کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں جو شہادتِ اُلوہیت کے ساتھ شہادتِ رسالت نہ ادا کرے۔
 رَفَعَ اللَّهُ ذِكْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلَيْسَ خَاطِبًا وَلَا مَمْنُونًا وَلَا صَاحِبَ صَلَوةٍ اِلَّا وَهُوَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (نخصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹)

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذان میں ہے نام الہی سے بلا نام محمد،
 • اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذاتِ نبوی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا۔ پھر اس فعل کی عظمت و رفعت، برکت و رحمت کا اظہار یوں فرمایا گیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ بھی اس کا عظیم میں شریک و متوجہ ہے اور وہ بے نیاز جو ساری کائنات کا رب مالک و خالق اور رازق ہے وہ بھی ذاتِ نبوی پر درود بھیجتا ہے اور اس کے پاک و معصوم فرشتے بھی، واضح ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کی محفلیں اور مجلسیں اللہ تعالیٰ کو مطلوب و محمود ہیں۔ صلوٰۃ و سلام کی کثرت سے مومن کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے اور قلب و روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ بعض لوگ ذکر رسول کی محاسن و محافل سے چڑتے ہیں اور اپنی نادانی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ صلوٰۃ و سلام کی کثرت اور اس مقصدِ عظیم کے لیے محافل کا قیام بدعت ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ قرب رسول کے بغیر قرب خدا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت تعویذِ نبوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ذکر رسول اور تخلیقِ رسول سے عظمت و بلا ہوا ہی ایک مسلم کے لیے تو ناممکن ہی ہے۔

• علامہ شوکانیؒ نے اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی ایمان افروز باطل سوز نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ الہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو دنیا میں بلند فرما، ان کی دعوتِ اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔
 اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی امت کے حق میں قبول فرما اور آپ کے اجر و ثواب میں
 وَفِي الْآخِرَةِ بِتَشْفِيعِهِ فِي اُمَّتِهِ وَتَضْعِيفِ

اجرہ و مشوبتہ

زیادتِ قرآن

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم حضور علیہ السلام پر درود پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہمیں ان

لفظوں میں کرنی چاہیے تھی۔

ہم درود و سلام بھیجتے ہیں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

صَلِّتَ عَلَى النَّبِيِّ وَسَلَّمْتَ عَلَيْهِ

یعنی ہم اور سب مسلمان، ان لفظوں سے درود نہیں پڑھتے۔ بلکہ بارگاہِ الہی میں

یوں عرض کرتے ہیں اے اللہ تو رحمت بھیج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ۔

یعنی حکمِ الہی کے مطابق حضور کی بارگاہ میں درود ہمیں عرض کرنا چاہیے تھا۔ مگر اس کے برعکس ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو ہی رسولِ کریم پر درود بھیج دے تو اس میں نکتہ کیا ہے؟

تو بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسولِ کریم پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور حال یہ ہے کہ

ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور کے مرتبہ و مقام کے مطابق حضور پر درود بھیج سکیں کیونکہ حضور کی جبروت و منزلت اور ترقی کی عظمت سے جیسے اللہ تعالیٰ واقف ہے ہم نہیں ہیں۔ اس لیے ہم بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں

وَلَيْسَ فِيَّ وَشِعْناً اَنْ تُصَلِّيَ صَلَاةً تَلِيْقُ بِجَانِبِهِ اَوْ نَالًا لَا نَقْدِرُ مَا اَنْتَ عَالِمٌ بِقُدْرِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَاَنْتَ تَقْدِرُ اَنْ تُصَلِّيَ صَلَاةً تَلِيْقُ بِجَانِبِهِ (زیل الاوطار)

کہ الہی ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور کی شان کے موافق درود بھیج دے کیونکہ تو اس پر قادر ہے (اور ہم نہیں)

• ہماری دعائیں، استخارہ، توبہ اور عبادات، ذکر رسول ہی کے وسیلے بارگاہِ حمدیت میں رسائی حاصل کرتی ہیں۔ تمام عبادتوں سے افضل عبادت، نماز میں بھی السلام علیک ایھا النبی کے کلمہ طیبہ سے بحضور نبوی اسی لیے صلاۃ و سلام عرض کیا جاتا ہے تاکہ یہ عبادت بارگاہِ حمدیت میں قبولیت کا شرف حاصل کرے۔ امام رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ عارفوں کی تحقیق و مشاہدہ یہ ہے کہ حضور کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام صرف بندوں کا فعل ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل بھی ہے۔ جیسا کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ وَحْدَهُ كُنْهٌ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ سے واضح ہے اور ہماری درود خوانی کی کیفیت و نوعیت صرف اس قدر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی درود خوانی کا اپنی زبان سے ذکر کرتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یا پھر حاضرینِ دربار کی طرح اپنے مالک و خالق کے فعل (درود خوانی) کی تائید کر دیتے ہیں۔ اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ بحضور نبوی درود و سلام عرض کرنا ایک ایسا فعل ہے جس کے متعلق بارگاہِ الہی میں عدم قبولیت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور پر درود و سلام تو ہمیشہ مقبول و منظور رہی ہوگا۔ کیونکہ درود تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ وہ خود غافل بھی ہے اور خود ہی قبول کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور ہمیں درود خوانی کا ثواب محض رحیم و کریم خدا کے فعل کی تائید کرنے سے مفت میں مل جاتا ہے۔

• ہماری عباداتِ توبہ استغفار کی کیفیت یہ ہے کہ اگر وہ خلوص پر مبنی ہوں۔ کامل توجہ اور رجوع الی الحق کے ساتھ دعا کی جائے اور روحِ قدیم کی کامل سپردگی کے ساتھ بارگاہِ الہی میں ڈمکا جائے، معافی چاہی جائے تو قبولیت کی امید ہے اور اگر اخلاص و توجہ میں کمی رہ جائے اور اللہ تعالیٰ ان دعاؤں اور عبادتوں کو رد فرمائے تو کیا تعجب؟ لیکن درود و سلام تو فعلِ الہی ہے، بندے تو محض صلہ اللہ علیہ وسلم عرض کر کے تائید کرتے ہیں اور اپنے رب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ لہذا درود و سلام کی قبولیت میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے توبہ و استغفار اور عبادات کا بارگاہِ الہی میں مقبول و محمود ہونے کے لیے حضور پر درود و سلام بہت ہی محفوظ طریقہ ہے کیونکہ درود کے نام منظور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

إِنَّ الدُّعَاءَ مُوقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
حَتَّى تَصِلَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترمذی)

دعا زمین و آسمان کے درمیان اس وقت تک معلق رہتی ہے۔ جب تک تو حضور کی ذات پر درود نہ پڑھے۔

عمر میں ایک بار حضور پر درود پڑھنا عینِ فرض ہے اور جب نامِ اقدس سنایا بولا جائے تو واجب ہے۔ حضور فرماتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سوجا بتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور بیس دنیا کی۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارے درود میری قبر میں مجھے تک اس طرح پہنچاتا ہے جیسے تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں اور میرے علم کی کیفیت وفات کے بعد بھی وہی ہے جو میری حیات میں تھی۔

شَعْرًا وَكَلَّمَ اللَّهُ مَلَائِكَةً يَدْخُلُ عَلَى
حَبْرِيٍّ كَمَا يَدْخُلُ عَلَيْكُمْ الْهَدَايَا
وَإِنَّ عَلِيًّا بَعْدَ وَفَاتِي كَعَلِيٍّ فِي
حَيَاتِي (خصائص کبریٰ ۲۶ ص ۲۸)

• حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی

ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

• حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا بجیل ہے وہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

• متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ انھوں نے بحضور نبوی عرض کی یا رسول اللہ کیفَ نَصَلِّي عَلَيْكَ هَم

لے بحضور نبوی مختلف الفاظ اور صیغوں سے درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ بعض درود کے الفاظ اور صیغے بزرگانِ دین سے منقول اور ان کے معمول بہ ہیں۔ یہ بھی امر واقعہ ہے بزرگوں سے منقول و معمول درود مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایک خاص تاثیر بھی رکھتے ہیں

آپ پر کس طرح درود پڑھیں۔ حضور نے فرمایا۔ اس طرح :-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ (بخاری و مسلم)

• حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
مَنْ صَلَّیْ عَلٰی صَلَوةٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِا
عَشْرًا (مسلم)

• حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو
صَلَاةً (ترمذی)

• حضرت اوس بن اوس سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو کس کا دن تمام دنوں سے افضل ہے
فَاَكْثَرُ وَاَعْلٰی مِنَ الصَّلَاةِ فِیْہِ فَاِنْ صَلَّاتُكَ
مَعْرُوضَةً عَلٰی

صحابہ نے عرض کی حضور ہمارا درود آپ پر کیسے عرض کیا جائیگا جب کہ (وَقَدْ اَرْمَتْ) یعنی جب کہ قبر میں
پڑھیں برسیدہ ہو جائیں گی۔ حضور نے جواب دیا :-

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ
اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جموں کو حرام کر دیا ہے
(ابوداؤد)

سب عبادتوں سے افضل عبادت نماز کے دونوں قعدوں میں پورا تشہید پڑھنا (جس میں اللہ
تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ ذاتِ نبوی پر سلام بھی عرض کیا جاتا ہے) واجب ہے تشہید

کا ایک لفظ بھی چھوڑ دینا ترک واجب ہے جس سے درود و سلام کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ نماز کی مقبولیت بھی درود و سلام
کی رہیں منت ہے۔ تشہید کی حدیث جناب ابن عمر عبداللہ بن مسعود، جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ و عبد اللہ بن مسعود
جابر، ابوسعید خدری، ابو موسیٰ اشعری، حضرت معاویہ سلیمان، سلمہ، ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ اگرچہ ان
روایتوں میں تشہید کے الفاظ میں کچھ فرق ہے تاہم تشہید حضرت ابن مسعود کا پڑھنا دونوں قعدوں میں افضل و ادنیٰ ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا۔ تشہید کے متعلق حدیث ابن مسعود سب سے صحیح ہے اور اکثر اہل علم و صحابہ تابعین کا اس پر

تاہم عرض صرف یہ کرنا ہے کہ رائج الوقت تمام درودوں کا پڑھنا جائز و مباح ہے لیکن تمام درودوں سے افضل و اکمل بہر حال وہی درود
ہے جو تمام عبادتوں سے افضل عبادت نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ یعنی درود ابراہیمی۔

پر عمل ہے • علامہ خطاب نے فرمایا۔ روایات کی رو سے اصح اور رجال کی رو سے اشتهر تشہد ابن مسعود ہی ہے • ہزاروں کہا تشہد متعلق حدیث ابن مسعود بہت صحیح ہے • کچھ اور میں اسناد سے مروی ہے اور اس بارے میں حدیث ابن مسعود سے زیادہ اصح و اشتهر ثابت کوئی اور حدیث نہیں ہے • علامہ بغوی، علامہ قودی، ابن النذر، ابوعلی طوسی، ابو عمر و ابن طاہر نے کہا حدیث ابن مسعود اصح ہے • علامہ محمادی علیہ الرحمہ نے حدیث ابن مسعود کو تیرہ طرق سے ذکر کر کے فرمایا کہ تشہد ابن مسعود کو جن مشہور اولین نے روایت کیا ہے تو الفاظ میں اختلاف نہیں کیا۔ سب نے متفقہ طور پر ایک ہی الفاظ روایت کیے ہیں۔ اس کے برعکس تشہد کی دوسری روایتوں کے الفاظ میں اختلاف ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تشہد کے مخصوص الفاظ ہیں) اسناد متفق علیہ مختلف فیہ سے اول ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اخذت التشهد من في رسول الله صلى الله عليه وسلم ولقنيته كلمة كلمة (محمادی)
علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد وكفي بين كفيه

تشہد کے کلمات میں نے حضور کے دہن اقدس سے لیے ہیں اور حضور نے مجھے اس کا ایک ایک کلمہ تلقین فرمایا ہے حضور نے مجھے تشہد کے الفاظ سکھائے درال حالانکہ میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔

تشہد ابن مسعود میں الصلوة والطيبات واو عاطفہ کے ساتھ ہے جو غفارت چاہتا ہے۔ جس سے دونوں کلموں کا ثناء مستقل ہوتا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری روایتوں کے تشہد میں واو نہیں ہے۔ اور روایت احمد میں ہے کہ
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه التشهد وامره ان يعلمه الناس

تشہد ابن مسعود کے الفاظ یہ ہیں۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ط أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ط

التَّحِيَّاتُ۔ تحية کی جمع ہے۔ اس کے معنی سلامتی، بقا، عظمت، نقص و اوقات سے پاک کے ہیں۔
وَالصَّلَوَاتُ کے معنی عبادت کے ہیں وَالطَّيِّبَاتُ سے کلمہ طیبہ یا اوصاف حمیدہ مراد ہیں۔

علامہ نسفی نے فرمایا۔ التحیات سے عبادات قولیہ، صلوات سے عبادات فعلیہ، طیبات سے عبادات ایلیہ مراد ہیں۔ السلام علیک ایہا النبی میں حضور علیہ السلام کو خطاب ہے اور اس سے اتنی بات بلا کسی بھیج تائی نے ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں میں سے کسی کو حاضر و موجود تصور کر کے خطاب کرنا جائز ہے خواہ وہ نظر آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ حافظ علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اہل عرفان اس خطاب کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جب غازی تحیہ کے ساتھ حرم حق میں دخل ہو اور اس کی آنکھیں اپنے رب کے ساتھ مناجات کرنے سے ٹھنڈی ہوئیں تو اب اسے خبردار کیا گیا کہ دوبارہ خداوندی

حدیث ابن مسعود میں ہے کہ صحابہ کرام نے بخجور نبوی عرض کی۔ ہمیں صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا تو ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ **قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ** اور **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ** الخ اس حدیث میں لفظ قولا امر کا صیغہ ہے اس سے قعدہ اخیر میں درود پڑھنے کے وجہ کا استدلال کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود و جابر بن زید رضی اللہ عنہم، محمد بن کعب القرظی، ابو جعفر الباقری، ہادی، قاسم امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق و ابن المذاہق قاضی ابوبکر بن العریضی اللہ تعالیٰ عنہم وجوب کے قائل ہیں۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی وجوب کے قائل ہیں اور انہوں نے اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اور امام مالک و امام ابو حنیفہ ثوری و داؤد زاعمی عدم وجوب کے قائل ہیں۔

معلوم ہوا کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود بھی پڑھا جائے اور یہ کہ جو الفاظ درود حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمائے ہیں انہیں کا پڑھنا افضل و اولیٰ ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ! تمام عبادتوں سے افضل عبادت نماز کے دونوں قعدوں میں انہیات کا پڑھنا جس میں **السلام علیک ایہذا النبی** کے الفاظ بھی ہیں واجب ہے اور درود کا پڑھنا بھی اکثر جلیل القدر صحابہ و تابعین کے نزدیک واجب اور اخاف کے نزدیک مستحب ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز جو خالص عبادت الہی ہے۔ اس میں بھی بخجور نبوی درود و سلام عرض کرنا باعث برکت موجب رحمت ہے اور نماز کی مقبولیت کا سبب اور اس خالص عبارت میں بھی ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ سید الانبیاء علیہ التحیۃ و التسلیم موجود ہے یعنی کان جدھر لکھتے ہیں ان کی ہی داستان ہے۔

سلف صالحین حمد و ثناء کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ذکر کے ساتھ حضور علیہ السلام کا ذکر بھی ملا ہوا ہے۔ اسی لیے مفسرین نے درغنا لک ذکر کے معنی یہ کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذُکِّرْتَ حِثْمًا ذُکِّرْتَ

محبوب جہاں میرا ذکر کیا جائے، وہاں تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ میں امم مجاہد کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا۔ جو شخص **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** پڑھے گا۔ وہ **مُحَمَّدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ** (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پڑھتا ہے۔ یہ ہی معنی دفع ذکر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیباچہ نبوی میں بیان کیے۔ جسے ام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ (یعنی جلد ۱۵)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی ناک بخار آؤد ہو جس کے سامنے

میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِّرْتُ عَنْهُ فَلَئِمَ يَصِلُ
عَلَى وَابْخِيلُ الَّذِي ذُكِّرْتُ عَنْهُ فَلَمَ
يَصِلُ عَلَيَّ (نسائی)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ شخص بہت بد نصیب ہے جس کے سامنے حضور علیہ السلام کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو حدیث میں درود پڑھنے کی ہدایت ہے۔ اس بنار پر مصنفین و مؤلفین ابتداء کتاب میں حمد و ثناء کے بعد درود و سلام بھی عرض کرتے ہیں صر

تم سب پڑھو درود میں ذکر نبی کروں

حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام کی اہمیت اور عظمت | حضور نبی کریم علیہ السلام کے ذکر پاک کی غفلت و فرغت اور آپ کی بارگاہ میں ہر یہ درود و سلام کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ بلکہ حضور کا ارشاد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس اور کوئی نشست اللہ کے ذکر اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود و سلام سے خالی نہیں رہنی چاہیے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگ کہیں بیٹھیں اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجا تو قیامت کے دن یہ ان کے لیے حسرت اور حشران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے انسان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا كَرِيْذًا كَرِهَ اللَّهُ فَيَسِرَ وَ كَرِهَ يَصْلُوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ قِسْرَةٌ ۖ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ ۚ وَاِنْ شَاءَ عَفَا لَهُمْ (ترمذی)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوئی چاہیے جو اللہ کے ذکر اور صلوٰۃ علی النبی سے خالی ہو۔ اگر زندگی میں نشست بھی ایسی ہوئی تو قیامت کے دن اس پر باز پرس ہوگی اور اس وقت سخت حسرت اور پریشانی ہوگی۔ اس لیے حضور کے ذکر اور آپ پر درود و سلام سے غفلت اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے محرومی ہی ہے۔ وہ لوگ بہت ہی بد نصیب اور گمراہ ہیں جو درود و سلام کی مجالس کو طرح طرح کے جیلے بہانے تراش کر بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ان مجالس کا باعث خیر و برکت ہونا آفتابِ نیروز سے زیادہ واضح ہے۔

حضور کی صفت شاہد کے معنی | سورۃ احزاب میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔ یا ایہا النبی اسما ارسلناک شہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً اِلَی اللہ بِاِذْنِہٖ و سر اجاً متیراً ترجمہ :- اسے غیب کی خبریں بتانے والے نبی ہم نے تعین بھیجا حاضر داناظر اور خوشخبری دینا اور ڈرنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

شاہد۔ مفردات امام راغب میں ہے کہ مشہود اور شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے ہے خواہ بصر کے ساتھ یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کبھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ شاہد کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رسالت عام ہے جیسا کہ سورۃ فرقان کی پہلی آیت میں فرمایا گیا۔ لَیْسَ کُوْنُ لِلْعٰمِلِیْنَ نٰذِیْرًا۔ جو سارے جہان کو ڈرنا سناتا والا۔ مفردات امام راغب کے الفاظ ہیں۔ الشہود والشہادۃ الحضور مع المشاہدۃ اما بالبحر او بالبصیرۃ

علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں :-

الشَّهِيدُ مِنَ الشَّهَادَةِ بِمَعْنَى الْحُضُورِ وَ

مَعْنَاهُ الْعَالِمُ شفا، ج ۱ صفحہ ۵۰۵

شرح مرقاۃ ص ۶۱۹ پر مذکور ہے۔

اَلتَّطَرُّفُ فِي اللُّغَةِ بِمَعْنَى الرَّوْضِيَّةِ

لفظ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں ہے اور حضور کے معنی عالم کے ہیں۔

نظر ثانی میں رویت کے معنی میں مستعمل ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہلسنت وجماعت حضور سرور عالم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو وہ علم، وہ رویت، وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ حضور ہر جگہ اور ہر مقام کا علم و رویت رکھتے ہیں اور چشم نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔

اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّا ارسلناك شاهداً ومبشراً

۲۔ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً

۳۔ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيداً

محبوب! ہم نے تمہیں شاہد، مبشر اور نذیر بنایا یہ رسول تم پر شہید ہے۔

ہم قیامت کے دن سب پر آپ کو شہید بنائیں گے۔

آیت اول میں لفظ شاہد اور دوم میں لفظ شہید ہے اور شاہد و شہید کے معنی عالم کے ہیں۔ اب آیہ کریمہ مذکورہ کا صفا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ نے اپنے رسول کو بے خبر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ علم و رویت، حاضر و ناظر کی صفت سے نوازا ہے اور آپ کے ہر اقدام پر علم و معرفت کا تاج رکھا ہے۔

حضرت علامہ قاری فرماتے ہیں۔ ۱۔ شاہد ای عالم و مطلعاً (شرح شفا ج ۱ ص ۵۰۵) ترجمہ: شاہد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آپ کو عالم بنایا ہے اور تمام اشیاء پر

ان آیات کی تفاسیر

اطلاع دی ہے۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لفظ شہید کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

و باشد رسول شاہ گاہ زیر اگر او مطلع است بہ نور نبوت بر ذہن ہر متدین بدین خود کلام در جہاز دین من ریڈ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بدال از ترقی محراب مانده است کلام است۔ پس اسے شناسد گناہان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار لہذا شہادست اور دنیا و دین بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص ۶۷۶)

تمہارے رسول دن قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا۔ وہ کونسا حجاب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک

بد اعمال سے واقف ہیں اور تمہارے خلوص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہذا حضور کی گواہی دنیا و آخرت میں حکم شرع امت کے حق میں مقبول ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لفظ شہید کی جو تفسیر فرمائی ہے۔ اس سے ذیل کے امور پر روشنی پڑتی ہے یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام اپنے نور نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے رتبہ و مقام ایمان، ایمان کے درجات، اس کی حقیقت، عدم ترقی کے اسباب و وجوب، اپنے امتی کے گناہ، نیک و بد اعمال، قلبی احوال، خطرات و سواس، نفاق و غرضکہ اپنی امت کی ہر حرکت و سکون سے واقف ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن حضور کی گواہی امت کے حق میں مقبول ہوگی اور یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ شاہ صاحب نے لفظ شہید کی جو تفسیر فرمائی ہے۔ اس میں تمام مفسرین کرام متفق و متحد ہیں۔ بخلاف طوالت ہم صرف چند تفسیر کے حوالے اور پیش کرتے ہیں۔
۱۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔

اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ حضور ہر مسلمان کے رتبہ و مقام پر مطلع ہیں۔

ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاقه على رتبة كل متدين

۲۔ تفسیر فائز و مدارک میں ہے۔

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے متعلق سوال ہوگا۔ تو آپ اپنی امت کے عدل کی شہادت دیں گے کیونکہ حضور امتی کے عدل کو جانتے ہیں۔
(تفسیر فائز و مدارک)

شعوبه بما محمد صلى الله عليه وسلم
فيسأله عن حال امته فَيُنْجِبُهُمْ وَيُشْهِدُ
بَعْدَ النَّبِيِّمْ وَيُزَكِّيهِمْ وَيَعْلَمُ بَعْدَ النَّبِيِّمْ

۲۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔ آیت ۲ کے تحت

لَا تَنْفُخُ الرُّوحُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدًا
عَلَى جَمِيعِ الْأَرْوَاحِ وَالْقُلُوبِ وَالنَّفُوسِ
بِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ
نُورِيًّا

حضور علیہ السلام قیامت کے دن کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

۴۔ تفسیر مدارک میں آیت ۳ کے تحت ہے۔

أَشْهَدُ عَلَى مَنْ كَفَرَ بِالْكَفْرِ وَعَلَى مَنْ
نَافَقَ بِالنِّفَاقِ وَعَلَى مَنْ آمَنَ بِالْإِيمَانِ

حضور کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

ف : واضح ہو کہ کفر و نفاق کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور یہ بھی غیب ہے۔

۵۔ روح البیان میں ہے۔

وَأَعْلَمَ أَنَّ يَوْمَ يَوْمٍ عَلَى النَّبِيِّ أَعْمَالُ أُمَّتِهِ عُذْوَةٌ
وَعَشِيَّةٌ فَيَعْرِفُهُمْ بِسَيِّمَاتِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ

آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش ہوتے ہیں اور
آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے
اعمال سے واقف ہیں۔

۶۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ میں حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ أَعْمَالُ
أُمَّتِهِ عُذْوَةٌ وَعَشِيَّةٌ يَعْلَمُهُمْ بِأَسْمَانِهِمْ
وَأَعْمَالِهِمْ وَلِذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

ہر دن حضور علیہ السلام پر صبح و شام امت کے اعمال
پیش ہوتے ہیں اور حضور اپنے ہر امتی کے نام اور اس
کے اعمال سے واقف ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن
گواہی دیں گے۔

اسی مضمون کی حدیث ابو داؤد، ابن ماجہ، مسند امام احمد میں بھی ہے، ان میزوں آیتوں اور ان کی تفسیر سے یہ ثابت
ہوا کہ حضور کی نظروں سے عالم کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے اور یہی معنی ہیں حاضر و ناظر کے۔

۱۔ موابہب لدنیہ جلد ۲ ص ۱۹۲ میں طبرانی سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر راوی حضور بنی
کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

احادیث

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر کیا۔ میں دنیا کی طرف
اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک جو نیرالا ہے اس طرف اس
طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی آنکھیں کو۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَإِنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا وَ
إِلَى مَا هُوَ كَانَتْ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا
أَنْظُرُ إِلَى كَفْمٍ هَذِهِ

اس حدیث کی شرح میں علامہ زرقاتی لکھتے ہیں۔

رفع کے معنی یہ ہیں۔ اللہ نے حضور کے لیے دنیا کو ظاہر کیا۔ اس
کا کشف فرمایا۔ نظر سے مراد نظر حقیقی ہے۔ مجازی معنی صرف علم
نہیں ہیں (بلکہ نظر سے مراد حضور کا حقیقہ اپنی آنکھوں سے
دنیا و مافیہا میں جو قیامت تک ہوگا دیکھنا مراد ہے)

أَنَّى أَظْهَرَ وَكَشَفَ لِي الدُّنْيَا بِحَيْثُ أَحْطَطُ
بِجَمِيعِ مَا فِيهَا فَإِنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا (۱) اِشَارَةً
إِلَى أَنَّكَ تَنْظُرُ حَقِيقَتِي دَفْعَ اِندَادِيْدِ بَالْتِظْ
الْعِلْمِ (زرقاتی جلد ۲ ص ۲۳)

۲۔ شکرۃ شریف میں حضرت ثربان سے روایت ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی۔ میں نے اس کے
شرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ زَوَى لِي الْأَرْضَ خَرَايْتَ مَشَارِقَهَا وَ
مَغَارِبَهَا

مظاہر ج ۲ ص ۳۰۵ پر اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

”یشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی۔ اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ دیکھا میں نے اس کے
مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین کو۔“

حضور نے فرمایا۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو

۳۔ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَرَ كُنْتُ أَوْ يَنْدُ الْآيَاتِ

فرمایا۔ جو تم پر چھایا ہے ہو اگر تم کو تو میں ہی بتا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ ثقیفی نے عرض کی حضور رب تو بڑی عجیب بات ہے کہ آپ میرے دل کی بات کر دیں۔ فرمایا تم غافل روزہ اور غسل جنابت کے مسائل پوچھنے آئے ہو۔ ثقیفی نے عرض کی مجھے قسم ہے اس ذات مقدس کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔

ان ذاك لذي اسئلك (یہی وہی واسئلم) میں بھی مسئلے پوچھنے کے لیے آیا تھا۔

معلوم ہوا کہ قلب کی کیفیت، دل کے ارادے نبی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہوا کرتے اور نبی کی آنکھیں عام انسانوں کی آنکھوں کی طرح نہیں ہوتیں۔

۵۔ ایک مرتبہ حضرت یعلیٰ صحابی خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں غزوہ موتہ کے حالات سنانے کے لیے حاضر ہوئے حضور نے فرمایا:-

اگر تم کہو تو تمہارے سنانے سے پہلے میں خود جنگ موتہ کے حالات بیان کر دوں۔ انہوں نے عرض کی حضور ہی بیان فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے تمام حالات تفصیل کے ساتھ سنا دیئے۔

اِنْ شِئْتُ فَاَخْبِرُنِي وَاِنْ شِئْتُ فَاَخْبِرْكَ
قَالَ اَخْبِرْنِي يَا مَسْئِلُ اللّٰهُ فَاَخْبَرَهُ حَبْرُهُ
كُلَّهُ وَوَصَفَهُ لَهُمْ (ابو نعیم)
(خدا صبح کبریٰ ۲۶ ص ۲۵۹)

حضرت یعلیٰ نے عرض کی۔ اس ذات مقدس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ کے بیان اور جنگ کے واقعات میں سب موقوف نہیں ہے۔

سبحان اللہ! مدینہ میں تشریف فرما ہیں مگر محاذ جنگ آپ کی نظروں کے سامنے ہے اور آپ غزوہ موتہ کے حالات کو پچھتم خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

۶۔ حضرت عمرو بن الخطاب انصاری کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن میں:-

قیامت تک جوئے والے تمام حالات و واقعات بیان فرما دیئے۔

فَاَخْبَرَ نَابِعَا هُوَ كَاِنْ حُوِيَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
(مسلم)

۷۔ عبدالرحمن بن عائش فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ نے فرمایا اللہ نے میرے لیے زمین کو ظاہر فرما دیا:

اور میں دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اپنی مستقبل کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ (مواعظ لہ ۲۷ ص ۱۹۳) ذرہ ہے کوئی تیری جس پر نظر نہیں

فَاَنَا اَنْظُرُ لَيْسَهَا وَاِلَى مَا هُوَ كَاِنْ فِيْهَا اِلَى
يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَاِنْ اَنَا اَنْظُرُ اِلَى كَفَى هٰذِهِ
عام میں کیا جس کی تجھ کو خبر نہیں

۸۔ حضرت ابو ہریرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

اِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ
لِلنَّجَاشِيِّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ (بخاری)

جس دن حبشہ میں نجاشی کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ہمیں ان کے انتقال کی خبر سنائی۔

حضرت نجاشی علیہ الرحمۃ الرحمۃ کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا مگر چشم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت دیکھتے کہ مدینہ سے مدینہ تک پہنچی اور دریا و پہاڑ اور سمندر ان مقدس نغروں کے لیے حجاب نہ بن سکے کیوں؟
اس لیے کہ نور کے لیے کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی اور نور اندھیرے کو اُجالا بنا دیتا ہے۔

سب چمک والے اُجڑوں میں چمکا کئے اندھے شیعوں میں چمکا ہمارا نبی

۹۔ جب مدینہ شریف میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ غمگین رہے۔ پھر ایک لمحہ کے بعد آپ مسکرا دیے۔ صحابہ کرام نے سبب مسکراہٹ پوچھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مجھے میرے اصحاب کی شہادت نے غمگین کیا۔

حَتَّىٰ رَأَيْتُهُمْ فِي الْجَنَّةِ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ
(ابو سعید، خصائص کبریٰ ص ۱۶۱)
لیکن ابھی میں نے دیکھا۔ یہ شہادت پالے والے جنت میں تختوں پر بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں خوش ہوا اور مسکرایا۔
۱۰۔ حضرت بشیر عاریؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ایک قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں؟ کسی نے عرض کی حضور نے کیا فرمایا۔ حضور نے جواب دیا۔

ان هذا يسئل معنی فقال لا ادری
قبر میں اس شخص سے میرے متعلق سوال ہو رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔

بنابرین حضور قیامت تک ہر نبی اور ان کے اعمال و اقوال، افعال و احوال تصدیق و تکذیب، ہدایت و ضلال سب کا شاہد فرماتے ہیں۔ (ابو السعد و حبل) تو لفظ شاہد حضور کی رویت بصری و بصیرت قلبی کی وسعت کو بیان کر رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ساری کائنات حضور کی نظروں کے سامنے ہے اور حضور سب کے گواہ ہیں۔
میرزا شمس پر ہے تری گندول فرش پر ہے تری نظر ملکوت و ملک میں کوئی نہیں تجھے پہ جو عیال نہیں

حضور کی صفت نبی بشر کے معنی
مہبشہ بشارت دینے والے، ایمان و دلور کو جنت کی اور کافروں کو جہنم کا ڈر
سنانے والے حضور نے اپنے اس منصب خاص کی بنا پر متحد و جلیل القدر صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی۔ حضور نے فرمایا۔

انت صاحبی علی الحوض (ترمذی)
یا ابابکر اقل من یدخل الجنة
ذلک الرجل ارفع امتی درجۃ فی الجنة
(ابو ماجہ)

اے ابوبکر تم میرے حوض کوثر پر ساتھی ہو۔
اے ابوبکر تم جنت میں سب سے پہلے داخل ہو گے
میری امت کا یہ شخص (عمر فاروق) جنت میں ممتاز مقام پر ہو گا۔
عثمان سے ملائکہ حیار کرتے ہیں۔
جنت میں میرے رفیق عثمان ہیں۔
نمبر کے موقع پر حضور نے فرمایا۔ کل ہم فوج کا جھنڈا اس شخص کو دیں گے۔

يُفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَكْدِيرٍ (مشکوٰۃ) | جس کے ہاتھ پر اللہ غیر فتح فرمائیگا (یعنی علی مرتضیٰ)
 حضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابو عبیدہ بن الجراح فی الجنة بنتی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

جنت کا چشمہ | جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، یہاں کا پانی شور تھا، مہاجرین کو پسند نہ آیا۔ نبی غفار کے ایک آدمی کی ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا۔ جس کا نام روم تھا۔ وہ اس کوڑی کی ایک ٹشک نیم صاع میں فروخت کیا کرتے تھے۔ حضور مالک جنت محبوب رب العزت جل مجدہ نے اس شخص سے فرمایا۔

بعینہا بعین فی الجنة | یہ چشمہ میرے ہاتھ چشمہ جنت کے عوض بیچ ڈال۔ انہوں نے عرض کی حضور میری محاش اسی چشمہ سے وابستہ ہے۔ میرے بال بچے اسی چشمہ کی آبی سے پرورش پاتے ہیں مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ آپ نے چشمہ کے مالک کو راضی کر لیا اور اس کو ۳۵ ہزار روپیے میں خرید لیا۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور اگر میں اس چشمہ کو خرید کر وقف کر دوں تو کیا سرکار بھی مجھے اس کے عوض جنت کا چشمہ عطا ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! عرض کی میں نے بیر روم خرید لیا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے (طبرانی)

قابل غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جنت کے چشمہ کے عوض بیر روم کو خرید رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ خرید و فروخت میں ملکیت شرط ہے۔ ہر چیز آپ کی ملکیت ہی نہیں اس کو آپ کی کوئی بیچ سکتے ہیں۔ مگر یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ نے جنت کے چشمے بھی آپ کی ملکیت میں دے دیئے ہیں۔ اسی لیے اہل سنت حضور کو مالک جنت کہتے ہیں۔ اقبال نے شاید اس حدیث کو پڑھ کر یہ شعر کہا تھا

عجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث اسحق باب میں مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اشترى عثمان بن عفان من رسول الله صلى الله عليه وسلم الجنة مدين يوم رومة و يوم جيش العسرة (رواہ المحکم وابن عدی)
 حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ جنت خریدی۔ بیر روم کے دن اور جیش عسرو کے دن

واضح ہو کہ جنت وہی بیچ سکتا ہے جو جنت کا مختار ہو یا مالک کی طرف سے اس کو اس میں تصرف کرنے کی اجازت کچھ بھی ہو، یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم مالک جنت ہیں، چنانچہ اس سے زیادہ واضح الفاظ ذیل کی حدیث کے ہیں جس میں حضور علیہ السلام نے طلحہ کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا۔

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَىٰ يَا طَلْحَةُ خُذْهَا (ابن عمر)
 بتائیے! جنت کا ذریعہ کیا وہ لے سکتا ہے جو بالکل بے اختیار ہو؟ اسی حدیث سے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عزاکا جنتی ہونا بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود حضرت عثمان غنی کی اس نفیست کے معترف تھے۔ جب ان سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ذَٰلِكَ اِمْرٌ يُدْعٰی فِی الْمَلَأِ اَعْلٰی ذَوَالنَّوَبِیْنِ
كَانَ خَتَنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
عَلٰی بَنَتِہٖ ضَمَنَ لَّہٗ بِیْتًا فِی النَّجَّةِ (ابونعیم)

عثمان وہ ہیں کہ بزیم اعلیٰ میں ذوالنوبین پکارے جاتے ہیں۔
حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوئے
حضور نے ان کے لیے جنت میں ایک مکان کی ضمانت
فرمائی ہے۔

یہ بیان سیدنا علی مرتضیٰ کا ہے۔ اب ان لوگوں سے پوچھئے جو عثمان غنی جیسی کرم و مغف شخصیت کی شان اعلیٰ کو گھٹاتے ہیں اور مجاہد علی ہوتے ہوتے بھی علی کی بات نہیں مانتے۔

حضور کی صفتِ نذیر کے معنی | حضور کا فوہ اور بدھل کو ڈر سنانے والے تھے۔ متعدد خلاف شرع امور پر۔
حضور نے وعید سنائی اور انھیں احکام خداوندی کی پیروی کی تلقین فرمائی۔

امام بخاری حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن العاص دربارِ نبوت میں بیٹھتا تو استنزازِ حضور کی
تلقین اُتارتا تھا۔ ایک دفعہ یہ غیث اسی طرح اپنے منہ کو تار بامعنا کہ حضور نے فرمایا۔

كُنْ كَذَٰلِكَ خَلُوْا یَزِیْلُ یَخْتَلِجُ حَتّٰی مَاتَ
(خصائص ص ۶۷)

ایسا ہی ہو جا! چنانچہ مرتے دم تک اس کا منہ ایسے
ہی ہلتا رہا۔

امام بیہقی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن مرثد تھا۔ وحی لکھنے کی خدمت لکھنے کی خدمت
اس کے سپرد تھی۔ کچھ دن بعد وہ مر گیا اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر کھینے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں جانتا ہوں جو
میں چاہتا لکھ دیتا۔ جب یہ مرا تو حضور نے فرمایا۔

اِنَّا الْاَرْضُ لَا تَقْبَلُہٗ خَدَّہُیْنِ خَلُوْا تَقْبَلُہٗ
(خصائص ج ۲ ص ۶۷)

اب اس کو زمین قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ زمین نے
اسے قبول نہ کیا۔

بخاری کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کے دوستوں نے جب اسکی لاش قبر سے باہر دیکھی تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ
صحابہ رسول کا کام ہے۔ چنانچہ اس کو دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہی منظر سامنے تھا۔ آخر انہوں نے تین بار گھرے گڑھے
کھود کر اس کو دفن کیا۔ مگر مرتبہ لاش قبر سے باہر ہی نکل آتی تھی۔ جب انھیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ صحابہ کرام کا کام نہیں ہے تو
اس کی لاش اسی طرح زمین پر چھوڑ دی۔

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ زمین حضور کی تابع ہے اور آپ کی زبانِ مبارک سے جو فرمان نکلتا ہے۔ عالم بغل
علوی کا ہر ذرہ اس کی تعمیل کرتا ہے۔ سچ ہے نہ

تو جو لکار دے آتا ہوا اُلٹ میٹ جاتے
دل پر کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد و جیسیم
تو جو چکار لے ہر پھر کے ہوتیرا تیرا
اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

وَدَاعِيَا الْحَبْلِ اللّٰهُ يَعْنِي عِلْقُ كِرَامَتِ الْإِلٰهِ كِي دیتے ہیں۔
مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑتے ہیں اور بندے کو اس کے رب سے

حضور کی صفتِ داعی الی اللہ کے معنی

ملا تے ہیں۔ حضور فیض الہی کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تاجرِ تجربہ اور نہایتِ تقدس میں ہے۔ یعنی رب العزت بل مجدہ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسانی نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے اس لیے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے رب العزت بل مجدہ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہذا اللہ سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو؟ لکھتے ہیں۔

لَهُ وَجْهٌ تَتَجَرَّعُهُ وَنُوعٌ تَفَلَّحُ

یعنی تجرد کی جہت سے وہ خدا دینے قدوس سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیض الہی کو انسانوں تک پہنچا دے۔ پس ایسا واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع مرتبہ حضور نبی کریم علیہ السلام کا ہے۔
وَهَذَا لَعَاسِطَةٌ هُمْ الْأَنْبِيَاءُ وَأَعْظَمُهُمْ رُتْبَةً وَأَرْفَعُهُمْ مَنْزِلَةً نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا مرتبہ اور بڑی منزلت ہمارے نبی کریم کی ہے۔

ادھر اللہ سے داصل اور مخلوق میں شامل

خواص اس رُتْبِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

سِرَاجًا مَنِيْلًا سِرَاجٌ مَعْنَى آفَاقِ سُوْرَةِ نُوْرٍ مِیْنِ فُرَاقِ۔ وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا۔ سُوْرہ نَبَا۔ مِیْنِ فُرَاقِ۔ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا۔ نَہَایَہِ چمکتا

حضور کی صفتِ سراجِ منیر کے معنی

چراغ۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کے چہرہ اقدس میں سورج کو رواں بنایا۔ جناب ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔

كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ

(خاصہ کبریٰ سیوطی)

حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی حضور کے نورِ نبوت نے پہنچائی۔ کفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افزہ سے دُور کیا اور خلق کے لیے معرفت و توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح فرمادیں۔ ضلالت و گمراہی کی وادی تاریک میں راہِ نجات کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہِ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر و بطنوں کو اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔ اس لیے آپ کا وجود اقدس ایسا آفتابِ عالمِ تاب ہے جس نے ہزاروں آفتاب بنادینے سے

اندھے شیئے جھلا جھل دکنے گئے جلوہ ریزی و دعوت پر لاکھوں سلام

حضرت ربیع بنت موزہ کہتی ہیں کہ اگر تم لوگ حضور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے جیسے۔

الشَّمْسُ طَالَعَةٌ (اداری) (افق سے) سورج طلوع ہو رہا ہے۔

میتاں ہوتی ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک

چاند اور سورج کی طرح گول تھا۔ (مسلم شریف)

مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَوْدَانِ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں چہرہ نبوی کے شمس کا یہ عالم تھا۔

اذا ضحك ليتلا ف الجدار | جب آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

مثل الشمس والقمر وكان | چاند و سورج کی طرح روشن و متور اور گول تھا
(حوالہ مذکور)

حدیث ابن مالک میں ہے کہ آپ کا چہرہ متور
تلا ف وجهه تلا لا القمر ليلته | اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں کا چاند دکھاتا ہے۔
(حوالہ مذکور)

چودھویں کا چاند ہے روئے حبیب | اور پلالی عید ہے ابرو کے حبیب
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ کلام فرماتے۔

وقال الشور يخرج من بين | تو آپ کے اگلے دانتوں سے نور چھٹتا ہوا نظر آتا ہے۔
(خصائص ص ۶۲، ۱۶)

حضرت ابی قرصہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور سے بیعت کر کے واپس ہوتے تو راستہ میں میری والدہ نے آپ کے متعلق
کہ میں نے آپ سے زیادہ حسین پہر والا، نفیس اور پاک کپڑوں والا، نرم کلام والا نہیں دیکھا۔

ذائنا كالشور يخرج من بين | اور میں نے دیکھا کہ وہیں اقدس سے نور کا فوارہ جاری ہے
(حوالہ مذکور) اُم المؤمنین جو بڑی سید المرسلین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن نرالا تھا۔ بدن کا
نورانی تھا۔

ثم يصفه واصف قطر الاشبه وجهه | جو بھی آپ کا وصف کرتا چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا
قمر ليلة البدر (خصائص ص ۶۲)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ جب میں چہرہ اقدس دیکھتا ہوں تو
علوم ہوتا ہے۔

قال الشمس تجرى في وجهه | کہ آفتاب چہرہ مبارک میں جاری ہے۔
حسن يوسف دم عيسى يربضنا داری | آنچہ ہم خوبیاں داند تو تنہ داری
حضرت ہمدان کہتے ہیں۔ مجھے لوگوں نے کہا۔ حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو۔ تو میں نے کہا۔

قمر ليلة البدر لمرأى قبله ولا | حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا۔ میں نے آپ سا
دہ (حجۃ اللہ ص ۲۹) حسین کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت جابر ابن سمرہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی چمک اور دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدنی تا جدار

دو عالم کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار جبریلؑ تن کے تشریف فرما تھے تو میں مقابلہ کے لیے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ | تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔

آسمانی چاند میں میل تھا اور محبوب کبریا کا چہرہ منور میل سے پاک تھا۔

رُخ دن ہے یا مہر سایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں | شب زلف یا شبِ ختایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ السلام کے سر مبارک سے لے کر پائے اقدس تک کے اعضاء کے بریک صفت بیان کرتے ہوئے جب عاجز آجاتے ہیں تو حضور کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ وہ چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے | اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے اس لیے فرماتے ہیں۔

لَوَارِدَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | کہ میں نے حضور سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا یعنی یہ

خُش ہے بے مثل صورت لا جواب | میں خدا۔ تم آپ ہو اپنا حجاب

توریت میں حضور کی صفات کا بیان | حرد لا میتین | حرز کے معنی محافظ کے ہیں۔ دین اسلام کے بھی حضور محافظ ہیں اور اپنی امت کے بھی محافظ ہیں۔

لَيْسَ بَفِطْرٍ بُرِّعَ اخْلَاقُ دَالِیْ نَبِیِّ بِلْكَ صَاحِبِ خَلْقٍ عَظِیْمٍ | لیکن بظن بڑے اخلاق والے نہیں بلکہ صاحبِ خلق عظیم ہیں۔ خلق عظیم کی تکمیل حضور ہی کی ذات سے ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ (نوطا) | میں حُسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔
ابھی آپ مکہ ہی میں تھے کہ ابوذرؓ نے اپنے بھائی کو آپ کے حالات و تعلقات کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر اپنے بھائی کو جن انصاف میں اطلاع دی تھی۔ وہ یہ تھے۔

وَأَيُّكُمْ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ | میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

حبشہ کی ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے مسلمانوں کو بلوا کر آپ کی نسبت تحقیق کی۔ اس وقت حضرت جعفر طیارؓ نے جو تقریر کی اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

”اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے بتوں کو پوجتے، مُردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، ہمایوں کو سناتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ اس اثنا میں ایک شخص (کریم) ہم میں پیدا ہوا ہے جنہوں نے تعلیم دی کہ ہم چھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچا بریں، غمزہ ریزی سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، ہمایوں کو آرام دیں، عقیقہ عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔“

چنانچہ قرآن حکیم نے لاکھوں معانوں اور اہل عباد کی بھیڑ میں داعی حق اور دنیا کے آفریں معلم اخلاق کی نسبت یہ اعلان فرمایا۔
 إِنَّكَ لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ ۝
 | محبوب تم اخلاق کے بڑے درجہ پر ہو۔
 بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
 بے تکلف راحت پہ لاکھوں سلام
 وَلَا غِلَظَ سَخَتْ كَلَامُ نَحْنُ۔ شیریں دہن تھے۔ گنگو نہایت متانت و سکون سے فرماتے۔ مگر شیفہ والا ماسٹر
 ہوتے بغیر نہ رہتا۔

حضرت عائشہ اعلیٰ، انس رضی اللہ عنہم جو دونوں خدمت نبوی میں رہے ہیں۔ سب کا متفق بیان ہے کہ آپ نہایت نرم مزاج، اخلاص اخلاق اور نکو سیرت تھے۔ چہرہ اقدس ہنس نکھہ تھا، وقار و متانت کے گھنگو فرماتے تھے۔ کسی کی خاطر شکستی نہ فرماتے تھے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ اکثر خدام خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے تاکہ آپ ہاتھ ڈال دیں اور پانی متبرک ہو جائے
 جازول کا موسم اور صبح کا وقت ہونا مگر پھر بھی حضور انکار نہ فرماتے تھے

زَمِي خَوَسَ لَبَتِ بِه دَائِم دُرُود ۝
 مگر مئی شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام
 اِنَّكَ عَبْدِي وَرَسُولِي ۝ تو ریت میں حضور کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے۔ تم میرے عبد خاص اور میرے رسول ہو۔
 حضور اللہ کے خاص بندے ہیں۔ اس میں شک ہی کیسا ہے۔ گر کیسے بندے ہیں۔ مولانا دوم فرماتے ہیں کہ
 اے ہزاراں جبریتیں اندر بشر۔ بہر حق سوئے غریبوں یک نظر
 امیر المؤمنین جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

يَا اَبَا بَكْرٍ لِمَ يَعْرِفُنِي حَقِيقَةً سَوَادِي ۝
 ابو بکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی
 نہیں جانتا۔

مُحَمَّدٌ سَ صِفَتِ بِوَجْهِهِ خُدا کی

کھلیا عص کی تفسیر میں حضرت شیخ رکن الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں :-

- ۱۔ صورت بشری جس کا بیان آیت "انما انا بشر" میں ہے
- ۲۔ صورت علی جس کے متعلق خود حضور نے فرمایا۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں۔
- ۳۔ صورت حق۔ جس کے متعلق فرمایا۔ میرے لیے خدا کے ایک ایسی ساعت ہے جس میں نبی مرسل اور ملک

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت است
 یکے صورت بشری اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۝ دوم
 صورت علی چنانکہ فرمودہ اَسْتُ كَا حِدِ كُمْ اَبِيْتٌ
 عِنْدَ رَبِّي ۝ سوم صورت حق کَمَا قَالَ لِي مَعَ اللّٰهِ
 وَقَدْ لَا يَسْعَىٰ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَدَّبٌ وَلَا
 شَيْءٌ مِّنْ سَلٰ ۝
 (روح البیان پارہ ۱۶)

تفسیر حاشیہ ان مسائل مفصل و مکمل توضیح کے لیے مصنف کتاب نے اُنکی تالیف روحِ ایمانی، خصائص مصطفیٰ، جامع الصفات کا مطالعہ کیجئے
 جو حکمت بہرہ رضان سے قیمتاً لے سکتی ہیں۔

مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے۔

عید دیگر، عیدہ چیزیں دگر ماسرا یا انتظار او منتظر

سَمِيتُكَ الْمُتَوَكِّلُ

حضور متوکل بھی ہیں۔ اللہ کے سوا کسی پر توکل اور بھروسہ نہیں فرماتے۔ حضور نے اللہ کے وعدوں پر اس کی نصرت پر، اس کی عطا و بخشش، فضل و کرم، جو دستار پر پختہ اعتماد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو متوکل کے لقب سے یاد فرمایا۔ حضور کے توکل کی شان ہی یہی کہ جناب صدیق عاتشہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔
يَا عَاتِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَكُنَّا بِكَ هَاهُنَا
اے عاتشہ! اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ اذھب (بخاری) میرے ساتھ چلا کریں۔

مگر ہم دو عینہ تک گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ ایک مرتبہ صحابہ نے خدمت نبوی میں فادہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول دیا کہ پتھر بندھا ہوا ہے۔ آپ نے اپنا منکم اطر کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے۔ (مسلم)
قد مل پہ ڈھیر اشد فیوں کا پڑا ہوا اور سات دن سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا
حضرت عاتشہ فرماتی ہیں کہ حضور کے زہر و توکل کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی تین روز تک متواتر سیر نہ کی کہیں کی روٹی نہ مل نہ فرمائی۔ جن مبارک و محدس کپڑوں میں آپ نے دھنا فرمایا۔ ان میں اوپر تلے ہونڈ لگے ہوئے تھے۔ اکثر موٹے اور بھیڑ کے بال کے بنے ہوئے کپڑے استعمال فرماتے مگر یہ سب حضور کی اعتیادی چیز تھی۔

دو جہان ملک اور جو کی روٹی غذا! اس شکم کی قناعت پر لاکھوں سلام
وَلَا سَخَابَ حضور جھگڑاؤ نہ تھے۔ مدح و ذم میں مبالغہ نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی نظر حق تعالیٰ پر تھی۔ آپ کی زبان اللہ کی پرستی ہی ظاہر ہوتا۔ اعتدال کا دامن کبھی نہ چھوڑتے۔ ایک دفعہ ایک بدو آیا جس کا کچھ قرضہ آپ پر آتا تھا اس نے نہایت سختی سے تعاضا کیا۔ صحابہ نے اس کو ڈانٹا اور کہا۔ تجھے معلوم ہے تو کس سے ہم کلام ہے؟ حضور نے صحابہ سے فرمایا۔ تم کو بدو کا ساتھ دینا چاہیے تھا کیونکہ اس کا حق تھا۔ پھر آپ نے اس کا قرضہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ (ابن ماجہ)

وَلَا يَدْفَعُ الْمَسِيئَةَ الْمَسِيئَةَ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے والے بلکہ خون کے پیاسوں کو قبائیس عطا فرمانے والے رسول ہیں۔ جنگِ اُحد میں دشمنوں نے پتھر پھینکے، تیر برباں، تلواریں چلائی، دندانِ مبارک شہید ہو گئے لیکن ان سب حملوں کا دارِ رحمت عالم جس سپر پروردگار کا وہ یہ دعا تھی۔

اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ | اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ نادان ہیں۔

ہیں دعائیں سنگ و دشمن کے عوض

اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

اربابِ بیرون نے تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام یہ فرما رہے تھے کہ لوگو! لا اِلهَ اِلا اللہ کو نجات پاؤ گے! ابو جہل پیچھے پیچھے تھا، خاک اُڑاتا تھا اور بکتا تھا کہ ان کی باتیں تمہیں اپنے مذہب سے جڑتہ نہ کریں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے دیوتاؤں لات و عزریٰ کی چھوڑ دو۔ مگر نبی علیہ السلام کا عفو و حلم اور بروہاری تھی کہ آپ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ (مسند ابن احمد)

سب سے بڑھ کر وحی کا موقع وہ تھا جب کہ منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمت لگائی تھی حکومت دیا ست حضور کے قبضہ میں تھی۔ اگر آپ چاہتے تو منافقوں کو قرار واقعی سزا دیتے مگر علم نبوی کا عالم یہ تھا کہ منبر پر صرف یہ کلمات فرماتے: "اے مسلمانو! جو شخص میرے ناموس کے متعلق تجھے ستاتا ہے۔ اس سے میری داد کوں لے سکتا ہے؟ حضرت سعد بن معاذ غصہ سے بیتاب بکھرے ہو گئے۔ عرض کی سرکار نام بتائیں۔ میں اس کا سر ظلم کر دوں۔ سعد بن عبادہ نے مخالفت کی اور دونوں طرف سے تلواریں کھینچ جھینس مگر آپ نے ازراہ کرم و مغفور علم دونوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

زید بن سعد یہودی میعاد سے پہلے قرضہ مانگنے آیا اور بڑی گستاخی کے ساتھ حضور کی چادر اقدس کو کھینچ کر کھینے لگا۔ عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ ایسے جیلے کرتے ہو۔ حضرت عمر غصہ سے بیتاب ہو گئے اور فرمایا: دشمنی خدا! رسول کی شان میں گستاخی کرنا ہے؟ مگر نبی علیہ السلام مسکرا دیتے اور فرمایا: اس کا قرضہ ادا کر کے۔ بیس صاع اور زیادہ دے دو۔ عبد بن ابی وقاص نے غزوہ اُحد میں آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے لیے بد دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا:۔

إِنِّي لَعَرَأَبْتُ لِقَاَهَا وَإِنَّمَا بَعِثْتُ رَحْمَةً
میں دعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں تو رحمت
رافت کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ (کنز الایلاق)

کفار مکہ جنہوں نے تیرہ سال تک آپ کو اور آپ کے پیغمبر کو سخت ایذائیں پہنچائی تھیں، عبادت کرتے ہوئے آپ پر غلاطیں پھینکیں، ہر قسم کی گستاخیاں کیں۔ آپ کے صحابہ کرام پر انواع و اقسام کے ظلم و ستم کیے۔ آپ کو وطن سے بے وطن کر دیا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ لوگ آپ کے سامنے لائے گئے۔ اس وقت ان کو کامل یقین تھا کہ آج ہماری تمام بدسلوکیوں، شرارتوں اور ہمارے ظلم و ستم کا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ آنحضرت نے ان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا: تم کیا سمجھتے ہو کہ اب میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟

سب نے گہ نہیں جھجکا کہ دلی زبان سے کہا: آپ رحم و کرم فرمائیں گے۔
رحمۃ اللعالمین صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی مکہ! میں تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔
لَا تَشْرِيْبُ عَلَیْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ
تم پر کوئی ظلمت نہیں۔ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف
قَدْ هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (قرآن حکیم)
کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

قریش کی ہرم گری و جھکاواری کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں، یاد ہوگا، شعیب ابی طالب میں تین برس تک ان ظالموں نے آپ کو اس طرح محصور کیا تھا کہ غلہ کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ مسلمانوں کے بچے بھوک سے تڑپتے بکتے روتے تھے اور یہ بیداران کی آواز سن کر ہنستے اور خوش ہوتے تھے لیکن معلوم ہے رحمت عالم نے اس کے بدلے میں قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہہ میں غلہ یا مار سے آتا تھا۔ یا مار کے رئیس شمار جب مسلمان ہوئے تو کفار نے ان کو طعن دیا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ حضور کی اجازت کے بغیر اب ایک دانہ مکہ میں نہ پہنچے گا۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ مکہ میں قحط پڑ گیا۔ قریش گھبراتے اور اس کی آواز کی طرف رجوع کیا جہاں سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں گیا۔ آپ کو رحم آگیا اور حضرت شمار رئیس یا مار کو حکم دیا کہ

حقیقی یقین ہے۔ یعنی حضور نے شرک کی بیخ کنی فرمائی۔ توحید کو ثابت و واضح فرمایا۔ سنجلاخ زمینوں پر علم و معرفت کے دریا بہا دیئے۔ دُوبتی کشتیاں تیرائیں۔ ہستی نبوی جمائیں، روتق آسمانیں ہنسائیں، انسان کو انسان بنایا اور اسے اپنے مالک، رازق اور خلاق کی صحیح معرفت عطا فرمائی۔ الملة العوجا۔ ملت سب جو گمراہی کی اندھیروں میں حیران و پریشان سرگرداں ٹیڑھے راستوں پر گامزن تھی اور خود بھی ٹیڑھی ہو گئی تھی اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت فرمائی۔
ويفتح بها تر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و سید سے پھوٹی آکھیں بنیا اعدیانہ صمیا بہرے کان شوا و اذا ناصمیا ٹیڑھی زبانیں سیدھی و خلوا با علفا اور تاریک قلوب روشن ہو گئے۔
یہ ہیں حضور سرور کائنات علیہ السلام کی چندہ صفات جن کا ذکر توریت میں تھا اور جنہیں توریت کے عالم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بخاری کی حدیث زیر بحث میں بیان کیا۔ حضور کی ان صفات جلیلہ پر نہایت مختصر تبصرہ ہم نے پیش کر دیا۔ حضور کرم فرمائیں، قبول فرمائیں تو یہی ذخیرہ آخرت ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔
دن لمو میں کھونا تجھے شب صبح ہم سونا تجھے شرم غری خورندہ ایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَايِعِ وَالْمَعْطَى

باب ناپنے کی اُہرت بیچنے اور دینے والے کے لئے ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔ مطلب آیت یہ ہے کہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لیے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے کلمہ یمعون کم سے مراد یمعون لکم ہوتا ہے۔

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِذَا كَالُواهُمْ أَتَوْا زُنُوزًا هُمْ يَخْسِرُونَ يَكُنِي كَالُوا لَهُمْ وَوَزَنُوا لَهُمْ كَقَوْلِهِ لِيَعْمُونَ نَكْرًا لِيَعْمُونَ نَكْرًا لَكُمْ

روئے ہی آیت میں کالوا ہم سے مراد کالوا ہم ہے۔

۱۔ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہاں کے لوگ پیمانہ (ناپ تول) میں خیانت کرتے تھے۔ خصوصاً ایک شخص ابوہیمہ ایسا تھا جو دو پیمانے رکھتا تھا۔ لینے کا اور۔ اور دینے

فوائد مسائل

کا اور۔ جب دوسروں سے مال خریدتا تو پورا پورا پیمانہ لیتا اور جب کسی کے ہاتھ کچھ بیچتا تو ناپ تول میں کمی کر دیتا۔ ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ ایسا کرنا گناہ و ظلم ہے۔ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو۔ قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہوگا اور خیانت کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔

وَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلُوا حَقَّ يَسْتَوْفُوا (بخاری)

کیسل اور اکتیبال میں فرق ہے اکتیبال خاص ہے اس کا استعمال اپنے لیے ہوتا ہے اور کیسل عام ہے اس کا استعمال اپنے لیے اور دوسرے کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے اشتراک خاص ہے اور اشتراک عام ہے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ عُمَانَ ابْنِ الشَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِذَا بَعَثْتَ فَجَلًا وَإِذَا ابْتَعْتَ فَالْتَمَسْ (بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ جب کوئی چیز بیچا کر تو تول کے دیا کر اور جب کوئی چیز خرید تو اسے بھی ٹھلا کر۔

حضرت امام اعظم دہلوی و شافعی و ابو ثور علیہم الرحمۃ کا مذہب یہ ہے کہ اگر میع، جیل یا وزن یا عددی ہے تو اس کی وزن کرنے، تولنے اور وزن کی ذمہ داری بائع (بیچنے والے) پر ہے اور وزن کرنے اور تولنے کی اجرت بھی بائع کو دینی ہوگی۔ اور من (قیمت) کی ادائیگی کی ذمہ داری مشتری (خریدنے والے) پر ہے۔

۲۔ اسی طرح اگر پھول کو بیچا تو درخت سے پھل توڑنے کی ذمہ داری مشتری پر ہے۔ زیر عنوان حدیثوں سے اسی مسئلہ کی وضاحت ہوئی ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کر لے، اسے نہ بیچے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ

اس حدیث سے واضح ہوا۔ کسی چیز کے خریدنے کے بعد جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے اس کو بیچنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ صر پر پوری تفصیل سے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے۔ ترجمۃ الباب سے مناسب اس حدیث کی یہ ہے کہ اس میں قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے تو جب وہ بیع پر قبضہ کے بعد بیچنے کا ارادہ کرے گا تو تولے، ناپے یا تولے کی ذمہ داری اسی پر آئے گی۔ جس سے واضح ہوا کہ چیز کو تولنے، تولنے اور ناپنے کی ذمہ داری شرعاً (بائع) بیچنے والے پر ہے۔

جاہر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن عمر بن حارم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کے ذمے (کچھ لوگوں کا) قرض تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض ادا کچھ اپنے قرضوں میں کی کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرض میں کسی کے لیے فرمایا۔ مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ پھر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی تمام بھجور کی قسموں کو الگ الگ کر لو۔ بجز (ایک خاص بھجور کی قسم) کو الگ اور غنق زید (بھجور کی ایک قسم) کو الگ کر کے میرے پاس بھیج دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ آنحضرت اس کے سسرے پر پانچ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب ان قرضوں کو ناپ ناپ کے دو۔ میں نے ناپنا شروع کیا۔ جتنا قرض ان لوگوں کا تھا میں نے ادا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ نُبَيْيٌّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبَنِي جَدِّهِ وَسَلَّمَ عَلَى غَدَاةٍ أَنَّهُ يَصْعَقُونَ مِنْ بَيْنِهِمْ فَطَلَبَ الشَّيْبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَاذْبَعُوا فَمَنْ أَذْبَعَتْ تَمْرًا أَصْنَفًا أَلْعَجَوْهُ عَلَى حِدَةٍ وَعَلَدَ ذِيْدٌ عَلَى حِدَةٍ شَرُّ أَرْسِلَ إِلَيَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى الشَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلَاهُ أَوْفَى وَاسْطَبَّ ثُمَّ قَالَ كُلُّ لِقَوْمٍ فَكَلَّمْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمْ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِي كَانَتْ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ وَقَالَ فَرَسُكَ عَنِ الشَّيْبِيِّ حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ الشَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَمَا نَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى آذَاهُ وَقَالَ
هَشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَذَلَهُ فَأَذَفَ لَهُ
(بخاری)

کودیا۔ پھر بھی میری تمام کچھ روحوں کی توں تھی، جیسے اس میں سے
ایک سہ برابر کی بھی نمی نہیں ہوتی تھی۔ فراس نے بیان کیا،
ان سے شبی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کہ برابر ان کے لیے تولیے
رہے تاں کچھ پورا قرض ادا ہو گیا، اور ہشام نے کہا، ان سے وہب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کچھ تول کر اپنا قرض ادا کرو۔

فوائد و مسائل حدیث ہذا میں کل للقوم کا لفظ ترجمۃ الباب ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گھنے، تولنے، ناپنے
کی ذمہ داری بائع اور معنی پر ہے۔ عجب وہ مدینہ منورہ کی اعلیٰ قسم کی کچھ رو کو کتے ہیں۔ عذقی زید۔
زید ایک شخص کا نام تھا۔ اسی کے نام پر یہ کچھ خوشبود ہو گئی۔ یہ کچھ کی ردی قسم ہے ۲۔ اس حدیث کو امام بخاری نے
استقرض، وصایا، مغازی اور علامات نبوت میں اور امام نسائی نے وصایا میں بھی ذکر کیا ہے ۳۔ تھوڑی سی کچھ رو
میں کیسی برکت ہوتی۔ یہ حضور کا معجزہ ہے۔ ۴۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ تنگ دست کے لیے اس کے قرض خواہوں
سے قرض کے کچھ حصے کو معاف کر دینے کی سفارش کرنا جائز اور ثواب کا کام ہے مگر قرض خواہ کو معاف کر دینے پر مجبور کرنا جائز
نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرض خواہ جو کہ یہود تھے انہوں نے حضور کی سفارش کو نہ مانا مگر حضور نے ان پر جبر نہ فرمایا۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

باب ناپ تول مستحب ہے ؟

حضرت مقدم بن مدکرکب سے روایت ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو۔ اس میں
تمہیں برکت ہوگی۔

عَنِ الْمُعْتَمِدِ بْنِ مَعْدِيكَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْلُوا طَعْمَكُمْ
يُبَارِكْ لَكُمْ
(بخاری)

فوائد و مسائل مطلب حدیث یہ ہے۔ کھانے کی جو اشیاء آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے انہیں ناپ تول کر خرچ کرنا
مستحب ہے اور اس میں برکت ہے۔ جو برکت یہ ہے کہ اندازے سے خرچ کر لینے میں غلٹی ہے کہ حاجت
سے زیادہ خرچ کر دے یا کم۔ پھر یہ خبر نہ دے کہ باقی کس قدر بچا ہے اس آخر مینہ میں دشواری ہو ۲۔ یہ حدیث، حدیث عائشہ
جس کا مضمون یہ ہے کہ ان کے پاس کچھ جو تھے جو کافی دن رہے۔ انہوں نے جو باقی تھے ان کو ناپ لیا۔ تو وہ ختم ہو گئے اور
حضور نے فرمایا ہے۔

لَا تَوَكَّلْ فِيمَا لَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ
کے معارض نہیں ہے۔

کیونکہ حدیث زیر بحث (غلہ کو ناپ تول کر خرچ کرنے میں برکت ہے) کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں خرچ کے لیے جو گندم
وغیرہ ہے اس کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ناپنا تولنا باعث برکت ہے۔ تاکہ آخر مینہ میں دشواری نہ ہو۔

بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَدَّهِ فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب حضور کے صاع اور مدین برکت کے متعلق۔ اس کے متعلق ایک روایت بنت عاتشہ کے حوالے سے بخاری

حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دُعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دُعا کی اور میں مدینہ کے مد اور

قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَمَّتْ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا فِي مَدَّهَا وَصَاعَهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ لِمَكَّةَ (بخاری)

صاع میں برکت کی دُعا کرتا ہوں جیسے ابراہیمؑ نے مکہ کے لیے دُعا کی۔

حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ انہیں ان مجھے پیماؤں میں برکت عطا فرما۔ الہی ان کے صاع و مد میں برکت عطا فرما۔ حضور کی مراد اہل مدینہ سے تھی۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَكِّيَا لَهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمَدَّهِمْ يُعْنَى أَهْلَ الْمَدِينَةِ

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اعتصام و کفارات میں اور مسلم و نسائی نے مناسک میں ذکر کیا ۲۔ حضور نے جو مدینہ کے صاع و مد میں برکت کی دعا فرمائی تو یہ دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکت پر مشتمل ہے۔ مدینہ منورہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے۔ حضور نے مدینہ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

فوائد مسائل

فضائل مدینہ
میری امت جب تک مدینہ منورہ کی حرمت، عزت پر قائم رہے گی، بھلائی پر رہے گی اور جب اس کی حرمت و عزت سے کنارہ کش ہو جائے گی تو برباد ہو جائے گی (ابن ماجہ) امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدود مدینہ کا ادب و احترام مکہ منظم کی حدود کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، مدینہ شریف کی عظمت و عزت سے متعلق حضور کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں دُعا فرمائی۔

الہی ہمیں مدینہ ایسا پیارا کر دے جیسا کہ مکہ پیارا تھا۔ بلکہ مکہ سے زیادہ مدینہ کو پیارا و محبوب بنا دے۔

اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحَبِيبَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّهُ (بخاری و مسلم)

۲۔ مدینہ میں بخار کا مرض عام تھا۔ حضور نے بارگاہ الہی میں عرض کی۔ الہی یہاں کے بخار کو جھٹھٹھ مٹا دے۔ (بخاری و مسلم) یہ حضور کی دُعا کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا بہت صحت مند ہے۔ موسم معتدل ہے۔ وہاں کی خاک خاکِ شفا ہے۔ وہاں روزی میں برکت ہے اور جھٹھ جو حرمینِ مطہین کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود رہتے تھے۔ آج بھی وہاں کی آب و ہوا میں بخار کے جراثیم ہیں۔ وہاں رکے اور جانے والے عموماً بخاریں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضور نے فرمایا۔ شام فتح ہوگا۔ عراق فتح ہوگا اور ایک قوم خوشی سے دوڑتی ہوئی آئے گی اور اپنے خدام اور بال بچوں کو وہاں لے جائے گی۔

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّكُمْ | حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا۔

تینا امام مالک علیہ الرحمۃ حدیث کے خط کشیدہ جملوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ تمام جگہ سے مدینہ افضل ہے اور اس میں کم بھی داخل ہے۔ اسی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں۔ مدینہ کم سے افضل ہے (مراقات) بات یہیں درست ہے۔ بیت المقدس اگرچہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے وہاں ہزاروں انبیاء کرام کے خزاں ہیں۔ بے شک یہ منبر کا مقام ہے۔ قرآن نے کہا۔ الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لیکن مدینہ پھر بھی افضل ہے۔ اس لیے کہ سارے تارے وہاں ہیں۔ مگر نبوت و رسالت کا آفتاب مدینہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا۔

۴۔ إِنَّ اللَّهَ سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةً | اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔ (مسلو)

مدینہ شریف کے سوا زیادہ نام ہیں۔ طیبہ، بطحا، مدینہ، الطبع وغیرہ۔ ہجرت سے پہلے اس کا نام یثرب تھا۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں قوم عمار کا جو پہلا شخص آیا اس کا نام یثرب تھا۔ یثرب ثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ستر یا پوش، مصیبت و بلا کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَا تَنْزِيلَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ۔ لیکن اب مدینہ کو یثرب کہا سون ہے۔ شاعر اشعار میں یثرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس کو بدل دیں۔ یثرب کی جگہ طیبہ کا لفظ لانے میں وزن شعری میں کو کوئی سقم بھی پیدا نہیں ہوتا۔ سیدنا احمد فرماتے ہیں۔ جو مدینہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے۔ امام بخاری تاریخ میں فرماتے ہیں۔ جو مدینہ منورہ کو ایک بار یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اس ارض مقدس کو مدینہ کہے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں مدنے شق ہو کر لمبا ہے دین کو خوشی میں سمی المدینۃ طابہ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ لوح محفوظ میں مدینہ کا نام طابہ یا طیبہ ہے۔

۵۔ يَقُولُونَ يَثْرِبَ وَهِيَ الْمَدِينَةُ | حضور نے فرمایا۔ لوگ اسے یثرب کہیں گے۔ حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

۶۔ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے ایسی محبت تھی کہ جب سفر سے واپسی پر مدینہ کے درو دیوار نظر آتے تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے۔ (بخاری) مدینہ کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر اُحد پہاڑ ہے۔ وہ شہر خصوصاً جنت البقیع سے یہ مقدس پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ جب پہاڑ حضور کو نظر آیا تو فرمایا۔

هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ | یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۷۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں مکہ معظمہ میں قیام پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام

پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام کا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو مدینہ میں مرے
 مِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا | وہاں ہی مرے میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت
 فَإِنِ اشْفَعَ لَكُمْ يَمُوتَ بِهَا (احمد و ترمذی) کروں گا۔
 سیدنا امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول و مہم فرماتے تھے کہ الہی مجھے اپنے محبوب کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت دے۔
 جناب عمر فاروق کی یہ دعا قبول ہوئی۔ نماز فجر کے وقت مسجد نبوی، مصطفیٰ نبوی، محراب نبوی میں شہادت پائی۔
 سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ اس غوف سے کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔ پوری زندگی میں کبھی مدینہ
 سے باہر نہیں گئے۔ صرف حج فرض کی ادائیگی کے لیے ایک بار مکہ معظمہ میں حاضری دی۔
 ہ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضَعْفَ هَا | الہی جو برکتیں تو نے مکہ معظمہ کو دی ہیں۔ اس سے دگنی
 بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَاتِ (بخاری) برکتیں مدینہ منورہ کو عطا فرما۔

واضح ہو کہ حدیث زیر بحث میں حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا
 ہے کہ میں مدینہ کو مکہ کی طرح حرام قرار دیتا ہوں تو حرم مدینہ کو حرم مکہ کے

ساتھ بعض وجوہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے آیت ان مثل علیی
 عند اللہ کمثل آدم میں حضرت عیسیٰ کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے۔ اسی طرح حرم مدینہ کو مکہ سے
 تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے لہذا حرمت حرم مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرمت حرم مدینہ بمعنی احترام و تعظیم ہے۔

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بلا احرام داخل ہونا، حدود حرم مکہ میں شکار
 توہر کرنا اس کی طرف اشارہ کرنا، اسے ستانا، اٹھانا، ممنوع و حرام ہے۔ اگر جرم حرم میں آجائے تو اسے قتل کرنا بھی ممنوع
 حدود و قصاص حدود حرم مکہ میں جاری نہیں ہوتے۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ جرم حدود حرم سے باہر آجائے۔
 قرآن مجید نے فرمایا۔ قَدْ دَخَلَ كَانِ آهْنَا۔ اگر وہاں مذکورہ بالا ممنوع کام کر لے تو کفارہ واجب ہے

اکثر شواہع مکہ معظمہ کی مٹی یا پتھر مکہ سے باہر لے جانے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ البتہ بطور تبرک آپ زمرم مکہ سے باہر لے
 جانا سنت ہے۔ حدیبیہ کے سال حضور نے زمرم کے دو تنگیزے سہل بن عمرو کے ہاتھ مدینہ میں منگوائے۔ حج کے رُخ
 پر حضور نے آپ زمرم اپنے ساتھ لیا اور عہدہ تک یہ پانی مدینہ میں بیماروں کو پلایا۔ جناب عائشہ صدیقہ سے سبب صحیح
 مروی ہے کہ حضور نے متعدد بار آپ زمرم مکہ سے باہر بھیجا۔ (مرقات)

اسی طرح حرم مکہ میں واجب القتل جرم سے قصاص لینا حرام ہے مگر تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں۔ حرم مدینہ میں
 اگر سختی قتل جرم داخل ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائیگا تو اگر دونوں کا حکم ایک ہوگا تو حرم مدینہ میں داخل ہونے
 والے جرم سے بھی قصاص نہ لینے کا قول کرنا چاہیئے تھا۔

ثانیاً نیز تعامل صحابہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کے درخت کاٹے ہیں۔ حضور نے مسجد نبوی

کی تعیین وقت وہاں کے کھجور کے درخت کاٹے اور قبور شریکین کو مٹا دیا۔ حضرت سلمہ سے حضور نے فرمایا۔ تم حقیق میں شکاک کیلو تو ہم تمہاری امداد کریں گے (ابن ابی شیبہ طبرانی) حضرت انس سے حضور نے فرمایا۔ تم اُحد پہاڑ پر جاؤ اور وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھاؤ۔ غاصتہ کے کھانا بغیر کاٹنے یا اکھیرنے کے ناممکن ہے (طبرانی) حدیث مسلم وَلَا تَخْبِطُوا فِيهَا شَجَرًا إِلَّا لِعِلْفٍ مدینہ کے درخت نہ کاٹنے جائیں مگر چارہ کے لیے۔ حضور نے چارہ کے لیے کاٹنے کی اجازت عنی۔ اگر حرم مدینہ کے درخت کاٹنے حرام ہوتے تو چارہ کے لیے کاٹنے کی اجازت نہ دی جاتی حالانکہ حرم مکہ کے درخت چارہ کے لیے کاٹنے بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث زیر بحث اور وہ تمام احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے سب عنی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ کراہت تحریمی ثابت کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ یعنی کسی چیز کی کراہت تحریم کے ثبوت کے لیے قطعی الدلائل عنی الثبوت دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے خبر اُحد کہ مفہوم ان کا قطعی ہو۔ خبر اُحد کہ مفہوم ان کا عنی ہو۔ کسی چیز کا سنت یا مستحب ہونا تو ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہت تحریمی ثابت نہیں ہو سکتی اور حدیث زیر بحث اور دیگر وہ احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے قطعی الدلائل نہیں ہیں۔ اگر قطعی الدلائل ہوتیں تو صحابہ کا عمل اور خود حضور کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ حدود مدینہ کا حرم ہونا یعنی احترام ہے تحریم نہیں اور اس باب میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کا موقف بہت قوی ہے۔ مزید توضیح کے لیے فیوض الباری پارہ ششم ص ۱۵۱ فیوض پارہ اول ص ۹۲ فیوض پارہ ہفتم ص ۱۰۴ طالعہ فرمائیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مکہ اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ کسی شخص نے اپنی رائے سے حرم نہیں بنایا۔

مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت ابدی ہے
إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَوْ يَحْرِمُهَا
النَّاسُ (بخاری)

نیز فرمایا۔

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ يَحْرِمُهُ اللَّهُ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَمَةِ (بخاری و مسلم)

بے شک اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرم بنادیا جس دن آسمان و زمین پیدا کئے۔ تو یہ اللہ کے حرام بنانے سے قیامت تک حرم ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا اور یہ جگہ صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہر دین میں محترم و مقدس تھی۔ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی حرمت ہمیشہ کے لیے ہے۔ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ دیگر متعدد حدیثوں میں حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ (مسلم) اور حدیث زیر بحث میں مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے طوفان نوح کے موقع پر جب بیت المعمور آسمانوں پر اٹھایا گیا تو لوگ مکہ کی عظمت و حرمت بھول گئے۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

۱۔ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا اَبَدًا
اَمِنًا وَاَرْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ التَّمٰتِ

(بقعدہ)

اٹھی اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے
والوں کو طرح طرح کے پھل دے۔

اٹھی لوگوں کے دل کہ معشر کی طرف تامل کر دے۔

(۲) فَاجْعَلْ اٰخِرَتَهُ مِنَ النَّاسِ تَعٰوٰی الْاٰمِیْنِ

تو کہ تو ابتداء ہی سے محترم تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت و عظمت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس بنا پر کہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مجازی طور پر کی گئی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کعبہ کے محراب اولیٰ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ لیکن طوفانِ فرج کے بعد دوسری بار اسی سابقہ بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ یہ تعمیر خاص حضرت ابراہیم کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس لیے حضرت ابراہیم کو بھی محرابِ کعبہ کہتے ہیں ورنہ اولیت تو حضرت آدم ہی کو حاصل ہے۔

حضور نے مدینہ کو حرم بنایا | غور کیجئے حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔
کیونکہ حضور نے تصریح فرمادی، مگر تو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا ہے۔
مکہ عربین و ملت میں محترم رہا ہے۔ مگر مدینہ کی یہ کیفیت نہ تھی، مدینہ شروع ہی سے معظم نہ تھا۔ لوگ مدینہ سے کتراتے تھے۔
دہاؤں و باؤں کا ہجوم تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ کا نام بھی شرب تھا (و باؤں کا گھر) حضور نے فرمایا۔

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔

اِنِّیْ حَرَمْتُ الْمَدِیْنَةَ حَرَامًا (مسلم)

میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔

اِنِّیْ اَحَرَمْتُ مَا بَیْنَ لَا بَیْنَتَہُمَا (بخاری مسلم)

یہاں مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور نے اپنی ذاتِ اقدس کی طرف کی ہے۔ یہ نسبت حقیقی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختار کائنات ہیں۔ جس چیز کو چاہیں۔ محترم و معظم بنادیں۔ یہی وجہ ہے۔ جب حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے۔ تو حضرت عباس کھڑے ہوئے۔ عرض کی حضور اذفر گھاس کو اکھاڑنے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ یہ ہمارے مکانوں کے کام آتی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں اجازت ہے۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جس ملک سے چاہیں کسی چیز کو اس سے مستثنیٰ فرمادیں۔ یہ بھی تو حضور نے اذفر گھاس کے کاٹنے کی اجازت عطا فرمادی۔

خلیل و حبیب میں فرق | اسی سے خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے درجہ و مقام پر روشنی پڑتی ہے۔ خلیل کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے اور حبیب کی ذاتِ اقدس کی طرف مدینہ کو حرم

بنانے کی نسبت حقیقی ہے۔ خلیل نے زمین مکہ جو ابتداء خلق ہی سے محترم و مقدس تھی کہ حرم ہونے کا اعلان فرمایا اور حبیب نے اس زمین مدینہ کو حرم بنایا جو پہلے معظم و مقدس نہ تھی۔ جس کا نام ہی شرب (بلاؤں کا گھر) تھا۔ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاؤں کے گھر (شراب) کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنادیا۔ حضور ہی کے وجود مہر کی وجہ سے مدینہ کو سبوتاگاہ و تدمیان ہونے کا شرف حاصل ہو گیا اور یہ بات ہے بھی کیسی پیاری کہ مکہ میں کعبہ ہے مگر مدینہ میں کعبہ کا قبلہ جلوہ فرما ہے۔
 حاجیوں کو شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
 مکہ معظمہ میں ایک نیل کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر اور مدینہ منورہ میں ایک نیل پچاس ہزار نیلیوں کے برابر مگر ایک گناہ ایک ہی ہے کیوں؟ اس لیے کہ وہاں خیر و شر کی پُرسش یہاں عفو کا بہانہ وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کریم کا آستانہ اس لیے بات کیوں بڑھائیے۔ ہم تو عشق کے بندے ہیں۔ قدر و تامل۔

مکہ معظمہ کی عظمت و برکت
 ۱۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو مکہ معظمہ کا رمضان پائے اور وہاں روزہ و تراویح کی پابندی کرے۔ وہ ایک لاکھ رمضانوں کا — اور ہر دن رات ایک ایک غلام آزاد کرنے کا اور ایک ایک غازی کو میدان جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائیگا۔ (ابن ماجہ و مرقات)
 ۲۔ مکہ مکرمہ میں ایک نیل ایک لاکھ نیلیوں کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر۔ اسی لیے سیدنا امام مالک اور سیدنا امام اعظم، ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مشورہ یہ ہے بیرونی آدمیوں کو مکہ میں مستقل رہائش نہ رکھنا افضل ہے۔ البتہ گاہے گاہے حاضر ہی بہتر ہے (مرقات)۔ ۲۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ۵۰ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام (مکہ) کی ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہے (ابن ماجہ)۔ ۳۔ مکہ معظمہ میں کعبہ ہے جو بقارہ دنیا کا سبب ہے کعبہ کی بدولت لوگوں کے دینی و دنیاوی امور کا قیام ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ قیامہا للناس یعنی قوم مسلم کی دینی، اخلاقی، روحانی، معاشرتی، قومی و ملی امور کا قیام کعبہ سے وابستہ ہے۔ کعبہ بقارہ دنیا کا سبب ہے وہاں خائف کو پناہ ضعیفوں کو امن، تاجروں کو نفع ملتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید نے مکہ کو ام القریٰ، آباؤ لوگوں کی ماں قرار دیا ہے۔ زمین حرم کے کوہ و صحرا کو جناب آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم تک تمام انبیاء کو خصوصی نسبت رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہاں اللہ کے پہلے گھر کعبہ کی بنیاد رکھی یہاں صفا پہاڑی ہے جہاں ابراہیم خلیل نے قیام کیا۔ مردہ ہے جہاں جناب اسماعیل کو راہ خدا میں قربان کیا گیا۔ زم زم کا مقدس چشمہ ہے جو ہر بیماری کے لیے اکسیر ہے۔ اسی مقدس پانی سے حضور کے قلب اطہر کو غسل دیا گیا۔ مقام ابراہیم ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم خلیل نے کعبہ کی دیواریں اٹھائیں۔ حجر اسود ہے جسے لب پاکِ نبوت نے بوسہ دیا جس کی گلیوں میں ملکوں کے سردار، نوریوں کے شہنشاہ حضرت روح القدس جبریل امین علیہ السلام آئے۔ یہیں غار حرا ہے جس سے وحیِ الہی کی پہل کرن طلوع ہوئی۔ یہاں وہ صحن بھی ہے جہاں شہب معراج براق کے قدم پڑے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدار میں نماز ادا کی۔ حضور امام تھے اور تمام انبیاء مقتدی۔ یہی وہ زمین ہے جسے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت کا شرف حاصل ہوا۔ اس شہر کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضور نے اپنی زندگی پاک کے ۵۳ سال یہاں گزارے۔ قرآن نے اسے بلداً آمناً قرار دیا (امن و عافیت کا شہر)

دینا ویران ہو جائے مگر مکہ اور مکہ والے انت العزیز امن میں رہیں گے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرم کا میں اتنا کما

ایسے ہے جیسے اس مقدس شہر

احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ | میں الحاد و بیدینی کو پھیلانا (ابوداؤد)

مطلب حدیث یہ ہے کہ احتکار و قوبر جگہ نا جائز ہے مگر مکہ معظمہ جو مسلمانان عالم کا مرکز ہے اور جہاں ہر ملک اور ہر جگہ کے مسلمان کعبہ مقدسہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہاں غلہ کو ذخیرہ کر کے قحط کی صورت پیدا کر دینا ایسا شدید و سخت گناہ ہے جیسے کہ میں الحاد و بیدینی پھیلانے کی کوشش کرنا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

من یرد فیہ بالحاد بظلم مذقہ من عذاب الیم

نیز کہ معظمہ میں گناہ کرنا، ہزار گناہ کے برابر ہے۔ سینا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف ارادہ گناہ پر کسی جگہ بھی اللہ کے ہاں پکڑ نہیں ہے مگر مکہ معظمہ میں ارادہ گناہ پر بھی پکڑ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ومن یرد فیہ بالحاد اسی بنا پر بعض صحابہ کرام نے مکہ معظمہ کی سکوت ترک کر دی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف میں جا رہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

واللہ انک لحنید ارض اللہ و احبب | بخدا کہہ کی زمین اللہ کی بنائی ہوئی ساری زمین سے بہتر ارض اللہ (ابن ماجہ و ترمذی)

جہور علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔ جہور کا یہ استدلال سراں کھوں پر مگر

طیبہ زہسی افضل کہ ہی بڑا زاہد | ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے اتنی بات یاد رہے۔ یہ اختلاف مدینہ کی بستی افضل ہے یا مکہ کی، ہمک محدود ہے۔ ورنہ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ کا احترام مکہ معظمہ کے احترام کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ منورہ کو زمین کا وہ حصہ جہاں حج حضور جلوس فرماتے ہیں وہ تو مکہ معظمہ بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے (مرقات)

بَاب مَا يَذْكُرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحِكْرَةِ

باب غلہ کی خرید و فروخت اور حکمہ کے متعلق

حکمہ کے لغوی معنی سامان کے فروخت سے روکنے کے ہیں۔ فقہاء اسلام نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کو چند شرطوں کے ساتھ منسوخ قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ احتکار کرنے والا غلطی ہے (احمد، مسلم، ابوداؤد) جس نے چالیس روز غلہ روکا۔ پھر وہ سب خیرات کر دیا تو بھی گناہ ادا نہ ہوگا۔ (رزین) نے گراں کرنے کے ارادہ سے چالیس روز غلہ روکا۔ اللہ تعالیٰ سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری (رزین) نے مسلمان پر غلہ روکا اللہ تعالیٰ اسے جہرام اور افلاس میں مبتلا کرے گا (بیہقی)۔

ذخیرہ اندوزی کب ممنوع ہے؟

واضح ہو کہ ذخیرہ اندوزی بالکل ممنوع نہیں ہے۔ تجارت کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ اشیاء کو جمع رکھا جائے یا جب بازار میں نرخ گرے ہوں خرید اہلے اور

پھر حسب موقع و محل نفع کے ساتھ بیچا جائے۔ فصل کے موقع پر غلہ وغیرہ سستا ہوتا ہے۔ اسے خرید کر رکھا جاتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب بھاؤ پڑھتا ہے تو فروخت کیا جاتا ہے۔ تو اگر مطلقاً ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیا جائے تو پھر کاروبار تجارت کو جاری رکھنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اندام حالات میں ذخیرہ اندوزی شرعاً نہ گناہ ہے اور نہ ممنوع۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کی علت اضراء ہے۔ یعنی ایسے حالات کا ہونا کہ اشیائے ضروریہ کے ذخیرہ کرنے سے باشندگان ملک کو نقصان پہنچے۔ جیسے قحط، سیلاب، آفت کے زمانہ میں راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اشیائے ضروریہ کی قلت ہو جاتی ہے۔ ملکی ضرورت کے لیے بیرون ملک سے غلہ منگایا جاتا ہے۔ کبھی اس کے آنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ کبھی حالات نازل ہوتے ہیں مگر ذخیرہ اندوز اشیائے ضروریہ کو ذخیرہ کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسی تمام صورتیں احتکار ناجائز کے ضمن میں آتی ہیں اور ایسے حالات میں اشیائے ضروریہ کی ذخیرہ اندوزی خصوصاً غلہ کو ذخیرہ کرنا تاکہ لوگ غم پریشان ہوں اور غم گراں قیمت پر خرید لے کر پھر بڑی قیمت پر بیچ دینا ناجائز ہے۔

حضرت سالم اپنے والد حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بازار میں غلہ خرید کر اسی جگہ (غیر ناپے تولے قبضہ کیے) فروخت کر دیتے تھے تو اس پر ان کو سزا پیش کی جاتی تھی کہ جب تک غلہ منتقل نہ کریں فروخت نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غلہ کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ طاؤس کہتے ہیں۔ میں نے ابن عباس سے اس کا مطلب پوچھا کیا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ تو درہم کو درہم کے بدلے بیچنا ہوا غلہ تو ربید میں دیا جائیگا۔ ابو عبد اللہ بخاری نے فرمایا۔ بیعتوں کے معنی تاخیر کے ہیں۔

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مَجَازَةً يَصْرِفُونَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يَرْجِعُوا إِلَى رِجَالِهِمْ

(بخاری)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَشْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لَا بَنِي عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمٌ وَالطَّعَامُ مَرْجَاةٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مَرْجُؤٌ مَوْحَرُونَ

(بخاری)

بیع قبل از قبض کے مسائل

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ (بخاری) ترجمہ حضرت عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بھی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ سے پہلے نہ بیچے۔

ان احادیث کی تعلیم و ترجمانی یہ ہے کہ۔

فوائد و مسائل

۱۔ مجان خد پر زبر، دو وجہ سے پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ کہ یہ مصدر محروف کی صفت ہو یا اسے طالع قرار دیا جائے ۲۔ جذا ف بکسر افع و اشتر ہے۔ اس کے معنی بغیر ناپے تولے (قبضہ کے) بچنے کے ہیں ۳۔ عزرا سے مطابقت اس حدیث کی یہ ہے کہ معجازۃً بیچنا۔ بیع قبل القبض کو متضمن ہے ۴۔ اس حدیث سے واضح ہوا۔ وہ اشیاء منقولہ ہیں انہیں قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دینا منع ہے۔ اگر کسی نے خرید شدہ اشیاء منقولہ غلہ، کپڑا، روٹی وغیرہ کو قبل قبضہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ دوسری فروخت (بیع فاسد) قرار پائے گی۔ البتہ خریدار اس بیع کے بعد اس چیز پر قبضہ کر لے تو اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ لیکن پہلی فروخت بدستور باقی رہے گی۔

بیع قبل القبض کا طریقہ اس زمانہ میں عام ہے۔ یہ اگر اشیاء منقولہ میں ہو تو یہ بیع فاسد ہے۔ مثلاً روٹی فریڈی اور قبضہ حاصل کرنے سے پہلے اسی کے ہاتھ جس سے خریدی تھی فروخت کر دی یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کی خواہ اسی قیمت خرید پر فروخت کر دی تو یہ بیع فاسد ہے۔

حضرت مالک بن ادس سے مروی ہے کہ انہوں نے پوچھا آپ لوگوں لوگوں میں کوئی بیع صرف کرتا ہے۔ طلحہ نے فرمایا۔ میں کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت کر سکتا ہوں کہ جب ہمارا خزانچی غائب سے آجائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی مزید بات نہیں تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن ادس نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا سوئے کو سوئے کے بدلے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے، لایہ کہ نقد ہو۔ گیہوں کے بدلے میں (خریدنا یا بیچنا) سود میں داخل ہے، لایہ کہ نقد ہو۔ کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے، لایہ کہ نقد ہو اور خرچہ جو کے بدلے میں لایہ کہ نقد ہو۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَدِيسٍ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَاعٌ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتَّى يَبِيعَنِي خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ قَالَ سَفِيَانٌ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَا مِنْ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ فَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَالِكٍ ابْنُ أَوْسٍ يَمِيعُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْأَهْأَاءُ وَاللَّبَنُ بِاللَّبَنِ وَالْأَهْأَاءُ وَالْهَاءُ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالْأَهْأَاءُ وَالْهَاءُ

۱۔ لفظ ہا در اصل ہا کہ تعابضی خذ اسم فعل یعنی امر۔ لک کو ہمزہ سے بدل دیا یا ہا اسم فاعل یعنی امر ہے۔ ہمزہ پر زیر یا زبر یعنی یہ لفظ صورتہ اسم اور معنی فعل ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی خذ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے۔

فوائد و مسائل

مطلب یہ کہ جیسے ہم وزن اور ہم جنس استعمالات میں زیادتی حرام ہے۔ اسی طرح ادھار بھی حرام ہے۔ دونوں طرف سے دست بدست برابر برابر میں دینا چاہیئے۔

۲۔ یہ حدیث اصناف کے توقف کی تائید و توثیق کرتی ہے کہ ہم جنس و ہم وزن میں زیادتی حرام ہے۔

۲۔ من عندہ صرف کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مالک بن اکس نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں کوئی بیع صرف کرتے ہیں؟ تاکہ دینار کے بدلے درہم لیں۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا۔ ہم کرتے ہیں۔

۴۔ اس حدیث میں سونا، گینٹوں، جو، کھجور اور دوسری امانیت میں چاندی اور نیک کا ذکر ہے تو ان چھ چیزوں میں سود کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے کہ ان چیزوں کا باہمی تبادلہ اور بیع کی جلتے تو ان میں زیادتی بھی سود ہے۔ اسی طرح برابر سربادھار لیا دیا تو بھی سود ہے۔ سونے کو سونے کے عوض بیع کی جائز صورت صرف یہ ہے کہ برابر سربادھار بدست نقد معاملہ کیا جائے۔ سونا خواہ کسی بھی شکل و صورت و نوعیت میں ہو۔ زیور ہو، سکہ یا نقش و نگار والا ہو یا سادہ ہو جو از کی صورت میں ہے کہ ایک تولہ سونے کا زیور ایک تولہ سونے کے بدلے بدست نقد لیا جائے۔ اگر وزن تو برابر ہے مگر ادھار کا تو یہ شکل بھی سود ہے اور حرام ہے۔

۵۔ واضح رہے سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ہاں، سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنے میں کمی بیشی و ادھار کی ممانعت کی علت ہم وزن ہونا اور ہم جنس ہونا ہے۔ تو زیادتی کے سود کی حرمت و شرطوں ہم وزن ہونا اور ہم جنس ہونا پر موقوف ہوگی اور ادھار کے سود کی حرمت صرف ایک شرط پر موقوف رہے گی یا ہم وزن ہو یا ہم جنس ہو اس قاعدہ کے مطابق، اگر ایک تولہ سونا دس تولہ چاندی کے عوض بیچا تو حلال ہے سود نہیں۔ مگر اس صورت میں جو بیع بیچنا سود ہے اور حرام ہے کیونکہ سونا اور چاندی اگرچہ ایک جنس سے نہیں ہیں۔ مگر ہیں دونوں وزنی وزن سے فروخت ہوتے ہیں۔ نیز سونے کو سونے کے عوض یا سونے کو چاندی کے عوض بیع کی صحت کے لیے مجلس میں قبضہ بھی شرط ہے جس کی توضیح و تشریح آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔ بغور پڑھ لیں۔

واضح ہو

کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر بحث میں سود کی جس قسم کو بیان فرمایا ہے فقہاء اسلام اسے دیا البیع، دیا الفضل، دیا العقد کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حدیث زیر بحث میں جن چھ اشیاء کے باہمی تبادلہ میں کمی بیشی اور ادھار کو سود قرار دے کر حرام و ممنوع بنایا گیا ہے تو اس کے حرام اور سود ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ ائمہ اربعہ میں اختلاف صرف اس امر پر ہے کہ یہ حکم صرف ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص ہے یا یہ چھ چیزیں بطور مثال بیان فرمائی گئیں ہیں اور کچھ دوسری اشیاء اس حکم میں داخل ہیں تو ان کا ضابطہ اور حکم کیا ہے؟

۱۔ اہل ظاہر، مسروق، طائوس، شعبی قتادہ و عثمان البیہی کا مسلک یہ ہے۔ حکم مذکور صرف ان چھ چیزوں کے ساتھ

متحد و جوہر ہونے کی بنا پر ہم جنس اشیاء کا باہمی تبادلہ کا رواج آج بھی ہے۔ حتیٰ کہ حکم میں اس دور میں بھی اشیاء کا تبادلہ اشیاء سے کرتے ہیں۔ نیز یہ ممکن ہے۔ اس چیز کی کوئی ایسی خصوصیت ہو جس سے خیرین فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں اور یہ ممکن ہے کہ کوئی چالاک و عیار کسی سادہ کو یہ باور کر دے کہ وہ ایک بری گندم اس گندمی عام بری گندم کے برابر ہے۔ سونے کا یہ پترو جس پر ایسا لاجواب نقش بنا ہوا ہے کہ یہ دو چندان سونے کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں لوگ دھوکہ میں پڑ کر نقصان اٹھا سکتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے ایک جنس کو کسی کی جس کے ساتھ کمی بیشی اور ادھار کو حرام قرار دے کر لوگوں کو اس نوع کے مفاسد اور نقصانات سے بچایا ہے۔

ہی خاص ہے۔ ان کے علاوہ جس قدر اشیاء ہیں۔ ان کی بیع میں کمی بیشی اُدھار جائز ہے۔ لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے۔ ان چھ چیزوں کے حکم کی علت معلوم کی جائے گی۔ پھر جن اشیاء میں وہ علت پائی جائے گی ان کے لیے بھی ہی حکم دیا جائیگا جو ان چھ چیزوں کے لیے ہے۔

بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

باب غلہ کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو بیچنے والے کے قبضہ میں نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جس چیز سے منع فرمایا تھا وہ غلہ کی بیع تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ میں تمام اشیاء کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں (کہ قبضہ سے پہلے نہ بیچی جائیں)۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جب بھی غلہ خریدے تو اسے پوری طرح قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔ اسماعیل نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ جو شخص غلہ خریدے تو اس کو قبضہ سے پہلے نہ بیچے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غلہ خرید کر اسی جگہ بغیر ناپے تو لے قبضہ کیے (فروخت کر دیتے تھے تو انہیں سرزنش کی جاتی تھی کہ جب تک منتقل نہ کریں فروخت نہ کریں)۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَمَّا الَّذِي تَهْلِكُ عَنْهُ الذَّبْيُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يَقْبِضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ

(بخاری)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ زَادَ اسْمَاعِيلُ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ

(بخاری)

بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جَزَأًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَرَبُ فِي ذَلِكَ (بخاری)
باب جن کے نزدیک سہارے کہ اگر کوئی غلہ خریدے تو اسے تھک بیچے جب تک اپنی قیام گاہ پر منتقل نہ کرے اور صلاۃ نزی پر سزا لیا
إِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لَعَنَ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُونَ جَزَأًا يُعْنِي الطَّعَامَ يَهْضُمُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِمْ

(بخاری)

فوائد و مسائل

۱۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع قبل القبض۔ معلومات کھانے کی اشیاء غلہ وغیرہ اور غیر منقولات زمین وغیرہ دونوں میں ناجائز ہے۔ حضرت امام مالک کا موقف یہ ہے کہ حدیث میں چونکہ طعام کا لفظ ہے۔ اس لیے صرف کھانے والی چیزوں، غلہ فروخت وغیرہ میں بیع قبل القبض ممنوع ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اشیاء میں جائز ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ منقولات غلہ، پھل وغیرہ میں بیع قبل القبض ناجائز اور فاسد ہے لیکن غیر منقولات زمین وغیرہ میں جائز ہے (طیبی)

بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَتَقَبَّضَ

باب، جب کوئی سامان یا جانور خرید اپھر اسے بیچنے والے ہی کے پاس رکھ دیا، یا قبضہ کرنے سے پہلے بائع مر جائے۔ تو کس حکم ہے؟

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا منسک یہ ہے کہ مشتری نے ابھی میع پر قبضہ نہیں کیا۔ اور میع بائع کے فعل سے ہلاک ہوگئی یا خود میع نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا یا کسی سادی آفت سے ہلاک ہوگئی تو بیع باطل ہوگئی بائع نے من پر قبضہ کر لیا ہے تو واپس کر دے۔ اور اگر مشتری کے فعل سے ہلاک ہوگئی اور بیع مطلق ہو یا مشتری کو شرط خیار ہو تو ایسی صورت میں مشتری کو من (جو قیمت ملے ہوئی ہے) بائع کو دینا پڑے گی۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا أَدْرَكَتِ الصَّفَقَةُ حَيًّا مَجْبُوعًا فَهُوَ مِنْ لَمْ يَتَّجِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جائیداد کی طرف سے ایجاب و قبول کے بعد (وہ چیز جو جاندار تھی) اور جہن کی خرید و فروخت ہوئی تھی۔ اپنی اصلی حالت پر زندہ و صحیح و سالم تکلی تو وہ خریدنے والے کی قرار پائے گی۔

(بخاری)

فوائد و مسائل

اس تعلیق کو امام بخاری نے دو ارقطعی نے وصل کیا ہے۔ لفظ یہ ہیں ما ادرکت الصفقة حیاً فہو من مال المبتاع۔ اس میں مجموعاً لفظ نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد اگر مشتری نے میع پر قبضہ نہ کیا اور وہ بائع کے پاس ہلاک ہوگئی۔ تو مشتری کی قرار پائے گی۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اثر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنوان بنایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایسے دن بہت کم آتے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام میں سے کسی نہ کسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں، پھر جب آپ کو مدینہ ہجرت کی اجازت ہوئی تو آپ (صبح و شام) آنے کے معمول کے خلاف (طرز کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں انہیں ہمارے دو۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری بیوی و بیٹیاں ہیں۔ یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے، مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں بھی ساتھ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَنِيَّ أَبِي بَكْرٍ أَحَدٌ طَرَفِي النَّهَارِ فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرْعَ الْوَقْدَ أَنَا ظَهْرًا فُخِرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ مَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لَأَهْرَ حَدَثَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِي يَا بَكْرُ أَخْرِجْ مَعَكَ عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَنْفِي عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ الصَّحْبَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعَدْتُ لِهَمَّا لِلْخُرُوجِ فَخُذْ أَحَدَهُمَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالْمَنِّ (بخاری)

رہوں گا۔ فرمایا، ہاں تم بھی ساتھ رہو گے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں۔ جنہیں میں نے ہجرت ہی کی نیت سے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے ایک لے لیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیمت کے بدلے میں نے ایک اونٹنی لے لی۔

فوائد و مسائل

عنوان سے مطابقت اس حدیث کی اس طرح ہے کہ عنوان کا پہلا جُز یہ ہے فوضعه عند الباقع اور حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ قد اخذتہا میں نے یہ اونٹنی خرید لی تو حضور نے وہ اونٹنی حضرت ابوبکر (جو کہ بائع تھے) ان کے پاس ہی رہنے دی۔ عنوان کے دوسرے جُز سے حدیث زیر بحث کی مطابقت فی طریق الاعلام بان حکم الموت قبل القبض حکم الوضع عند الباقع قیاسا علیہ (یعنی) ۲۔ لَقُلْ یَوْمَ۔ قُلْ فعل ماضی ہے یعنی نفی۔ لام جواب ہے قسم محذوف کا تو اب معنی یہ ہوں گے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا کہ روزانہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جلوہ ریز ہوتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ پر حضور کا کرم خاص

بیت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ————— یعنی کوئی دن ایسا نہ آتا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جلوہ ریز نہ ہوتے۔ یہ حضور کا حضرت صدیق اکبرؓ پر خاص کرم تھا کہ حضور ان کے مکان پر ہر روز تشریف لے جاتے تھے (۳) پھر جب حضور نے فرمایا۔ مجھے ہجرت کا حکم آگیا ہے۔ میں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے پہلے صرف یہ عرض کیا۔ الصَّحْبَةُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ یا رسول اللہ مجھے بھی شرف ہم رکابی حاصل ہوگا؛ حضور نے جواب دیا۔ ہاں تم بھی ساتھ ہو گے۔

ہجرت کا واقعہ

نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا۔ اکثر صحابہ مدینہ پہنچ گئے۔ قریش نے محسوس کیا کہ مدینہ جا کر مسلمان طاقت پکڑتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے دارالندوہ میں قریش کے سرداروں کا اجلاس کیا اور مکمل غور و فکر و بحث کے بعد ابراہیلؑ نے کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرستادہ مقرر کرو اور تمام مل کر حضور کا خاتمہ کر دو۔ اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور قبیلہ بنی ہاشم اکیلا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے منہ اندھیرے ہی حضور علیہ السلام کا محاصرہ کر لیا گیا اور حضور باہر آئیں تو حملہ کیا جائے۔ آپ کو کفار قریش کے اڑدہ کی خبر تھی۔ حضرت علیؓ کو بلوایا۔ تم میرے پٹنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ حضور سے قریش کو اس درجہ عداوت، انحراف و عداوت تھا کہ اپنی امانت حضور کے پاس رکھتے تھے۔ رات زیادہ گزر گئی تو حضور ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر جبل ثور کے غار میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے جو بوسدگاہ غلافی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ہجرت کے متعلق تین روز قبل ہی مشورہ ہو چکا تھا۔ تین راتیں غار میں گزریں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام بکریاں لاتا اور حضور ابوبکرؓ دو دودھ نکالتے۔ تین دن تک یہی غذا تھی۔ صبح کو قریش کی آگ بھڑک اٹھی تو ستر رسولؐ پر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کرمایا پھر حضور کی تلاش میں غار کے دہانے تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی دشمن قریب آگئے۔ حضور نے فرمایا۔ لَا تَخْذُوا ان اللّٰہَ مَعَنَا۔ گھبراؤ نہیں خدا ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

فائدہ | حدیث زیر بحث میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آ گیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ نبوت میں جو قرب حاصل تھا اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس محنت پر ان کے دفتر فضائل و مناقب کی ایک جھلک پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ

حضرات غلامِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع میں اصدق العاقلین سیدنا عقیق۔ امام العارفین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق و صداقت کی وہ مثلِ تاباں ہیں جو حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے منظر اتم اور آپ کی سیرت و کردار کے کامل نور تھے آپ کا لقب تجلیاتِ جمالِ نبوت کا ہر ان جلوہ گاہ بنارہا اور آپ نے آفتابِ نبوت سے بے واسطہ فیض حاصل کیا۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی حلیہ صدیق و متیق لقب اور کنیت ابو بکر ہے۔ حاکم ابن سعد اور ابویعلیٰ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک مکان میں جلوہ فرماتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

”مَنْ سَرَّكَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَيْنَيْ بَنِي النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى بَنِي بَكْرٍ“ جسے نہیں پر دوزخ سے آزاد کے ہو چکنا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔ آپ کا دوسرا لقب صدیق ہے اسلام سے قبل بھی آپ کا صدق مشہور تھا قبائلی عرب آپ کی دیانت و امانت اور حسن معاملہ کے معترف تھے حضرت قتادہ قرظی نے صبحِ شبِ معراج سے آپ لقب صدیق سے متنازع ہوئے کفار نے جب واقعہ معراج سنا تو حضرت صدیق اکبر کے پاس آئے کہنے لگے اب حضور کے تعلق متاری کیا رائے ہے آپ نے فرمایا: ”لَقَدْ صَدَقَ وَإِنِّي لَأَكْثَرُ قَوْمَهُ“ (حاکم و مستدرک) ”حضور نے سچ فرمایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔“ سید ابن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام معراج سے واپسی پر مقام ذی طوی میں پہنچے تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا، میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا، ابو بکر تصدیق کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔

جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:۔
”إِنَّ اللَّهَ أَخْلَقَ إِسْمَ أَبِي بَكْرٍ مِنْ السَّمَاءِ الْعَلِيِّ“ ”خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔“
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مزید فرمایا:۔

”ابو بکر وہ شخصیت ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے زبانِ جبرائیل علیہ السلام و زبانِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رکھا وہ نازنین حضور اکرم علیہ السلام کے خلیفہ تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں

ہمارے دین کے لئے پیدا فرمایا تو ہم اپنی دنیا کے لئے ان سے راضی ہیں (خاکم و مستدرک)
مکہ کے پہاڑ شیر رضو علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جلوہ فرماتے۔
پہاڑ رز نے لگا حضور علیہ السلام نے پہاڑ پر ٹھوکر ماری اور اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

أَنْتَ كُنْ نَبِيًّا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَشَهِيدَانِ ”اے پہاڑ پھر جا اس وقت تجھ پر نبی صدیق اور دو شہید عثمانؓ ہیں
سبحان اللہ! جس جتنی مقدس کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق قرار دیں اس کے صدیق ہونے میں کسے
شہبہ ہو سکتا ہے؟ حضور علیہ السلام کی زبان تو مرضی الہی کی ترجمان ہے،

نبوت کے بعد دیر بھی صدیق ہی کا ہے مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ لَمَّا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونے کی
بنا پر غصہ بلا فصل ہونا اور افضل امت ہونا بالکل واضح ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مرضی وفات میں حضور علیہ السلام نے مجھ سے
ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہم کو بلاؤ تاکہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک
حکم نامہ لکھوا دوں :-

فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّبِعَنِي حَمَقٌ وَيَقُولَ قَائِلٌ أَسَأَ وَلَا يَأْتِي اللَّهَ وَالْمُسْمُونُونَ إِلَّا أَبَابُكِرٍ
”مجھ ڈر ہے کہ کوئی تنکا گریزا لافنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں تنقی (مذہبوں) اور اللہ تعالیٰ اور مومنین چاہتے ہو ابوبکر کو؟“
حکیم الامت حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے غلط فہم راہنہدین کی اسلام میں آئینی و دستوری
حیثیت کو ان غلطوں میں بیان فرمایا ہے :-

”ایام خلافت تہذیب ایام نبوت بودہ است گویا در ایام نبوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تہذیب زبان
اقدس سے فرمود و در ایام خلافت ساکت نشسته بدست و سر اشارہ میفرماید۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۵)
”خلافت راشدہ کا دور دوزیوت کا تہذیب تھا گویا دوزیوت میں حضور علیہ السلام صراحتہ زبان اقدس سے
(احکام شرع) بیان فرماتے تھے اور دور خلافت میں حضور عاشی سے جلوہ فرما سر اور ہاتھ کے اشاروں
سے سمجھاتے ہیں“

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ حضرت امام باقرؓ کا ارشاد
عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تلوار کا قبضہ
چاندی کا بنوانا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کا قبضہ چاندی کا بنوایا تھا،
عروہ نے کہا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟

فَوَسَّيْتُ وَثْنَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقَبْلَةَ وَقَالَ يَنْعَمَ الصِّدِّيقُ يَنْعَمَ الصِّدِّيقُ يَنْعَمَ الصِّدِّيقُ
فَمَنْ لَمْ يَصِلْ لَمْ يَصِلْ لَمْ يَصِلْ فَلَمْ يَصِدَّقْ اللَّهُ لَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - (کشف الغم ص ۱۲)

”اس پر امام باقر اپنی جگہ سے اچھے اور کعبہ کی طرف چہرہ کر کے فرمایا کیا اچھے صدیق تھے کیا اچھے صدیق
تھے کیا اچھے صدیق تھے۔ جو شخص ابوبکر کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے“
اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :-

۱۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی زبان فیضِ ترجمان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق کا نام امت
سے افضل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ تو اس پر قرآن منصوصہ قرائن سے ثابت ہے کہ انبیاء کے بعد مرتبہ صدیقین کا ہے اور صدیق
تمام امت سے افضل ہوتا ہے۔

۲۔ سائل کے سوال کا مال یا نہیں میں جواب دے دینا کافی تھا مگر حضرت امام باقر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل
کو دلیل بنا کر جواب دیا جس سے واضح ہوا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسائل کا شرعی فیصلہ کرنے کے لئے حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کا قول و عمل حجت و سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ان کے لقب صدیق کا بھی ذکر فرمایا
حالانکہ صرف نام لینا ہی کافی تھا جس سے واضح ہوا کہ حضرت امام باقر کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہی حجت و عقیدت تھی کہ
آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق کے بغیر ان کا نام لینا گوارا نہ ہوا۔

۴۔ جب امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا تو سائل کو تعجب ہوا اس نے امام سے سوال کیا آپ بھی ابوبکر کو
صدیق کہتے ہیں؟ اس پر امام کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے
صدیق ہونے کو بیان فرمایا نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جو ابوبکر کو صدیق دیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق میں
کرے گا۔

علامہ طبری آئینہ مبارکہ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ (رسول اللہ) وَصَدَّقَ بِهِ (ابوبکر) (تفسیر جامع البیان)
”حق و صداقت کو لانے والے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکر مراد ہیں“

اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد
سب سے افضل و برتر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذات گرامی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

كُنَّا فِي تَمِيمٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَتَعْدِلَ بَابِي بَنِيكَ أَحَدًا
كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْضَلُ أُمَّةٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِيكَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

”وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ کہتے تھے کہ حضور کے بعد امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں،
پھر عمرؓ، عثمانؓ رضی اللہ عنہم“

چاندنی رات مئی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرسِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ فرما تھے ایسے میں اہلِ مینین
سیدہ عائشہ صدیقہ عقیقہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ کے عرس کی یا رسول اللہ آسمان کے ستاروں جتنی بھی کسی کی نیکیاں
ہیں، حضور نے جواب دیا ہاں عمرؓ کی ہیں، عرس کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی کیا کیفیت ہے حضور نے فرمایا:-

”جَئِئْتُكُمْ حَسَنَاتٍ عُمَرُ كَسَنَةٌ وَاحِدَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِي بِكُلِّ
عَمْرٍ كِتَابٍ نَّيَّيَاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں“

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہنری کے دو وزیر آسمان کے فرشتوں میں سے اور دو وزیر زمین
والوں میں سے ہوئے ہیں فرشتوں میں میرے دو وزیر جبریل و میکائیل علیہ السلام ہیں

”اور اہل زمین سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمرؓ ہیں“

امیرِ مومنین سیدنا علیؓ نے اپنے محبوبِ بقیام

حضرت شہیدِ خدائے مرفضیؓ کا فیصلہ

وَكَانَ أَفْضَلُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ كَتَابَهُمْ وَأَنْصَحَهُمْ إِلَيْهِ وَلَيْسَ سُوْلُهُ الْخَلِيفَةُ الصِّدِّيقُ وَخَلِيفَةُ الْخَلِيفَةِ
الْفَارُوقُ وَكَعْدَةُ حَيَاتٍ مَّكَانًا فِي الْإِسْلَامِ لِعَظِيمٍ وَكَانَ الْمَصَابِيحُ الْجَدُّ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيدًا يَحْتَمُّهَا
اللَّهُ وَجَزَاءُهَا بِأَحْسَنِ مَا عَمَلُوا-

”اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلاص رکھنے میں سب سے بڑھ
کر (جیسا کہ تم نے بیان کیا) خلیفہ صدیق ہیں اور خلیفہ فاروقؓ ہیں مجھے اپنی جان کی قسم تحقیق ان
دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور تحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم لگا اللہ تعالیٰ ان
دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا ثواب فرمائے“ (شرح صحیح ابوالخیرؒ ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

لَسْتُ بِمُتَّبِعِكُمْ فَضْلًا أَفِي بَكْرٍ وَلَسْتُ بِمُتَّبِعِكُمْ فَضْلًا عُمَرُ وَلَكِنْ أَبُو بَكْرٍ أَفْضَلُ مِنِّي

”میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے فضائل کا متبع نہیں ہوں لیکن ابو بکرؓ سے افضل ہیں“ (احتجاج طبرسیؒ ج ۲ ص ۱۸۷)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ

حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد، عنہما کے حق میں فرماتے ہیں:-

هَذَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِمَانِ عَلَى الْحَقِّ وَمَا عَلَى الْحَقِّ فَعَلُوْهُمَا رَحْمَةً اِلٰهِيَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ

”یہ دونوں امام ہیں عادل و انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے حق پرستی کا انتقال ہوا ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام اور خلیفہ برحق تھے۔ وہ عادل اور منصف تھے وہ حق پر تھے اور وفات تک حق پر رہے وہ قیامت کے دن متقی رحمت الہی میں خاص رہے خلیفہ برحق وہی ہو سکتا ہے جو فاضل و عاقل نہ ہو اور رحمت الہی کا متقی بھی وہی ہوتا ہے جو ایمان و تقویٰ میں کامل و مکمل ہو جو فاضل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ان تمام معامل کا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کئے جانے میں قلع قمع ہو گیا۔

تفسیر حضرت امام عسکری (رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:-
میں زیر سورہ بقرہ لکھتا ہوں کہ جو کسی عالم کو مجرم صلی اللہ علیہ وسلم

جَعَلَكَ مِثْلِي يَسْتَلِئُكَ النَّعْمَ وَالْبَصَرَ وَالرَّأْسَ مِنَ الْجَسَدِ وَيَسْتَلِئُكَ الرَّوْحَ مِنَ الْبَدَنِ (منہی اللعالم)
”بایقین اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سمیع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔“

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ سنا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ فنا فی الرسول کے دیگر پانچ تر تھے حضور کے ساتھ انی کو جو محبت و عقیدت تھی وہ ایک جان و دو قالب کی شیت افتخار و گہرائی تھی۔ اہل عشق و محبت ہی حضور کے مذکورہ بالا کلمات علیت کی عظمت کا احساس کئے تھے میں حضور و در عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی سمیع و بصر“ اور جان و دل قرار دے کر آپ کے افضل امت ہونے کی ایسی نشاندہی فرمائی ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق ہے۔
شیعہ حضرات کے اکابرین میں سے ملا مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں صحابہ کرام کی تعداد چار لاکھ بتائی ہے اور علامہ شریف مرتضیٰ

نے بہار الانوار کی جلد سوم میں یہ تصریح کی ہے کہ تمام مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا اور برضا و رغبت بلا جبر و کراہ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔
”وجميع مسلمانان بالابوکر بیعت کردند و اطهار رضا و خوشنود و خوشنودی باو و سکون و اطمینان بسوئے او نمود و گفتند کہ ما عاقت او بیعت کنندہ و خارج از اسلام است“

”تمام مسلمانوں نے برضا و رغبت خود کو حق قلبی کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مخالف بگڑی اور اسلام سے خارج ہے۔“

یہ ہے خلافت صدیقی کے حق و صواب ہونے کے متعلق چار لاکھ مسلمانوں کا فیصلہ ہیں مہاجرین و انصار اور بنی ہاشم اور اہل بیت نبوت بھی شامل تھے۔

ابو یونس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے فضل و کمال کے منظرِ رقم بختم اس نے اپنی مزاج شناس رسول کے

مزاج شناس رسول

منصب رفیع پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اسرار و معارفِ سب سے زیادہ سمجھنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک دن اپنے خطیب میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا خواہ وہ دنیا کو اختیار کرے یا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسے اختیار کرے تو اس بندے نے وہ اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رشتے لگے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ ابوبکر کیوں رونے لگے، آخر اس میں رونے کی بات ہی کیلئے ہے؟ لیکن بعد میں ہمیں معلوم ہوا اس بندے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات پاک تھی اور اس خطیب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات کی خبری تھی جس کو صحابہ میں سے کوئی نہ سمجھ سکا صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کلمات نبوی کی رمز کو سمجھا اور رونے لگے۔

وَكَاَنَّ ابُو بَكْرٍ اَعْلَسًا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَا تَكَلِّمْ، اِنَّ اَمَنَ النَّاسَ عَلَيَّ فِي مَعْصِيَةٍ وَمَا لِي اَبُو بَكْرٍ
وَلَكُلْتُ مَسْخَدًا مِنْ اَمْتِي خَلِيلًا لَا تَخَذَلُ اَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ اخُوهُ الْاِسْلَامَ وَمَوْدُوهُ لَا يَفِيْقِيْنَ
فِي الْمَسْجِدِ بَابُ الْاِسْدِ الْاَبَابُ اِنِّي بَكْرٌ۔ (بخاری)

”اور ابوبکر ہم سب میں زیادہ علم رکھتے تھے پھر حضور نے فرمایا ابوبکر مت رو، تمام لوگوں میں کسی کے مال اور در رفت کا احسان مجھ پر اتنا نہیں دینا ابوبکر کا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو فیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا مگر اسلامی محبت و اخوت ہے مسجد کی طرف کسی کا دروازہ باقی نہ رہے مگر اس کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے“

یہ حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذوقِ فناء کا گنجینہ ہے۔

صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ علم مانتے اور جانتے تھے عظمت سے مراد وہ دوستی ہے جو صرف عبد و معبود کے درمیان ہو سکتی ہے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ پوری امت میں صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائقِ عظمت تھے مگر میرا فیل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

زبانِ رسالت کے اس اعلان کی عظمت پر غور کیجئے مجھے صدیق کے مال نے جو نفع دیکسی کے مال نے نہیں دیا“

حضرت صدیق اکبر کے حق میں حضور علیہ السلام کے یہ کلمات طبیاتِ آپ کے مخلص بنیامند اور جاں نثار ہونے کی ایسی گواہی ہوئی کہ جس کا انکار آقا پر متناہ کے انکار کے مترادف ہے۔

اشاعت و استحکام کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایشار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ جواد و سخا تھے آپ نے اپنے تمام وسائل کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا آپ اسلام کی اشاعت و استحکام کے لئے بے دریغ خرچ کرتے تھے توسل غلاموں اور مسلمان اسیروں کو کفار کے پیچہ نظم سے آزاد کرتے تھے اور اس کام کے لئے بیشال مالی ایشار سے کام لیتے تھے اسلام کے لئے آپ کی فیاضی و سخاوت اور قربانی کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود خالق کائنات نے آپ کے مالی ایشار کو قرآن مجید میں بیان فرما کر اس کے مقبول و محمود ہونے کی سند عطا فرمادی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کی کچی مقبول فرماتا ہے جو دینِ محمدی میں نکتہ ہیں :-

عَنْ ابْنِ التَّيْمِيَّةِ قَالَ رَأَى الْآيَةَ تَزَلَّتْ فِي آيَةِ بَيْتِكَ لِقَاءِ شَرِّ الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ أَشْكَلُوا لِكُلِّ عَامِلٍ مِمَّنْ مَنَعَهُمْ وَأَعْتَقَهُمْ آيَةُ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی جب کہ وہ اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد فرما دیتے تھے

قرآن مجید کی جس آیت کا شان نزول علامہ طبرسی نے بیان کیا ہے وہ آیت مبارکہ یہ ہے :-
وَسَيُجَنَّبُهَا الَّذِينَ الَّذِينَ يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى

”اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ سقرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے بے شک قریب ہے کہ وہ رہنی ہوگا“

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گراں قدر نعمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو اس پر تعجب ہوا، انہوں نے کہا صدیق اکبر نے بلال کو اس لئے آزاد کیا کہ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بلال رضی اللہ عنہ کا کوئی احسان ہے — غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس شکی کو قرآن مجید میں اعلان فرمادیا اور یہی اسکی مقبول ہوتی ہے جو مخلص مسلمان ہو اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ثابت ہوئی کہ جو شخص ان کے مخلص مسلمان ہونے کا انکار کرے وہ مسترد ان کا منکر قرار پائے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت بھی بہت ہی پر غفلت ہے کہ حضور سرور

امن الناس عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خدمات اور اپنی روبروئی کا اعتراف فرمایا حضور نے فرمایا:-
تَانَعَيْنِي مَالٌ اَحَدٌ فَقُلْتُ مَا لَكَ اِيْذَا كُنْتُ اَكْبَرُ (تذری) مجھے کسی کے مال نے تانا نفع نہیں دیا قہتا ابوبکر کے مال نے نفع دیا۔
یہ شرف بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کو حضور سے جو دوا نہ محبت تھی اور حضور کے
لئے آپ نے جس اینار و قربانی کا مظاہرہ فرمایا کوئی شخص قصداً وہ کے باوجود اس معاملہ میں آپ پر سبقت نہیں لے جاسکتا
تھنا پنج حضرت عمر فرماتے ہیں:-

”حضور نے نہیں مدفہ کا مکم دیا تو میں نے خیال کیا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو میں
نے اپنے مال کا نصف حصہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے اپنے اہل
عیال کے لئے کیا چھوڑا میں نے جواب دیا اسی کی مثل یعنی نصف:-

وَ اَنَّى اَبُو بَكْرٍ يَكُنْ مَا حَتَدَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا اَلْبَقِيَتْ لَ اَهْلِكَ فَقَالَ اَبَقِيَتْ لَهْمُ
اللّٰهِ وَ سِرُّوْكَ قُلْتُ لَا اَسِيْفُهُ عَلٰى شَيْءٍ اَبَدًا۔

”اور حضرت ابوبکر نے اپنا تمام سہرا حضور کی خدمت میں پیش کر دیا، حضور نے پوچھا اپنے اہل و عیال
کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی ان کے لئے اللہ و رسول ہی بس ہے میں نے کہا کہ یہ بھی صدیق اکبر سے
کسی بات میں بھی سبقت نہیں لے جاسکتا۔“

پروانے کو چارغ ہے میل کو بھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس (اقبال)

اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رو کر عرض کی:-

هَلْ اَنَا وَمَا لِيْ لَكَ يَا سِرُّوْكَ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اور میرا مال آپ کا ہی تو ہے۔“
حضور سید عالم ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَا لَ اَحَدٍ حَتَدَا كَابَدًا اِلَّا وَ قَدْ كَا فَيُنَا مَا حَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنْ لَ عِنْدَ نَا يَدَا
يَكَا وَ يَنْبِرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

”جس کسی نے مجھ پر کوئی احسان کیا تو اس کا بدلہ ہم نے دنیا ہی میں سے دیا ابوبکر کے کہ ان کی خدا
کا تو بڑا نہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے گا۔“

”اَلَمْ يَكُنْ اَبَا بَكْرٍ يَكُنْ مَا حَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنْ لَ عِنْدَ نَا يَدَا
يَكَا وَ يَنْبِرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔“

ہستی اؤ کشت ملت راجوں ابر

شانی اسلام وغار و بدر و قسرا

امام العارفین حضرت شیخ محیی الدینی قدس سرہ العزیزہ مکتوبات میں حضور علیہ السلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

”کسی نے حضرت رضی اللہ عنہ سے اتنا سوال کیا کہ زکوٰۃ کتنی مالیت پر واجب ہوتی ہے؟ حضرت شبلی نے کہا جواب ملک فقرا پر چاہتے ہو یہ ملک فقرا پر مسائل نے عرض کی و دولوں پر، فرمایا ہمتا کے مذہب پر ایک سال گزرنے پر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے اور مذہب فقرا پر پورے دو سو درہم کے ساتھ اپنی جان بھی پیش کرنی ضروری ہے مسائل نے کہا اس کی دلیل؟ آپ نے جواب دیا:-

”ما ین مذہب از صادق رب العالمین گرفتیم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہی داشت بدیش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہاد۔ و جگر گوشہ عائشہ را بشکوائے داد (مکتوبات محیی الدینی ص ۳۳)“
”میں نے یہ مذہب صادق رب العالمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے یہ کہ اس کے پاس کچھ مال و زرقا سوا سب رسول کریم علیہ السلام کے حضور پیش کر دیا اور اپنی جگر گوشہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شکرانہ میں بخشنی صلی اللہ علیہ وسلم دے دیا“

حضرت صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم تھے

جب امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل امت ہونے کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ آپ کا سینہ حضور علیہ السلام کے علم و فضل کا خزینہ تھا اور آپ حضور کے علم و عرفان کے مظہر اتم تھے اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کے سینہ اقدس میں تقابلی و معارف کی جو مشعلیں روشن فرمائی تھیں حضور علیہ السلام نے اسے سینہ صدیق میں ودیعت فرمادیا تھا، غالباً حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ العزیزہ نے اس مضمون کی حدیث کو یوں نظم فرمایا ہے:-

ہر چیز حق، از بارگاہ کبریا! رنجیت در صدر شریف مصطفیٰ

اں ہمہ دینہ صدیق رنجیت لاجرم لا بد از تحقیق رنجیت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ کا نبوی علم و عرفان کا جلوہ گاہ ہونا آپ کے فضل امت ہونے کی واضح دلیل ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

لَمْ يَخْلُقْكُمْ إِلَّا لِتُبَشِّرُوا بِهِ وَلَا تَكُونُوا مِّنْ صَاحِبِهِ وَإِنَّكُمْ لَفِي قَلْبِهِ

”کثرت موم و صلوٰۃ کے باعث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تم پر فضیلت نہیں بلکہ ایک خاص چیز کی وجہ سے فضیلت ہے جو خاص طور پر ان کے دل میں ڈالی گئی ہے“

حق یہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان ہی زالی ہے اور ان کے فضل و شرف کا اعتراف کے بغیر بارہ ہی نہیں ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی حیاتِ نبی سترہ وقت کی نمازیں پڑھائیں
حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامتِ نماز کے
لئے مقرر فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متعدد بار عرض کی کہ ابوبکر صدیق القلب ہیں حضور علیہ السلام کو مصلیٰ پر نہا کر
قبضہ نہ کر سکیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا جائے حضور علیہ السلام نے ہر بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معذرت
کو مسترد فرمایا اور حکم دیا کہ :-

مَنْزِلَ الْاَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ (بخاری، ج ۱، ص ۱۶۵) ”ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دو وہ لوگوں کی نماز پڑھائیں“
چنانچہ حضور کے وصال تک تمام نمازیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھائیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے صبرِ عنوان کے
محنتِ مذکورہ بالا مضمون کی حدیث ذکر کی ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں :-

”ابو علم فضل میں سب سے بڑا نبی و پیغمبر و امام کا اقتدار ہے“
جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام صحابہ کرام میں صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
ہی علمِ فضل اور قوتِ طہارت میں سب سے زیادہ افضل و برتر تھے اسی لئے حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت
کے لئے منتخب فرمایا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا :-

لَا تَجْعَلُوهُ فِي الْقَبْرِ حَتَّى يَخْرُجَ اَبُو بَكْرٍ اَنْ يَكُنْ اَبُو بَكْرٍ اَنْ يَكُنْ اَبُو بَكْرٍ اَنْ يَكُنْ اَبُو بَكْرٍ
”تا میرے طبر میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حیاتِ نبوی میں تین دن نماز پڑھائی، مقتدیوں میں مصلیٰ افضل
صحابہ کے علاوہ امیر المؤمنین فاروق اعظم عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے سب نے بلا چون و چرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی

احتجاجِ طبری میں یہ تصریح ہے کہ علی رضی اللہ عنہ شہیدِ اکرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں نماز
ادا کی ہے۔
ثُمَّ قَامَ وَكَتَبَ بِأَيْدِي الْمُسْلِمِينَ وَحَقَّقَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ (صحابہ طبری ص ۱۶۵)

”حضرت علی کھڑے ہوئے، نماز کی تیار کی، مسجد میں آئے اور حضرت ابوبکر کی اقتدار میں نماز ادا کی“
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پچھلے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدار میں مسجدِ نبویہ
کھڑے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کا پردہ اٹھایا اور ہمیں ملاحظہ فرماتے گئے :-

كَانَ وَجْهُهُ وَفِيهِ مِثْقَالُ مِثْقَالٍ يَنْتَحِلُ فَمَسْتَنَّا أَنْ نَقِفَ مِنَ الْقِيَامِ
”وہی اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام“۔ (بخاری ج ۱، ص ۱۶۳)

”گويا کہ حضور علیہ السلام کا چہرہ نور مصحف کا ورق ہے پھر حضور مسکرائے حضور کے دیدار سے ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ نما چھوڑنے ہی کو تھے۔“

فَلَمَّا وَصَّيْنَاهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَانْظَرًا كَانَ الْخَبَرُ
الْيَتَامَيْنُ وَخَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (بخاری ج ۱ ص ۱۵۹)

”جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک ظاہر ہوا تو کوئی نہ نظر نہیں حضور کے چہرہ اقدس سے زیادہ ہمیں نظر نہیں آیا۔“

حضرت ابو بکرؓ ٹپے پاؤں پیچھے بیٹھے، انہوں نے خیال کیا کہ حضور اکرمؐ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔
حضور علیہ السلام کا اپنی حیات مقدس میں خصوصی طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا کر اپنے مصلیٰ پر نماز پڑھانے کا حکم فرمایا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ اعزاز ہے جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے پھر حضور اکرمؐ کا پردہ اٹھا کر صدیق اکبرؓ کی اقتدار میں صحابہ کرام کو نماز پڑھنے ہوئے دیکھ کر تبسم فرمایا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت و خلافت پر راضی تھے حضور اکرمؐ نے اپنے عمل سے امت پر یہ واضح فرمادیا کہ جب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر راضی ہوں تو میں بھی بلا چون و چرا ان کی امامت پر راضی رہنا چاہئے۔

صحابیہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عقیدت و محبت تھی کہ بحالت نماز جب انہیں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوتی تو حضور کے دیدار و خوشی و مسرت میں ان کا یہ حال ہوا کہ نماز چھوڑنے ہی کو تھے۔

رفیق قبر و غار:- امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل و شرف کی انتہا یہ ہے کہ آپ کو حضور و فرما صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی اور امتیازی شرف صحبت و مصاحبت حاصل ہے آپ حضور کے رفیق قبر و مشہر ہیں اور رفیق غار بھی۔

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مسجدیں اس شان سے اہل ہوتے کہ آپ کے سیدھی طرف ابو بکرؓ اور علیؓ طرف عمرؓ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا:-

هَكَذَا اُنْتُعِثْتُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (ترمذی) ”قیامت کے دن میں بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔“

۲- حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

اَنْتَ صَاحِبِي فِي الْغَائِمَا وَصَاحِبِي عَلَى الْخَوْنِ (ترمذی) ”تم غایب بھی میرے ساتھ تھے اور خون کو توڑ بھی میرے ساتھ ہو گے۔“

۳- قرآن مجید میں ارشاد باری ہے :-

اَلَا تَتَذَكَّرُ اَنْ هَٰذَا نَحْنُ اللّٰهُ اِذَا دَعَا رَبُّكَ الْقَوْمَ الْقَائِلُ اِنَّا اَشْتَرُ مِنْكُمْ اِذَا هُمْ فِي الْغَائِمِ اِذْ يَدْعُوهُمْ لِيُخْلَصُوا هَٰذَا هِيَ سَاحِلُهَا
لَا تَخْزَنُ لَنَا اللّٰهُ مَعًا فَاَنْزَلْنَا اللّٰهُ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَاَيَّدَ بِكُنُوزٍ كَثِيرَةٍ وَهَٰوَ جَعَلُ الْكَلِمَۃَ الْاَلِيَّةَ

كَقَرُّوا الشُّعْلَى دَكَلَمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (التوبہ)

”اگر تم (رسول) کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا (ہجرت کرنی پڑی) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے پارے کہتے تھے غم نہ کھا ہے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی، اللہ ہی کا بول بالا ہے۔“

سورۃ توبہ کی یہ آیات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متعدد دایسی فضیلتوں اور عظمتوں کی آئینہ دار ہیں جن میں کسی ابہام و تشکیک کی گنجائش نہیں ہے اور فیضیتیں اس نوع کی ہیں جو صرف اور صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں دیگر صحابہ میں ان فضائل خصوصی میں آپ کے ہمیشہ و شریک نہیں ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شافی اثبات میں اور بصاحبہ (صاحب نبی) ہونے کے معزز و مکرم اعزاز سے نوازا ہے ظاہر ہے اس منصب رفیع کی حامل وہی شخصیت ہو سکتی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص جاں نثار ہونے کے ساتھ ساتھ کامل الایمان بھی ہو۔ رسول کی نیابت و خلافت بلا فصل کا سب سے زیادہ حقدار بھی ہو اور نبیات رسول کے علم و حکمت کا جامع بھی ہو۔ بصاحبہ سے یہ واضح ہوا کہ حضرت صدیق اکبر کا صاحب رسول ہونا قرآن سے ثابت ہے اور حضرت صدیق اکبر کے صاحب رسول ہونے سے انکار کرنا قرآن سے انکار ہے۔

اسی لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

مَا سَبَقَكُمْ أَبُو بَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلَوةٍ
وَلَكِنْ لِّشَيْءٍ يَدُورُ فِي قُلُوبِهِ -

(مجلس المؤمنین مجلس سوم ص ۹۷)

اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت صدیق اکبر کے صاحب رسول ہونے کے اعزاز کے متعلق ان الفاظ سے وضاحت فرمائی ہے کہ اے صدیق تمہیں اللہ تعالیٰ نے بمنز لہ میرے سمیع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے (تفسیر احسن مفسر ص ۲۳۷)

اب غور کیجئے کہ جس بستی کو حضور کی ذات اقدس سے ایسی بے مثل اور بے مثال نسبت حاصل ہو۔ اور جو بمنز لہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمیع و بصر کے ہو۔ وہ انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل و برتر نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟

(۲) لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے الفاظ سے واضح ہے کہ غار ثور میں جو معیت ایزدی اللہ کا قرب خاص اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال تھا۔ حضور کے صدقہ اور آپ کے وسیلہ کے سینا صدیق اکبر کو بھی یہی معیت ایزدی حاصل تھی۔ اسی لئے صحیح کی جگہ مَعَنَا فرمایا گیا۔ اور قرآن نے تصریح کی ہے کہ معیت ایزدی اللہ تعالیٰ کے محسن اور متقی بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْاٰمِنِيْنَ اَتَوَّاءُ الْاٰمِنِيْنَ هُمْ مَحْضِيْنُونَ اور قرآن نے اس امر کی بھی تشاہد ہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ اَجْرَ الْحٰسِنِيْنَ۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر متقی محسنین میں ہیں اور محسن بھی معیت رسول سے انہیں حاصل ہوئی اور معیت ایزدی بھی۔

اور یہ سب فضیلتیں اور عظمتیں انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خدمت گزار، وفادار ساتھی ہونے کے صلہ میں ملیں۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ مسنیں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا

(۳) مَا أَزَلَّ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غار ثور میں حضور کی معیت کے صلہ میں حضرت صدیق اکبر پر سکینہ (حق و صداقت پر قائم رہنے کی خصوصی اور خاص رحمت) نازل فرمائی اور سکینہ انہیں پر نازل ہوا ہے جو کامل الایمان تخلص موہن اور تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں۔

(۴) علامہ عبد الجلیل قزوینی نے تصریح کی ہے کہ جب کفار مکہ نے حضور علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الہی حضرت صدیق اکبر کو اپنے ساتھ لیا۔

وہمہد وجوہ رفیق محمد و یرون ابو بکر بے فرمان خدا
نہ بود (جلسہ پنجم ص ۳۱)

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبریل امینؑ حضور نبوی حاضر ہوئے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جبریل اور جماعت قریش نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔
وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ
(تفسیر عسکری)

ایسے خطرناک اور نازک موقع پر اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیق اکبر کو رفیق سفر بنانے کا حکم دینا حضرت صدیق اکبر کے غلصہ وفادار، حیا، خجاء رسول ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(۵) علامہ موہن کرمانی حملہ حیدری میں لکھتے ہیں شب بھرت حضور صدیق اکبر کے گھر پہنچے وہ پہلے ہی ہجرت کے لئے تیار تھے۔ حضور نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے:-

چوں رفتند چہ یں بدان دشت
ابو بکر آنگہ بدوشش گرفت
قدم فلک سائے عبود گشت
ولے زین حدیث است جانے خلقت
کہ بار نبوت تواند کشید
کہ در کس قوت آمد پدید

(حملہ حیدری جلد اول ص ۱۷)

(ابھی کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ سخت تعب کی بات ہے کہ ایک شخص (ابو بکر) کے اندر ایسی قوت و طاقت کیسے پیدا ہو گئی کہ بار نبوت کا مٹھل ہو گیا۔)

(۶) علامہ کرمانی مزید لکھتے ہیں کہ جب غار ثور نظر آئی تو اس غار میں پہلا قدم حضرت ابو بکر نے رکھا اور اپنی قباجاک کر کے غار کے سوراخوں کو بند کیا۔ کمرے کا کپڑا ختم ہو گیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ تو حضرت ابو بکر نے اس سوراخ کو اپنے پاؤں کی ایڑی سے بند کیا۔

در آمد رسول خدا ہم بغار
نشستند یکا یک ہم در دیار
(حملہ حیدری ص ۱۷ جلد ۱)

(پھر حضور فارسی داخل ہوئے اور دونوں یار یکجا جلوہ فرما ہوئے۔)

۷۱) حمہ حیدری کے فاضل شیعہ معتمد نے واقعہ ہجرت سے متعلق اپنے اشعار میں جن واقعات کو بیان کیا ہے ان سے مندرجہ ذیل حقائق بھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

۱۸) حضور نبی کریم علیہ السلام نے اپنے عزم راز حضرت صدیق اکبر کو سفر ہجرت کے راز سے پہلے آگاہ کر دیا تھا اور حضرت صدیق اکبر اس ساعت جیلوں کے منتظر تھے کہ کب آسمانِ نبوت نیز اعظم ان کے قریب خانہ کو آنے قدمِ میمنت لازم سے مشرف فرماتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کو خصوصی اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے حضور کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ علامہ کرمانی آپ کی اس فضیلت و عظمت پر حیران و پریشان ہیں کہ حضرت صدیق اکبر بار نبوت کے کیسے متحمل ہو گئے۔

۹) غار میں پہلے حضرت ابوبکر داخل ہوئے اُسے صاف کیا۔ سواروں کو بند کیا۔ ایک سوراخ رہ گیا۔ اس پر اپنی انگلی لکھ دی کہ کوئی موزی چیز حضور کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔

۱۰) آخر ساپ نے حضرت صدیق اکبر کو ٹس لیا۔ اور حضرت صدیق اکبر نے جان کی پروا نہ کی۔

۱۱) تین رات دن حضرت صدیق اکبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے۔ اور آفتابِ نبوت کے انوار و برکات کا انظار کرتے رہے۔ ہر سرہ روز کھانا حضرت صدیق اکبر کے گھر سے آتا تھا۔ جسے حضور تناول فرماتے تھے۔ یہ خدمت حضرت ابوبکر کے فرزند بکال غلام و محبت سر انجام دیتے تھے۔ اور کفارِ مکہ کے حالات کی اطلاع بھی دیتے تھے۔

۱۲) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کے فرزند سے فرمایا:-

بنی گفت پس پسر بوبکر را
کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جہل باید کنوں را بولر
کہ مادر سندیہ شیر ب دیار

اے وہ جو اپنے باپ کی طرح صاحبِ صدق و صفا ہے۔ دو تیز رفتار اونٹ درکار ہیں جو مدینہ طیبہ تک میں پہنچا دیں، چنانچہ بھصور نبوی دو اونٹ حاضر کئے گئے اور چوتھے روز حضور فارے باہر تشریف لائے۔

نشت ازیر شتر آں شاہین
بوبکر را کرد با خود قرین

ایک اونٹ پر شاہِ دین سوار ہوئے۔ آپ نے اپنے پیچھے حضرت صدیق اکبر کو بٹھایا۔ اور دوسرے اونٹ پر چر داما عا سوار ہو گیا۔ اور حضور عازمِ مدینہ طیبہ ہوئے۔ واقعہ ہجرت کے ان واقعات و حقائق پر جنہیں شیعہ فاضل نے بیان کیا ہے، غور کیجئے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفترِ فضا کی عظمت و رفعت کی کیا کیفیت ہے۔

ثانی اشہین اذہما فی النار اوست

نوا جہ ازل کہ ازل یار اوست

تفسیر امام حسن عسکری کی تفسیر کجیات:- تفسیر حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیرِ آیت سورہ اہقرہ لکھا ہے:-

”اور ابوبکر کو اپنا رفیق بنائے اگر وہ موافقت کریں اور

اپنے عہد پر قائم رہیں تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ

کے رفیق ہوں گے جعفر نے علی سے اس سلسلہ میں بات

کی تو راضی ہو گئے پھر ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابوبکر

وامرک ان تستصحب ابابکر فانہ ان اشک

وساعدک وازدک وثبت علی تعاہدک وتعاقدک

کان فی الجنة من رفقاءک وغرفاءک من

خلصانک الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کیا تم اس امر پر راضی ہو کہ اس سفر پر میرے ہمراہ ہوا در کفار قریش جیسے مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اس طرح تمہارے قتل کے لئے بھی دریئے ہوں اور یہ بھی مشہور ہو کہ ہجرت پر تم نے مجھے آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کی وجہ سے تم پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں، ہجرت البکرنے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ کی محبت میں قیامت تک سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں، یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی حکومت قبول کروں، حضور! میری جان حال اہل و عیال آپ پر قربان“

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معروضات کے جواب میں حضور علیہ السلام نے انہیں نااطب بنا کر فرمایا:-
”اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے پیغمبر و مبعوث کے کیا ہے اور تم کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو سر کوہ حمہ اور روح کو بدن سے (تقریباً) حسن ملے گی“

دیکھئے! حضرت امام حسن مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصدیق فرما رہے ہیں کہ حضور نے حضرت صدیق اکبر کو بحکم خدا اپنے ساتھ لیا جس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس نازک اور انتہائی خطرناک موقع پر سب سے زیادہ قابل اعتماد جان ثابہ رسول تھے حضور نے بھی حضرت صدیق اکبر کو بمنزلہ پیغمبر و مبعوث کے قرار دے کر ان کے جذبہ محبت و عقیدت کی اور مخلص یا رسول اللہ کی وکالت دے دی، الغرض اس آیت سے حضرت صدیق اکبر کا رفیق نبوت، یحییٰ مخلص جان ثابہ ثنائی اثنین کے معزز و محترم و درجہ پر فاضل ہونا، صحابی رسول ہونا، ایسا کہ جو آپ کے صحابی رسول ہونے کا انکار کرے اس کا منکر قرآن ہونا، اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیق اکبر پر سکینہ نازل کرنا، حضور کا صدیق اکبر کو مخاطب بنا کر فرمانا غم نہ کھا، اللہ تعالیٰ کے ہمارے ساتھ ہے۔ قرآن مجید کی وہ تصریحات ہیں جو کہ وہ صحابہ میں صرف اور صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور سب سے حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخلص مسلمان ہونا، عقیقہ بلا فصل ہونا اور افضل اُمت ہونا آفتابِ تیر و زے زیادہ واضح ہے۔

خاص اس سابق میرِ قرب خدا
سایہ مصطفیٰ مایہ امضاء
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل

امدنی الصادقین سید الشقیین

چشم و گوش وزارت یہ لاکھوں سلام

رفیقِ قبر :- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور کے پہلو میں دفن ہونا بعد وفات بھی حضور کی راضی حضور کی شرف پایا آپ کے ذوقِ عجب و عقیدت کی قبولیت اور آپ کے مخلص مسلمان ہونے کی کھلی ہوئی برصان ہے۔ علامہ حاجی قدس سرہ العزیزہ ثواب البتوت میں تحریر فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبوت

حضور کا ارشاد

حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ مَا بَيْنَ سَيِّدِي وَصَبْرِي دُوحَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔ (میرے بیت (یعنی قبر مبارک)، اور میرے مبارک کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور اسی باغ جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کے دونوں مقدس خلیفہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ قرب رسول اور معیت رسول کا ایسا عظیم دلیل اسرازا عالم امکان میں امام صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اور کسی کو بھی حاصل ہے؛

فضائل و مناقبِ تھانص صدیقی ایک نظر میں

۱۔ حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداء ہی سے شرک و کفر کی آلائشوں سے دور و نفور رہے ہیں۔ آپ نے بھی بت کو سجدہ نہ کیا۔ چار برس کی عمر میں آپ کے والد ابو قحافہ آپ کو بت خانے میں لے گئے۔ اور کہا۔ یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا، انھیں سجدہ کرو۔ اس پر آپ نے توں کو مخاطب بنا کر فرمایا۔
”میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا دے، میں تنگا ہوں، مجھے کپڑا دے، میں تھک رہا ہوں، اگر خدا ہے تو میرے آپ کو بچا۔“
وہ بت بھلا کیا جواب دیتے؟ آپ نے ایک پتھر اس کے مارا جس کے لگنے ہی وہ گر پڑا اور قوت خدا داد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی، انھیں بہت عقیدہ آیا۔ انھوں نے پتھر زخم مبارک پر مارا اور وہاں سے آپ کی مان الہیہ کے پاس لائے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی۔

يَا أُمَّةَ الدِّينِ بِاللَّعِينِ ابْنِ أَبِي سَرْجٍ بِالْوَكْدِ الْعَبْنِيِّ اسْمُهُ فِي السَّاءِ صَدِّيقٌ لِّلْحَمْدِ صَاحِبٌ ذَرَفِيْقٌ۔

(تسلانی شرح بخاری)

اے اللہ کی سچی لوندی! تجھے مرفور ہو، اس آواز دینے کا۔ آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد و رفیق ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ محمد کون ہیں اور کیا معاملہ ہے۔

اس وقت سے صدیق اکبر کو کسی نے شرک کی طرف نہ بلایا۔ یہ روایت خود صدیق اکبر نے مجلس اقدس میں بیان کی جب یہ بیان کر چکے، جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے عرض کی:-
صَدَقَ أَبُوبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيقُ۔
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا اور وہ صدیق ہیں۔

۲۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں۔ قرآن پاک کی رو سے نبیوں کے بعد صدیقوں کا درجہ ہے۔ پھر شہداء ہیں، پھر صالحین ہیں۔ جیسے حضور اکرمؐ نبیوں اور رسولوں کے سرتاج ہیں۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ تمام صدیقوں میں ممتاز ترین ہیں یقویٰ، جرات، معاملہ فہمی، عربی قیادت، ایثار، بیعتی، الاولوالعزمی، دیانت، امانت، فیاضی، زہد و ورع، جود و سخا، تواضع، علم قرآن و حدیث، اتباع سنت، علم تعمیر و انساب، غرضیکہ تمام اعلیٰ اوصاف کے جامع ہیں۔
۳۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق و مخلص اور جان نثار، اور ذات و صفات نبوی کے مظہر اہم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے نائب مطلق، خلیفہ بلا فصل، مزاج شناس رسول ہیں۔ انھار نبوت سے قبل بھی آپ حضور کے حجاب میں سب سے مقدم تھے۔

۴۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بعثت نبوی کے اول روز ہی سب سے پہلے بلا تردد و ہچک حضور کی نبوت کی تصدیق کی اس

وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی جو حضورؐ نے فرمایا میں نے جس کسی کے سامنے اسلام پیش کیا، اُس نے قاتل معزود کیا مگر ابو بکرؓ نے بغیر کسی قاتل کے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔ (بخاری)

۵۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ اسلام لائے۔ اور حضورؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ (استیعاب)

۶۔ آپؐ نے دوبار اپنی ساری دولت حضور علیہ السلام کے قدموں پر ڈال دی۔ ہجرت کے وقت ادبِ جنگ کے موقع پر کوہِ منفر میں متعدد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کے ظلم و ستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کر دیا۔ ان میں حضرت سیدنا بلالؓ بھی ہیں۔

۷۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لئے زمین کی قیمت بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے ادا کی جو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچا ایسی اور کے مال کے اتنا نہیں پہنچایا۔

۸۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فداکارانِ اسلام کو یہودیوں کی مکاریوں اور فتنوں کی لیشہ و دانیوں سے واسطہ پڑا اور قریش مکہ اور یہودِ مدینہ کی پے در پے کوششوں کے نتیجے میں سارا عرب حضورؐ کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا تو اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی بیہش شہرت حاصل ہوئی کہ حضورؐ کے خاص الخاص مشیر کے فرائض انجام دیتے اور ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ سعادت و برکت میں صدیق اکبرؓ نے ایک عاشقِ صادق کا بے مثال اور ایمان افروز کردار ادا کیا۔ مکہ میں قریش کے مظالم اور ان کی ایذا رسانیوں کے مقابلے میں وہی سینہ سپر ہوتے تھے۔ ہجرت کے انتہائی نازک موقع پر غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک بوری جاں نثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

۱۰۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشقِ رسولؐ ہی نے حضور علیہ السلام کے عظیم منصب ”ختمِ نبوت“ کا محافظ بنایا۔ آپؐ نے ناسازگار حالات کے باوجود ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو نامحسوس رسالت سے کھیلنے کی اجازت نہ دی۔ اور قیامت تک آنے والے عشاقِ رسولؐ کو حفاظتِ ختمِ نبوت کا سبق سکھایا جن کذاب مدعیانِ نبوت کو آپؐ کے دوڑیں کچلا گیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اسو غنمی، بلعیہ، مسیلہ، کذاب، شجاع، بنتِ حارثہ، یمہ۔

۱۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں سب سے زیادہ شجاع حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ بدر کی لڑائی میں حضورؐ کی حفاظت کے لیے عرش (ایک محفوظ جگہ) بنایا گیا تھا۔ خدا کی قسم میں سے کسی کو حُرَّت نہیں ہوئی کہ اس عرش کو کھارے محفوظ رکھنے کے لئے سپر بن جائے۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر صوفِ صدیق اکبرؓ ہی تلوار کھینچ کر کھڑے ہوئے جس کسی نے بھی حضورؐ پر حملہ کیا۔ انہوں نے اس کی مدافعت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

۱۲۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ گناہ بھی نہایت ہی تیز ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد حضرت عمرؓ کے مشورہ سے آپؐ نے زینِ ثابت انصاری کو قرآن مجید کی تمام سورتوں کو جمع کرنے پر مامور کیا۔ اور انہوں نے بکمالِ دغوی یہ خدمت انجام دی۔

۱۳۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مملکتِ اسلامی کی بنیادیں استوار کیں۔ آپؓ ہی کی کوششوں سے ایسے لوگ مسلمان ہوئے جو بد میں جلیل القدر صحابی اور اسلام کے سچے فدائی و شہدائی تھے۔ اسلام سے محبت جان و مال کے ساتھ حضورؐ کی خدمت آپؓ کی زندگی کا مقصد و جد تھا۔ انھوں نے اسلامی مملکت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جو حضورؐ کے وصال کے بعد فتنوں اور شرور شوشوں نے جوہم کیا۔ فتنہ ارتداد، قبائلی عصیت، اخوانی نجابت کا استحقاق، باغیوں کی جانب سے سرکشی

کے نئے خطرات، مملکت کو قرآن و سنت کے اصول و ضوابط پر صرف بحرف و معنی قائم رکھنا غیر ممکن بہت سے نازک اور مشکل مرحلے اس باجملہ رفیق رسولؐ نے کمال حسن تدبیر و خدا دار ذہانت، سیاسی فراست اور دینی استقامت سے طے کئے جہاں تک اور سیاسی حکمت عملی و کاربندی وہاں اسے اختیار کیا اور جہاں قوت بازو اور بزورِ قبضہ و قبضہ یافتہ، مرتد اور جھوٹے مدعی نبوت کی سرکوبی ضروری تھی، وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی ناموس کے لئے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور شجاعت سے کام لے کر مشرکوں، منافقوں اور مرتدوں کا قلع قمع کیا اور تافلہ اسلام پھر اپنی پوری دشوکت کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

۱۴۔ مسند آرائے خلافت جوتے ہی ان کے سامنے معویہ بن جندب، شعلول اور خطرات کے پہاڑ اُن چڑے ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت تھے کہ مسلح تصادم پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف مرتدین اسلام کی ایک جماعت علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھے مگر بن زکوةؓ نے علیحدہ شور شس برپا کر رکھی تھی لیکن جانشین رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روشن ضمیری، پاکیزہ سیاست کے لئے مثال تدبیر اور غیر معمولی انتقال کے باعث نہ صرف اس کو گل کرنے کی تمام ناپاک کوششوں کو ناکام بنا دیا، بلکہ پھر اسی مشعل سے تمام عرب کو نور کر دیا۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اسلام جس نے حیات فوجی اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کی ہی ذات گرامی ہے۔ اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں! اس پاک باز و مقدس انسانؓ پر جس نے اپنی ساری عمر رسول اللہ کی رفاقت، اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں صرف کر دی۔

۱۵۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفرِ حضورؐ غزوات و ہجرت حتیٰ کہ وصال کے بعد بھی حضورؐ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و مصاحبت حاصل ہے۔

۱۶۔ قرآن میں آپؐ کو صاحبِ النبی کے معزز لقب سے یاد کیا گیا۔

۱۷۔ جنگ بدر میں آپؐ کو مہینہ کا سردار بنایا گیا۔

۱۸۔ غزوہ بدر میں حضورؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

۱۹۔ غزوہ تبوک میں آپؐ نے اپنا سارا مال حضورؐ کے قدموں پر نثار کر دیا۔

۲۰۔ آپؐ عشرہ مبشرہ کے سرخیل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و جلال کے مظہر اتم ہیں۔

۲۱۔ حضورؐ نے مرتضیٰ وفات میں آپؐ کو اپنی جگہ امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ آپؐ نے حیات نبوی میں سترہ وقت کی نمازیں پڑھائیں اور تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم آپؐ کی اقتدار میں نمازیں پڑھتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۲، جمادی الاخریٰ ۱۳، ہجری کو غروبِ آفتاب کے بعد ہوئی

وفات کے وقت ان کی عمر تیسریٹھ ۶۳ برس تھی کم و بیش ستائیس ۲۵ ماہ مسلمانوں کی زمام اقتدار ان کے ہاتھ میں رہی اور اس قلیل مدت میں انھوں نے جو نظام حکومت قائم کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ایک رفیع المنزلت عمارت کھڑی کر دی۔

بَابُ لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ ۲۔ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ ۳۔ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرَكَ
باب: اپنے مسلمان بھائی کی بیع میں مداخلت نہ کرو ۲۔ اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت بھاؤ نہ لگاؤ

۲۔ ہاں اگر وہ اجازت دیدے یا چھوڑ دے تو پھر حرج نہیں (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى
بَيْعِ أَخِيهِ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے مسلمان بھائی
کی بیع پر بیع نہ کرو۔

عزائم کے دو مجاہد ہیں۔ اول یہ کہ دو شخص غریہ و فروخت کر رہے ہیں۔ تیسرا شخص ان کے درمیان آکر یہ کہتا
ہے کہ یہ چیز تو میرے پاس بھی ہے۔ مجھے سے غریہ و قیمت بھی کم ہوگی تو اس تیسرے شخص کا یہ طرز عمل پیچھے
والے کے لیے نقصان دہ ہے۔ شریعت نے اس کی ممانعت فرمادی کہ جب دو آدمی غریہ و فروخت میں مشغول ہو تو تم اپنی چیز
کر بیچنے کے لیے مداخلت نہ کرو۔ الا یہ کہ ان کا معاملہ ختم ہو جائے تو پھر اپنی چیز کی فروخت کی بات کرنے میں حرج نہیں۔ دوم یہ
کہ ایک شخص شہ گھوڑا خریدنے کی بات کر رہا تھا۔ بائع اور مشتری میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوئی کہ ایک تیسرا
شخص نے گھوڑے کی کچھ قیمت بڑھا کر خریدنے کی پیشکش کر دی۔ شریعت نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ جب تمہارا کوئی بھائی کسی
چیز کی قیمت لگا رہا ہو اور اس کی بات چل رہی ہو تو کسی تیسرے شخص کو یہ جانتو نہیں ہے کہ خود خریدنے کے لیے قیمت بڑھاؤ
اور اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ میں مداخلت نہ کرو۔

حَتَّى يَأْذَنَ لَكَ بِلَيْسَ هُنَّ اِذَا فَرَّقَيْنِ كِ اجازت ہو جیسے نیلام میں ہوتا ہے کہ جو زیادہ قیمت لگا دے وہ خرید لے یا جو شخص
غریہ و فروخت کر رہے ہوں ان کی بات ختم ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں ممانعت نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے امور ذیل سے منع فرمایا ہے۔

اول۔ کوئی شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے۔ دوم۔ بیع
میں بخش نہ کرے سوم۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیع
پر بیع نہ کرے چہارم۔ کوئی شخص کسی عورت کو دوسرے کے
پیغام ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ دے۔ پنجم۔ کوئی عورت اپنی
دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلائے کہ اس کے
حصہ کو خود حاصل کر لے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا
يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ
عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ
أُخْتِهَا لِكُفٍّ مَا فِي إِنْ تَنَاجَشَا
(بخاری)

حدیث مذاکے الفاظ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ ترجمہ اباب ہیں ۲۔ اس حدیث
کو مسلم، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی نے تصحیح، و بیرونی نے ذکر کیا ہے ۳۔ حدیث مذاکے

فوائد و مسائل

ترتیب وار مسائل یہ ہیں۔

شہری کا دیہاتی کے لیے بیع کرنے کی ممانعت کی صورت (۱) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آئے اور وہ نادانقت ہو۔ قیمت کے آثار چڑھا دیا گئے علم نہ ہو۔ اب ایک چالاک شہری اس سے کہتا ہے تو خود دست بیچ - اپنا مال میرے پاس رکھ دے۔ مناسب قیمت پر فروخت کر کے اس کی قیمت تجھے دیدوں گا۔ پھر جب قیمت چڑھتی تو وہ مال بچتا۔ اس صورت میں چونکہ عام خریداروں کو نقصان ہوتا ہے اور نفع صرف ایک شخص کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے اس کی ممانعت فرمائی۔

ان کیسیع حاضر لباد کا بعض فقہار نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں اور ان کو خود غلہ کی حاجت ہو۔ تو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں قیمت پر بیچنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے اہل شہر کو نقصان ہوتا ہے اور اگر شہر والوں کو غلہ کی حاجت نہ ہو تو پھر دوسروں کو بیچ دینے میں حرج نہیں۔ (ہدایہ)

بیع میں متاجش کی ممانعت (۲) از روئے لغت متاجش کے معنی، دشمن میں بلا رغبت زیادتی کرنے کے ہیں تاکہ دوسرے کو دھوکہ دیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے بخش کی ممانعت فرمائی ہے۔

بخش کا مطلب یہ ہے کہ بیع کی قیمت بڑھائے اور غم خریدنے کا ارادہ نہ ہو۔ اس سے مقصود یہ ہو کہ دوسرے کا ہک کر غبت پیدا ہو اور وہ زیادہ قیمت دے کر خرید لے۔ بعض دکانداروں کے ہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں۔ گاہک کو دیکھ کر چیز کے فرضی خریدار بن کر دام بڑھا دیتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکہ کھا جاتا ہے اور کم قیمت کی چیز زیادہ قیمت پر خرید کر نقصان اٹھاتا ہے۔ بخش یہ بھی ہے کہ گاہک کے سامنے بیع کے ایسے اوصاف جو اس میں نہ ہوں بیان کئے جاتیں تاکہ خریدار دھوکہ کھا جائے جیسے بیع دشراء میں (بخش) حرام ہے۔ ایسے ہی نکاح و اجارہ میں بھی ممنوع و گنہاہ ہے۔

ایک کی بیع پر بیع کی ممانعت (۳) حضور سید عالم فور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بائع و مشتری کے درمیان کسی چیز کے دام طے ہو گئے۔ صرف ایجاب و قبول یا بیع کو قبضہ میں کر کے دام دے دینا یا باقی رہ گیا تھا کہ دوسرا شخص اسی چیز کو دام بڑھا کر لینا چاہے یا دکاندار سے اس کی دوستی ہے یا وہ ذی وجاہت شخص ہے۔ اب دکاندار پہلے دکان دار کو نظر انداز کر کے دوسرے گاہک کو وہ چیز فروخت کر دے۔ حضور علیہ السلام نے اس کی بھی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ نہ کرے۔

اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے (۴) حضور علیہ السلام نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا مہر بھی طے ہو گیا یعنی منگنی ہو گئی۔ صرف عقدہ نکاح باقی تھا۔ تو اب مگر یہ جواز نہیں ہے کہ اس عورت کو نکاح کا پیغام دے۔ اگرچہ مہر کی مقدار بڑھا کر ہی ایسا کرے۔ خواہ مہر بڑھا کر ہی پیغام دیا جائے۔ اس حدیث کی روشنی میں مندرجہ

صورتیں بھی غرض و گناہ ہیں (۱) زید نے مزدور سے مزدوری ملے کر لی یا ملازم سے تنخواہ ملے کر لی۔ اب بکر کا مزدوری یا تنخواہ بڑھا کر یا اتنی مزدوری یا تنخواہ پر اس مزدور کو اپنے لیے مقرر کر لینا جائز نہیں ہے (۲) ایک دکان دار سے دام ملے ہو گئے۔ دوسرا کتا ہے میں اس سے تم میں دوں گا یا کوئی گاہک کا ملاقاتی ہے وہ بیچ میں آکر کتا ہے۔ مجھ سے ہی چیز اسی قیمت پر ملے لو (۳) ایک مزدور سے مزدوری ملے ہو گئی۔ دوسرا مزدور کتا ہے۔ مجھ سے کام کراؤ۔ میں مزدوری تم لوں گا یا میں بھی اسی مزدوری پر کام کروں گا۔

کسی عورت کو اس نیت سے طلاق دلوں گا کہ خود اس کا مقام حاصل کر لے (۵) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ معاشرہ میں ایسا ہوتا ہے۔ ایک عورت کا خاوند ذی وجاہت اور مالدار ہے۔ دونوں میاں بیوی خوش و غرم زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک عورت اس نیت اور ارادہ سے اسے طلاق دلوادیتی ہے تاکہ اس کا مقام خود حاصل کر لے ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَزَابِدَةِ

باب نیلام کے متعلق

حضرت عطار نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ مال غنیمت کے نیلام میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنے مرنے کے بعد کی شرط کے ساتھ آزاد کیا لیکن اتفاق سے وہ شخص مجلس ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غلام کو لے کر فرمایا کہ اسے مجھ سے کون سے خریدے گا۔ اس پر نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی قیمت پر خرید لیا اور حضور نے غلام ان کے حوالے کر دیا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ السَّاسَ لَا يَبْرُونَ بِأَسَا بَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلًا اشْتَرَى غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَأَحْتَا جَاحَ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَأَشْتَرَاهُ نَعِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَعَا إِلَيْهِ۔

۱۔ حدیث زیر عنوان میں من یشتویہ کے الفاظ ترجمہ الباب میں نیلام بخاری نے اس حدیث کو استعراض میں بھی ذکر کیا ہے۔ نیز مسلم، ترمذی، ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے (۲) یہ غلام حضرت نعیم بن عبد اللہ نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا تھا۔ (۳) بیع مزایدہ، نیلام کہتے ہیں۔ یعنی کسی کی بولی پر بولی دینا جیسا کہ نیلام میں ہوتا ہے۔ شریعت نے نیلام کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں نیلام کرنے والے اور تمام بولی دینے والوں کی رضامندی ہوتی ہے کہ جو زیادہ دام لگائے وہ لے لے۔ ۴۔ حدیث کے لفظ من یشتویہ معنی۔ ترجمہ الباب میں۔ اس حدیث سے سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ بدر کی بیع جائز ہے۔ امام احمد، ابونور، اسحاق، اہل الفیاء اور حضرت عائشہ، مجاہد، حسن،

طافس کا بھی یہی مسلک ہے اور ستیہ ناہم اعظم ابوحنیفہ، حضرت ابن عمر، زید بن ثابت، عمر بن یزید، ابن السیب زری، نخعی، ابن ابی سیل، لیث بن سعد کا مسلک یہ ہے کہ دبر کی بیج جائز نہیں اور حضرت امام شافعی کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ میں جس دبر کا ذکر ہے۔ وہ دبر مقید ہے اور اس کی بیج جائز ہے اور دبر مطلق کی ممنوع ہے۔

دبر مطلق یہ ہے کہ آقا غلام ہے یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد تم آؤ نانا ہو یا تم دبر جو۔ اس کی بیج منع ہے اور دبر مقید وہ ہے جسے اس کا آقا یہ کہے کہ اگر میں اس مرض میں مر گیا یا اس سفر میں مر گیا تو آزاد ہے ایسے دبر کی بیج جائز ہے۔

باب بخش کے متعلق اور جس نے یہ کہا کہ ایسی بیج جائز نہیں ہوگی۔ ابن ابی اوفیٰ نے کہا۔ ناجش سود غور کی طرح جس خائف بدایات ہے اور یہ ایک باطل دھوکہ ہے جو جائز نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دھوکہ کرنے والا دوزخی ہے اور جو ایسا کام کرتا ہے۔ جو ہمارے حکم کے خلاف ہے قابل زد ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخش سے منع فرمایا تھا۔

بَابُ الْبُخْشِ وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى الشَّاجَشُ أَكَلُ رُبَا حَائِنٌ وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذِيْعَةٌ فِي السَّارِ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ زَوْرٌ (بخاری)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبُخْشِ

فوائد و مسائل

بخش کا لفظ عربی زبان میں خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص اصطلاح شرعی کے طور پر یہ لفظ استعمال ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بیچنے والے کی طرف سے کوئی شخص اس کام کے لیے مقرر ہو کہ جب گاگاک آئے تو ذرا وقفہ کے بعد وہ بھی دکان پر پہنچ جائے اور گاگاک نے جو قیمت لگائی ہے وہ اس سے بڑھ کر محض اس لیے لگائے تاکہ گاگاک اس چیز کو زیادہ قیمت پر خرید لے۔ یہ حرکت چونکہ خالص دھوکہ و فریب ہے اس لیے شریعت نے اس کی ممانعت فرمائی۔ اہل انطاہر کا مذہب یہ ہے کہ ایسی بیج باطل ہے۔ احناف کے ہاں بیج تو حرام مگر فاسد ہے کہ دھوکہ و فریب حرام و گناہ عظیم ہے۔ (۲) حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ صحابہ کرام میں یہ آفرینا صحابی تھے جن کا کوڑمیں امتحان ہوا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے ان کی زیارت کی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ بیج میلنا ایسی دھوکہ بازی سود کی طرح ہے۔ جیسے سود حرام ہے۔ بخش بھی حرام ہے۔

ہو خنداع باطل یہ امام بخاری کا قول ہے۔ مقصود ان کا یہ بتانا ہے۔ ایسی بیج جائز و حلال نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ دھوکہ باز جہنمی ہے۔ حدیث کے جملے من عمل الخ سے واضح ہوا کہ ہر وہ بات جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو یا جس کو شریعت نے منع کیا ہو۔ وہ مردود ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْعَرَرِ - وَحَبْلُ الْحَبْلَةِ

باب دھوکے کی بیج کے متعلق اور حبل الحبہ کی بیج کے متعلق

(۱) غدر۔ غریغر (بالکسر) کے اصل معنی اخطار کے ہیں۔ یعنی وہ چیز جس کا ہونا یا نہ ہونا معلوم

نہر۔ اسی بنا پر شارحین نے اس لفظ کے یہ معنی کیے ہیں۔ وہ چیز جس کی نوعیت و کیفیت معلوم نہ ہو۔ وہ چیز جو معدوم ہو۔ وہ چیز جسے بائع مشتری کے قبضہ میں دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ وہ چیز جس کی شرعا کوئی قدر و قیمت نہ ہو۔ اسی بنا پر فقہاء اسلام نے بیع کی مندرجہ ذیل صورتوں کو بیع غرر قرار دیا ہے مثلاً

- ۱۔ برستے ہوئے مینے کے پانی یا جو پانی کہ ابھی کنوئیں یا نہر کے اندر ہے کی بیع جائز نہیں۔ ہاں اگر بارش کا پانی جمع کر لیا یا نہر یا کنوئیں سے پانی برتن میں بھر لیا تو بیع کرنے اور بھرنے سے پانی کا مالک ہو جائیگا۔ اب اس کی بیع جائز ہے۔
- ۲۔ جانور کی پشت میں یا مادہ کے پیٹ میں جو لطف ہے کہ آئندہ پیدا ہوگا۔ اس کی بیع باطل ہے۔
- ۳۔ گندم کے ایک عدد وہ کہ بیع باطل ہے۔

۵۔ وہ پرندہ جو ہوائیں اڑ رہا ہے اس کی بیع باطل ہے۔

۶۔ زندہ جانور کا گوشت، چربی، چمڑا، سری پائے، زندہ دنبہ کی پکی اور اون جو ابھی پھینکے جسم پر ہے۔ موتی جو سیپ سے نکالا نہ گیا ہو۔ کھجی جو ابھی دودھ سے نکالا نہ ہو کی بیع ناجائز ہے۔

فائدہ :- امام بخاری نے زیر عنوان جو حدیث درج کی ہے۔ اگرچہ اس میں بیع غرر دھوکہ کی بیع کا ذکر نہیں ہے مگر حدیث زیر عنوان جس میں جل الجملہ کی بیع کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ وہ بھی دھوکہ ہی کی ایک کیفیت ہے۔ امام نے اسی سے بیع غرر کی ممانعت کا استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اونٹنی یا اس کا بچہ، بچہ پیدا نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جل الجملہ کی بیع سے منع فرمایا۔ یہ بیع زمانہ جاہلیت میں رائج تھی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ لوگ ایک اونٹنی خریدتے اور قیمت دینے کی مبادا مقرر کرتے کہ وہ اونٹنی بچہ بخنے (پھر اس کا بچہ جو اس وقت اس کے پیٹ میں ہے جو ان ہو کر بخنے)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ جِلِّ الْجَمَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَّبِعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزْءَ مِنَ الْإِثْمِ أَنْ تَنْتَجِ الثَّاقَةُ ثُمَّ تَنْتَجِ الْبَقِيَّةُ فِي بَطْنِهَا (بخاری)

اس سلسلہ کی چند حدیثیں کا خلاصہ یہ ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاة (کنگڑی پھینک دینے سے زمانہ جاہلیت میں بیع ہوجاتی تھی) سے منع فرمایا (اسلم) بیع میں استنثار سے منع فرمایا (الاکیکہ کہ معلوم شی کا استنثار) (جو تزیین مضطر (کرہ) کی بیع سے منع فرمایا (یعنی جبرہ کسی کی چیز نہ خریدی جائے اور اس طرح کسی کو کسی چیز کے خریدنے پر مجبور نہ کیا جائے) (ابوداؤد) جل و لطف کی بیع سے منع فرمایا۔ بھاگے ہوئے غلام یا لونڈی کی بیع سے منع فرمایا (ابن ماجہ) جو مچھل ابھی پانی میں ہے۔ قبضہ میں نہیں اس کی بیع سے منع فرمایا (احمد) اور ممانعت کی علت یہ ہے کہ ان صورتوں میں بیع معمول ہے یا معدوم یا ایسی ہے کہ جس کی تسلیم پر بائع کو قدرت نہیں ہے۔ یہ سب بیع غرر کی ہی شکلیں ہیں۔

بابُ بَيْعِ الْمَلَا مَسَّةٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب بیع ملا مسہ کے متعلق حضرت انس نے فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا ہے

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرَحُ الرَّحْلِ ثَوْبًا بِالسَّيْعِ إِلَى رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يُقْلِبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمَلَامَةِ وَالْمَلَامَةِ لِنَفْسِ الشُّوَبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ (بخاری)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی پیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو غریب یا مرہون تھا) پھینکتا تھا اور قبل اس کے کہ وہ اسے اٹھے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے منع فرمائی تھی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "لامتہ" سے بھی منع فرمایا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ (غریب نے والا کپڑا کر بفر دیکھے صرف اسے چھو دیتا تھا۔ (اور اسی سے بیع نافذ ہو جاتی تھی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَتَحَبَّيَ الرَّجُلُ فِي الشُّوَبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْيَمَاسِ وَالسِّبَازِ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کپڑا پہننے سے منع فرمایا تھا کہ کوئی آدمی ایک کپڑے میں اعتبار کرے۔ پھر اسے مونڈھے پر اٹھا کر ڈال لے اور دو طرح کی بیع سے منع کیا تھا۔ بیع لامتہ اور بیع منابذہ۔

بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

وَقَالَ أَسْنُ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَلَامَةِ وَالْمُنَابَذَةِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمَلَامَةِ وَالْمُنَابَذَةِ (بخاری)

باب بیع منابذہ کے متعلق
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع لامتہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پٹاؤں سے منع فرمایا اور دو طرح کی بیع سے (یعنی) لامتہ اور منابذہ سے

بیع منابذہ و بیع لامتہ کی تعریف

اس حدیث میں لامتہ و منابذہ (جو زنا نہ تھا بلکہ بیعت میں بیع و شرا کا ایک طریقہ تھا) کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ بیع لامتہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا اٹھو دیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا بھی نہیں اور بیع لازم ہو گئی اور منابذہ یہ ہے۔ ایک نے اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دیا اور دوسرے نے پہلے کی طرف پھینک دیا۔ نہ دیکھا نہ بھالا۔ نہ دونوں کی رضامندی ہوئی اور اس حرکت سے بیع لازم ہو گئی (۲) ان یجتنی الرجل فی الشوب الواحد حدیث کے اس ٹکڑے کی ترجمانی فیروض الباری حصہ دوم ص ۱۱۳ پر ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يَحْقِلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَةَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَقْلَةٍ وَالْمَصْرَةَ الَّتِي صَرَّيْ لَهَا وَحَقَّنَ فِيهِ وَجَمَعَ فَلَمْ يُجْلِبْ أَيَّامًا وَأَصْلُ التَّصْرِيفَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ

باب بیچنے والے کو تنہا کہ اسے اونٹ، گائے اور بکری کے دودھ کو (ان جانوروں کو بیچنے وقت) تھن میں جمع نہ رکھنا چاہیے۔ یہی حکم ہر غفل اور مصرا کا ہے کہ جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو۔ اس میں جمع کئے کے لیے اور کسی دن تک نہ دوا گیا ہو۔ تصریح، اصل میں پانی روکنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی یہ استعمال ہے۔ "صریح المأذ" (میں نے پانی روک لیا)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو جمع نہ کرو۔ پھر اگر ایسے جانور کو فروخت کر دیا تو دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں چاہے تو جانور کو روک لے اور چاہے تو اس کو واپس کر دے ایک صاع بھجور کے ساتھ۔ (ابو صالح، مجاہد، ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے روایت صاع بھجوری کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین کے واسطے ایک

قَالَ ابْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْرَعُوا الْإِذْلَ وَالْغَنَمَ فَمَنْ ابْتِاعَهَا فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعٌ تَمْرٍ وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَجَاهِدٍ وَالْوَلِيدِ بْنِ رِبَاعٍ وَ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ تَمْرٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا وَالشَّعْرُ أَكْثَرُ

فوائد ومسائل

۱. تخفیل کے معنی، تجمع کے ہیں۔ لایحل میں لازماً ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی جانور کے تھنوں میں دودھ اس لیے روکتا ہے تاکہ خریدار کو دھوکہ دے تو ایسا کرنا ممنوع و گناہ ہے۔ عرب میں یہ طریقہ رائج تھا اسی لیے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب انھیں جانور بیچنا ہو تو کئی دن تک اس کے دودھ کو نہیں دوہتے تاکہ خریدار اسے تو تھن کو بھرا ہوا دیکھے کہ یہ سمجھے کہ جانور بہت دودھ والا ہے۔ خریدار دھوکہ میں آکر جانور خرید لیتے اور بعد میں ان پر اصل حقیقت کھلتی کہ دودھ اتنا نہیں جتنا کہ دکھایا گیا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع و شرا میں اس نوع کے دھوکہ و فریب کی ممانعت فرمائی۔ اس کے بعد یہ ہدایت دی — اگر کوئی دھوکہ سے ایسا جانور خرید چکا ہے تو اگر وہ اس بیع سے راضی ہے تو رہا، ورنہ اسے اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے اور خریدار ہوا جانور بائع کو واپس کر اپنے دام لے لے۔ فائدہ بخیر النظرین۔ حدیث کے اس جملہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کسی نے دھوکے سے مصراۃ خرید لیا اور بعد میں اسے معلوم ہوا کہ بائع نے دھوکا دیا ہے تو دونوں میں سے بہتر چیز کا اختیار ہے۔ یعنی خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے تو بیع کو نافذ کرے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے۔ خریدار کو علم تصریح کے بعد اختیار حاصل ہوا چاہے یا نہ ہو۔ خواہ دودھ نکالا ہوا ہو۔ اور حدیث میں بعد الحلب کی قید محض اس بنا پر ہے کہ عموماً بعد الحلب ہی جانور کا مصراۃ ہوتا واضح ہوتا ہے ۷۱، اس حدیث سے ابن ابی سیل، لیث، امام مالک، شافعی، احمد، اسحق، ابو ثور، ابو عبدیہ، ابوسلیمان، زفر اور ابویوسف (فی روایت) نے یہ رائے قائم کی کہ خریدار اگر بیع کو فسخ

کرے تو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ دودھ اس نے حاصل کیا ہے اس کے عوض ایک صاع (ساڑھے چار سیر کھجور) باقی دے۔ امام شافعی یہ بھی کہتے ہیں کہ کھجور ہی دودھ کے عوض دینا ضروری ہے۔ حالانکہ حدیث میں (گندم کے سوا) غلہ دینے کی ہدایت موجود ہے۔ سیدنا امام اعظم، ابو حنیفہ، امام محمد، ابو یوسف (فی المشورہ) و مالک (فی روایت) اشب، ابن ابی یعلیٰ (فی روایت) اور عراق کے فقہار کا ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ دودھ کے عوض صاع کھجور دینا واجب نہیں ہے۔ مشتری کو فسخ بیع کا اختیار بھی اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ اس نے شرط کر لی ہو ورنہ نہیں۔ نیز یہ نظام کہ دودھ کا بائع نے دیا ہے۔ لہذا اصل ذمہ دار تو بائع ہے۔ مشتری پر تاوان کیوں؟ پھر اگر تاوان دینا ہی ٹھہرے تو حرج نظام دودھ حاصل کیا ہے اسی کے مطابق تاوان ہونا چاہیے۔ اب دودھ خواہ کتنا ہی جوتاوان ایک صاع ہی ہے۔ یہ کیوں؟ ثانیاً کتاب وسنت و اجماع امت و قیاس سے یہ بنیادی بات واضح ہے کہ کسی چیز کا تاوان عدوات میں اس کی مثل یا قیمت سے دیا جاتا ہے اور بیعات میں ثمن سے اور کھجور دودھ کی قیمت تو قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی ثمن ہے اور دودھ کھجور میں صرۃ مساوات کا نہ ہونا واضح ہے اور مناجن مساوات نہیں ہے کیونکہ تمام اشیاء کے لیے درہم دینا ہی اس کے مماثل ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ فاعتدوا بمثل ما اعتدی علیکم۔ اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر دودھ کا تاوان واجب ہو تو بہر حال دودھ کی قیمت دی جائے یا اس کی مثل اور کھجور صرۃ و معنی دودھ کی مثل نہیں ہے اور نہ کھجور دودھ کی قیمت ہے اور نہ ثمن۔ اس بنا پر احناف کا موقف اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ احناف حدیث کے ظاہر منہم کو قیاس کے مقابل ترک کر دیا؟ بات یہ ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی یہ ہدایت کہ دودھ کے عوض ایک صاع کھجور دے اور بائع بیع کو واپس کر دے۔ تقویٰ۔ مروت اور حسن معاشرت پر عمل ہے۔ لہذا دودھ کے عوض کھجور دے دینا اور بائع کا بیع کو واپس کر لینا مستحب ہے واجب نہیں اور دلائل استحباب وہی ہیں جو اوپر ذکر ہوئے۔ یعنی وہ احادیث اور خود قرآن کی تصریح جو اس باب میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لے ان العمل بظاہر الحديث يوجب ترك كثير من الاحكام الثبتي ثبت من الشرع فلا بد لمن ان نطلب له وجهها۔ وهوان هذا الحديث محمول على الاستحباب۔ وان الحديث محمول على الديانة دون القضاء۔ له ما في فتح القدير۔ في باب الاقالة۔ ان العذر اما قولی او فصل فان كان قوليا فلا قامة واجبة بحكم القاضي وان كان الثاني تجب عليه الاقالة ديانة۔ كيف وان المحدثات اشياء مستعرة ليس الى الثاني سبيل فلا يمكن ان تدخل تحت القضاء فالتصوية اينما خذيع يجب فيها على البائع ان يقبل المشتري ديانة وان لم يجب قضاء۔ فليس هذا ترك الحديث بالقياس۔ بل لاجل الاحاديث والقرآن والاصول التي مهدها الشرع بنفسه الا ترى۔ ان النہی عن التصري والنہی على تلقى الجلب وقع في حديث واحد مع ان انفسهما ذهبوا الى صحة البيع في صوة التلقی اذ المر بضر اهل البلد۔ وليس هذا رد الحديث۔ بل هي

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً قَرَدًا فَلْيَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا وَفِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَلْقَى الْبَيْعُوعَ

(بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلْقُوا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَتَأَجَّشُوا وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوْا الْغَنَمَ وَفِيهِ ابْتِاعَهَا فَهِيَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ رَضِيَ بِهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ مَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ایسی بکری خریدے جس کے تھن میں دو روکا گیا ہو (مصراۃ) اور اسے بیچنے والے کو واپس کرنا چاہے تو اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی بیوع سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قافلہ والوں سے جو بیچنے کے لیے مال لائیں۔ آگے بڑھ کر نہ خریدو۔ ایک دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرو۔ بیع میں دھوکہ نہ دو۔ کوئی شہری بدری کا مال نہ بیچے۔ بکری کے تھن میں دو روک نہ بیچو اور اگر کوئی ایسا جانور (مصراۃ) خریدے تو دودھ نکالنے کے بعد لے۔ اس بیع پر راضی ہے تو جانور کو روک لے (یعنی بیع نافذ کرے) اور اگر راضی نہیں تو خریدہ ایک صاع کھجور کے ساتھ دیدے۔

بَابُ إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصْرَاةَ فِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

باب اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے اور اس کے بے (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک

صاع کھجور دے دے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مصراۃ بکری خریدی اور اس کا دودھ دوہا تو اگر اس بیع پر راضی ہے تو اپنے لیے روک لے اور اگر

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اشْتَرَى غَنَمًا مُصْرَاةً فَاحْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَ بِهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ مَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

التوقف۔ ثمر یعلم اند فرق بین ترک العمل بحديث والتوقف عنه وبين رد الحديث وحاشا للحنفية ان يقولوا بوجوب حديث ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم ولكنهم اذا توقفوا عن العمل بحديث بوجوه لاحتمالهم او من اجل سنة تفردت عندهم۔ الا ترى ان الترمذی ذکر فی عللہ الصغری انی ذكرت حديثین صحیحین فی کتابی لم یعمل بہما احد من الائمة۔ وما ذالک الا لعدم ادراکهم وجہہما۔ ثمر یعلم ان عمل المجتہد بحديث لا یکون کعمل المقلد بہ۔ فانه ينظر الى ما ناله من مانیہ وعللہ وسائر اسبابہ وانہ هل یرتبط مع سائر الاصول او یناقض۔ فآراء یعممہ واخری یخصصہ۔ فافہم وقتدیر

راضی نہیں ہے تو بائع کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض میں ایک صاع کھجور دیدے (بخاری)

فوائد و مسائل

ان احادیث کے مسائل یہ ہیں۔ اگر پر گزشتہ اوراق میں ان مسائل پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ ان تلقی البیوع تلقی کے معنی استقبال کے ہیں اور بیوع سے اصحاب بیع مراد ہیں یعنی خرید و فروخت کے واسطے لوگ۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا جو تاجر مال بیچنے کے لیے لائیں تو اس کے بڑھ کر خرید لو۔ اسی مفہوم کو احادیث میں متعدد الفاظ سے بیان کیا ہے، وَلَا تَلْقُوا السَّلْعَ سَلْعَ سَائِلٍ مِّنْكُمْ۔ لَا تَلْقُوا الْجَلْبَدَ۔ جلب جالب کی جمع ہے۔ جالب کے معنی باہر سے مال لانے والا قافلہ۔ لَا تَلْقُوا الرِّكْبَانَ رِکْبَانٌ سے مراد وہ لوگ ہیں جو سامان تجارت اذیتوں پر لا کر شہر لاتے ہیں۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ تاجر جو مال باہر سے لائیں تو ان کے شہر میں پہنچنے سے پہلے باہر جا کر خرید لینا ممنوع ہے۔ لیکن یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب شہر میں غلہ کی قلت ہو۔ اہل شہر کو اس کی سخت ضرورت ہو اور کوئی شخص شہر میں غلہ پہنچنے سے پہلے خرید لیتا ہے کہ خوب گمان کر کے فروخت کرے گا۔

دوم یہ کہ غلہ لانے والے تاجر کو شہر کا نرخ غلط بنا کر خریدے مثلاً یہ کہے کہ شہر میں تو دوا فر مقدار میں غلہ موجود ہے۔ نرخ بہت گر گیا ہے۔ میں تمہیں مناسب دام دے رہا ہوں۔ شہر سے جا کر فروخت کر دو گے تو یہ دام نہیں ملیں گے اور اس طرح انہیں دھوکہ دے کر سستے دام خرید لے۔ یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر تلقی جلب ممنوع نہیں ہے۔ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ۔ یعنی ایک شخص کے دام چکالینے کے بعد دوسرے کا دام چکانا بھی ممنوع ہے۔

وَلَا تَسَاجَشُوا۔ حضور علیہ السلام نے غش سے منع فرمایا۔ غش یہ ہے کہ خود خریدنے کا ارادہ نہ ہو۔ محض کسی کو پھنسانے کے لیے چیز کی قیمت بڑھاتے جس سے مقصود یہ ہو کہ گاہک دھوکہ کھا جائے اور کم مالیت کی چیز زیادہ دام میں خریدے۔ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ۔ اور شہری دیہاتی کے لیے تجارت نہ کرے۔ یعنی تجارتی قافلہ آمد پر شہر سے باہر ہی ان سے مال نہ خریدنا چاہئے بلکہ مال کو شہر میں آنے دیا جائے تاکہ دیہاتی کو شہر کا بھاؤ معلوم ہو جائے اور مال کے بانٹاریں آجائے سے نرخ ارزاں ہو۔ مزید تفصیل گزشتہ اوراق پر ہو چکی ہے۔

وَلَا تَمْسُوا۔ تصریہ کے معنی۔ جانور کے تھن میں دودھ روکنے کے ہیں اور ایسے جانور کو موصوفہ کہتے ہیں۔ جانور کے تھن میں دودھ روک کر گاہک کو دھوکہ دینا مقصود ہوتا ہے کہ وہ جانور کے تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر یہ سمجھے کہ جانور بہت دودھ والا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس مقصد کے لیے جانور کے تھن میں دودھ روکنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِ وَقَالَ شَرِيحُ أَنْ شَاءَ وَدَّ مِنَ الزَّانِ

باب زانی غلام کی بیع کے متعلق حضرت شریح نے فرمایا زنا کے عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی زانی زنا کرے اور زنا کا ثبوت (شرعی) مال جائے تو اسے کوڑے لگوانے چاہئیں لیکن لعنت علامت نہ لگے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الرَّحْمَةُ فَتَبَيَّنَ دَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَيُتْرَبْ ثُمَّ أَنْ زَنَتْ

کی جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ زنا کرے تو کوڑے لگوانے چاہئیں۔ لیکن لعنت ملامت نہ کی جائے۔ پھر اگر تیسری بار بھی وہ زنا کرے تو ایسی لونڈی کو فروخت کر دے خواہ ایک رسی ہی کے بدلے۔

حضرت ابو ہریرہ اور قریب بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہو گا آپ نے فرمایا۔ اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، ایک رسی ہی کے بدلے میں سہی۔ ابن شہاب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہیں

فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يَشْرَبْ ثُمَّ إِنْ زَنَّتِ الثَّلَاثَةَ فَلْيَبْسُغْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرِ (بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَّتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ إِنْ زَنَّتْ فَجُلِدْهَا وَإِنْ زَنَّتْ وَهَاتَمَتْ إِنْ زَنَّتْ فَيَبْسُغْهَا وَلَوْ بِصَفِيرٍ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ

کر دینے کے لیے، آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا بتایا چوتھی مرتبہ۔

فوائد و مسائل

لا یشرب - تشریب کے معنی - لعن طعن اور عیب لگانے کے ہیں۔ حدیث کے اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ زنا کے مرتکب غلام پر حد لگائی جائے۔ لیکن اس جرم کی جو حد ہے اس پر زیادتی نہ کی جائے۔ مثلاً اسے لعن کرنا وغیرہ۔ علامہ بخاری نے یہ معنی کئے ہیں کہ صرف لعن طعن پر اکتفا نہ کرے بلکہ ایسے غلام پر حد لگائے۔ ۲۔ ابو ثور۔ اسحاق و امام احمد و امام مالک کا مسلک یہ ہے۔ زنا غلام اور لونڈی میں عیب قرار پائے گا۔ امام شافعی کہتے ہیں جو بات بھی لونڈی کی قیمت میں کمی کا سبب بنے وہ عیب قرار پائے گی۔ احناف کا موقف یہ ہے کہ زنا لونڈی میں عیب شمار ہوگا۔ کیونکہ لونڈی سے مقصود استفراش اور طلب ولد ہے۔ لیکن غلام میں عیب نہیں کیونکہ غلام سے مقصود استخدام ہے ۳۔ بیضا امام مالک و احمد و شافعی علیم الرحمہ کی رائے یہ ہے کہ اگر غلام یا لونڈی مرتکب زنا ہو تو اس کا آقا اس پر حد قائم کر سکتا ہے۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ اگر غلام یا لونڈی مرتکب زنا ہوں تو اس کا ان پر حد قائم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ حد کا نفاذ امام یا حاکم کا کام ہے۔ توجہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں جائے تو قاضی حد کا حکم دے گا۔

بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مِنَ الْغَسَاءِ

باب عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم خرید کر آزاد کرو، و لا تو اس کی موت ہی ہے جو آزاد کرے۔ پھر انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ لوگوں کو

قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِي وَأَعْتِقِي فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعِشِيِّ فَأَتَانِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ شَعْرًا

کیا ہو گیا ہے کہ خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگائے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا۔ جس کی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ باطل ہے نواہ شرعیوں کیوں نہ لگائے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور منہبط ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت بریرہ (جو لونڈی تھیں) قیمت لگا رہی تھیں۔ (تا کہ انھیں خرید کر آزاد کر دیں) نبی علیہ السلام نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ پھر جب تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے عرض کی۔ بریرہ کے مالکوں نے اپنے لیے دلائی شرط کے بغیر انھیں بیچنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دلا تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ میں نے نافع سے پوچھا۔ بریرہ کے شہر آزاد تھے یا غلام تو انھوں نے جواب دیا۔ مجھے معلوم نہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے۔ بقیہ مسائل حدیث آئندہ صفحات میں بیان ہوں گے۔

فوائد و مسائل

عَنْ قَيْسٍ سَمِعْتُ جَبْرِ بْنَ أَبِي عَتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالنَّصِيحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری)

اس کی اطاعت کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی بیعت کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تجارتی قافلوں کی پیشانی نہ کرو۔ شہری کسی دیہات کا مال فروخت نہ کرے درادیث نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ شہری کسی دیہات کا مال نہ بیچے گا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْقُوا الزَّكَاةَ وَلَا يَبْسُغُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبْسُغُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ مِمْسَاةٌ

باب کیا شہری دیہات کا سامان کسی اجرت کے بغیر بیچ سکتا ہے؟ اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہیے۔

بَابُ يَبِيعُ حَاضِرًا لِّبَادٍ يَغْتَبِرُ أَحَدُهُمَا وَلَهُ
بُيُوتُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمُ أَحَدَهُ
فَلْيَنْصَحْ لَهُ وَرَخَصَ فِيهِ عَطَاءُ
حضرت عطاء رحمہ نے اس بات کی اجازت دی ہے۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرًا لِّبَادٍ بِأَجْرِ

جنھوں نے اسے مکروہ سمجھا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال اجرت لے کر بیچے،

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا تھا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے۔ یہی ابی عباس رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا دُسُّوا لَلَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرًا لِّبَادٍ قَبِيحًا
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بخاری)

بَابُ لَا يَبِيعُ حَاضِرًا لِّبَادٍ بِالسُّمُورَةِ

باب کوئی شہری کسی دیہاتی کی دلالی نہ کرے

ابن سیرین و ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بائع و مشتری دونوں کے لیے اس کام کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ابراہیم فرماتے تھے کہ اہل عرب اس جملہ بیع کی توہما۔ کہ بول کر خریدنا مراد لیتے تھے۔

كَرِهَ ابْنُ سِيرِينَ وَابْرَاهِيمُ اللَّيْلِيَّ وَالْمَشْرُوعِيَّ
وَقَالَ ابْنُ أَبِي هِنْدٍ إِنَّ الْعَرَبَ يَقُولُ بَيْعٌ لِي
تَوْبًا وَهِيَ لَعْنَةُ الْمَشْرَاءِ

حضرت سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی اپنے مسلمان بھائی کے دام پر دام نہ چکائے۔ بخش نہ کرے اور شہری دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَمْعَ ابْنِ هُرَيْرَةَ
يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا تَسَا
جَسُوا وَلَا يَبِيعُ حَاضِرًا لِّبَادٍ
بَابُ النَّبِيِّ عَنْ ثَلَاثِي التَّكْبَانِ وَأَنَّ بَيْعَهُ
مَرْدُودٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَامٍ أَشْمٍ إِذَا كَانَ
بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ
لَا يَجُوزُ

باب تجارتی قافلوں کی پیشانی کی ممانعت۔ یہ بیع روکنی جائے گی کیونکہ ایسا کرنے والا اگر جان بوجھ کر کرتا ہے تو مجرم و خطاکار ہے۔ یہ بیع میں ایک دھوکا ہے۔ اور دھوکہ جائز نہیں ہے۔

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَاقِ وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرًا لِّبَادٍ
تھا اور اس سے بھی کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قافلوں کی) پیشانی سے منع کیا

عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَانَ
عَبَّاسٍ مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَسِينَنَّ حَاضِرُكَ لِبَادٍ
فَقَالَ لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارٌ (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَنْ اشْتَرَى مُحَقَّلَةً فَلْيَوِّدْ
مَعَهَا صَاعًا قَالَ وَنَهَى السَّبِيحَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلْقَى السُّوقِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ
بَعْضٍ وَلَا تَلْقُوا السَّلْعَ حَتَّى يَهْبِطَ بِهَا إِلَى
السُّوقِ (بخاری)

ابن طاووس سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت
ابن عباس سے پوچھا کہ حضور کے ارشاد شہری دیہاتی کا مال
نہ بیچے، کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے فرمایا۔ مطلب یہ
ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

حضرت عبد اللہ نے کہا کہ جس نے مصراۃ کو فریدا تو اس کے
ساتھ ایک صاع گھجور بھی واپس کرے۔ انہوں نے کہا کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلوں کی پیشوائی سے منع فرمایا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع میں خلل
نہ کرے اور کوئی باہر سے آنے والے مال کی طرف نہ بڑھے
تاکہ وہ بازار میں آجائے۔

بَابُ مَنْتَهَى التَّلْقَى

باب قافلے سے کتنی دور آگے

حضرت عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ قافلوں کے پاس خود پہنچ
جائے (اور ان کے شہر میں پہنچنے سے پہلے) وہیں غلہ خرید لیتے۔
لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ
ہم اسے غلہ کی منڈی میں پہنچنے سے پہلے خریدیں۔ ابو عبد اللہ
امام بخاری علیہ الرحمہ نے کیا۔ یہ منڈی (مدینہ کے بازار کے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا تَلْقَى الرُّكْبَانَ فَذَنَبْنَا
مِنْهُمْ الطَّعَامَ فَهَئِنَا السَّبِيحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ تَبِيعَهُ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِ سَوْقُ الطَّعَامِ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ
يُسَيِّرُ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ (بخاری)

آخری سرے پر ہوتی۔ اس کی وضاحت عبد اللہ کی حدیث کرتی ہے۔

حضرت عبد اللہ نے بیان کیا کہ لوگ بازار کے سرے پر
غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ منتقل کرنے
سے پہلے وہیں بیچنا شروع کر دے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَوَاطِقُهُمْ يَكُونُ
الطَّعَامُ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِيعُهُمْ
فِي مَكَانِهِمْ فَهَئِنَا هُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ
حَتَّى يَنْقَلُوهُ (بخاری)

ان تمام حدیثوں کے تفہیم و ترجمان میں ہر جگہ ہے۔ امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک ہی حدیث
کے جملوں کا عنوان قائم کر کے مطلب حدیث واضح کرتے ہیں۔

ان تمام حدیثوں

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ شہری، دیہاتی کا مال نہ بیچے۔ غلہ شہر میں پہنچنے سے پہلے نہ خرید اجاتے۔ تجارتی قافلوں کا

استقبال نہ کیا جائے۔ تو یہ ممانعت مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جب کہ دھوکہ و فریب سے کام لیا جائے۔
نورود دیہانی کو شہر کا بھاؤ اُترا جو اتنا یا جائے حالانکہ شہر میں قیمتی مسجدمیں ہوں یا تجارتی قافلوں کی آمد رک گئی ہو اور شہر
میں غلہ کی قلت ہو یا قحط کی حالت ہو۔ اور اگر یہ صورت حال نہ ہو تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

ان احادیث سے یہ ضابطہ اور اصول سمجھ میں آتا ہے کہ بیع و شرائط کی بعض وہ صورتیں جو فی نفسہ جائز و مباح ہی ہوں
مگر پختہ جاری رہنے سے ملک کے عمومی مفاد کو نقصان ہو یا روزگار کے ذرائع و وسائل برباد ہو یا چند افراد کے ہاتھوں میں
اُس طرح انجمائیں کہ وہ جب چاہیں اشیاء ضروریہ کی قلت پیدا کر کے عوام سے منہ مانگے دام وصول کر لیں اور اس طرح غریب
بغیر پریش اور مترتبط طبقہ کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ قوانین حالات میں ان احادیث کی نو سے حکومت وقت کے
پلے یہ جائز ہے کہ وہ عدل و انصاف اور خدا تعالیٰ کے ساتھ بیع و شرائط کی بعض صورتوں پر پابندی عائد کر دے۔ لیکن اس کے
ساتھ ساتھ اسلام کی بنیادی ہدایات کا پورا خیال رکھنا لازمی و ضروری ہے۔ یعنی پابندی اس نوعیت و کیفیت کی عائد کی جائے
جو بقدر ضرورت ہو اور جس سے جاہلین کے بنیادی حقوق تلف نہ ہو۔ افراط و تفریط سے پاک ہو اور اسلام کی بنیادی و
اصولی ہدایات ذرا بھی مجروح و مضلل نہ ہوں۔

بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شَرْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

باب جب بیع میں ایسی شرطیں لگائیں جو جائز نہ ہوں

لَا تَحِلُّ۔ شروط کی صفت ہے۔ جواب اذا نہیں ہے۔ بلکہ اذا کا جواب محذوف ہے۔ جواب کی
عبارت یہ ہوگی۔ لَا يَفْسُدُ الْبَيْعُ بِذَلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ
رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھیں) آئیں اور
کنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکتا
کر لی ہے۔ شرط یہ بٹھری ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انھیں
دیا کروں گی، اب آپ بھی میری کچھ مدد دیجئے۔ اس پر میں
نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ متعینہ مقدار
میں ان کے لیے (ابھی) مکتا کروں اور تمہاری ولایت میرے
ساتھ قائم ہو جائے تو میں ایسا کرنے سکتی ہوں۔ بریرہ
اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان
کے سامنے رکھی۔ لیکن انھوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر
بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے یہاں سے واپس آئیں تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں) جلوہ فرماتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ نَتْنَى بَرِيرَةَ فَقَالَتْ
كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَوْقِيَةً
فَاتَّعِبْنِي فَقُلْتُ إِنَّ أَحَبَّ أَهْلِكَ لَأَنْ أُعْذَّهَا لَهُمْ
وَلَا قَوْلَ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بِرِيرَةَ إِلَى
بَهْلَانِ فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَدُوا عَلَيْهَا فَجَاءَتْ مِنْ
عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ
فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَوْلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْبَبْتُ عَائِشَةَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيهَا وَاشْتَرِيْ
لَهُمْ أَوْلَاءَ فَإِنَّمَا أَوْلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ فَقُلْتُ
عَائِشَةُ فَرَّقَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي النَّاسِ فَحَمَدُ اللَّهِ وَآثَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرُونَ مَشْرُوطًا
لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ
لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ
مِثْلَ شَرْطٍ فَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ وَشَرُّهُ اللَّهِ أَوْ
ثَقُّ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ -

انہوں نے کہا کہ میں نے تو صورت آپ کی ان کے سامنے رکھی
تھی لیکن وہ نہیں ملتے بلکہ کہتے ہیں کہ ولایت ہمارے لیے
ہی ہے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بات سنی اور عائشہ
رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال کی خبر کی تو آپ نے
فرمایا کہ بریرہ کو تم نے لرا اور انہیں ولایت کی شرط لگانے دو۔
ولایت تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا

نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہ کو لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا
کہ انا بعد - ایسے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (غریب و فروخت) میں ایسی شرطیں لگاتے ہیں۔ جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل
نہیں ہے تو جو بھی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ کے منافی ہو وہ باطل ہے خواہ ایسی سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ
تعالیٰ کا فیصلہ ہی بہت صحیح اور حق ہے اور اللہ کی شرط ہی مضبوط ہے۔ ولایت تو اسی کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
کہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چاہا کہ
ایک باندی کو غریبہ کر آزاد کر دیں۔ لیکن اس کے مالوں نے
کہا کہ ہم اس شرط پر بیچ سکتے ہیں۔ جب کہ اس کی ولایت
ہو۔ حضرت عائشہ نے حضور سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط کی وجہ سے تم نہ رکو۔
ولایت تو اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ
أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ
لَهَا نَبِيُّهَا عَلِيٌّ أَنْ وَلَا تَهْلِكَا فَذَكَرْتُ
ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
لَا يَمْنَعُكَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ -

(بخاری)

(۱) اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ذکاة، صدقہ، عتق، مکاتب، یمہ، بیوع، فرائض،
طلاق، شروط، اطعمہ، کفارة الایمان - باب البیوع والشرار مع النساء وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور
اہم ابواب اور دینے عتق میں نسائی نے فرائض میں ابن ماجہ نے عتق میں ذکر کیا ہے۔

فوائد و مسائل

مکاتب
کا مطلب یہ ہے کہ غلام اپنے آقا سے یہ طے کر لے کہ اتنی مدت میں اس قدر رقم وہ اسے کما کر
دے گا۔ اس شرط کے پورا کرنے پر غلام آزاد ہو جائے گا۔ قرآن میں فرمایا۔ فَكَأَيُّ مَنَافِعٍ لَهُمْ إِنْ
عَلِمُوا فِيهِمْ خَيْرًا - یعنی تمہارے غلام و لونڈی جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمائے کہ شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو۔
اگر ان میں کچھ بھلائی جانے (نور آیت ۳۶)۔ اس آیت سے مکاتب کا شروع ہونا واضح ہوا۔ قرآن کا یہ حکم استجاب کے
لیے ہے۔ ان علمتم فیہم خیرا کے الفاظ اس امر پر دلالت ہیں کہ یہاں یہ امر استجابی ہے۔

ولایت کا مطلب
حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَمْلَأُوا لِمَنْ اَعْتَقَ - یعنی جب غلام کو آزاد کر دیا جائے تو اس کا
فرائض و عصابات نسبیہ کے بعد اس کی میراث (میراث) آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

یہ حدیث اس امر میں فصیح ہے کہ ولا معتق کے لیے ہے۔ اس مسئلہ میں تمام ائمہ متفق ہیں۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر اس شرط پر آزاد کیا کہ ولا معتق کے لیے نہ ہوگی تو جہور کے نزدیک یہ شرط باطل ہے اور ولا بہر حال معتق کے لیے ہوگی۔ (۱) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کی تھی۔ حضرت عائشہ نے چاہا کہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں۔ لیکن بریدہ کے مالکوں نے یہ شرط لگائی کہ ولا ان کے لیے ہوگی۔ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا۔ واشترطی لہمسم الخ لا۔ تم یہ شرط مان لو مگر ولا بہر حال معتق کے لیے ہوگی۔ ظاہر حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ بیع جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے شرط فاسد کے باوجود بیع کو کیسے جائز قرار دیا اور اس پر مزید یہ کہ ایک ایسی شرط جو کہ باطل ہے کی اجازت بھی دی اور پھر اس شرط کو باطل بھی قرار دیا۔ شارحین نے اس سوال کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ اول حدیث عائشہ عن مالک ابن ہشام میں واشترطی کا لفظ ہے مگر ابن ہشام ہی سے یث بن سواد عمرو بن الحارث کی روایات میں اشترط ولا ذکر نہیں ہے۔ صرف یہ لفظ ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ لا یمنعک ذالک عنہا ابستحی واعتقی وانما

الاولا لمن اعتق۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اشترطی بمعنی اظہر ہو۔ اس بن فخر کہتا ہے فاشترط فیہا نفسہ وھو مقصود۔ کلام عرب میں اشراط بمعنی اظہار آیا ہے۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تم بریدہ کو خرید لو اور ان پر واضح اور ظاہر کرو کہ ولا کہ تو معتق ہی کے لیے ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور کا ارشاد بطور زجر و توبیخ و تنکیر کے لیے ہے۔

امام نووی نے فرمایا۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل اور قواعد کا ظہور ہوتا ہے۔ علماء کے ایک گروہ جن میں حضرت ابن مسعود و ربیعہ، عطاء، نخعی، امام احمد بھی شامل ہیں۔ اس حدیث سے مکاتبت کی بیع کے جواز کا قول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے حضرت بریدہ کو جو کہ مکاتبت تھیں، کو خریدنا چاہا تو حضور علیہ السلام نے اس بیع کو جائز قرار دیا۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ و شافعی و امام مالک (فی روایت) اور بعض اصحاب مالک عدم جواز کا قول کرتے ہیں اور حضرت عطاء وغیرہ کے استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت بریدہ نے مکاتبت کو فسخ کر دیا تھا۔ اس بنا پر حضور نے اس بیع کو جائز قرار دیا تو یہ بیع مکاتبت نہ ہوئی۔

بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالثَّمَرِ

باب کھجور کی بیع کھجور کے بدلہ

حضرت عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں خریدنا سود ہے۔ لیکن یہ کہ نقد ہو۔ کھجوروں کے بدلہ میں خریدنا سود ہے۔ لیکن یہ کہ نقد ہو اور کھجور کو کھجور کے بدلہ میں خریدنا سود ہے۔ مگر یہ

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعُ بِالْبَيْتِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّيْءُ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّيْءُ بِالْثَّمَرِ رِبًا إِلَّا

فوائد و مسائل | (۱) البُسْر - رفع و نصب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ نصب اس بنا پر کہ فعل مقدمہ کا مفعول ہو
تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ بِشَعْوِ البُسْرِ بالبُسْرِ۔ رفع اس بنا پر کہ یہ مبتدأ ہو غیر مفعول
کی۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ البُسْرُ يُبَسَّغُ بِالْبُسْرِ

(۲) هَآءٌ وَ هَآءٌ کے حاصل معنی تقدیر سودا کرنے کے ہیں۔ هَآءٌ اسم فاعل معنی اصر ہے۔ ہمزہ پر زیر ہے یا
زیر معنی خذ بعض نے کہا هَآءٌ - هَاكُنَّهَا معنی خذ اسم فاعل معنی امر۔ لک کہ ہمزہ سے بدل دیا۔ معنی یہ ہوئے
کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے (خذ) یہ لے اور دوسرا کہے ہاتھ۔ لا

(۳) اس حدیث میں سونے چاندی اور نمک کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس سلسلہ کی دوسری متعدد احادیث میں سونے
چاندی اور نمک کا بھی ذکر ہے۔

(۴) یہ کل چھ اشیاء ہوتیں۔ (۱) سونا ۲۔ چاندی ۳۔ گیہوں ۴۔ ج ۵۔ کھجور ۶۔ نمک) ان اشیاء میں سے جس کی بیع جب
ان کی جنس سے ہو یعنی سونا سونے کے عوض۔ چاندی چاندی کے عوض۔ گیہوں گیہوں کے عوض۔ ج ۵ کے عوض۔ کھجور کھجور کے عوض۔ نمک نمک کے عوض تو اس بیع کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہم جنس چیزیں برابر برابر
ہوں یعنی گہلی سے تو پاپ سے برابر ہو اور وزنی سے تو وزن سے برابر ہو اور وزنی ہے تو وزن سے برابر ہو اور سودا اچھی فائدہ
ہو۔ "تبادلہ میں سودا ادھار ہو یا دونوں ہم جنس چیزیں برابر برابر نہ ہو تو یہ سودے اور ناجائز و حرام ہے۔ اشیاء میں سے
مذکورہ فی الحدیث کی بیع۔ جب کہ (اسی کی جنس سے ہو) میں کسی بیشی اور ادھار کو چونکہ احادیث میں سودا اور منوع قرار
دیا گیا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حکم اشیاء میں سے مذکورہ فی الحدیث ہی کے
ساتھ خاص ہے یا دوسری اجناس کے تبادلہ میں بھی یہی حکم جاری ہوگا۔ اگر جاری ہوگا تو اس کا ضابطہ کیا ہے؟ حضور
علیہ السلام نے واضح طور پر اس کا ضابطہ بیان نہیں فرمایا۔ اس بنا پر اہل الظاہر نے یہ رائے قائم کی کہ یہ حکم صرف ان
اشیاء میں سے مذکورہ فی الحدیث کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ جو اشیاء ہیں۔ ان کی بیع خواہ اسی کی جنس سے ہوگی
و بیشی و ادھار کا معاملہ کرنا جائز ہے۔ حضرت مسروق، قتادہ، طاؤس، شیبی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما بھی یہی مسلک ہے۔
(یعنی) لیکن جمہور نے اہل الظاہر کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں۔

سود کی حرمت ان چھ اشیاء کے ساتھ خاص ہیں۔ ان چھ اشیاء کا ذکر اس لیے ہے تاکہ دوسری اشیاء کو بھی
ان پر قیاس کیا جاسکے۔ چنانچہ آئمہ اربعہ نے دیگر اشیاء میں اس حکم کو جاری کرنے کے لیے اپنے اپنے اجتہاد کے
مطابق علت کا تعین کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنس و قدر علت متعین فرمائی۔
اسی طرح امام شافعی، امام احمد، امام مالک اور دیگر آئمہ نے بھی علت کا تعین کیا ہے۔ جن کی تعداد تقریباً دس ہے۔ علاوہ
یعنی علیہ الرحمۃ نے ان مذاہب کو باب ما یدکر فی بیع الطعام وادھار کے تحت جو حدیث آئی ہے وہاں تفصیل سے
بیان کر دیا ہے۔

یَدِ ابید

واضح ہو کہ اشیارِ رسد کی احادیث میں یَدِ ابید اور اسی سے ملنے جلتے ہم معنی الفاظ آتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی دست بدست کے ہیں۔ جس کا بظاہر یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ تعاقب

بدلین فی المجلس اشیارِ رسد کے لیے شرط ہے اور ملک احاف یہ ہے کہ سوسے چاندی کی بیع میں تو تعاقب بدلین فی المجلس شرط ہے۔ مگر بھجور، نمک، گیہوں، جو۔ ان چار چیزوں میں تعاقب بدلین فی المجلس شرط نہیں بلکہ تعین شرط ہے کہ دو چیزیں متعین ہوں۔ احاف کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ یَدِ ابید کا مطلب دراصل تعین ہی ہے۔ مگر چونکہ سونا چاندی خلقتِ مشن ہیں اور مشن کی تعین کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بیع صرف (چاندی سونے کی بیع) میں قبضہ بالید صحیح کے لیے شرط ہے اور باقی چار اشیا، نمک، بھجور، گیہوں، جو کی بیع میں قبضہ بالید شرط نہیں کیونکہ ان اشیا میں اشارہ سے تعین کا اتمام ہو جاتا ہے۔

(۱) مثلاً ایک تولہ سونا ایک تولہ سونے کے عوض بیع کیا تو یہ بیع جائز ہے۔ جب کہ باقی اور مشتری بدلین پر ملتا ہے اسی مجلس میں قبضہ کر لیں مگر مجلس میں قبضہ نہیں کریں گے تو بیع ناجائز قرار پائے گی۔

(۲) سونے چاندی کے علاوہ کی مثال یہ ہے۔ ایک صاع گیہوں، ایک صاع گیہوں کے عوض بیع کی جائز ہے جبکہ دونوں طرف کے گیہوں متعین ہوں یعنی ان کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ لیکن یہاں مجلس میں بدلین پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے۔ صرف اشارہ سے بدلین کو متعین کر دینا کافی ہے۔ خراہ قبضہ بعد میں کریں۔ (فانہم)

وضاحت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یَدِ ابید سے مین یعنی وہی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ تعین اشارہ بالید کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ قبضہ قبضی مراد دیا جائے کیونکہ قبضہ ید کے ساتھ ہوتا ہے۔ احتمال ثانی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا گیا جو بیع صرف کے بارے میں ہے۔ من یدک الخ یدہ وان استخظرتک الخ یدک الخ الخلف سار بجز و ان وثب من المسطح فثب معه مجسوط منرخصی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ یعنی تیرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کی طرف (قبضہ ہو) اگر وہ مستون کے پیچھے جانے کی تجھ سے ہمت مانگے تو اُسے اتنی ہمت بھی نہ دے۔ اگر وہ ابھی ادبھی جگہ سے چھلانگ لگا دے تو تو بھی اس کے ساتھ چھلانگ لگا دے۔ امام شری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرتے فرماتے ہیں۔ ولکن الاصح ان المراد التعتین لانہ لو کان المراد بد القبض لقال من ید الخ لانہ لایقبض من ید غیرہ فعرفنا ان المراد التعتین انتہی مجسوط سرخصی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ یعنی صحیح یہ ہے کہ حدیث شریف میں یَدِ ابید سے قبضہ مراد نہیں بلکہ تعین مراد ہے۔ کیونکہ اگر قبضہ مراد ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشیارِ رسد نہ ذکورہ کی حدیث میں من ید الخ یدہ فرماتے۔ اس لیے کہ وہ اپنے غیر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کی طرف قبضہ کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت متقول بالا چونکہ محض بیع صرف کے بارے میں ہے۔ باقی اشیا اور بعد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے اس میں من یدک الخ یدہ کے الفاظ وارد ہیں کہ بیع صرف میں تعین، منہ

کافی نہیں، بلکہ قبضہ ضروری ہے۔ لہذا اشیاءِ مستزکرہ والی حدیث میں یداً بید کو قبضہ کی بجائے تعین پر محمول کرنا بقول حضرت شمس الامام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً صحیح قرار پاتا ہے۔ نیز غریب احاف کے مطابق تعین مراد لینے کے قول پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث عبادۃ النض کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبشر بالبشر والشعیر بالشعیر والمتس بالمتس والملح بالملح الاسواء بسواء عینا بعین الخ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۲، ۲۵۔ اس حدیث میں یداً بید کی بجائے عینا بعین کے کلمات اس دعوے کی روشنی میں دلیل ہیں کہ یداً بید سے قبضہ مراد نہیں بلکہ تعین مراد ہے۔

چنانچہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ وقولہ یداً بید معناه عندنا عین بعین یعنی ہمارے نزدیک یداً بید سے عین بعین مراد ہے۔ اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ولہذا لا یشتغل بالتقابض فی بیع الحنطہ، بالحنطہ۔ لان المتعین فیہا یتم بالامشاة انتہی۔ اس کے دوسرے مرتبہ فرماتے ہیں۔ وكذلك الشعیر والشعیر والملح انتہی۔ یعنی اشیاءِ اربعہ میں چونکہ اشارہ بالید کے ساتھ تعین کا اتمام ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کی بیع میں تقابض الیحدین فی المجلس شرط نہیں۔ لیکن سونا چاندی چونکہ خلطہ شمس ہیں اور شمس کی تعین کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بیع صرف میں قبضہ بالید صحت بیع کی شرط ہے۔ اسی طرح بھرا لائق جلد ۶ صفحہ ۱۳۰ یعنی سونے چاندی کی بیع کے علاوہ اشیاءِ اربعہ کی بیع میں صرف تعین شرط ہے۔ قبضہ شرط نہیں۔ عینا علی الہدایہ میں ہے قبض عووض۔ التصرف قبل الافتراق بالابدان وأجب بالمنقول۔ یعنی بیع صرف کے عوض کے قبضہ کا انفرق بالابدان سے پہلے واجب ہونا احادیث مشرقہ سے ثابت ہے۔ معلوم ہوا کہ بیع صرف کے علاوہ اشیاءِ اربعہ مذکورہ کی بیع میں یہ قبضہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

ہاں! شمس اور دین کی صورت میں یہ قبضہ اس لیے واجب ہو گا کہ دین اور شمس کی تعین قبضہ بالید کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ شمس خلطہ ہو یا غیر خلطہ، سونا چاندی مضروب ہو یا غیر مضروب جیسے مصبوغ کہتے ہیں۔ ہر صورت میں تقابض الیحدین قبل التفرق واجب ہے۔ اس کے علاوہ میں محض تعین، صحت بیع کے لیے کافی ہے۔ قبضہ ضروری نہیں۔ فافہم۔ چونکہ یہ مسائل بہت ماریک اور مشکل ہیں۔ اس لیے راقم الحروف اس باب میں بنیادی طور پر حنفی مسلک اور اس کے دلائل کو پیش کرتا ہے۔

وزنی اور کیلی کا مطلب | وزن سے فروخت ہونے والی اشیاء کو وزنی۔ کسی پیمانہ سے ماپ کر فروخت ہونے والی چیز کو کیلی اور گنتی سے فروخت ہونے والی چیز کو عددی کہتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اشیاء کو وزنی قرار دیا ہے (جیسے سونا چاندی) وہ ہمیشہ اور ہر دور میں شرعاً وزنی ہی رہے گی اگرچہ عووض بدل جائے۔ اسی طرح جن اشیاء کو حضور علیہ السلام نے کیلی

قرار دیا ہے۔ جیسے (بھجور گیہوں، نمک، بجر) وہ ہمیشہ کے لیے کیلی ہی رہیں گی۔ اگرچہ عرف و رواج اس کے خلاف ہو جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مذکورہ بالا چاروں چیزیں ذی زن سے فروخت ہوتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ چار اشیا بہر حال شرعاً کیلی ہی قرار پائیں گی اور عرف و رواج کا یہاں اعتبار نہ ہوگا۔ البتہ جن اشیا کے کیلی یا زنی ہونے کی حضور علیہ السلام نے تصریح نہیں فرمائی۔ ان میں عرف و رواج کا اعتبار ہوگا۔ اس بنا پر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز کسی شہر یا صوبہ میں وزن سے فروخت ہوتی ہو اور وہی چیز دوسرے شہر یا صوبہ میں عدد سے پکتی ہو تو جیسا کہ جس شہر یا صوبہ کا رواج ہوگا۔ شریعت اس رواج و عرف کا لحاظ کرتے ہوئے اس چیز کو زنی یا کیلی قرار دے گی اور اس وجہ سے حکم میں بھی تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً مالٹا اور کنو پنجاب میں عدد سے پکتے ہیں تو یہاں پنجاب میں ایک عدد مالٹا دس عدد مالٹوں کے عوض بیع کرنا جائز ہوگا۔ مگر کراچی میں مالٹا یا کنو وزن سے فروخت ہونے کا رواج ہے۔ لہذا کراچی میں ایک سیر مالٹے دوسرے مالٹوں کے عوض فروخت کرنا سود قرار پائے گا اور یہ بیع ممنوع قرار دی جائے گی۔ کیونکہ جنس و قدر میں اتحاد پایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا ضابطہ اور مثال کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے تو بیع کی ایسی متعدد صورتوں کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

جنس و قدر کی تعریف اگر دو چیزوں کا ایک نام اور ایک ہی کام ہو تو یہ چیزیں ایک جنس قرار پائے گی اور اگر نام اور مقصد میں اختلاف ہو تو الگ الگ جنس سمجھی جائیں گی۔ امد قد سے

مراد وزن اور پاپ ہے۔

مثال کے طور پر گیہوں، بجر، کپڑے کی تمام قسمیں ململ، لٹھا، چھینٹ، مختلف اقسام کے پارچات جو ایک دوسرے کے متبادل ہوں گے۔ لود، پیتل، تانبا، اسٹیل، ادن، ریشم، سوت، گائے کا گوشت، بھینس کا گوشت، بکری کا گوشت، دنبہ کی چمکتی، پیٹ کی چربی، روغن گل، روغن چنیل، روغن بادام وغیرہ۔ یہ سب مختلف الجنس اشیا ہیں۔ بھجور کی تمام اقسام ادنیٰ و اعلیٰ، خشک و تر، ایک جنس ہیں۔ چائوں کی سب قسمیں، عمدہ خراب اعلیٰ و ادنیٰ ایک جنس ہیں۔ گیہوں کی سب قسمیں موٹی یا ریک عمدہ خراب ایک جنس ہیں۔ اس بنا پر ایک صاع تر بھجور کو دو صاع سوکھی بھجوروں کے عوض فروخت کرنا۔ اسی طرح ایک صاع عمدہ موٹے دانے والی گندم کو دو صاع خراب گندم کے عوض فروخت کرنا سود ہے اور ممنوع ہے۔ کیونکہ جنس و قدر کا اتحاد پایا گیا ہے۔ اس معاملہ میں عمدہ و خراب کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جاتا۔

متجانس اشیا کی بیع کا ضابطہ شرعی جن دو چیزوں کے متبادل میں قدر و جنس دونوں موجود ہوں تو کئی پیشی سود ہے اور حرام ہے (اس کو ربنا الفضل کہتے ہیں)

اور اگر ایک طرف نقد ہو۔ دوسری طرف ادھار یہ بھی سود ہے اور بیع حرام (اس کو ربنا البیئہ کہتے ہیں) مثلاً گیہوں کو گینوں کے بدلے فروخت کریں تو کم و بیش بھی حرام اور ایک اب دیتا ہے دوسرا کچھ دیر بعد دے گا (ادھار) یہ بھی حرام البتہ مجلس میں قبضہ ضروری نہیں ہے۔ بدین کی تعمین ضروری ہے۔ یعنی غلہ کی بیع اپنی جنس یا غیر جنس سے یہ اس میں تقابض شرط ہیں۔ صرف معین کرنا شرط ہے۔ اسی طرح ایک تولہ سونا ایک تولہ سونے کے بیع کیا جائے تو کم و بیش

یہی حرام۔ مجلس میں قبضہ ضروری اور احادیثی حرام۔ جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ دونوں کا وزن برابر ہو۔ سودا نقد ہو۔
 بائع اور مشتری جہلین کو اسی مجلس قبضہ بھی کر لیں۔ واضح رہے کہ سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے تبادلہ کرنے کا وزن
 کی کیفیت و نوعیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے۔ اس بنا پر ایک تولہ سونے کے عوض ڈیڑھ تولہ سونے کا زور بیع کیا تو یہ بیع
 حرام اور سود قرار پائے گی۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت فضالہ ابن عبیدہ سے مروی ہے۔ انھوں نے خیبر کے دن بارہ
 دینار میں ایک ہار خریدا۔ **فِيهَا ذَهَبٌ وَ خُزْنٌ**۔ اس میں سونا بھی تھا اور موتی بھی میں نے اس ہار کو کھول دیا تو اس
 ہار کا سونا بارہ دینار سے زیادہ پایا اور ضرور ضرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ایسے
 ہار بغیر

فَقَالَ لَا مَبَاعَ حَتَّى تَفْصَلَ (شکوہ باب اول) | جدا کیے نہ بیچے جائیں۔

مجلس نہ بدلنے کا مطلب | یہ ہے مجلس خواہ تنہا ہی طویل ہو جائے۔ جب تک دونوں جُدا نہ ہوں قبضہ کر سکتے
 ہیں۔ اگر بائع و مشتری دونوں جُدا ہو جائیں۔ ایک ایک طرف چلا جائے۔ دوسرا دوسری
 طرف یا ایک وہاں سے چلا جائے اور دوسرا وہیں رہے تو بھی مجلس بدل گئی۔ پس بیع صرف کی صحت کے لیے مجلس ہی کے
 اندر بدلین پر قبضہ شرط ہے۔

ماپ کی مقدار | سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ ماپ کی کم از کم مقدار نصف صاع ہے تو کیل چیز کو جو
 نصف صاع سے کم ہو بھی بیشی کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ مثلاً ایک عدد بھجور دو عدد بھجور کے
 عوض یا ایک ٹپ جو دو ٹپ بچ کے عوض بیع کرنا جائز ہے۔

برابری کا مطلب | واضح ہو کہ جن اشیاء میں بیع جائز ہونے کے لیے برابری شرط ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ برابری
 کا علم عقد کے وقت ہو۔ اگر بعد میں علم ہوا تو بیع ناجائز قرار پائے گی۔ مثلاً گہو گہو کی گہو کے
 بدلے تخمینہ سے بیع دیتے۔ پھر بعد میں ماپ لگے تو برابر نکلے۔ یہ بیع ناجائز ہے۔

(۲) اسی طرح برابری کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز شرعاً وزنی ہے۔ اسے وزن سے برابر کیا جائے۔ جیسے سونا چاندی شرعاً
 وزنی ہیں۔ پس اگر سونا ماپ کو سونے کے عوض بیع کیا اور یہ نہیں معلوم کہ دونوں کا وزن کیسا ہے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ ہر چیز
 وزنی اشیاء میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ وزن میں دونوں برابر ہوں۔ خواہ ماپ میں برابر نہ ہوں۔ اور وزن میں برابر ہونے
 کے یہ معنی ہیں کہ کاسٹے یا ترازو کے دونوں پلڑے میں دونوں برابر ہوں۔ مثلاً سونا کو سونے کے عوض بیع کیا۔ دونوں پلڑوں
 میں سونا کھا تو دونوں پلڑے برابر ہوئے۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں۔ دونوں کا وزن کیسا ہے (کیونکہ وزن تو باٹ سے تول کر
 معلوم ہوگا) تو یہ بیع جائز ہے۔ (عالمگیری در مختار) **مَنْ خَصَّكَ بِوَقْتٍ مَعْقِدٍ قَدَرِينَ** کے علم میں دونوں چیزوں کا برابر ہونا شرط ہے۔
 لہذا اگر فی الحقیقت دونوں جانب کی چیزیں برابر ہوں مگر عاقدین (بائع و مشتری) کو بوقت عقد برابری کا علم نہ ہو بلکہ عقد بیع
 کے بعد معلوم ہوا کہ دونوں اشیاء برابر ہیں تو یہ بیع ناجائز ہے۔ اور جو اشیاء شرعاً کیلی ہوں جیسے بھجور
 ٹپ گہو گہو گہو کی گہو کے عوض وزن میں برابر کر کے بیع کیا۔ مگر یہ تو ایک کیلی کا ماپ میں برابر ہیں یا نہیں۔

بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ کین استیاء میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ باپ میں برابری ہو۔ خواہ وزن میں برابر نہ ہوں۔ اگر دو تولیاب ایک جنس نہ ہو۔ بلکہ مختلف جنس ہیں۔ اگر قدر و جنس میں اختلاف ہو تو کمی بیشی جائز ہے۔
 کے عوض تبادلہ کیا جائے تو کمی بیشی جائز ہے۔

(۱) مثلاً سونا ایک تولہ ہو اور چاندی ۵ تولہ تو یہ بیع جائز ہے مگر اس صورت میں تعابض بدلیں شرط ہے۔ اگر تعابض بدلیں سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہو گئی۔ ہاں سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے کے عوض خریدنے میں دونوں جانب کو وزن کرنے یا بوقت عقد عاقرین کو دونوں وزن کا علم ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وزن تو اس لیے کرنا ضروری تھا کہ دونوں کا برابر ہونا معلوم ہو جائے اور جب اختلاف جنس کی صورت میں برابری شرط ہی نہیں ہے تو وزن بھی ضروری نہ رہا۔ صرف مجلس میں قبضہ شرط ہے۔

(۲) اسی طرح اگر گہوں کو جو کے بدلے میں یا پیتل کو لوہے کے بدلے میں بیع کریں (پہلی مثال میں (باپ) اور دوسری میں وزن مشترک ہے۔ مگر جنس کا اختلاف ہے تو اب کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے۔ مگر ادھار بیچنا اس صورت میں بھی حرام اور سود ہے۔ اور اسی صورت میں اگر کمی بیشی کا سودا نہ کیا جائے (مثلاً گہوں اور جو دونوں برابر بھی ہوں) تو بھی ادھار بیع سود ہے اور حرام ہے۔ غرض کہ قدر و جنس میں سے ایک ہو، ایک نہ ہو، کمی بیشی جائز مگر ادھار حرام ہے اور اس کی دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَيُعَوَّلُ كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ** (شکوۃ باب الربا) نقد ہو۔ جب جنس بدل جائے تو جیسے چاہو بچو جب کہ سودا

جنس و قدر دونوں نہ ہوں تو کمی بیشی بھی جائز اور ادھار بھی جائز ہے اس صورت میں کمی بیشی بھی جائز ہے۔ مثلاً گہوں یا جو کو روپے سے خریدیں تو اس صورت میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے۔ کمی بیشی تو یہ ہی ہے کہ ایک روپے کے عوض مثال کے طور پر ایک من گندم خرید رہا ہے اور ادھار بھی جائز کہ آج خریدو اور روپیہ ہمیں بعد یا سال بعد جو بٹھرا ہے ادا کیا جائے۔

بیع اور قرض میں فسق یہ بات یاد رکھیے۔ یہ جو مسائل و احکام بیان ہوئے ہیں۔ یہ خرید و فروخت سے متعلق ہیں۔ قرض کی تعریف اور اس کے احکام اور ہیں۔ جو چیز قرض لی گئی یا دی گئی ہے اس کا بیش ہونا ضروری ہے۔ خواہ باپ کی چیز ہو یا وزن کی یا گنتی کی اور قرض کا حکم یہ ہے کہ جو چیز قرض لی گئی ہے اس کا بیش ادا کرنا لازم ہے تو جو چیز بیشی نہ ہو اسے قرض دینا درست نہیں ہے۔ مثلاً ایک تولہ سونا، ایک صاع کھجور، ایک صاع گہوں قرض لیے اور مدت معینہ گزر جانے کے بعد ایک تولہ سونا، ایک صاع کھجور، ایک صاع گہوں جو قرض لیے تھے ادا کر دیئے جائز ہے۔ کیونکہ یہ بیع نہیں قرض کی صورت ہے۔ مگر اس صورت میں بھی کمی بیشی حرام اور مجھوڑ ہے۔ مثلاً ایک تولہ سونا قرض لیا اور ڈیڑھ تولہ سونا ادا کیا۔ تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح ایک صاع گہوں قرض لیے اور

دو صاع گہوں ادائیگی ٹھہری تو یہ بھی سود ہے یہی سود قرض پر نفع لینا خاص سود ہے۔

بَابُ بَيْعِ الذَّيْبِ بِالتَّيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

باب کشش کو کشش کے عوض اور غلہ کو غلہ کے عوض بیچنے کے متعلق

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ سے منع فرمایا اور مزانبہ یہ ہے کہ کھجور کا باغ ہو۔ تو جو کھجوریں درخت میں لگی ہوئی ہیں ان کو خشک کھجوروں کے عوض باپ کر بیع کرے اور اگر کھجور کا باغ ہو تو درخت میں لگے ہوئے انکھور منقے کے بدلے میں باپ کر بیع کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَوَى اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَزَانِبَةِ وَالْمَزَانِبَةُ بَيْعُ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الذَّيْبِ بِالْكَيْلِ (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ سے منع فرمایا اور مزانبہ یہ ہے کہ درخت میں جو کھجوریں لگی ہوئی ہیں۔ ان کو خشک کھجور کے عوض باپ کر بیع کرے کہ اگر زیادہ ہو تو میری۔ اگر کم ہوں تو میری بھر پر۔ ابن عمر نے کہا اور مجھ سے

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَزَانِبَةِ قَالُوا وَالْمَزَانِبَةُ أَنْ يَبْيَعَ الشَّعْرَ بِكَائِلٍ إِنْ زَادَ فَلَيْ وَ إِنْ نَقَصَ فَقَلَّتْ قَالُوا

حضرت زید بن ثابت نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر یہ میں تخمینہ کے ساتھ اجازت عطا فرمائی۔

وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْمَزَانِبِ بِخَصْرِهَا (بخاری)

(۱) مزانبہ مزب سے ہے۔ اس کے معنی دفع کرنے ختم کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس بیع میں جسے نفع نظر آئے۔ وہ اسے جاری رکھنا چاہتا ہے اور جسے نقصان نظر آئے دفع کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس بیع کو مزانبہ کہتے ہیں یعنی دفع یا ختم کی جانے والی بیع ۲۔ مزانبہ پھولوں کی خرید و فروخت کہتے ہیں ۳۔ مزانبہ کی صورت یہ ہے کہ ہم جنس پھول کا تبادلہ یوں کیا جائے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل جن کی مقدار معلوم نہیں ہے کو درخت سے اُڑتے پھل کے عوض جس کی مقدار معلوم ہے بیع کی جائے۔ ۴۔ إِنْ زَادَ فَلَيْ كَالْمَطْلَبِ یہ ہے کہ خریداریہ کہے۔ درخت سے لگی ہوئی کھجوریں جتنی بھی ہو حرج نہیں کم ہوں گی تو مجھے نقصان ہوگا اور زیادہ ہوں گی تو مجھے نفع ہوگا۔ تو درخت کی کھجوروں کے متعلق یہ پتہ نہیں ہے کہ ان کی مقدار کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہوا کہ جن چیزوں میں بیع جائز ہونے کے لیے برابری شرط ہے تو برابری کا علم عقد کے وقت ہونا ضروری ہے اور بیع مزانبہ میں وقت عقد درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار کا علم نہیں ہوتا اس لیے یہ بیع ناجائز قرار پائے گا ۵۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ترکحور کو ترکحور یا خشک کھجور کے بدلے بیع کرنا۔ اسی طرح انکھور کو منقے یا بخشش کے بدلے بیچنا ناجائز ہے جبکہ دونوں جانب کی

چیزیں ماپ میں برابر ہوں۔ وزن میں برابری کا اس میں اعتبار نہیں ہے۔ پس اگر ایک سیر کھجور ایک سیر کھجور کے عوض
یا ایک سیر گہوں ایک سیر گہوں کے عوض فروخت کیے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ شرعاً جو چیزیں کیلی ہیں۔ ان میں برابری
ماپ سے ہوگی۔ وزن سے نہیں۔ فانہم

قوائد و مسائل | عوایا عریہ کی جعہ ہے۔ اس کے معنی خالی ہو جانے کے ہیں۔ عوایہ کی تفسیر میں متعدد اقوال
ہیں۔ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اور حضرت علی قاری
علیہ الرحمۃ نے لمعات میں یہ کی ہے۔ باغ کا مالک اپنے باغ کے درخت کی کھجوریں فقیر کو ہیرہ کر دے کہ تو اس درخت کی کھجوریں
کھایا کر۔ اب فقیر کا کھجور کے حصول کے لیے باغ میں آنا جانا ہو۔ جس کی وجہ سے مالک کے اہل و عیال کو تکلیف ہو۔ اس
بنار پر مالک اس فقیر کو درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کے عوض تھینا درخت سے اُتری ہوئی کھجوریں دے کر رخصت کر دے
حاشیہ ہدایہ ص ۳ پر عریہ کی تعریف اسی سے ملتی جلتی یہ کی گئی ہے۔ ایک شخص پھل کھانے کے لیے کسی کو غار میں کھجور
کا درخت دیتا تھا۔ پھر ارتفاع کی شکلوں میں دشواری کی وجہ سے درخت واپس لے لیتا اور اس کے عوض اندازہ کر کے
خشک کھجور دے دیتا۔ آئندہ اس سلسلہ کی احادیث میں عریہ کی تعریف اسی سے ملتی جلتی دی گئی ہے۔ بظاہر یہ مزانبہ
ہی کی شکل معلوم ہوتی ہے۔ جو ممنوع ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے مالک اور فقیر کے فائدے کے لیے اس کی اجازت
عطا فرمادی۔ علماء احناف یہ جواب بھی دیتے ہیں۔ یہ بیع سرے سے مزانبہ ہے ہی نہیں۔ یہ تو مہر کی تبدیلی
ہے جس کا جواز واضح ہے۔

نوٹ | سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ہاں خشک پھلوں کے عوض تر پھلوں کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ اگرچہ
دونوں جانب کی چیزیں ماپ میں برابر ہوں۔ امام شافعی حدیث ترمذی سے استدلال فرماتے ہیں۔ جس میں
اس طرح کی بیع کی ممانعت آئی ہے۔ احناف کی طرف سے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ
حدیث ترمذی ضعیف ہے اور ضعیف حدیث سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

باب جو کی بیع جو کے عوض

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انھیں
تو دینار بھنانے تھے (انھوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا اور مجھ نے (اپنے
معاملہ کی) بات چیت کی اور ان سے میرا معاملہ ہو گیا۔ تو
سو نے (دینار) کو اپنے ہاتھ میں لے کر اٹھنے پھٹنے لگا اور
کہنے لگا کہ ذرا میرے خراجی کو غار سے آ لینے دو (تو میں

عَنْ قَالِیْلَ بْنِ اَوْسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ الشَّامِسَ
صَرَفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ قَدْ عَانِيَ طَلْحَةَ بَرَجَ
عَبْدَ اللَّهِ فَتَرَاَوْضًا حَتَّى اضْطَرَفَ مَعِيَ
فَاَخَذَهُ بِيَقْلِبَهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى يَأْتِيَ
خَارِجِي مِنَ النَّابِئَةِ وَعَمْرُو يَسْمَعُ ذَلِكَ فَقَالَ
وَاللَّهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ وَتَالِ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ
بِالذَّهَبِ وَالْأَهَاقُ وَالنَّبْرُ بِالنَّبْرِ وَالْأَهَاقُ
وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالْأَهَاقُ وَالْأَهَاقُ
وَالشَّعِيرُ بِالنَّبْرِ وَالْأَهَاقُ وَالْأَهَاقُ (بخاری)

تمہارے یہ دینار بھنا دوں گا، عمر رضی اللہ عنہ بھی ہماری باتیں سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، جب تک تم ان سے اپنے دینار کے عوض دے رہے نہ ہو، ان سے جڑا نہ ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سونے کے بدلہ میں، اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں کے بدلے گیہوں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو، جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہے۔

فوائد ومسائل (۱) هَاءُ وَهَاءُ کے معنی نقد سود اکرانے کے ہیں۔ یعنی سونا چاندی کی بیع میں بدلیں پر مجلس میں قبضہ اور نقد کی بیع میں تعمین۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں وضاحت سے یہ مسک بیان ہو چکا۔

(۲) لَا تَقْرَبُوا حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ سے واضح ہوا کہ بیع صرف میں مجلس میں بدلیں پر قبضہ شرط ہے۔ یعنی اگر سونے کو سونے کے عوض یا سونے کو چاندی کے عوض بیع کیا جائے تو پہلی صورت میں برابری اور دوسری صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔ مگر دونوں صورتوں میں تعابض بدلیں فی المجلس ضروری ہے۔ اگر مجلس میں بدلیں پر قبضہ نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اتنی تاخیر ہو گئی کہ ایک اب دیتا ہے اور دوسرا درادیر بعد یعنی تعابض بدلیں میں ذرا سی تاخیر بیع کو ناجائز بنا دیتی ہے اور غلہ جات کے تبادلہ میں بدلیں کا معین ہونا صحیح بیع کے لیے شرط ہے۔ مجلس میں قبضہ شرط نہیں۔

(۳) پس اگر گیہوں کے بدلے گیہوں، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور کو بیچا جائے۔ تو اگر سود نقد ہو تو جائز ہے اور اگر ادھار ہو کہ ایک اب دیتا ہے اور دوسرا کچھ دیر کے بعد دے گا تو ناجائز ہے۔ معلوم ہوا۔ جہاں قدر وجس دونوں موجود ہوں تو کمی بیشی بھی حرام ہے اور ایک طرف نقد ہو اور دوسری طرف ادھار ہو یہ بھی حرام ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں انھیں اشیاء کے متعلق یہ تصریح ہے۔

هَذَا بِشَيْءٍ يَدُ أَيْدٍ فَمَنْ زَادَ وَاسْتَمَزَّ أَدَا
فَقَدْ زُلِيَ الْأَخْذُ وَالْمُعْطَى يَدُ (مسلم)

برابر برابر، دست بدست۔ جو زیادہ دے یا لے۔ اس نے سود کا معاملہ کیا لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں۔

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

باب سونے کی بیع سونے کے بدلہ میں

حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہیں بیچو۔ جب تک (دونوں طرف سے) برابر نہ ہو۔ اسی طرح چاندی چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہیں بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر نہ ہو۔ سونا، چاندی کے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيعُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ (بخاری)

بدلے میں اور چاندی سونے کے بدلہ میں جس طرح چاہو بیچ سکتے ہو۔

بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

باب چاندی کی چاندی کے بدلہ میں بیع

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کی۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا

فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا مِثْلًا وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا مِثْلًا (بخاری)

اے ابوسعید! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کونسی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث بیع صرف سے متعلق ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ آپ کو یہ فرماتے ہوئے کہ سونا سونے کے بدلہ میں برابر ہی بیچا جاسکتا ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ میں برابر ہی بیچا جاسکتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیجو جب تک دونوں طرف سے برابر نہ ہو۔ دونوں طرف کمی یا زیادتی کو روانہ رکھو اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیجو۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا بِمِثْلٍ وَلَا تَبِيعُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَايِبًا بِشَيْءٍ آخِرٍ (بخاری)

بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالْدِّينَارِ نِسَاءً

باب ، دینار کو دینار کے بدلہ میں ادھار بیچنا

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دینار دینار کے بدلہ میں اور درہم درہم کے بدلہ میں۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابوسعید نے کہا۔ میں نے اس کے بارے میں ابن عباس سے پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں پایا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ان میں کسی بات کا میں مدعی نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اس امر رضی اللہ

أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الْزَّيَّلَانَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالْدِّينَارِ وَالْدِّرْهُمُ بِالْدِّرْهِمْ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُ لَهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَحْدَهُ تَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ كُلُّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ وَأَسْتَفْزِعُكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عنت نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
سود ادا کر کی صورت میں ہوتا ہے۔
(بخاری)

وَسَلَّمَ مَتَى وَلِلْكَتَبِ أَخْبَرَنِي أَسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبَا إِلَّا فِي
النَّسِيئَةِ

قوائد و مسائل

لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ - متعدد حدیثوں میں یہ الفاظ مختلف الفاظ سے مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک زمانہ تک صرف ربا النسیئہ ہی کے قائل رہے کہ ربا صرف قرض پر نفع لینے ہی کو کہتے ہیں۔ لیکن بعد میں جب انہیں وہ حدیث سنا گئی جس میں اشیاء رستہ میں سود کا بیان ہے تو انھوں نے اپنے سابقہ موقف سے ان الفاظ کے ساتھ استغفر اللہ و اتوب الیہ رجوع فرمایا۔ یعنی ۵۶ھ ۵۷ھ۔ ثانیاً شارحین کرام نے فرمایا کہ حدیث ہذا میں جیسہ اضافی ہے۔ بعض نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ محض احتمال کی بنا پر نسخ کا قول درست نہیں ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ حضور علیہ السلام سے دوہم جنس اشیاء (مثلاً سونا سونے کے عوض) برابری کے ساتھ بیع کے متعلق سوال کیا گیا ہو گا یا مختلف الجنس کو کسی بیشی کے ساتھ بیع کے متعلق سوال کیا گیا ہو گا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ان دونوں صورتوں میں سود یعنی بیع کی ممانعت صرف ادا کر کی صورت میں ہے۔ نقد سودے میں نہیں ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْوَرَقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً

باب چاندی سونے کے بدلے ادھار بیچنا

حضرت ابو المنہال سے مروی ہے کہ میں نے برابر بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ عجیب سے بہتر ہیں۔ پھر دونوں حضرات نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں قرض کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا تھا۔

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْمُنْهَالِ قَالَ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ
بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ
فَكَلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَقُولُ هَذَا خَيْرٌ مِنِّي
فَكَلَّا مِمَّا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرَقِ دَيْنًا
(بخاری)

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرَقِ يَدًا بِيَدٍ

سونا چاندی کے عوض نقد بیچنا

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر وہ اپنے باپ راوی ہے کہ نبی کریم اللہ علیہ وسلم نے چاندی چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ لہذا کہ برابر جو اور

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

الْأَسْوَأُ بِسَوَاءٍ قَوَامًا أَنْ تَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا (بخاری)

حکم تھا کہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں اسی طرح چاندی سونے کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ سونے کو سونے کے عوض یا چاندی کو چاندی کے عوض بیع کیا جائے تو صحیح بیع کے لیے شرط یہ ہے کہ دونوں طرف برابر ہو۔ سودا نقد ہوا اور مجلس میں قبضہ بھی ہوا (۳) کیسے مشتمل کے ارشاد سے واضح ہوا کہ اگر مجلس بدل جائے تو کسی بیعی جائز ہے۔ مثلاً ایک تولہ سونا پچاس تولہ چاندی کے عوض یا پچاس تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض بیع کیا جائے تو جائز ہے۔ مگر جواز کے لیے شرط یہ ہے۔ سودا نقد ہو۔

اور بدین پر مجلس میں قبضہ ہو کر یکے پر بیع صرف یعنی چاندی سونے کی بیع میں تعاقب بدین فی المجلس شرط ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَزَانَةِ وَهِيَ بَيْعُ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ وَبَيْعُ الرَّسِيبِ بِالْكُرْمِ وَبَيْعُ الْعُرَايَا قَالَ أَحَسُّ نَهْيِ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَزَانَةِ وَالْمَحَاقِلَةِ

باب بیع المزانہ اور وہ یہ ہے کہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے میں اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں اور بیع عربہ۔ اس رضی اللہ عنہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانہ

اور محاقلہ سے منع فرمایا

فوائد ومسائل (۱) بَيْعُ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ یعنی سوکھی ہوئی کھجور کو تر کھجور کے عوض فروخت کرنا کرم۔ انگور (۲) محاقلہ - مفاعلہ کے وزن پر۔ حقل سے۔ خوش زمین جو گندم ہے اسے صافی گندم کے عوض بیچے کو کہتے ہیں۔ (۳) مزانہ یعنی خشک کھجور کو درخت میں لگی ہوئی کھجور کے عوض بیع کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں درخت میں لگی ہوئی کھجور کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی مقدار کیا ہے۔ بیع عرایا بھی مزانہ ہی کی صورت ہے۔ محاقلہ اچھی اور زرخیز زمین کو کہتے ہیں۔ اسی لیے کھیت کو حقل کہتے ہیں کہ بیج عموماً عمدہ زمین میں بویا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کھیت میں جو گندم کی فصل ہے۔ اسے گیسوں کے عوض بیع کیا جائے۔ اسی صورت میں ایک طرف جو گندم ہے۔ وہ زمین ہے۔ مگر کھڑی کھیتی کی گندم کی مقدار معلوم نہیں ہے۔ لہذا اس نوع کی بیع ممنوع دنا جائز ہے۔ کیونکہ دو مجلس شایہ جیکہ وہ کیل ہونے کے تبادلہ میں ماپ میں برابر ہونا شرط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھل جب تک قابل انتفاع نہ ہو جائے اُسے نہ بیچو۔ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توئی ہوئی کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔ سالم نے بیان کیا۔ مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں زید

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُومٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الشَّعْرَ حَتَّى يَبْدُوَ وَصَلَاخُهُ وَلَا تَبِيعُوا الشَّعْرَ بِالشَّعْرِ قَالَ سَالِمٌ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ

۳۰) مزائب کی صورت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیع کیا جائے۔ اس صورت میں ٹوٹی ہوئی کھجوروں کی مقدار (ماپ) معلوم ہوتی ہے اور درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار معلوم نہیں ہوتی اسلئے اس بیع سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔ کھجور کی سب قسمیں ایک جنس ہیں۔ اور شرعاً کھجور کیل ہے۔ تو جب قدر جنس دونوں موجود ہوں تو کمی بیشی کے ساتھ بیع حرام ہے۔

بَابُ بَيْعِ الشَّعْرِ عَلَى رُؤُسِ النَّحْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

باب درخت پر پھل، سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا،

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹوں کے بیچنے سے جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو منع فرمایا اور میں اس کوئی چیز نہ پہچی جائے مگر درہم و دینار کے عوض ۔ (پہلی جلد) مسواہا کے رکے اس کی اجازت ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ دست یا اس سے کم میں بیس عویہ کی اجازت دی تھی؛ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الشَّعْرِ حَتَّى يَطِيبَ وَلَا يَبَاعَ
شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالْإِيتَارِ وَالْدَّرْهِمِ إِلَّا
الْعُرَامَا (بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعُرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْ سِتِّ أَوْ دُونَ
خَمْسَةِ أَوْ سِتِّ قَالَ نَعَمْ (بخاری)

فوائد و مسائل | حدیث جابرہ کو ابو داؤد نے یوں میں۔ ابن ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ اور حدیث ابو ہریرہ کو امام بخاری نے شروط میں مسلم و ابو داؤد و ترمذی نے میں اور نسائی نے یوں و شرب میں ذکر کیا ہے۔ (۲) حدیث جابر میں شرک لفظ ہے مگر ان کا درخت پر لگے ہونے کی بظاہر تصریح نہیں ہے مگر حتیٰ طیب کے لفظ سے واضح ہوتا ہے کہ شر سے مراد وہ شر ہے جو درخت پر لگا ہوا ہو۔ کیونکہ پھل کی نشو و نما درخت پر ہوتی ہے (۳) دہرم و دینار کی قید اس بناء پر ہے جو ماخرید و فروخت و ذمہ و دینار سے ہوتی ہے۔

حضرت سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ البتہ عرب کی آپ نے اجازت دے دی تھی کہ اندازہ سے یہ بیع کی جاسکتی ہے اور اس کے کرنے والے کو کھجور ہی ملے گی۔ سفیان نے دوسری مرتبہ یہ روایت بیان کی تھی۔ "لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ اجازت دیدی تھی کہ اندازہ سے یہ بیع

سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَنْظَلَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ عَنْ بَيْعِ الشَّعْرِ بِالْمَقْرِ
وَرُحْصٍ فِي الْعَرَبِيَّةِ أَنْ تَبَاعَ بِخَرْصِهَا
يَأْكُلُهَا رُطْبًا وَقَالَ سَفِيَانُ مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا
أَنَّهُ رُحْصٌ فِي الْعَرَبِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا
يَأْكُلُونَهَا رُطْبًا قَالَ هُوَ سَعَاءٌ قَالَ سَفِيَانُ
فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا عَدِمُ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ

يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فَقَالَ مَا يَذَرِي أَهْلَ مَكَّةَ قُلْتُ أَشْتَهُمْ يَزُوقُونَهُ عَنْ جَابِرٍ فَسَكَتَ سُفْيَانُ إِثْمًا أَرَدْتُ أَنْ جَابِرًا هُوَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قِيلَ لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الشَّيْءِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ قَالَ لَا - (بخاری)

کی جاسکتی ہے۔ کھجور ہی کے بدلے میں۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں نے یحییٰ سے پوچھا اس وقت میں ابھی کم عمر تھا کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اجازت دی تھی تو انھوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابر رضی اللہ عنہ مدینہ ہی کے باشندے تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھل بیچنے کی عیانت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

فَوَائِدُ وَمَسَائِلُ | قَالَ لَا۔ یعنی حدیث سہل بن ابی حمزہ میں نہیں عن بيم التمر حتى يبدو صلاحه الفاظ نہیں تھے البتہ دوسری صحیح احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں (۲) حدیث سہل بن ابی حمزہ کو امام بخاری نے بیوع میں اور نسائی نے بیوع اور شرب میں ذکر کیا ہے۔ عربیہ اور مرائبہ پر گذشتہ صفحات میں گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

باب عربیہ کی تفسیر میں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو کھجور کا درخت دے پھر اس شخص کا باغ میں آنا اُسے اچھا معلوم ہو تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی کہ وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت خرید لے۔ ابن الدریس (امام شافعی، رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ عربیہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دی جائے۔ اور بالکل سے مدد دی جائے۔ اس کی تقویت سہل بن ابی حمزہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ دمشق سے ناپ کر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع کے واسطے سے بیان کیا اور انھوں نے

وَقَالَ ضَلَّكَ الْعَرَبِيَّةُ أَنْ يُعْرِى الرَّجُلُ النَّخْلَةَ ثُمَّ يَأْذِي بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ فَرُخَصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ الْعَرَبِيَّةُ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدَا يَبْدُ لَا يَكُونُ بِالْجِزَابِ وَمِمَّا يُعَرِّيهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمَوْسِقَةِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَتْ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِى الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سُفْيَانَ

ابْنُ حُسَيْنٍ اَلْعَرَايَا نَحَلَ كَانَتْ تُؤْهَبُ
لِلْمَسَاكِينِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ اَنْ يَنْتَظِرُوْا
بِهَا رِخْصَ لَهُمْ اَنْ يَبِيعُوْهَا بِحَاشَلِكُمْ
مِنَ الثَّمَرِ۔ (بخاری)

نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ عرب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے
باغ میں کھجور کے ایک یا دو درخت کسی کو بیہ کرے۔ پیند نے
سفیان بن حنین کے واسطے سے بیان کیا کہ عرایا اس
کھجور کے درخت کو کہتے تھے جو مسکینوں کو بطور بیہ دیا جاتا
تھا لیکن وہ کھجور کے پکنے کا بھی انتظار نہیں کر سکتے تھے تو
انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی کہ
درخت کی کھجور کو جس قدر کھجور کے عوض چاہیں، فروخت
کر سکتے ہیں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اجازت دی تھی کہ اندازے
سے بھی جاسکتی ہے موسیٰ بن عقبہ نے فرمایا کہ عرایا کھجور
کے متین درختوں کو کہتے ہیں جنہیں خریداجاتا ہے۔
(بخاری)

(۲) عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخِصَ
فِي الْعَرَايَا اَنْ تُبَاعَ بِخَصْرٍ صَاحِلًا قَالَ
مُوسَى ابْنُ عَقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَحْلَاتٌ مَّعْلُومَةٌ
تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيْهَا۔ (بخاری)

فوائد ومسائل | عربی کی تفسیر زیر عنوان اجازت سے واضح ہے۔ عربیہ نظام مزانہ کی ہی ایک صورت ہے کہ اس
میں بھی درخت کی کھجور کی مقدار معلوم نہیں ہوتی۔ زمانہ لگایا جاتا ہے اور ٹوٹی ہوئی کھجوروں کی مقدار
معلوم ہوتی ہے۔ بیع مزانہ کو حضور صریحاً عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع قرار دیا۔ مگر باوجود حاجت مندوں کے لئے
اس کو جائز قرار دیا۔ اور اسے عربی سے موسوم کیا گیا ہے۔ عربیہ کی تفسیر اور اس کے متعلق اصناف کا موقوفہ باب
بیع الزمیب بالزمیب والطعام بالطعام ص پر ہو چکی ہے۔

بَابُ بَيْعِ الشَّارِقِ اَنْ يَبْدَ وَصَلَا حُهَا

باب پھلوں کو انکے قابل استغفار ہونے سے پہلے بیچنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ پھلوں کی خرید و
فروخت کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت
آنا اور مالک تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے
لگتے کہ پہلے ہی خوشوں میں بیماری لگ گئی تھی۔ اس

عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ
النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُونَ الشَّمَارَ فَاِذَا جَدَّ النَّاسُ
وَحَضَرَ نَقَاضُهُمْ قَالَ الْبَيْتَانِ اِنَّهُ اِذَا
اَصَابَ الشَّمَرُ الْكَاثَمَانُ اَصَابَهُ مَرَضٌ

أَصَابَهُ قُتَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَنَا كَثُرَتْ عَنْهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ
فَأَمَّا لَا فَلَا تَبْتَاعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ
الشَّمْرِ كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا الْكَثْرَةُ
خُصُومَتِهِمْ وَأَخْبَرَنِي خَاصِجَةُ ابْنُ
زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ
يَكُنْ يَبِيعُ شِمَارًا أَنْصَحَ حَتَّى يُطْلَمَ النَّيْلُ
فَيُبَيِّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ - (بخاری)

لیے پھل بھی خراب ہو گئے اور تشام بھی ہو گیا۔ اسی طرح
مختلف آنتوں کو بیان کر کے مالکوں کے ساتھ جھگڑتے تھے
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح کے
مقدمات کثرت پہنچنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس
طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم بھی قابل انتفاع
ہونے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچا کرو۔ گویا مقدمات کی کثرت
کی وجہ سے یہ آپ نے مشورہ دیا تھا۔ بخاری میں زید بن ثابت
نے مجھے خبر دی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے بارگ کے
پھل اس وقت تک نہیں بیچتے تھے جب تک شیانہ طلوع
ہو جاتا اور زردی اور سُرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔

فوائد ومسائل
دُقْمَان پھل کی ایک بیماری کو کہتے ہیں۔ کھجور کا اندر دنی جھد سیاہ اور بدبو دار ہوتا ہے۔ موانہ
پھل کو لگنے والی ہر قسم کی بیماری کو کہتے ہیں۔ قُتَام کی کھجور کا درخت سے جھڑ جانا۔ عَاهَات
عَاہۃ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں عَوْہۃ تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی بنا پر الف سے بدل گئی۔ مَشُورۃ
ہر وزن مَحْوَلۃ۔ رائے دینا یا رائے لینا۔

عرب ایسے مواقع پر جب کسی ستارہ کے طلوع کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کی مُراد صبح کے وقت طلوع سے
ہوتی ہے۔ میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے فرمایا: کہ ثریا کا طلوع اسارطہ میں ہوتا تھا۔
عرب کہتے تھے کہ جب ثریا طلوع ہو جاتا ہے تو پھلوں پر آفات نہیں آتی تھیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ دنیا کے تمام
مقامات میں پھلوں پر آفات کا سلسلہ طلوع ثریا کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ بہر حال عرب میں یہ موسم ہے جب کھجور پر
جاتی تھی اور پھلوں پر جو آفات آتی ہیں اور جن بیماریوں سے وہ درخت پر خراب ہو جاتے ہیں۔ اب ان کا سلسلہ موما ختم
ہو جاتا تھا۔

واضح ہو کہ زمانہ نوی میں لوگ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے قبل بیع کر دیا کرتے تھے اور اس وجہ سے
جھگڑے کھڑے ہو جاتے تھے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مشورہ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے
قبل بیع سے منع فرما دیا۔ جیسا کہ حدیث زیر بحث کے لفظ کا مشورہ سے واضح ہے تو ممانعت دراصل بطور مشورہ
تھی۔ اس لئے مسنینا امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ پھل اس وقت بیع کرنے کا ابھی ظاہر ہی نہیں ہوئے
تو یہ بیع باطل ہے۔ کیونکہ یہ بعد دم کی بیع ہوتی اور جو چیز ابھی وجود ہی میں نہیں آئی۔ اس کی بیع کرنا باطل محض ہے
۱۲۔ اور اگر پھل ظاہر ہو گئے مگر قابل انتفاع نہیں ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے۔ مگر مشتری پر فوراً توڑ لینا ضروری ہے۔
۳۔ اور اگر یہ شرط کر لی۔ کہ جب تک پھل درخت پر طیار نہیں ہوں گے درخت پر رہیں گے تو یہ بیع فاسد ہے۔

۴) اور اگر بشرط خریدے گم بائع نے بعد میں بیع کی اجازت دے دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہنے دو تو بیع جائز ہے۔
 کچی کھیتی کے بیع کے احکام | اسی طرح اگر کھیتی جس میں غلہ ابھی تیار نہیں ہوا ہے اسکی بیع کی تین صورتیں ہیں۔ اول ابھی کاٹے گا دوم اپنے جالندوں سے چرا لے گا۔ سوم یہ کہ اس شرط پر بیع ہوئی کہ مشتری اسے تیار ہونے تک کھیتی میں چھوڑے سکے گا۔ پہلی دو صورتوں میں بیع جائز ہے اور تیسری صورت میں چونکہ مشتری کا نفع ہے۔ بیع فاسد ہے۔

بیع باطل اور بیع فاسد کی تعریف اور اسکے احکام | ۱) جس صورت میں بیع کا کوئی رکن مفقود ہو۔ یا وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو وہ بیع باطل ہے۔
 پہلی کی مثال یہ ہے کہ مجنون یا لاعقل بچہ نے ایجاب و قبول کیا کہ ان کا قول شرعاً معتبر ہی نہیں ہے۔ لہذا ایجاب و قبول جو بیع کا رکن ہے نہ پایا گیا۔ ۲) اور دوسری کی مثال یہ ہے کہ مبیع مردار یا خون یا خمر ہو۔ یہ چیزیں بیع کے قابل ہی نہیں۔ لہذا ایسی صورت میں بیع باطل قرار پاتی ہے۔ ۳) اور اگر رکن بیع اور عمل بیع میں غلطی نہ ہو بشرط مہربان بیع کی تسلیم پر قدرت نہ ہو۔ یا بیع میں کوئی ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہو تو بیع فاسد ہے۔ (در مختار) ۴۔ بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ یہ سب سے ہوتی نہیں اگر مبیع پر مشتری قبضہ بھی کر لے۔ تو بھی مشتری اسکا مالک نہیں ہوتا اور وہ چیز جس پر مشتری نے قبضہ کیا۔ وہ اسکے ہاتھ میں امانت قرار پاتی ہے۔ اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا تو بیع کا مالک ہو گیا۔ مگر یہ ملک ملک غیبت ہے۔ اور اگر بیع فاسد میں مشتری نے بائع کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو قبضہ ہوا نہ مالک ہوا اور نہ اسکے تصرفات جاری ہوں گے۔ بیع فاسد میں واجب تو یہ تھا کہ بیع کو فسخ کر دیا جاتا لیکن اگر بیع کو فسخ نہ کیا تو گنہگار ہو گا۔ مگر بایں ہمد اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر کے اس میں تصرف کیا۔ مثلاً جانور تھا۔ اسے ذبح کر دیا زمین بھٹی اُسے مہربان یا وقف کر دیا یا دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا۔ یا اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔ غرضیکہ اس چیز (مبیع) کو مشتری نے اپنی ملک سے نکال دیا تو اب بیع فاسد نافذ ہو جائیگی۔ اور اب فسخ نہیں ہو سکتی۔ (در مختار، مالکیری)
 فاسد کا۔ اگر وجہ ممانعت نہ نفس عقد میں ہو نہ شرائط صحت میں تو یہ فعل بیع شرعاً مکروہ تحریمی ہے جیسے آذان جمعہ کے شروع سے ختم جھنک کے دوران بیع و شراء کا معاملہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ بیع مبیع قبضہ سے قبل بھی مفید ملک ہے یعنی مشتری کے تصرفات بہر حال جائز قرار پائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

(بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدَأَ وَصَلَحَهَا لَهَايَ النَّبَائِمِ وَالْمُبْتَاعِ -

(بخاری)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهَوْ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهُ بَعْضُي تَحْتَمَرُ - (بخاری)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشْفَحَ قَالَ تَحْمَأُ وَتُصْفَرُ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا - (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچنے سے پہلے درخت پر کھجور کو بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جب تک سرخ نہ ہو جائیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو تشق سے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ تشق کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا مائل بسرخی یا مائل بندری ہونے کو کہتے ہیں کہ اُسے کھایا جاسکے۔ (بخاری)

بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب کھجور کے بارغ قابل انتفاع ہونے سے قبل بیچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ اور کھجور کے بارغ ”زہو“ سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ زہو کسے کہتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ مائل بسرخی یا مائل بندری ہونے کو کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهَوْ قِيلَ دَمَا يَزْهَوْ قَالَ يَحْمَأُ أَوْ يَصْفَرُ - (بخاری)

فوائد ومسائل | ان تمام احادیث میں حضور علیہ السلام نے پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے قبل بیع کرنے سے بطور مشورہ منع فرمایا ہے۔ (۲) امام نووی فرماتے ہیں کہ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے قبل اس شرط پر بیع کہ اُسے کاٹ لیا۔ تو یہ بیع بالاجماع درست ہے۔ (۳) اور اگر پھل کو درخت پر باقی رکھنے کی شرط لگائی تو یہ بیع بالاجماع فاسد ہے کیونکہ لمبا اوقات پھل پچنے سے قبل آدھی یا کسی آفت سے تلف ہو جاتے ہیں اور اگر قطع کی شرط کر لی تو یہ ضرر باقی نہ رہا۔ دوم، مسدود امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اگر درست پر پھل ظاہر ہو گئے اور اس کی بیع کی تو یہ جائز ہے۔ اور امام اوزاعی اور ایک روایت کے بموجب امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے اور ایک قول کے مطابق امام احمد بھی یہی فرماتے ہیں اور دلیل ان کی حدیث

عبداللہ بن عمرؓ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا من باع مغلًا قد ابوت فثمرتها للبائع إلا ان يشترط المبتاع۔ وجہ استدلال یہ ہے حضور نے اس حدیث میں بھلوں کو بائع کے لئے قرار دیا۔ مگر شرط کی صورت میں بھلوں کو مشتری کیلئے قرار دیا۔ تو مشتری اس بھل کا خریدار ہوا جو ابھی قابل انتفاع نہیں تھے۔ پس بھلوں کے قابل انتفاع ہونے سے قبل ان کی بیع کا جواز واضح ہوا۔

بَابُ إِذَا بَاعَ الشَّارِقُ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ باب اگر کسی نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے ہی بھل بیچے اور ان پر کوئی آفت آئی تو نقصان بائع کا قرار پائیگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلوں کو زہر سے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہر کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سُرخ ہونے کو پھر انھوں نے فرمایا کہ تہری تباؤ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تم اپنے بھائی کا مال اس شخص سے چھین کے بدلے لو گے؛ لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی ان سے ابن شہاب نے کہ ایک شخص نے اگر قابل انتفاع ہونے سے پہلے ہی بھل خریدے پھر ان پر کوئی آفت آگئی تو جتنا نقصان ہوا ہے وہ مالک یعنی بائع کا قرار پائیگا۔ (بخاری)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الشَّارِقِ حَتَّى يُقْبَلَ لَهُ مَا لَمْ يَحِثْ قَالَ حَتَّى تَحْمَلَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَةَ بِمَا يَأْخُذُ أَحَدَكُمْ مَا لَ أَخِيهِ قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَرِهُوا أَنْ يَسْجُلُوا بِنِجَارٍ ثُمَّ أَقْبَلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ثُمَّ أَصَابَ عَاهَةً كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى سَابِقِهِ۔

(بخاری)

فوائد ومسائل | اس حدیث سے جمہور سلف۔ ثوری۔ سینا امام اعظم ابو حنیفہ ابو یوسف و محمد و امام شافعی فی المجہد ابو جعفر طبری نے یہ استدلال کیا کہ اگر کسی نے بھلوں کے قابل استعمال ہونے سے قبل انھیں فروخت کر دیا اور آفت سادہ کی وجہ سے بھلوں کو نقصان پہنچا تو اگر مشتری نے قبضہ کر لیا ہے تو

لفضان مشتری کا قرار بائیکا۔ اور اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو نقصان بائع کا قرار پائے گا۔ قبضہ کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری کیلئے ایسی صورت پیدا کر دے کہ مشتری درختوں سے پھلوں کو توڑ سکے۔

بَابُ شُرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

باب ایک مدت معین کیلئے غلہ قرض لینا

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودٍ إِلَى أَجَلٍ فَرَهْنَهُ وَدَعَاهُ - (بخاری)

رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غلہ خریدا تھا۔ اور اپنی زرہ اس کے یہاں گرو دی رکھی تھی۔

فوائد ومسائل (۱۱) اس حدیث کو امام بخاری نے بیوع، استقراض، بھادو، شرکت، ہلم کے ابواب میں گیارہ بار ذکر کیا ہے۔ مسلم و نسائی نے بیوع میں اور ابن ماجہ نے احکام میں ذکر کیا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر جو قرض لئے تھے اس کا نام ابوالثعم تھا۔ حضور علیہ السلام نے باوجود صحابہ جیسے جان نثاروں کی موجودگی کے یہودی سے قرض صرف اس لئے لیا تاکہ امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر ضرورت کے وقت غیر مسلم سے بھی یہ معاملہ کیا جائے تو اس میں شرعاً حرج نہیں ہے۔ (۲) یہ حدیث امام بخاری نے باب شراء النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة میں بھی ذکر کی ہے۔ دیکھئے صفحہ (۳) رہن کا جواز قرآن مجید اور سنت نبوی سے ثابت ہے۔ بلکہ اس کے جواز پر اجماع بھی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے فَرَهْنَهُ مَقْبُوضَةً۔ اور سنت نبوی سے بھی رہن کا جواز واضح ہے۔ (۴) لغت میں رہن کے معنی رکھنے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق کیلئے اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کا مل یا جز وصول کرنا ممکن ہو مثلاً زید نے بکر سے قرض لیا اور زید نے اپنی کوئی چیز بکر کے پاس رہن رکھ دی کہ اس کے ذریعہ بکر اپنے قرض کی وصولی کر سکے۔ اردو زبان میں رہن کو گروسی رکھنا کہتے ہیں۔ چیز کے رکھنے والے کو راہن جس کے پاس وہ چیز رکھی گئی اسے مرہن اور جو چیز رہن رکھی گئی اسے مرہون کہتے ہیں۔ مرہون چیز سے جیسے مرہن کو فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے ایسے ہی راہن کو بھی جائز نہیں ہے۔ فی زمانہ رہن کی صورت یہ ہی ہوتی ہے کہ مرہن، شئی مرہونہ یا مکان میں رہائش یا کھیتی باڑی کر کے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔

بَابُ إِذَا ارَادَ بَيْعَ تَبَرُّؤَ خَيْرٍ مِنْهُ بَابُ الْكَرْوِيِّ كَجُورِ اس سے چھٹی کھجور کے لئے میں بخانا چاہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ سَجَلًا عَلَى خَيْبَرٍ فَبَاءَهُ بِتَبَرُّؤَ خَيْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلْتُ تَبَرُّؤَ خَيْرٍ هَكَذَا قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا يَا الصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعِ بِاللَّذَاهِجِ ثُمَّ اتَّبَعَ بِاللَّذَاهِجِ جَنِينًا۔

(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیر میں عامل بنایا۔ وہ صاحب عمدہ قسم کی کھجوریں لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیر کی تمام کھجوریں اسی قسم کی تھیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بخدا یا رسول اللہ! ہم تو اسی طرح کی ایک صاع کھجور دو صاع دے کر لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ البتہ کھجور کو درہم کے بدلہ میں بیچ کر ان درہم سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

فوائد ومسائل

۱) اس حدیث کو امام بخاری نے وکالت، معارضی، اعتمام میں امام مسلم و نسائی نے بیوع میں ذکر کیا ہے۔ (۲) جہاں جنس و قدر دونوں موجود ہوں تو کسی بیشی اور ادھار دینا حرام ہے۔ اسلئے نبی کریم علیہ السلام نے ان کو دو صاع کھجور کے عوض ایک صاع عمدہ کھجور خریدنے سے منع فرمایا۔ اور پھر انھیں حجاز کی صورت یہ تسلیم فرمائی کہ اگر عمدہ کھجور مطلوب ہوں تو یوں نہ کرو کہ دو صاع عام قسم کی کھجور کے عوض ایک صاع عمدہ قسم کی کھجور خریدو۔ کیونکہ یہ تو ہودھے حجاز کی صورت یہ ہے کہ ان عام قسم کی کھجوروں کو درہم و دینار کے عوض فروخت کرو۔ اور پھر ان درہم و دینار سے عمدہ قسم کی کھجور خرید لو۔ (۳) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآن و حدیث کے اصولوں کی روشنی میں ایسے طریقے وضع کرنا جائز ہیں عمل کرنے سے نفع بھی خاطر خواہ ہو اور سود سے بھی بچاؤ ہو جائز ہے۔ مثلاً دس روپے قرض لئے اور اس پر پانچ روپے سود بٹھا۔ کل پندرہ روپے ادائیگی منظور کی تو یہ خالص سود ہے کہہ کر قرض پر نفع لینا سود ہی ہے اگر دس روپے کا لڑٹ پندرہ روپے کے عوض فروخت کیا تو یہ جائز ہے جیسے کہ ایک روپے کے نوٹ کو پانچ روپے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرِتْ أَوْ اَرْضًا مَرْوَعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

باب جس نے پیوندی کھجور کے درخت فروخت کیے یا فصل لگی ہوئی زمین فروخت کی

یا اجارہ پردی

پھلدار درخت یا فصل والی زمین کے بیع کے احکام | اس عنوان کے مسائل یہ ہیں۔

ہوئے ہیں۔ تو یہ پھل بائع کے ہیں اس طرح چنبیل گلاب جوہی وغیرہ کے درخت فروخت کئے تو پھل بائع کے ہیں۔ البتہ بائع سے کہا جائیگا کہ پھل توڑ لے اور پھل اتار لے کیونکہ درخت اب مشتری کی ملک ہو چکا اور دوسرے کی ملک کو مشغول رکھنے کا بائع کو حق نہیں ہے ۲۶، اگر مشتری نے پھل سمیت درخت خریدے تو اس صورت میں درخت اور پھل دونوں مشتری کے قرار پائیں گے۔ (۳) اسی طرح اگر زمین بیع کی اور اسمبلی فصل ہے تو فصل بائع کی ہے الا یہ کہ مشتری شرط کر لے یعنی زمین مع فصل کے خریدے تو زمین اور فصل دونوں مشتری کی ہیں۔ (۴) زمین بیع کی جیسے زراعت ہے اور بائع یہ چاہتا ہے کہ جب تک زراعت تیار نہ ہو کھیت ہی نہیں رہے۔ تیار ہونے پر کاٹی جائے اور اتنے زمانہ کی اجرت دینے کو تیار ہے تو اگر مشتری راضی ہو جائے تو ایسا بھی کر سکتا ہے مشتری کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا۔ (مہارہ۔ فتح القدیر۔ در مختار)

حضرت نافع (ابن عمر کے غلام) نے بیان کیا۔ جو بھی کھجور کا درخت تابیر کے بعد بیجا جائے اور بیچتے وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہو تو پھل اُسی کے ہوں گے جس نے تابیر کی ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے کھجور کے ایسے درخت بیچے ہوں جن کی تابیر کی جا چکی ہو تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کی ملکیت رہتا ہے مگر یہ خریدنے والے نے شرط لگا دی ہو۔

عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَكْبَا نَخْلٍ بِيْعَتْ قَدْ أُبْرِتْ لَهُ يُدْكِرُ الثَّمَرُ نَا الْقَبْرَ لَكَ ذِي أُبْرِتْ هَا وَكَذَا لَكَ الْعَبْدُ وَالْحُرُّ سَمَى لَهُ نَافِعٌ هُوَ لَكَ (الثلاث - بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرِتْ فَتَمَرُّهَا لِلْبَّائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ - (بخاری)

فوائد ومسائل | (۲۱) سیاق و سباق میں مفہوم مخالف کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث سے یہ استدلال فرماتے

ہیں کہ اگر تاہر کہے ہوئے درخت کو فروخت کیا تو بھیل بائع کے ہوں گے۔ جب کہ مشتری نے بھیلوں سمیت خریدنے کی شرط نہ لگائی ہو۔ اگر درخت تاہر شدہ نہ ہو اور اسے فروخت کیا تو ایسی صورت میں بھیل اور درخت دونوں مشتری کے قرار پائیں گے جبکہ بائع نے بھیلوں کو مستثنیٰ نہ کیا ہو۔ (۲) انسیدہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مفہوم مخالفت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے حدیث ہذا سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ بھیل خواہ تاہر شدہ ہوں یا نہ ہوں۔ جب درخت فروخت کیا گیا تو بھیل بائع ہی کے قرار پائیں گے جبکہ مشتری نے درخت کو بھیل سمیت خریدنے کی شرط نہ لگائی ہو۔

بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

باب کھیتی کو غلہ کے بدلے ناپ کر بیچنا

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاینہ سے منع فرمایا تھا یعنی باغ کے پھلوں کو اگر وہ کھجور ہیں تو ٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے بیچا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام قسموں کی خرید و فروخت سے منع کیا تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَزَانَةِ أَنْ يَبْعَ تَمْرًا حَائِطَهُ إِنْ كَانَ نَخْلًا يَتَمَرُ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبْعَهُ بِزَيْنٍ كَيْلًا أَوْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبْعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ مَرَّةً لَمْ يَنْهَ عَنْ ذَلِكَ كَيْلًا -

(بخاری)

اس مضمون کی احادیث جس میں مزاینہ کی ممانعت آئی ہے گذشتہ اورانی میں گزر چکی ہے۔ مزاینہ و محافلہ کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ناپ کر غلہ یا انگور سے اور دوسری طرف محفلہ تھمینہ ہے۔ اس طرح اشیاء کے تبادلہ میں ایک فریق کو نقصان کا احتمال بھی ہے اور جھگڑا فساد بھی ہو سکتا ہے اسلئے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا تاکہ کسی کو نقصان نہ ہو۔ اور جھگڑے کھڑے نہ ہوں۔

فوائد و مسائل

بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

باب کھجور کے درخت کی بیع

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کسی کھجور کے درخت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبْرَأَ نَخْلًا ثُمَّ

يَا أَمْلَهُمَا فَلِلَّذِي أَبْرَزَ ثَمَرُ الثَّغْلِ إِلَّا
أَنْ يَشْتَرِيَهُ الْمُبْتَاعُ - (بخاری)

کی تابیر کی پھر اس درخت ہی کو بیچ دیا تو پھل اس کا
ہے جس نے تابیر کی یعنی بالغ کا گمہ یہ کہ خریدار نے شرط کی ہو

بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

باب بیع مخاضره کے متعلق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ، مخاضره، ملاسہ،
منابہ اور مزابنہ سے منع فرمایا تھا۔
(بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی کھجور کو زھوس سے پہلے
ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ ہم نے
پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا یہ ہے کہ ٹرخ ہو
جائے یا زرد ہو جائے۔ تبہیں بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ درخت
پر پھل ہی نہ ہونے دے تو پھر اپنے بھائی کا مال تجھے کیسے
حلال ہوگا۔ (بخاری)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّهُ قَالَ فَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَاضَرَةِ وَالْمَلَاةِ
وَالْمُزَابَنَةِ - (بخاری)
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَهِيَ عَنْ بَيْعِ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ حَتَّى تَزْهُو
نُقْلًا لِأَنَّهُ مَا ذَهَبَ قَالَ تَحْمَرُ وَتَضْفَرُ
أَرَأَيْتَ إِنْ صَنَعَ اللَّهُ الشَّعْرَةَ يَوْسَجِلُ
مَا أَخِيكَ - (بخاری)

قوائد ومسائل | ان احادیث کی تفسیر و ترجمانی سابقہ اوقات میں ہو چکی ہے۔ بیع ملاسہ - محافلہ - منابہ - مزابنہ اور
مخاضره منوع ہے۔ (۲) درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو ٹوٹی ہوئی کھجوروں کے عوض بیچنا۔ یا درخت پر لگے ہوئے
انگور کو خشک انگور کشمش کے عوض بیچنا منوع ہے۔ کیونکہ درخت پر لگی ہوئی کھجور یا انگور کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان
کی مقدار کیا ہے؟

بَابُ بَيْعِ الْجُبَارِ وَآكِلِهِ

باب جبار کی بیع اور اس کا کھانا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لُتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُبَارًا انْقَالَ مِنْ

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ جبار تناول فرما

رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت مردوموں کی طرح ہے میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن حاضرین میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لئے بڑوں کی مجلس میں بولنا خلاف ادب سمجھ کر خاموش رہا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

الشَّجَرُ شَجَرَةٌ كَمَا لِلرَّجُلِ الْكُؤْمَانُ
فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ الْفَخْلَةُ نِزَاذًا أَنَا
أَخَذْتُهُمْ قَالَ هِيَ الْفَخْلَةُ -
(بخاری)

قوائد و مسائل | حجاز (ج کے پیش اور دم کی تشدید) حجاز کھجور کے درخت کی گوند کو کہتے ہیں مطلب عنوان یہ ہے کہ کھجور کے درخت کے گوند کو کھانا جائز ہے اور جس چیز کا کھانا حلال ہے اسکی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ ۲، حدیث ہذا میں صرت اکل کا ذکر ہے۔ بیع کا ذکر نہیں ہے۔ (۳) امام نے اس حدیث کو کتاب العلم باب طرح الامام علی اصحابہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھئے فیوض الباری (ج ۱) ص ۷۰۔

**بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرًا أَهْصَارَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوتِ
وَالْإِجَارَةِ وَالْبَيْكِيَالِ وَالْوِزْنِ وَسُنَنِهِمْ وَهَذَا إِبْهِيهِمُ الْمَشْهُورَةُ**
باب جن کے نزدیک ہر شہر کی خرید و فروخت، اجارہ اور ناپ تول میں اسی شہر کے متعارف طریقوں پر عمل کیا جائیگا اور انکی نیتوں کا فیصلہ ویں کئے سم و رواج اور تعامل کے مطابق ہوگا۔ (بخاری)

مطلب عنوان یہ ہے کہ جن اشیاء کے متعلق شارع علیہ السلام نے انکے کیلی یا وزنی ہوئی تصریح نہیں فرمائی۔ ان اشیاء کے متعلق عرف اور رواج کا لحاظ کیا جائیگا۔ اگر اس چیز کو وزن سے فروخت کرے یا رواج ہے تو وہ وزنی قرار پائے گی۔ اور اگر ناپ کی خرید و فروخت کا رواج ہے تو وہ چیز کیلی قرار پائے گی۔ (۲) اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جس شہر یا قصبہ یا ضلع کا جو رواج یا عرف ہوگا شریعت اسی کا لحاظ کرے گی۔ اور اس شہر کی کے رواج کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کیلئے ایک شہر میں جو رواج و عرف ہو دوسرے شہر میں وہ نہ ہو۔ مثلاً پنجاب میں سنگترہ گوند سے بنتا ہے اور صوبہ سندھ (کراچی) میں سنگترہ گوند کو تول کر کے بنتا ہے تو پنجاب میں سنگترہ گوند کو عدوی اور سندھ میں وزنی قرار پائیگا۔ ناہم اس مسئلہ پر پوری بحث اسی کتاب کے ص ۱۹ پر ہو چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ شُرَيْحُ لِّلْعَزَّازِ اِنَّ سُنَّتَكُمْ بَيْنَكُمْ
سَاحِيحًا۔ (بخاری)

اور شریح نے سوت کا تنے والوں سے کہا تمہارے رسم و رواج کے مطابق ہی فیصلہ کیا جائیگا۔

فائدہ :- بخاری کے بعض نسخوں میں سباحا کا لفظ ہے مگر چونکہ اس موقع پر اسکا کوئی معنی درست قرار نہیں پاتا۔ اس لئے کتابت یا نقل کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

عبدالوہاب نے بواسطہ ایوب و محمد بن ابی و دس کی چیز کا گیارہ کے عوض بیچنے میں ربح نہیں اور جو اس پر خرچ آیا ہے۔ اسکی عوض اس سے لے لے۔

قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ
لَا بَأْسَ بِالْعَشْرَةِ بِأَحَدٍ عَشَرَ وَيَأْخُذُ
بِثَقَّةٍ رِبْحًا۔ (بخاری)

۱۱) محمد سے مراد حضرت محمد بن ابی سیرین ہیں یہ مطلب تعلق یہ ہے۔ بیع و شراء میں عام رواج یہی ہے کہ ایک روپیہ کی چیز دو روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ میں فروخت کرتے ہیں یہ جائز ہے۔ بیع و شراء میں جس قیمت پر بھی سودا ہو جائے شرعاً درست ہے۔ (۲) یاخذ بِلِثَقَّةٍ سباحا کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ مالی تجارت پر جو خرچہ وغیرہ ہوتا ہے وہ منافع میں شمار ہوگا۔ اس المال میں نہیں

لیکن مذکورہ بالا جملہ کا یہ معنی کرنا کہاں تک درست ہے؟ بہر حال مجھے اس کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب خرید و فروخت کی بات چلتی ہے تو بائع یہ کہتا ہے۔ یہ سائیکل میں نے ہزار روپے میں خریدی ہے۔ اس پر میں ایک سو روپیہ نقد لوں گا اور پچاس روپے بارمباری کا خرچ آیا ہے وہ علیحدہ لوں گا۔ تو یہ کل گیارہ ٹکڑے بنتے ہیں۔ اور بعض اوقات بائع اپنی اصل خرید اس پر نقد اور خرچہ وغیرہ نہیں بتاتا تو ایسی صورت میں اسے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ سائیکل میں نے گیارہ سو پچاس روپے خریدی ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے بلکہ یہ کہے مجھے یہ سائیکل گیارہ سو پچاس روپیہ میں خریدی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ
خُذِي مَا يَكْفِيكَ وَكَذَلِكَ بِالْمَعْرُوفِ۔
(بخاری)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے فرمایا معروف کے مطابق اتنا لے جتنا تجھے اور تیرے بال بچوں کو کافی ہو۔ (بخاری)

اس حدیث کا مطلب معنی آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔

وَقَالَ تَعَالَى وَ مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ
بِالْمَعْرُوفِ۔ (بخاری)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو فقیر ہو وہ نیک نیتی کے ساتھ کھا سکتا ہے۔

مطلب آیت یہ ہے کہ جو شخص یتیم کا متولی ہو اس کے لئے کام کرے اگر وہ غریب ہے تو عرف رواج کے مطابق حق الخدمت لے سکتا ہے تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔

وَأَكْثَرُ الْحَسَنِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَرْوَانَ
جَمَارًا فَقَالَ بَكَوْ قَالَ يَا اَلْقَيْنِ فَرَكِيهِ ثُمَّ
اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مروان سے گرجا کر لئے پر لیا تو ان سے اس کا کہنا یہ پوچھا انھوں نے

جَاءَ مَدَّةٌ أَخَذَى فَقَالَ الْجَمَارُ الْجَبَادُ
فَرَكِبَهُ وَلَوْ يُقَارِطُهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ
بِنُصْفِ دَرَاهِمٍ - (بخاری)

فوائد و مسائل

کہا کہ دو واقع - اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے
پھر دوسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا کہ گدھا چاہیے مجھے
اس مرتبہ آپ اس پر گدھا لے کر گئے بغیر سوار ہو گئے اور ان
کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

یہ مسئلہ بھی عرف و درواج پر مبنی ہے یعنی عرف و درواج کے مطابق فیصلہ کرنا اور اس پر عمل کرنا۔
ابتداء ہی سے جاری ہے۔ مؤمر ابن بطلان لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام کے ہاں عرف اور درواج معمولی
ہے اور شرعاً اسکا مرتبہ شرط لازم کا سا ہے اور اسکا ثبوت احادیث سے واضح ہے (۲۰) حضرت حسن سے
حسن بصری علیہ الرحمہ راوی ہیں۔ انکے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی قیمت یا گرامی مشہور
و متعین ہوتا ہے یہ بھی عرف و درواج ہے مثلاً ایک دفعہ دہلی دروازہ سے بھاٹی دروازہ کا کرپٹا ناگہ والے نے مثلاً
پانچ روپیہ لیا تو دوسری دفعہ کرپٹا ناگہ والے نے کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عادت درواج اور عرف یہی ہے۔ دوسری دفعہ
بغیر کرپٹا ناگہ کرپٹا ناگہ پر لیتے ہیں اور پہلی مرتبہ جو طے ہوا تھا وہی دوسری بار بھی دے دیتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو البرطیہ نے بیچنا لگایا تو
آنحضرت نے انہیں ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔
اور ان کے مولیٰ سے فرمایا کہ ان کے وظیفہ میں کمی
کر دو۔ (بخاری)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَبَّحَهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو ظَبْيَةَ أَمَرَ
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَخْفَضُوا
عَنْهُ مِنْ حَرَاجِهِ - (بخاری)

فائدہ: یہ حدیث کتاب البیوع باب ذکر الحجام

ص میں گزر چکی ہے اسکا مطالعہ کیجیے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاویہ
کی والدہ ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا
کہ ابو سفیان خلیل آدمی میں تو کیا اگر میں ان کے مال میں
سے چھپا کر کچھ لے لیا کر دس تو کوئی حرج ہے؟ آنحضرت
نے فرمایا کہ تم اپنے لئے اور اپنے بیٹوں کے لئے معروف
کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم لوگوں کے لئے کافی ہو جائے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هَذَا أَمْرٌ مُعَاوِيَةَ
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
أَيُّ سَفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ عَلَى
مُحَسَّنٍ أَنْ اخْتَدَ مِنْ مَالِهِ مِثْرًا قَالَ
خُذْ نَحْنُ أَنْتِ مَا يَكْفِيكَ بِالْمَعْرُوفِ - (بخاری)

مسئلہ یہ ہے کہ خاندان پر جوئی ادا اپنے نابالغ بچوں کا نان و نفقہ واجب ہے۔ ہندہ نے آنحضرت پر
عرض کیا تھا کہ ابو سفیان خلیل آدمی میں تو اگر میں پرشیدہ طور پر ان کے مال سے کچھ لے لوں تو

فوائد و مسائل

گناہ تو نہیں حضور علیہ السلام نے فتویٰ دیا کہ (معروف) درواج کے مطابق تیرا اور تیرے بچوں کا جو خرچ ہوتا ہے اگر
تو اپنے خاندان کو اطلاع دے بغیر لے لو گناہ نہیں۔

خاوند پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہے | اس حدیث سے واضح ہوا کہ خاوند پر اپنی بیوی اور نابالغ بچوں کا نان نفقہ واجب ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ اگر کسی شخص پر دس روپے قرض ہے وہ دیتا نہیں۔ یا فرض کیجئے موٹر عاریتاً دی اور اب وہ واپس نہیں کرتا تو اپنے قرض کی رقم یا وہ چیز (یعنی موٹر) قابض کی بغیر اجازت لے لینا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے۔ اپنے حق کی مجلس لے سکتا ہے اور بغیر جنس اس کی اجازت یا قاضی کی ڈگری دینے پر لے سکے گا مثلاً کسی کو آپ نے گھوڑا سواری کے لئے عاریتاً دیا۔ اب وہ گھوڑا واپس نہیں کرتا۔ تو آپ کو یہ جائز ہے کہ آپ کا جو حق ہے بجنسہ اسے اس کی اجازت کے بغیر لے لیں مگر گھوڑے کی جگہ اس کی کوئی اور چیز مثلاً سائیکل اس کی اجازت کے بغیر نہیں لے سکتے۔ ۲۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قضاء علی الغائب جائز ہے۔ یعنی قاضی مدعا علیہ کی عدم موجودگی میں بھی فیصلہ سنا سکتا ہے۔ مگر یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ ہندہ نے مسئلہ دریافت کیا تھا اور حضور نے جواب دیا تو یہ فتویٰ تھا قضاء نہیں۔

حشام بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ کہتے ہیں میں نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ جو شخص مالدار ہو اُسے اپنے کو بچانا چاہیے اور جو فقیر ہو وہ معروف کے ساتھ اس میں سے کھا سکتا ہے۔ یہ تیمم کے ان ہر پوتوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کے مال کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں اگر وہ فقیر ہیں تو نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے اپنی گدہ لے کر کیلئے لے سکتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ تَقُولُ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ أُنْزِلَتْ فِي ذَٰلِكَ الْيَتِيمَ الَّذِي يَفْقَهُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيرًا يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ (بخاری)

فوائد ومسائل | یہ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶ ہے جس میں اموال یتامی کے احکام کا بیان ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو یتیموں کے سرپرست اور ان کے کاموں کے متولی قرار پاتے ہیں۔ انھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ غنی ہوں تو معاوضہ خدمت نہ لیں اور اگر فقیر ہوں تو معروف کے ساتھ حق الخدمت لے سکتے ہیں یعنی اتنی جتنی معروف و رواج کے مطابق حق الخدمت بنتا ہو۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جو شخص کسی یتیم بچے کی تربیت اور اس کے مال کی حفاظت یا اسکے کاروبار میں اپنا وقت اور محنت خرچ کرتا ہے تو کیا اس کو یتیم کے مال میں سے اپنا حق الخدمت لینا جائز ہے؟ قرآن مجید میں فرمایا گیا مَنِ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ حَاجَتِ مَنْدَنَہُ ہوا اور اپنی ضروریات زندگی کی دوسرے ذرائع سے حاصل کر لے۔ اس کو چاہئے کہ تیمم کے مال میں سے حق الخدمت نہ لے کیونکہ تیمم کی خدمت اور اس کے حقوق کی حفاظت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا اُسے جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا مَنِ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ یعنی تیمم کا جو دلی فقیر و محتاج ہو اور دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو تو وہ تیمم کے مال میں سے دستور کے مطابق حق الخدمت لے سکتا ہے بِالْمَعْرُوفِ کے حاصل معنی یہ ہیں۔

جن امور کو وہ انجام دے رہا ہے عام طور پر عرف و رواج کے مطابق جو حق الخدمت بنتا ہے وہ لے سکتا ہے یہ نہیں کہ کسی کام کا معاوضہ عام طور پر فرض کیجئے دس روپے دیئے اور بیس روپے وصول کرے ایسا کرنا ظلم، گناہ اور حرام ہے۔ واضح ہو کہ یتیم کے کاروبار کے چلانے کے اخراجات مثلاً کارخانہ یا دوکان ہے اس کے ملازمین کی تنخواہیں، مال لانے اور لیجانے کے اخراجات وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ تو بہر حال یتیم کے مال سے ہی ادا ہوں گے۔ آیت بالا میں اسکی مخالفت نہیں ہے آیت کا مقادیر صرف اس قدر ہے کہ جو شخص کسی یتیم کے کاروبار، جائیداد کارخانہ، دوکان کی نگرانی کرے اسکے کاروبار کو ترقی دینے کے لئے لائے عمل مرتب کرے تو وہ اگر غنی ہے والدہ پر دوسرے ذرائع سے خود کفیل ہے تو ایسے شخص کو اپنی اس کارگزاری کا معاوضہ یا حق الخدمت نہیں لینا چاہیے۔

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کرنا اور اسکا مال ظلماً کھانا حرام اور سخت و شدید گناہ ہے
اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے قرآن مجید میں یتیم کے مال کو ناحق کھانے والوں اور بے جا تصرف کرنے والوں کیلئے سخت و شدید وعید آئی ہے ارشاد باری ہے۔ اِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا۔ یتیم کا مال ناحق کھانے والے اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ دَسِیْضُلُوْنَ سَجِیْرًا اور عقرب وہ آگ ہیں داخل ہوں گے۔ (سورہ نساء آیت ۱۰)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قوم قیامت کے روز اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ آگ سے بھر چکے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیون لوگ۔ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی؟ اَلَّذِیْنَ یَأْكُلُوْنَ اَمْْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا۔ خیال رہے کہ جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے ہر قسم کے مال اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ ہر وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو ان بچوں کے باپ کی وفات کے بعد قباض ہوتا ہے خواہ ان بچوں کا چچا ہو یا ثا بھائی، والدہ ہو یا اور کوئی وصی سب کیلئے لازم و واجب ہے کہ یتیم کے مال میں ناحق تصرف نہ کرے بیت کے مال کو جس قدر ممکن ہو اس کے ورثاء میں تقسیم کرنے کی کوشش کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں شدید احتیاط کی ہدایت دی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ اَحْزَبُ مَا لَیْسَ اِلَّا الطَّعِیْفِیْنِ الْجِرَافَۃُ | یعنی تم کو خاص طور پر دو ضعیفوں کے مال سے ڈالیتیم۔ (ابن کثیر جلد اول ص ۴۵۶) | بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ایک عورت اور دوسرا یتیم۔

بَابُ بَیْعِ الشَّرِیْکِ مِنْ شَرِیْکِهِ

باب کسی چیز میں جو افراد شریک میں انکا اپنے شریک سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے میں مختلف ہو جائیں تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا یعنی میرٹے شرکت شفعہ کا حق نہیں رہیگا۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ (بخاری)

بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالْأُورْدِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ

باب مشترک زمین مکانات اور سامان کا بیچنا جو ابھی تقسیم نہیں ہوا

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہر مال میں شفعہ کا حق دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے میں مختلف ہو جائیں تو شفعہ کا حق نہیں رہتا۔ ہم سے مسدد نے اوران سے عبد الواحد نے اسی طرح حدیث بیان کی اور کہا کہ اس چیز میں جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت مشاہیر نے معمر کے واسطے سے کی ہے اور عبد الرزاق نے بیان کیا کہ ”ہر مال میں“ اس کی روایت عبد الرحمن اسحاق نے زہری کے واسطے سے کی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ قُتَيْبُ بْنُ لَبِيحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَالِيدِ بِهِذَا وَقَالَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ تَابِعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي كُلِّ مَالٍ ذَرَأَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ (بخاری)

اس حدیث کو امام بخاری نے شرکت شفعہ ترک العیل میں بھی ذکر کیا ہے اور ابو داؤد بیوع، ترمذی نے احکام میں اور ابن ماجہ نے بھی احکام میں ذکر کیا ہے۔

قوائد و مسائل

(۲) شفعہ کے مسائل آئندہ صفحات میں مفصل طور پر بیان ہوئے انشاء اللہ العزیز حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ زمین یا مکان میں شرکت ہو تو شریک کیلئے شفعہ کا حق ہے لیکن جب اسکے حدود اور راستے علیحدہ علیحدہ ہوں تو اب میرٹے شرکت شفعہ نہیں رہیگا شرکت کی وجہ سے حق شفعہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی غیر شخص کا حصہ و میں دخل ہو جانا فتنہ و فساد اور تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے لہذا جو شریک اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہے اسے

پہلے رکھے۔ شریک کا حق یہ ہے وہ اس کو خریدے جتنو علیہ السلام کا ارشاد ہے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے جابر ماضی سے۔ (داری)

بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِّلْغَيْرِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضَى

باب کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے اسکی اجازت کے بغیر خریدی اور پھر وہ اس پر راضی ہو گیا

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس عنوان کے ماتحت ایک طویل حدیث درج کی ہے عنوان کا مطلب یہ ہے اگر کسی نے کوئی چیز کسی دوسرے کیلئے اس کی اجازت کے بغیر خریدی اور پھر وہ راضی ہو گیا تو اسکا یہ عمل شرعاً درست قرار پائے گا۔ ۲۶، اس عنوان کے ماتحت امام نے جو حدیث درج کی ہے عنوان کے مناسب سختی اشترویت منہ بقراً کے الفاظ ہیں۔ یعنی ایک شخص نے مزدور کی رقم سے اس کی بغیر اجازت کے مال مولشی خریدے پھر جب وہ مزدور آیا اور آجرنے اس کو سارا قصہ سنایا تو وہ مزدور اس خرید و فروخت سے راضی ہو گیا۔ اور اپنا مال لے لیا۔ جیسا کہ حدیث زیر عنوان میں مفصل طور پر واقعہ بیان ہوا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کہیں جابر سے کہے کہ بارش ہونے لگی۔ اور انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اتفاق سے ایک چٹان ٹوٹ گئی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو واسطہ دے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے میں باہر لے جا کر اپنے مولشی چراتا تھا۔ پھر جب والپس ہوتا تو ان کا دودھ دوتھا اور بہتین میں اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی چکے تو پھر بچوں کو گھر والوں کو اور اپنے بیوی کو بلاتا۔ اتفاق سے ایک رات دیر ہو گئی اور جب میں گھر والپس ہوا تو میرے والدین سو چکے تھے میں نے انھیں جگانا مناسب نہ سمجھا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَتَسَوَّنُ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ فَأَغْطَتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اذْعُوا اللَّهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَاكُنْتُ أَخْرُجُهُمَا فَيَذَرُونِي ثُمَّ أَجِئُ فَأَخْلُبُ فَأَجِئُ بِالْخِلَابِ فَيَأْتِي بِهِمَا أَبَوَايَ فَيَسْتَوِيَانِ ثُمَّ أَشْقِي الصَّبِيَّةَ وَأَهْلِي وَأَمْرَتِي فَأَحْبِسْتُ لَيْلَةً يَجْمَعُ قَادَاهُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَكَبَاهُتُ أَنْ أَوْظِيَهُمَا وَالصَّبِيَّةَ يَتَضَاعُونَ عِنْدَ رِجْلِي فَلَمْ يَقُلْ ذَلِكَ دَائِي وَدَأْبُهُمَا حَتَّى ظَلَمَ الْفَجْوَ اللَّهُمَّ

إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ
فَأَفْرِجْ عَنَّا فُرْجَةً تَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ قَالَ
فَفُتِحَ عَنْهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَحِبُّ امْرَأَةً مِنْ أَبْنَاتِ
عَتَّى كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ
فَقَالَ لَا تَسْأَلُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا
مِائَةَ دِينَارٍ سَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى مِمَّنْهَا
فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ أَلَيْسَ اللَّهُ
وَلَا تَفْضِي الْحَائِمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا
فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ
وَجْهِكَ فَأَفْرِجْ عَنَّا فُرْجَةً قَالَ
فَفُتِحَ عَنْهُمْ الشُّكُوبُ وَقَالَ الْآخَرُ
اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ
أَخِيًّا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرِّيَّةٍ فَأَعْطَيْتُهُ
وَأَبْذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ فَعَمِدْتُ إِلَى
ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اسْتَوْبَيْتُ
مِنْهُ بِقَرَارٍ أَعْطَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ
يَا عَبْدَ اللَّهِ أَعْطَيْتُ حَقِّي فَقُلْتُ انْطَلِقْ
إِلَى تِلْكَ الْبُقْعَةِ وَزَاعِمْهَا فَإِنَّهَا لَكَ
فَقَالَ اسْتَهْزِئْ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ اللَّهُمَّ
إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ
ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَأَفْرِجْ عَنَّا فَكُشِفَ
عَنْهُمْ

(بخاری)

بچے میرے قدموں میں پڑے رو رہے تھے۔
میں برابر دودھ کا پیالہ لئے ان کے سامنے کھڑا
رہا اور صبح ہو گئی۔ اسے اللہ اگر تیرے نزدیک
بھی میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی حاصل
کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے لیے راستہ بنا دے۔
تاکہ ہم آسمان دیکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ پھر بٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی کہ
اے اللہ تیرے علم میں یہ بات ہے کہ مجھے اپنے چچا کی
ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو
کسی عورت سے ہو سکتی ہے اس نے کہا تم مجھے اپنا
مقصد اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک مجھے
سو دینار نہ دیدو۔ میں نے اسے اس کے حاصل کرنے کی کوشش
کی اور آخر اتنے دینار جمع کر ہی لئے۔ پھر جب میں اسکی
دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ
سے دُروادہ مہر کو ناجائز طریقے سے نہ توڑو۔ اس پر
میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے
دیکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تو ہمارے لئے راستہ بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ دو تہائی راستہ کھل گیا تب میرے نے دعا کی کہ اللہ
تو جانتا ہے میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار عظیم
لیا تھا جب میں نے اسکی مزدوری دی تو اس نے لینے
سے انکار کر دیا۔ میں نے اُس جوار کو لے کر لو دیا۔ اس
میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خریدا۔ اتفاق سے پھر
اس مزدور نے آکر مطالبہ کیا کہ خدا کے بندے مجھے میرا
حق دیدے میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا واقعی یہ
نہا رے ہی ہیں۔ تو اے اللہ اگر تیرے نزدیک یہ کام میں
کو ٹھہرے چنانچہ غار کے منہ سے پھر بٹ گیا۔

فوائد ومسائل اس حدیث کو امام نے مزاحمت میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے تو یہ میں اور امام نسائی نے رافقی میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

(۱) امام سابقہ کے واقعات اور ان کے نیک اعمال کو تبلیغ و ترغیب کیلئے ذکر کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں۔ (۲) اگر کسی نے کسی کے مال میں اسکی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کی اور اس میں تصرف کیا اور مالک نے بعد میں اسکی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے۔

(۳) امام بخاری نے عنوان مذکورہ سے بیع فضولی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بیع فضولی کا جواز متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے حضرت عروہ بن ابی الجعد باری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے ایک دینار دیا کہ حضور کے لیے بکری خرید لائیں انہوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں۔ ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور حضور کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لاکر پیش کیا حضور نے ان کے لیے دعا کی الہی ان کی بیع میں برکت ہو۔ اس دعا کا اثر یہ تھا کہ وہ بھی خریدنے اس میں نفع ہوتا اسی مضمون کی حدیث امام ترمذی و ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے روایت کی ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ فضولی کا تصرف جبکہ مالک اسے منظور کرے جائز ہے۔ فضولی اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کے حق میں بغیر اجازت تصرف کرے۔

(۴) امام سابقہ کے احکام و مسائل جنکے متعلق شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ نے اشارہ یا کنایہ مانعت نہیں فرمائی۔ وہ اس امت کیلئے بھی مشروع قرار پائیں گے۔ (۵) اس حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے جو تین واقعات بیان فرمائے ہیں وہ مقام بدر و ثنا میں بیان فرمائے ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ حدیث ہذا کے مندرجات شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ میں جائز ہیں ورنہ حضور علیہ السلام انکی تردید فرما دیتے۔ (۶) علامہ معنی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ بلا مضیبت میں مبتلا ہو جانے کی صورت میں دعا کرنا اور اعمال صالحہ سے توسل (وسیلہ) سے دعا کرنا مستحب ہے۔ (۷) ظاہر ہے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقربین بارگاہ انبیاء کرام اور اولیائے عظام کے توسل سے دعا کرنا بطریق اولیٰ جائز قرار پائے گا۔ (۸) والدین کی عزت کرنا ان کی خدمت کرنا۔ اور ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا لازم ہے۔ والدین کی پر خلوص خدمت کرنے سے مصائب و آلام سے نجات ملتی ہے۔ (۹) کرامات اولیاء حق ہیں۔

بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

باب مشرکوں اور دار الحرب کے باشندوں کیساتھ خرید و فروخت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَجَاءَ رَجُلٍ مُشْرِكٍ
حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

مُشَعَّانٌ طَوِيلٌ يَغْنَمُ يَسُدُّ قُفَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَمْرٌ عَطِيَّةٌ أَوْ قَالَ أَمْرٌ هَبَّةٌ قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَدَّى مِنْهُ شَاةٌ (بخاری)

کہ ایک طویل القامت پر آگندہ بالوں والا مشرک بکریاں ہانکتا آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا یہ بیچنے کیلئے ہیں یا عطیہ میں؟ یا آپ نے دریافت فرمایا کہ ہبہ کے لئے؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچنے کیلئے چنانچہ حضور نے اس سے ایک بکری خریدی۔

فوائد ومسائل

۱۔ اس حدیث کو ہبہ اور اطعمہ میں ذکر کیا گیا ہے اور امام مسلم نے اطعمہ میں اس حدیث سے واضح ہوا۔ خرید و فروخت جیسے مسلمان سے جائز ہے ایسے ہی کافر و مشرک اور حربی کافر سے بھی جائز ہے۔ (۲۱)، علامہ خطابی علیہ الرحمۃ نے حدیث کے الفاظ امر ہبۃ سے یہ استدلال فرمایا۔ کافر و مشرک سے ہبہ قبول کرنا جائز ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے عیاض بن حمار مشرک کا ہبہ قبول نہیں کیا اور فرمایا انا لا نقبل زبداۃ المشوکیں ہم مشرکین کے عطیہ قبول نہیں کرتے۔ جواب یہ ہے۔ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے اسکے بعد متعدد غیر مسلموں کے مثلاً مقوقس الکیدرو وغیرہ کے ہدایا قبول فرمائے ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص سے بھی ہبہ قبول فرمایا ہے اسے بدلہ منور دیا ہے خود حضور نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ جس کسی نے مجھ پر احسان کیا میں نے اسی دنیا میں اسکا بدلہ چکا دیا۔ سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ ان کی خدمات کا صلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا۔

حدیث ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔ مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا بَدَلًا وَلَا وَقْدًا كَافَيْنَاهُ۔

بَابُ شُرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهَبَتِهِ وَعَقْبِهِ

باب۔ حربی سے غلام خریدنا، حربی کا غلام کو آزاد کرنا اور ہبہ کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبٌ وَكَانَ حُرًّا أَظْلَمُ لَهُ وَبَاعَهُ وَوَسَّيَ عَمَّا ذَوَّهَيْبٍ وَبِلَالٍ (بخاری)

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان فارسی سے فرمایا تم اپنے مالک سے مکاتبت کر کے آزاد ہو حالانکہ سلمان پہلے آزاد تھے ان کے مسافروں نے ان پر ظلم کیا اور انھیں بیچ دیا۔ اسی طرح حضرت عمار اور صہیب اور حضرت بلال کو اغوا کیا گیا اور انھیں غلام بنا لیا گیا تھا۔

ابن بطال کہتے ہیں کہ اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ بتانا تھی کہ حربی کا فرکی ملکیت صحیح اور درست ہے اور حربی کا اپنے ملک میں بیع و شراء بہیہ اور متقی کے ذریعے تصرف کرنا جائز قرار پایا جیسا کہ احادیث زیر عنوان سے ثابت ہے یعنی حضور علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسی کو کافر کی ملکیت تسلیم کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسی کو مکاتبت کا حکم دیا۔ اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے کافر بادشاہ سے حضرت باجرہ کو قبول فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا فوہوں کے غلام تھے۔ پھر انکو آزادی دلائی گئی جس سے واضح ہوا کہ اپنی ملکیت میں کافر کے تصرفات شرعاً درست ہیں۔

(۲۱) اس حدیث میں حضرت سلمان فارسی، حضرت عمار، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے نام آئے جنکا مختصر تعارف یہ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام، نسب، خاندان | عمار نام، ابو یقظان کنیت، والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیہ تھیں۔ ابو حذیفہ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلفہ بلند ہوا، حضرت عمار اور حضرت صہیبؓ اسلام | ابن سنانؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے۔

حضرت عمارؓ کو ایک لے یار و مددگار غریب الوطن تھے۔ دنیاوی وجاہت و طاقت بھی حاصل نہ تھی۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں تاہم جوش ایمان نے ایک دن سے زیادہ غمی ہو کر رہنے نہ دیا، مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ مشق ستم بنالیا، طرح طرح کی اذیتیں دین ٹھیک دوپہر کے وقت پیتی ہوئی ریت میں لٹایا، دکتے ہوئے انگاروں سے جلایا۔ اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے لیکن جلوہ تو حید نے کچھ الیا وارفہ کر دیا تھا کہ ان تمام سختیوں کے باوجود وہ ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ یہ حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابو جہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ سے شہید کیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی عورتانک شہادت تھی جو استقلال و استقامت کے ساتھ راہ خدا میں واقع ہوئی، ان کے والد حضرت یاسرؓ اور بھائی حضرت عبداللہؓ بھی اسی گروپ اذیت میں جان بحق ہوئے۔ ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو دکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لے طبقات ابن سعد قدم اول جز ثلث ص ۱۷۷۔ لے اصابت مذکرہ سویتہ ام عمار

طرف سے گزرتے تو ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم کی طرح عمار پر ٹھنڈی ہو جا۔ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اسی طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گزرتے اور خاندان یا سر کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے: اے آگ! عمار تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔

ایک دفعہ حضرت یاسرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گمراہی زمانہ کی شکایت کی، ارشاد ہوا، صبر کرو! پھر دعا فرمائی: اے خدا! آگ یا سر کو بجھ دے۔

حضرت عمارؓ نے جدشہ کی طرف اور پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ کی ہجرت کے چھ سات تعمیر مسجد مہینوں کے بعد مسجد نبویؐ کی بنا ڈالی گئی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خوش دلانے کیلئے خود کام میں حصہ لیا، حضرت عمارؓ اینٹ کا لالاکر دیتے تھے۔ اور زبان پر رجز جاری تھا۔

تَحْنُ الْمُسْلِمُونَ نَبِيَّ الْمَسْجِدَاتِ
ہم مسلمان ہیں، ہم مسجد بناتے ہیں
حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دود و اینٹ اٹھاتے تھے۔

غزوات | غزوہ بدر سے تو کہ تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے سب میں وہ جانبازی و شجاعت کے ساتھ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب رہے۔ عہد صدیقی کی اکثر خون ریز جنگوں میں بھی خوب داد و شجاعت دی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میامہ کی جنگ میں ان کا ایک کان شہید ہو گیا جو سامنے ہی زمین پر پھٹ کر رہا تھا لیکن وہ بے پرواہی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہے اور جس طرف رخ کرتے تھے صفین کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ مسلمانوں کے پاؤں پیچھے پڑنے لگے انھوں نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر لالاکر دے گروہ مسلمان! کیا جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ یہ اس صدائے سحر کا کام کیا اور جنت کے شدید انیکامیک سنبھل کر ٹوٹ پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلمہ میں ان کو کوفہ کا والی بنایا اور انھوں نے ایک سال نو ماہ تک نہایت خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ فرائض منصبی ادا کیے، معرکہ صفین میں آپ حضرت علیؓ کی طرف تھے۔ اسی معرکہ میں ۹۱ برس کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ اور کوفہ میں دفن ہوئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام و نسب | نسب تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، جو سی نام ماہ تھا، اسلام کے بعد

۱۸۱ | مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۲۸۸ | طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۴۸ | غرر الحقائق ج ۱ ص ۱۸۱ | طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۸۱

سلمان رکھا گیا۔ اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ مابہ ابن بو زخشان بن مورسلان بن سہیل بن فیروز سہرک۔

قبل اسلام

آپ کے والد اصغہان کے ”جی“ نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار اور کاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمانؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چار دیواری سے باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔ آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق کر رکھی تھی۔

آپ نے ایک دفعہ گرجے میں عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھا۔ یہ طریق عبادت آپ کو پسند آیا۔ اور باپ کی قد و بند سے آزاد ہو کر شام پہنچ کر وہاں کے لشب کے پاس رہ کر عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر یکے بعد دیگرے تلاش حق کی جستجو میں موصل نصیبین۔ عموریہ پہنچے اور وہاں کے اسقف کے پاس مقیم رہے۔ کچھ بکریاں خرید لیں۔ ان سے مادی غذا حاصل کرتے رہے اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے۔ جب اس کا بیانیہ حیات بھی لبریز ہو گیا تو حضرت سلمانؓ نے اس کو اپنی پوری سرگزشت سنائی۔ کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جائیے۔ اس نے کہا بیٹا! میں تمہارے لئے کیا سامان کروں، آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دوں، البتہ اب اس نئی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا۔ اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، اور صدقہ اپنے لئے حرام سمجھے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان غہر نبوت ہوگی۔ اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر | اس اسقف کے مرنے کے بعد سلمانؓ عرصہ تک عموریہ میں رہے کچھ دنوں بعد بابل کے تاجر ادھر سے گذرے سلمانؓ نے ان سے کہا اگر تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہاری نذر کروں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے اور زبان حال سے یہ عرض

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک اہر کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے۔

غلامی | لیکن ان عربوں نے وادی القرطیٰ میں پہنچ کر دھوکا دیا۔ اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا مگر یہاں کھجور کے درخت نظر آئے، جس سے اس بندھی کشادہ رہی وہ منزل مقصود ہو جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا۔ تھوڑے دن وہیں قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آغا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا۔ اس نے سلمانؓ کو اس کے ہاتھ بیچ دیا۔

غلامی اور مدینہ کا سفر | وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمانؓ غلامی و غلامی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے

ہاتھ غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے ،

اسی سے ہوگی ترسے غمکہ کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اُس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے ہزاروں آزادیوں قربان ہیں۔ جوں جوں محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی کششِ بڑھتی جاتی تھی۔ اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاہِ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے اب ان کو پورا یقین ہو گیا۔ اور دیدارِ چال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے۔ اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پرتو افکن ہو چکا تھا لیکن جو رستم کے بادلوں میں چھپا تھا سلمان کو آقا کی خدمت سے آنا وقت نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے آخر انتظار کرتے کرتے وہ یومِ مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمِ مدینہ کے افق پر طلوع ہوا۔ حرمانِ نصیبِ سلمان کی شبِ ہجر تمام ہوئی اور صبحِ امید کا اقبال پھیلا۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے کچھ دست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے آکر کہا، خدا جی قید کو غات کرے۔ سب کے سب تبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں سلمان کے کانوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و تمکب کا دامن چھوٹ گیا۔ بدن میں سنسناہٹ پیدا ہوئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرشِ زمین پر آجائیں، اسی بدبختی میں جلد از جلد درخت سے پیچھے اترے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو؟ آقا نے اس سوال پر کھونسما کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان خاموش ہو گئے۔

لیکن اب صبر کے تھا، کھانے کی چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اسلام اور عرض کیا، میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب الہیاد اور اہلِ خات آپ کے ساتھ ہیں۔ میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لئے رکھی تھیں۔ آپ لوگوں سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکا ہے۔ اس کو قبول فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود ناول نہ فرمایا اس طریقہ سے سلمان کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ قبول نہیں کرتا۔ دوسرے دن پھر حدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں ناول فرمائی تھیں۔ آج یہ بدیہ قبول فرمائیے۔ آپ نے قبول کیا خود بھی ناول فرمایا اور دوسروں کو بھی دیا۔ اسی طریقہ سے دوسری نشانی یعنی نبوت کی بھی زیارت کی اور باجشمِ پریم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے حضرت سلمان اتنے مرحلوں کے بعد دینِ حق سے ہم آغوش ہوئے اور گوہرِ مقصود سے دامنِ بھر کر آقا کے گھر واپس آ گئے۔

آزادی غلامی کی مشروریت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آقا کو معاوضہ دے کہ آزادی حاصل کر لیں۔ کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے پر معاوضہ ملے ہوا۔

کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا آپ نے سلمان کو دیدیا۔ یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا۔ اس سے گلو خلاصی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ یہودی نے یہ شرط بھی لگائی تھی کہ کھجور کے یہ درخت اسی سال پھل بھی دین جنسور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کھجور کے یہ درخت زمین نصیب فرمائے اور آپ کے دست مبارک کی برکت سے ان درختوں پر اسی سال پھل بھی آئے۔ اور اس طرح اسکی یہ شرط پوری ہوگئی۔ اب دوسری شرط یوں پوری ہوئی کہ کسی غزوہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مرغی کے انڈے کے برابر سونا حاصل ہوا تھا۔ جنسور نے وہ سونا سلمان کو دے دیا۔ اس کا وزن چالیس اوقیہ تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میں ۳۶ برس وفات پائی اور مدائن میں دفن ہوئے۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام نسب صہیب نام، البوحنی کنیت، والد کا نام سنان اور والدہ کا نام سلی بنت قید تھا۔
ابتدائی حالات حضرت صہیبؓ کا اصل وطن ایک قریہ تھا جو باختلاف روایات مؤسل کے قریب لب وجبلہ یا الجریہ میں واقع تھا، ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اہل کے عامل تھے انھوں نے ابھی دنیا کی صرف چند بہاریں دیکھی تھیں کہ رومی فوجوں نے اہل پر چڑھائی کی۔ اور دوسرے مال و اسباب گئے ساتھ اس نو بہالی کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہ رومیوں ہی میں پرورش پا کر جوان ہوئے، بنی کلب نے ان کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجعدان نے لے کر آزاد کر دیا۔

اسلام مکہ میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو تفتیش و تحقیق کے خیال سے آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت عمارؓ بھی اسی خیال سے آ رہے تھے، انھوں نے ان کو دیکھ کر پوچھا، تم کس ارادہ سے آئے ہو؟ بولے ”پہلے تم اپنا مقصد ظاہر کرو“ انھوں نے کہا ”میں محمدؐ سے مل کر ان کی گفتگو سنانا چاہتا ہوں“ بولے ”میرا بھی یہی مقصد ہے“ غرض دونوں ایک ساتھ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت صہیبؓ پہلے رومی تھے جنھوں نے صدائے توحید کو لبیک کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ صہیبؓ روم کا پہلا پھل ہے۔

ہجرت حضرت صہیبؓ سب سے آخری مہاجر تھے۔ انھوں نے رخت سفر درست کر کے ہجرت کا قصد فرمایا تو لے قبل از اسوم سے آزادی تک کے حالات کل سند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۰ تا ۱۱ میں کی مختلف روایات سے ماحولیں اور انکو قریہ طریف سے گھمڈیا گیا ہے۔ مستدک حاکم جلد ۵ ص ۳۹۷ کے طبقات ابن سعد ص ۱۱۱ کے اسناد انابہ عبد بن زکریا عن ابن مسعود

مشرکین قریش نہایت سختی کے ساتھ تہراہ ہوئے اور بولے "تم ہمارے یہاں مفلس و محتاج آئے تھے مگر میں رہ کر دولت و ثروت جمع کی اور اب یہ تمام سرمایہ اپنے ساتھ لے جاتے ہو۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔" حضرت صہیبؓ اپنا ترکش دکھا کر کہا، اے گروہ قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم لوگوں سے سب سے زیادہ صحیح نشانہ باز ہوں، خدا کی قسم جب تک اس میں ایک تیرہ بھی ہے تم میرے قریب نہیں آ سکتے۔ اس کے بعد پھر اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا، ہاں اگر مال و دولت چاہتے ہو تو کیا اس کو لے کر میرا راستہ چھوڑ دو گے؟" مشرکین نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی حضرت صہیبؓ اپنے مال و منال کے عوض متاعِ ایمان کا سودا خرید کر مدینہ پہنچے۔

غزوات | تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ بغزوہ بدر، احد، خندق اور تمام دوسوے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ عالم پیری میں لوگوں کو جمع کر کے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارناموں کی داستان سنایا کرتے تھے۔

سہ روزہ خلافت | حضرت عمرؓ ان سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے اور خاص لطف و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انھوں نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائیں اور اہل شوریٰ جب تک مسئلہ خلافت کا فیصلہ نہ کریں وہ امامت کا فرض انجام دیں۔ چنانچہ انھوں نے تین دن تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس فرض کو انجام دیا۔ ۳۸ برس کی عمر میں مبارک میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام و نسب | بلال نام، ابو عبد اللہ کنیت، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، یہ حبشی النسل غلام تھے۔ لیکن کہہ ہی میں پیدا ہوئے، جی حجج ان کے آقا تھے۔

اسلام | حضرت بلالؓ صورت ظاہری کے لحاظ سے گویا وہ نام حبشی تھے تاہم ائمہ دل شفاف تھا۔ اس کو منیہ ایمان نے اس وقت منور کیا جب کہ وادی بطناء کی اکثر گوری محقوق غزوہ حنین و زعم شرافت میں ضلالت و گمراہی کی ٹھوکریں کھا رہی تھی جن معدودے چند بزرگوں نے داعی حق کو لبیک کا متعارف ان میں صرف سات آدمیوں کو اس کے اعلان کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان میں حضرت بلال بھی تھے۔

ابن سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ
استقامت | کمزور ہمیشہ سب سے زیادہ ظلم و ستم کا آماجگاہ رہتا ہے حضرت بلالؓ کی جو ذاتی حالت تھی اس کے لحاظ سے وہ اور بھی اس تیغِ جفا کے خشکار ہوئے۔ گونا گوارہ مصائب

اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال و استقامت کی آزمائش ہوئی، پتی ہوئی نیک، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دھکتے انگاروں پر لٹائے گئے، بشریکین کے لڑکوں نے گوشتے مبارک میں رسیاں ڈال کر با بیچہ اطفال بنایا لیکن ان تمام روح فرسا و جان کسل آزمائشوں کے باوجود توحید کا جبل متین ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ البوجهل ان کو منہ کے بے سنگریزوں پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی بجلی لکھ دینا اور جب آفتاب کی تازت بے قرار کر دیتی تو کہتا، بلال! اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا سے باز آ، لیکن اس وقت بھی دین مبارک سے یہی "احد" احد نکلتا۔

آزادی حضرت بلالؓ ایک روز حسب معمول وادی بطنی میں شقی ستم بنائے جا رہے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرے تو یہ عجربناک منظر دیکھ کر دل بھرایا اور ایک گرا نقد رقم معاوضہ دے کر آزاد کر دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "ابو بکر! تم مجھے بھی اس میں شریک کر لو" عرض کی "یا رسول اللہ! میں آزاد کر اچکا ہوں"۔

مؤذنی مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے لیں اور مجبور نہ تھا، یہاں پہنچنے کے ساتھ شعار اسلام و دین متین کی اصولی تدوین و تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد تعمیر ہوئی، خدا کے لایزال کی عبادت و پرستش کیلئے نماز پنجگانہ قائم ہوئی اور اعلان عام کے لئے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا۔ حضرت بلالؓ شب سے پہلے وہ بزرگ ہیں جو اذان دینے پر مامور ہوئے۔

حضرت بلالؓ کی آواز نہایت بلند و دلکش تھی، ان کی ایک صد توحید کے متوالوں کو بے چین کر دیتی تھی، مرد اپنا کاروبار، عورتیں شہستان حرم اور بچے کھیل چھوڑ کر والہانہ وارنگی کے ساتھ ان کے اندر گرد جمع ہو جاتے۔ جب خدائے واحد کے پرستاروں کا مجمع کافی جمع ہو جاتا تو نہایت ادب کے ساتھ آستانہ ثبوت پر کھڑے ہو کر کہتے **حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ**! یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز تیار ہے، غرض آپ تشریف لاتے اور حضرت بلالؓ کی صدائے سامعہ نواز تکبیر اقامت کے لغزوں سے بندگان توحید کو بارگاہ ذوالجلال والا کرام میں سر بسجود ہونے کے لیے صف بصف کھڑا کر دیتی تھی، حضرت بلالؓ سفر و حضر ہر موقع پر حضور علیہ السلام کے مؤذن خاص رہے ہیں۔

غزوات حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات میں شریک تھے، غزوہ بدر میں انھوں نے امیر بن خلف کو تیغ کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور خود ان کی ایذا رسانی میں بھی اس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا فتح مکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب تھے، آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو مؤذن خاص کو معیت کا فخر حاصل تھا۔ انھیں حکم ہوا کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی عظمت صدائے تکبیر بلند کریں، خدا خدا کی قدرت وہ حرم قدس جس کو ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا

لہذا القاب جلد اس ۲۰۶ کے ایضاً و بخاری سے بخاری ہی الا اذان۔ لکھ طغات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۷۔

لہذا القاب جلد اس ۲۰۷ کے کتاب المغازی باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من املی مکہ۔

مدتوں معنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمہ توحید سے گونجا۔

حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں آپ کو اجازت ملی۔ اور شامی مہم میں شریک ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ۶ سالہ میں شام کا سفر کیا تو دوسرے افسرانِ فوج کے ساتھ حضرت بلالؓ نے بھی مقام جابہ میں ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کی سیاحت میں ہمراہ رہے ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے، "گو میں عہد کر چکا ہوں کہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے کلمہ نہ دوں گا تاہم آج آپ کی خواہش پوری کروں گا، یہ کہہ کر اس عندلیب توحید نے کچھ ایسے سخن میں خدائے ذوالجلال کی عظمت و شوکت کا نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بقیاب ہو گیا، حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ ہنسی بند ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ بھی بے اختیار رو رہے تھے غرض سب کے سامنے عہد نبوت کا نقشہ کھینچ گیا اور تمام سامعین نے ایک خاص کیفیت محسوس کی۔ پھر ملک شام ہی میں مقیم ہو گئے۔

اخلاق

محاسن اخلاق نے حضرت بلالؓ کے پایہ فضل و کمال کو نہایت بلند کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابو بکرؓ سیدنا و اختر سیدنا یعنی ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کیا ہے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری ان کا مخصوص مقصد حیات تھا، ہر وقت بارگاہِ نبویؐ میں حاضر رہتے، آپ کہیں باہر تشریف لیجاتے تو خادمِ جانِ نثار کی طرح ہمراہ ہوتے، عیدین و استفادے کے مواقع پر علم لے کر آتے آگے چلتے، وعظ و ہد کی مجلسوں میں ساتھ جاتے، افلاس و ناداری کے باوجود ان کو جو میسر آجاتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لئے پس انداز کرتے۔ ایک دفعہ بنی کعبہ میں (جو نہایت خوش و آلقہ ہوتی ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ نے تعجب سے پوچھا۔ بلالؓ یہ کہاں سے؟ عرض کی میرے پاس جو کچھ جو یقین وہ نہایت خراب قسم کی قمیصیں جو کہ مجھے حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنا تھا اس لئے میں نے دو صاع دے کر یہ ایک صاع اچھی کھجور کی حاصل کیں، ارشاد ہوا، اُن بات! ایسا نہ کیا کرو، یہ تو عین رباعی اگر تمہیں خریدنا تھا تو پہلے اپنی کھجوروں کو فروخت کرتے، پھر اس کی قیمت سے اس کو خرید لیتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کو تمام اعمالِ حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، پھر جہاد، پھر حج مبرور۔

حلیہ یہ تھا کہ قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گون بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال نہایت

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۶۷۔ ۲۔ امد الفایہ ج ۱، ص ۲۰۹۔ ۳۔ مستدرک حاکم ج ۲، ص ۲۸۴۔

۱۔ سنن ۱۶۸۔ ۲۔ بخاری ج ۱، ص ۳۱۱۔ ۳۔ بخاری ج ۲، صفحہ ۱۱۲۔

گھنے خمدار اور اکثر سفید تھے۔

ازواج

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد شادیاں کیں، ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا تھا۔ بنی زہرا اور حضرت ابوالدرداء کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا، لیکن کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عرصہ تک شام میں متوطن رہنے کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں ”بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو؟ اس خواب نے گذشتہ زندگی کے پُر لطف انسانے یاد دلا دیئے عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے نغمہ پھر رہے ہو گئے، اسی وقت مدینہ کی راہ لی۔ اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر پورے غسل کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا، اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو چٹا چٹا کر پیار کر رہے تھے، ان دونوں نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیکھئے۔ گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اذان نہ دیں گے تاہم ان کی فرمائش مائل نہ سکے۔ صبح کے وقت صحت پر چڑھ کر نعرہ نکیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا اس کے بعد نعرہ توحید نے اس کو اور بھی پُر عظمت بنا دیا، لیکن جب اشہد ان محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں تک پتھر اتر کر پردوں سے نکل پڑیں اور تمام عاشقانِ رسول کے رخسارے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پُر اثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

وفات

سنہ ۳۷ میں اس غلصہ بادقائے اپنے محبوب آفاکی و اُمّی رفاقت کے لئے دنیائے فانی کو خیر باد کہا، کم و بیش ۶۲ برس کی عمر پائی، دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْوَرَقِ فَمَا الَّذِينَ فَضَّلُوا ابْنَ آدَمَ رَزَقَهُمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِعَدَةِ اللَّهِ (بخاری)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ... اور اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق، اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دینگے کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ کی نعمت سے ٹکرتے ہیں۔

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ يٰ سَوْءٌ نَمْلٌ كِ آیت نمبر ۱۰ ہے اس میں مشرکین کو خطاب ہے رسول اللہ سے مناسب آیت کے یہ الفاظ ہیں۔ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ۔ اس آیت میں مال و دولت غلام

طبقات ابن سعد قسم اول جلد ثالث صفحہ ۱۰۔ طبقات ابن سعد

لوڈیوں کو ان کی ملک بنایا گیا ہے جب ان کی ملک ثابت ہو گئی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفار و مشرکین کا اپنی ملک میں تصرف کرنا یعنی بیع و شراء و غیرہ جائز و درست ہے۔

مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر مال و دولت میں فضیلت دی ہے اور تم کبھی یہ گوارا نہیں کرتے کہ اپنے مال و دولت کو اپنے زبانیوں میں اس طرح تقسیم کر دو کہ وہ بھی مال و دولت میں تمہارے برابر ہو جائیں۔ تو اس مثال سے سمجھو جب اے مشرکین تم بھی یہ تسلیم کرتے ہو کہ یہ بیت جس کی تم پرستش کرتے ہو سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق و ملک میں تو بہر تم یہ کیسے تجویز کرتے ہو کہ یہ بیت اللہ کی مخلوق و ملک ہیں۔ اپنے خالق و مالک کے برابر ہو جائیں۔

تمام انسانوں کا معیشت میں برابر ہونا ناممکن ہے اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ جیسے انسانوں کے درمیان عقل و فہم اور دیگر جسمانی قوتوں میں تفاوت ہے، ایسے ہی مال و دولت میں تفاوت کا ہونا بھی ایک فطری امر ہے جیسے یہ ناممکن ہے کہ تمام انسانوں کی عقل و فہم اور دیگر جسمانی قوتوں میں مساوی ہو ایسے یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس میں تمام انسانوں کی معیشت مساوی ہو۔ خالق کائنات نے رزق میں ایک دوسرے کو فضیلت دی ہے کوئی غریب ہے کوئی امیر اور کوئی متوسط حال۔ اور یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ رب العلمین کی حکمت بالغہ ہے اور انسانی مصالح کا مقتضی۔ اگر یہ صورت نہ رہے اور مال و دولت (دعاش) میں سب انسان برابر ہو جائیں تو نظام عالم میں خلل و فساد پیدا ہو جائیگا یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے کسی دربار کسی ماحول اور زمانہ میں ایسا نہیں ہوا کہ سب انسان معیشت کے اعتبار سے مساوی ہو گئے ہوں۔ اور اگر کہیں جبری طور پر ایسا معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو اس کی حقیقت لفظوں سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور رزق میں مساوات کی عملی شکل و صورت کا نہ کبھی عملی ظہور ہوا ہے نہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی تو ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھا یا ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کہا گیا کہ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت کے لیے کہاں آئے ہیں بادشاہ نے آپ سے پچھا اچھا کہ ابراہیم! یہ خاتون جو تمہارے ساتھ ہیں تمہاری کیا بیتی ہیں انھوں نے فرمایا کہ میری بہن ہیں پھر جب ابراہیم علیہ السلام حضرت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ فَمِنَ الْمَمْلُوكِ أَذْجَبَارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ قَالَ أَخْتِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكْذِبِي حَدِيثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّكَ أَخْتِي ذَاكَ إِنَّكَ عَلَى

الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَمَعْلُوكٌ فَأَرْسَلْنَا
إِلَيْهَا نَفَاثًا وَلَهَا نَفَاثًا وَتَضَلَّ نِفَاثُ
اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ أَمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخَصَّنْتُ
فَرْجِي إِلَّا عَلَى رُوحِي فَلَا تَسْطِطْ عَلَى الْكَافِرِ
فَغَطَّ حَتَّى رَكَّضَ بِرَجْلِهِ قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَاهُ رَوَى
قَالَ قَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ
فَأَرْسَلْنَا نَفَاثًا وَلَهَا نَفَاثًا وَتَضَلَّ نِفَاثُ
اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ أَمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخَصَّنْتُ
فَرْجِي فَلَا تَسْطِطْ عَلَى هَذَا الْكَافِرِ فَغَطَّ
حَتَّى رَكَّضَ بِرَجْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَتْ
اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَاذْبَحْ
فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ
مَا أَسْأَلُكُمْ إِلَّا لَأَعْلِيَّ طَانًا أَرْجِعُوهَا
إِلَى آبَائِهِمْ وَأَعْطُوهَا أَجْرًا فَرَجَعَتْ
إِلَى آبَائِهِمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ
أَشْعَرْتُ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخَذَ
وَلِيْدَةً - (بخاری)

سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں آئے تو ان سے
کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا۔ میں تمہیں اپنی بہن کہہ کر آیا
ہوں۔ بخدا اس کو نے زمین پر میرے اور تمہارے سوا
کوئی مومن نہیں ہے چنانچہ آپ نے حضرت سارہ کو بادشاہ
کے یہاں بھیجا، بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
پاس کیا اس وقت حضرت سارہ نماز پڑھنے کھڑی ہوئی تب
انہوں نے اللہ کے حضور یہ دعا کی: کہ اے اللہ! اگر
میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اگر میں
اپنے شوہر کے سوا اپنی شوہر گاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر
ایک کافر کو مسلط نہ کر۔ اتنے میں وہ بادشاہ بدایا اور اسکا
پاؤں زمین میں دھنسنے لگا۔ اعرج نے بیان کیا کہ ابو سلمہ بن
عبد الرحمن نے بیان کیا ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے بیان کیا کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ کے
حضور میں عرض کیا: اے اللہ! اگر یہ کر گیا تو لوگ کہیں گے کہ
اس عورت نے اسے قتل کیا ہے (پھر اسکی حالت بحال ہوئی)
تو بادشاہ نے دوسری یا تیسری بار کہا بخدا تم میرے پاس ایک
شیطان کو بھیجا ہے اسے ابراہیم کو لٹا دو۔ اور راجہ ابراہیم کو
دید و پھر حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آئین اور کہا
آپسے دیکھا اللہ تعالیٰ نے کافر کو ذلیل کیا اور ایک لڑکی خدمت
کے لیے لوائی۔ (بخاری)

۱۔ اس حدیث کو امام نے پہلا اور اگر اس میں بھی ذکر کیا ہے ۲۔ عنوان سے مناسب حدیث
کے یہ الفاظ ہیں اعطوها آجرو۔ اس ظالم بادشاہ نے کہا کہ سارہ کو باجوہ کر دوے دو
اور حضرت سارہ نے اس کافر بادشاہ کے ہدیہ کو قبول کر لیا معلوم ہوا کہ کافر کا اپنی ملک میں تصرف کرنا جائز ہے۔ ۳۔ ولید
کا لفظ لڑکے کے لیے اور ولیدہ لڑکی کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور اس لفظ کا اطلاق کبھی لڑکی پر بھی آتا ہے۔ یہ حدیث مسائل
ذیل پر مشتمل ہے۔ (۴) اپنی جان اور عزت و ناموس کو بچانے کے لئے خلاف واقع بات کہہ دینی جائز ہے۔ گناہ
نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو سختی کہا حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ (۵) ظالم بادشاہ
یا مشرک کا حدیث قبول کرنا جائز ہے۔ (۶) اگر اپنی بیوی کو بلا نیت طلاق ماں بہن کہہ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۱۷) اس حدیث سے فقہاء اسلام نے یہ استدلال بھی فرمایا کہ اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہے اور کوئی شخص غنڈہ گردی کے ذریعہ اس امانت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو امان کو یہ جانزہ ہے کہ امانت کو بچانے کے لئے یہ کہہ دے کہ میرے پاس کسی کی امانت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد بن زعمہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچے کے بارے میں نزاع ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عبد بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے وصیت کی تھی کہ ایسا بنایا ہے۔ آپ خود میرے بھائی سے اس کی مشابہت دیکھ لیجئے۔ لیکن عبد بن زعمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے میرے باپ کے ”فرش“ پر پیدا ہوا ہے اور اس کی باندی کے پیٹ کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی صورت دیکھی تو مشابہت صاف عتبہ سے تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا یہی کہ اے عبد! یہ بچہ تمھارے ہی ساتھ رہیگا۔ کیونکہ بچہ فرش کے تابع

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ اخْتَصَمَ سَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زُعْمَةَ فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ أَخِي عَتَبَةَ بْنِ وَقَاصٍ عَمِيدًا إِنَّهُ ابْنُ عَتَبَةَ أَنْظُرْ إِلَيَّ شَبِيهَهُ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زُعْمَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِدٌ عَلَيَّ فَرَّاشٍ ابْنِي مِنْ وَلِيدَةٍ تَمَ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبِيهِهِ فَرَأَى شَبَهَا بَيْنَهُمَا بَعَثَتْهُ فَقَالَ لَكَ يَا عَبْدُ الْوَلَدُ لِنَفَرَاتٍ وَلِلْعَاهِيهِ الْحَجَبُ وَاجْتَبَيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ فَاكْمُ تَرَكَا سَوْدَةَ قَطْرًا

(بخاری)

ہوتا ہے اور زانی کے حصہ میں صرف پتھر ہے اور اے سودہ بنت زعمہ! اس لڑکے سے تم پردہ کیا کرو۔ چنانچہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر اُسے سمجھی نہیں دیکھا۔

قوائد و مسائل یہ حدیث شبہات بخاری پارہ ص۔ پر تقیم و ترجمانی سے گزر چکی ہے۔ عنوان سے مناسبت اس حدیث کی یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے عبد بن زعمہ کے کافر باپ کی ملکیت کو برقرار رکھتے ہوئے بچہ عبد بن زعمہ کی تحویل میں دے دیا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مصیب رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب نہ کرو۔ مصیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے بڑی دولت مل جائے تو مجھی میں یہ کہنا پسند نہ کروں گا۔ میں تو یحییٰ ہی میں پیدا کیا گیا تھا۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ لِمُصَيْبِ بْنِ أَبِي قَحْطَبَةَ أَتَى اللَّهَ وَلَا تَدِدْ إِلَى غَيْرِ أَبِيكَ فَقَالَ مُصَيْبٌ مَا يَسُرُّنِي أَنْ لِي كَذَا وَكَذَا وَإِنِّي كُنْتُ ذَلِكَ وَلِكُنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ -

(بخاری)

قوائد و مسائل حضرت عبد الرحمن بن عوف نے حضرت مصیب سے کہا تھا کہ شرعاً اپنے کو کسی اور کا بیٹا ناظر کرنا گناہ ہے اور تم عربی ہونے کے دعویدار ہو اور زبان تمہاری رومی ہے۔ اس پر حضرت

مصیب نے جواب دیا کہ میں کسی بڑی سے بڑی دولت کے حصول کیلئے بھی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میں اپنا باپ کسی ایسے شخص کو ظاہر کر دوں جو حقیقت میں میرا باپ نہیں ہے مگر قصہ یہ ہے کہ مجھے یحییٰ بن یسویں نے انوار کر لیا۔ انھیں میں میری پرورش ہوئی اس بناء پر میری زبان رومی ہو گئی۔ واضح ہو کہ حضرت مصیب رضی اللہ عنہ اپنا نسب سنان بن مالک کے ساتھ جوڑتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کی والدہ نبی متیم میں سے تھیں لیکن چونکہ ردیوں نے انکو اغوا کر کے غلام بنا لیا تھا اس لئے لوگ کہتے تھے کہ عربی النسل کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ۲-۱ اس حدیث سے واضح ہوا کہ اپنے نسب کو بدلنا۔ (جیسا کہ آجکل بعض لوگ حقیقت میں شیخ یا سید نہیں ہوتے اور جعلی سید اور شیخ بن جاتے ہیں) شرعاً حرام و گناہ ہے اس پر وعید بھی آئی ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ان اعمال کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی۔ غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے طور پر کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال پر بھی مجھے اجر ملے گا؟ آنحضرت نے فرمایا۔ جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو

أَنْ حَكَمَكُمْ ابْنُ حَزَامٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَانَتْ
أُمُورًا كُنْتُ أَتَعَلَّثُ أَوْ أَتَخَلَّتُ بِهَا فِي
الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَلَاةٍ وَعَشَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ
هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ قَالَ حَكِيمٌ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَلَّمْتَ عَلَى
مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ۔ (بخاری)

اس حدیث کو امام نے کتاب الزکوٰۃ باب مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ فَوَائِدُ وَمَسَائِلُ میں بھی ذکر کیا ہے دیکھیے فیوض الباری پارہ ششم ص ۴۳ عنوان سے مناسبت اس حدیث کی یہ ہے کہ حکیم ابن حزام نے بحالت کفر جو صدقہ و مہر وغیرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے صحیح نافذ قرار دیا۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ کافر کی ملکیت کو درست تسلیم کیا جائے۔ اَسَلَّمْتَ عَلٰی مَا سَلَفَتْ۔ حدیث کے ان جملوں کا مطلب صحیح یہ ہے کہ تیرے بحالت کفر اعمال خیر کو جو مجھ سے تجھے ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

بَابُ جُلُودِ الْبَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

باب دباغت سے پہلے مردار کی کھال کا حکم؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مری ہوئی بکری
پر سے گذرے آپ نے فرمایا تم نے اس سے نفع کیوں

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ
مَيِّتَةٍ فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا بِهَا

قَالُوا إِنَّهَا صَيِّتَةٌ قَالَتْ إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلُهَا
(بخاری)

نہیں حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو مردہ ہے تو آپ نے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

فوائد ومسائل

(۱) اس حدیث کو امام نے کتاب الزکاة باب الصدقة علی موالی ازواج النبی میں بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھئے فیوض حصہ ص

(۲) امام بخاری اور امام زہری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ مردار کی خرید و فروخت جائز ہے۔ کیونکہ مردار کی کھال سے نفع کا جواز اس کی بیع و شراء کے جواز کو چاہتا ہے۔

(۳) سیدنا امام اعظم اور دیگر ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ مردار کی کھال کی خرید و فروخت و باعیت سے قبل حرام کیونکہ مردار اور اس کی کھال میت ہے جو نجس ہے۔ اور میتہ (مردار) کی بیع و شراء ممنوع ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث جس سے جواز کا استدلال کیا گیا ہے یہ اس لئے درست نہیں کہ یہ حدیث مطلق ہے اور دوسری احادیث میں اسی کی ممانعت آئی ہے لہذا حدیث ہذا اور اس کی دوسری احادیث کے پیش نظر مفہوم صحیح یہ قرار پایگا کہ مردار کی کھال کی باعیت کے بعد بیع و شراء جائز ہے کیونکہ باعیت کے بعد مردار کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

بَابُ قَتْلِ الْخَنَزِيرِ وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَنَزِيرِ
باب۔ سورہ مائدہ النہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موی کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ تمام آنے والا ہے جب ابن عمر علیہ السلام تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے آئیں گے وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے یہودیوں کو مار ڈالیں گے اس وقت مال و دولت

سَمِعَ آبَاہُ نَزَلَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْثَدٍ حَكِيمًا مُقْسِطًا يُكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخَنَزِيرَ وَيَضَعُ الْجُذْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔ (بخاری)

کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

فوائد ومسائل

اس حدیث کو امام مسلم نے ایمان میں اور ترمذی نے فتن میں ذکر کیا ہے۔ (۲) اس حدیث سے واضح ہوا کہ خنزیر اور اس کے تمام اجزاء نجس العین و حرام ہیں اور اس کی بیع و شراء حرام و ناجائز اور باطل ہے۔ خنزیر کی کھال کی باعیت کے بعد بھی پاک نہیں ہوتی۔ اس طرح چربی بڑی بال وغیرہ سب نجس العین ہیں اور ان کی بیع و شراء حرام و باطل ہے۔ (۳) یَقْتُلُ الْخَنَزِيرَ حضرت میر سی علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے یہ بات خصوصیت سے اس لئے

ذکر کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو خنزیر کو قتل کرینگے۔ اور عیسائیوں کو اگر ان سے محبت و عقیدت ہے تو انہیں خنزیر کی بیج و شراب سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يَبَاعُ وَذَكَرَهُ سَدَّاهُ جَابِرُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب نہ مروار کی چربی پگھلائی جائے اور نہ اس کا دوک بیچا جائے۔ اسکی روایت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ دے کر

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اُسے تباہ و برباد کر دے کیا اُسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کر دے کہ جب ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے پھٹکار کر بیچنا شروع کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہودیوں کو تباہ کر دے ظالمی پر چربی حرام کر دی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ بَلَغَ عُمَرُو أَرْثَ فُلَانًا بِأَنَّهُ خَبَّرَهُ فَقَالَ قَاتِلْ اللَّهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِلْ اللَّهُ الْيَهُودَ وَخَرِمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَعَثُوا نَبَا عَوْهَا - (بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِلْ اللَّهُ الْيَهُودَ وَخَرِمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَعَثُوا نَبَا عَوْهَا وَآكَلُوا أَشْيَاءَهَا - (بخاری)

فوائد ومسائل | ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ خنزیر کی چربی کھال بٹیاں وغیرہ کے تمام اجزاء نجس العین ہیں ان سے نفع اٹھانا اور بیع و شراب حرام و باطل ہے۔ اسی طرح خمر بھی نجس العین ہے۔ اسکا پلانا پینا خرید و فروخت حرام و ناجائز اور باطل ہے۔

بَابُ بَيْعِ النَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكَذِّرُهُ مِنْ ذَلِكَ
باب غیر جاندار چیزوں کی تصویریں بیچنا اور اس میں کیا پسندیدگی ہے؟

سعید بن الحسن نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوبکر میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی معیشت اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ تصویریں بنانا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف دہی

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ صِدَائِي دِئَانِي أَصْنَعُ هَذِهِ النَّصَاوِيرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَبَّحْتُهُ
يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ
حَتَّى يَشْفَعُ فِيهَا الرَّدُّحُ وَكَأَنَّ بَيْنَ فَيْحٍ
بَيْنَهَا أَبَدًا قَوْلًا الرَّجُلُ سَأَلُوهُ شِدِيدَةً
وَأَصْفَرَ وَجْهَهُ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ
إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ
وَكُلْ شَيْءٌ لَيْسَ فِيهِ سُدُوحٌ

(بخاری)

بات بتاؤں کا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سُنی ہے میں نے حضور کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا
کہ جس نے بھی کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اُسے آفت
تک مذاب دیتا رہے گا جب تک وہ اپنی تصویر میں جان
نہ ڈالے۔ اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔ اس
فصل کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ نہ رہ گیا۔ ابی جابر رضی اللہ
عنه نے فرمایا کہ افسوس اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان
درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں تصویریں بنا
سکتے ہو۔

فوائد ومسائل

(۱) امام بخاری نے لباس میں ذکر کیا ہے۔ نسائی نے زینت میں اور مسلم نے لباس میں ذکر کیا ہے اس
حدیث سے واضح ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا منوع ہے البتہ غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے اس مسئلہ پر فیوض الباری حصہ
۳ پر مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ خَدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَمْرِ بَابُ شَرَابِ كَيْ تَجَارَتِ كَيْ حُرْمَتِ

اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی خرید و فروخت حرام قرار دی (بخاری)
عَنْ عَائِشَةَ كُنَّا نَزَلُكَ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ
عَنْ أَخْبَرَهَا خَوَجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورہ بقرہ کی آیتیں
آیات نازل ہوئیں تو حضور بارگاہ شریف لائے اور فرمایا غمر کی تجارت
حرام قرار دی گئی ہے۔ (بخاری)

بَابُ إِثْمٍ مَنْ بَاعَ حُرًّا

باب۔ اس شخص کا گناہ جس نے کسی آزاد کو بیچا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے
ہو گئے جن کا قیامت کے دن میں فریق نہ ہوگا ایک وہ شخص جس نے
میرے نام پر عہد کیا پھر توڑ دیا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچا
کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَلَاةً أَنَا خَصَمُهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَجِلٌ أَعْطَى فِي ثَمَرٍ عَدَدَ
وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَرَهُ وَرَجُلٌ بَاعَ
اسْتَأْجَرَ آجِلًا فَأَسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ

(بخاری)

اجرت پر رکھا اور اس سے پوری طرح کام لیا لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔

تین ایسے گناہ جن کے متعلق آخرت میں خود اللہ تعالیٰ فرقی ہو گا

سنگینیت کے اظہار کیلئے ہے۔
 اول وہ جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر اُسے توڑ دیا۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ دیا جیسا کہ فی زمانہ بچوں اور عورتوں کو اغوا کر کے انہیں دوسرے ملکوں میں بیچ دیتے ہیں۔ یہ کام سخت و شدید قسم کا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ اسی طرح مزدور کو اس کی اجرت نہ داکر یا بھی ظلم اور گناہ کبیرہ ہے۔

بَابُ أَهْلِ الْقَبْرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودُ يَبِيعُ أَنْصِيَهُمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ فِي الْقَبْرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

یہودیوں کو جلا وطن کرتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں اپنی زمین بیچ دینے کا حکم دیا اس سلسلے میں مقبرہ کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے ہے (جواب لہجہ میں لکھا)
 فاسدہ:۔ روایت مقبرہ پر انشاء اللہ العزیز باب لہجہ میں گفتگو ہوگی۔

بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب کسی غلام یا جانور کو جانور کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے خریدا تھا جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں انھیں دیدیں گے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ کبھی ایک اونٹ، دو اونٹوں کے مقابلے میں بھی بہتر رہتا ہے، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا ایک تو جس سے یہ منہ ہوا تھا اسے دیدیا تھا دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل انشاء اللہ کسی تاجر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا سعید بن مسیب نے فرمایا کہ جانوروں میں سو نہیں چلتا ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے اور ایک کبری دو بکریوں کے بدلے ادھار بھی جاسکتی ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ

وَأَشْتَرَى ابْنَ عَمْرٍو رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَعْيَةِ قَضَوْنَهَا عَلَيْهِ لِيُؤْتِيَهَا صَاحِبُهَا بِالرُّبَذَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيرَيْنِ وَأَشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ أَتَيْكَ بِالْأَخْرَعْدَا زَهُوَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا يَبِيعُ الْبَعِيرَ بِالْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بِبَعِيرٍ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً

(بخاری)

اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

فوائد ومسائل

(۱۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ :- حضور کے مشہور صحابی۔ انصار سے ہیں۔ بوجہ صغر سنی غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے جب غزوہ احد میں تیرے زخمی ہونے تو حضور نے فرمایا میں قیامت کے دن تمہارے زخم اور ایمان کا گواہ ہوں عبد الملک بن مردان کے دو حکومت میں آپ کا یہ ہی زخم پھر ہوا جو کیا اور اسی کے سبب ۳۷ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۱۲) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے حیوان کی بیع حیوان کے عوض ادھا عوض نقد بیچنا جائز ہے مطلقاً ممنوع ہے مگر نقد جائز ہے اور بیچ بھی جائز ہے ایک عدد بکری دو عدد بکریوں کے عوض نقد فروخت کی جائے۔ مگر ادھا ر جائز نہیں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لَا يَأْسُ بِالْخَيْتَانِ بِالْخَيْتَانِ وَاحِدًا بِالثَّانِي
يَدًا يَبِيدُ كِرْهَهُ نَفِيَّةً (ابن ماجہ)
عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةٌ
فَصَامَتْ إِلَى وَحْيَةٍ اُنْكَلِيَّتِي ثَوَّ صَارَتْ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حیوان کی بیع حیوان کے عوض ایک عدد کی دو عدد کے عوض وصیت بدست بیع میں حرج نہیں ادھا ر مکروہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیدیوں میں صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہا کو لیں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

فوائد ومسائل

اس حدیث کو امام بخاری مسلم۔ ابن ماجہ۔ نسائی نے بیع میں ذکر کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے خراج میں اس حدیث کے دوسرے طرق میں یہ الفاظ ہیں۔ اشترى صَفِيَّةً مِنْ وَحْيَةٍ كَرْمِيٍّ كَرْمِيٍّ كَرِيمٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے حضرت صفیہ کو وحیہ کلبی سے خریدا۔ یہی الفاظ باب کے مناسب ہیں۔ واضح ہو کہ ایک عدد غلام کو دو عدد غلام کے عوض بیچنا جائز ہے۔ البتہ ادھا ر بیچنا حرام اور دوسرے۔ کیونکہ جب جنس یا قدر میں اختلاف ہو تو اس صورت میں کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے اور ادھا ر ناجائز ہے۔

بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ

باب غلام کی بیع و شراء کے متعلق

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ایک انصاری صحابی نے آکر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لونڈیوں سے صحبت کرتے ہیں ہمارا ارادہ انھیں بیچنے کا بھی ہوتا ہے تو آپ عمل کر لینے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر آپ نے پوچھا اچھام لوگ ایسا کرتے ہو؟ اگر تم نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ ایسے

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ بْنَ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ بَيَعْنَا
هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنُبَيْعُ سَبْيًا فَتُتَبَّ
الْأَثْمَانُ فَكَيْفَ مَتَرُ فِي الْعُذُلِ فَقَالَ
أَوَلَا تَنْكُرُونَ ذَلِكَ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا
تَفْعَلُوا ذَلِكَ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةً
كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ حَاجِبَةٌ

کہ جس روح کی بھی پیدائش اللہ تعالیٰ نے قدر میں لکھ دی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔
فوائد ومسائل (۱) اس حدیث کو امام نے نکاح - قدر - مغازی اور توحید میں مسلم والوداد نے نکاح میں نسانی نے
 علق اور عشرة النساء اور نفوت میں ذکر کیا ہے۔

(۲) اَنَا نَصِيبُ سَبِيٍّ کے معنی یہ ہیں کہ ہم لونڈیوں سے صحبت کرتے ہیں۔ اَدَانُكَ تَفْعَلُونَ ذَالِكَ۔ یہ جملے
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تعجب ارشاد فرمائے تھے۔ لَا عَلَيْكَ اَنْ لَا تَفْعَلُوا۔ کے معنی یہ ہیں۔ لَيْسَ
 عَلَيْكَ الْفِعْلُ واجب عَلَيْكُمْ مبرد کہتے ہیں لا زائدہ ہے عبادت یہ ہوگی لَا بَأْسَ عَلَيْكُمْ فَيُفْعَلُ یعنی
 عزل کرنے میں حرج نہیں۔ فَمَنْتَ لَكَ لَفْظٌ جَانِدَارٌ کیلئے بولا جاتا ہے۔ فَمَنْتَ کے معنی نفس اور انسان کے بھی ہیں۔
 شَمْر کے معنی روح کے ہیں۔ نَسِجٌ اچھی بویا خوشبودار تو اک کہتے ہیں۔ (۳) جس لونڈی سے صحبت کی جائے اور اس
 سے اولاد پیدا ہو جائے تو وہ لونڈی ام ولد قرار پاتی ہے یعنی مالک کی اولاد کی ماں۔ اور ام ولد کی بیع و شراء منع ہے۔
 اس بناء پر صحابہ کرام نے بجزوہ نبوی سوال کیا کہ ہم لونڈیوں سے جماع کرتے ہیں اور ہماری نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس
 لونڈی کو فروخت کر دیں گے۔ اگر وہ ام ولد بن جائے تو اسکی بیع و شراء ممنوع قرار پاتی ہے ایسی صورت میں ہم برتھ کنٹرول
 کرتے ہیں تاکہ انکی اولاد نہ ہو۔ تو یہ جائز ہے؟ حضور نبی کریم علیہ السلام نے جواب فرمایا:

برتھ کنٹرول جائز ہے | جسکی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے وہ تو پیدا ہو کر مرے گا۔ اس حدیث
 سے واضح ہو گا کہ غرض صحیح کی بناء پر اپنی لونڈی یا بیوی سے برتھ کنٹرول کرنا جائز ہے للہیت
 عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ جس کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہے وہ بہر حال پیدا ہوگا۔ چنانچہ صحابہ کرام فرماتے
 ہیں۔

كُنَّا نَعْمَلُ وَالْقِرَانِ يَنْزِلُ فَبَلَّغَ
 ذَالِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْ
 فِيْهَا (عینی)

بعض اوقات بیوی کزود ہوتی ہے یا کثرت اولاد نقصان دہ ہوتی ہے یا اور کوئی غرض صحیح ہو تو اپنی بیوی سے
 برتھ کنٹرول جائز ہے مگر عقیدہ درست رکھئے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَدْبُورِ — باب مدبر کی بیع کے متعلق

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَاَعَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدْبُورَ (بخاری)

اس حدیث کو البوداد نے علق میں نسانی نے علق اور قضا میں ابن ماجہ نے احکام
 میں ذکر کیا ہے ۱۲۰ مدبر وہ غلام ہے جسے اسکا مولیٰ یہ کہہ سے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد

ہے۔ مدبر مقید وہ ہے جسے مولیٰ یہ کہے اگر میں اس مرض سے شفا یاب ہو گیا تو تو آزاد ہے سیدنا امام شافعی اس حدیث سے یہ استدلال فرماتے ہیں کہ مدبر خواہ مقید ہو یا مقیدہ اس کی بیع جائز ہے امام احمد اسحاق ابو ثور کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت عائشہ مجاہد بن حسن اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابی عمر، زبید بن ثابت محمد بن سیرین۔ ابن السیب۔ زہری۔ شعبی۔ بخاری۔ ابن ابی لیلیٰ۔ لیث بن سعد۔ امام عظیم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام۔ نہ فرمایا ہے۔ السد بس ولا یباع ولا یوهب وهو حرام من الثلث (دارقطنی) اس سلسلہ کی مکمل بحث کیلئے معنی جلد ۱۱ ص ۶۶۲ باب بیع المزایہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

حضرت زبید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کا ارتکاب کرے، سوال کیا گیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ پھر اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور پھر اسے بیچ دو تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا۔

أَنَّ عَائِدَةَ بِنْتَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَا أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ مَتَزَنِيٍّ وَلَمْ يُحْصَنَّ قَالَ أَجْلِلْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِلْهَا ثُمَّ يَبِيعُوهَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ أَوَّلَ السَّابِعَةِ -

فوائد ومسائل | اس حدیث کو امام نے حمار میں عقیق اور یزوع میں بھی ذکر کیا ہے امام مسلم۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حدود میں اور نسائی نے رجم میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ جب کسی کی باندی زنا کا ارتکاب کرے اور اس کے دلائل مہیا ہو جائیں تو اس پر حد زنا جاری کر دیں البتہ اسے لعنت ملاست نہ کی جائے تیسری مرتبہ بھی اگر نہ لکے اور زنا کا ثبوت مہیا ہو جائے تو اسے بیچ دے۔ اگرچہ ایک مالوں کی سی کے عوض ہی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةٌ أَحْدَكُمُ فَنَبَيْتَ زَنَاهَا فَلْيُجْلِلْهَا الْحَدَّ وَلَا يُتْرَبَ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيُجْلِلْهَا الْحَدَّ وَلَا يُتْرَبَ لَهَا وَإِنْ زَنَتْ الثَّلَاثَةَ فَتُسَبِّحُ زَنَاهَا فَلْيَبِيعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعِيرٍ - (بخاری)

فوائد ومسائل | یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ (۱) زانیہ لونڈی کی بیع جائز ہے۔ بلکہ اہل الظاہر واجب قرار دیتے ہیں۔ (۲) لونڈی میں زنا عیب ہے۔ (۳) حضرت ابن مسعود۔ ابو ہریرہ۔ طاہر بن عمر۔ زبید بن ثابت۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ ابن مسعود۔ ابو جعفر محمد بن علی ابو ہریرہ کا مسلک یہ ہے کہ غلام یا لونڈی زنا کرے اور زنا ثابت ہو جائے تو غیر محض کو کوڑے اور محض کو رجم کیا جائیگا۔ امام مالک شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ مسلک ہے کہ جاری کرنا حاکم کا کام ہے۔ البتہ آقا تعزیر کر سکتا ہے اور حدیث میں جو کوڑے لکے کا حکم ہے وہ بطور

تقریب ہے۔ اس حدیث کے ماتحت متعدد اہم امور پر علامہ رضی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے علماء جابریں تو مبنی جلد ۱۲ ص ۲۷ تا ص ۲۹ کا مطالعہ کریں۔ علامہ رضی نے اس میں محسن مادر غیر محسن پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔

باب۔ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَانِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرَأَ لَهَا وَلَوْ يَرَى الْحَسَنَ بَأْسًا أَنْ يَقْبَلَ أَوْ يَبْأُ شَرَهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا وَهَبَ الْوَلَدُ أَلَّتْهُ لَوْ طَأْ أَوْ سَعَتْ أَوْ عَتَقَتْ فَلْيَسْتَبْرَأْ رَحِمَهَا بِحَضْرَةٍ وَلَا تَسْتَبْرَأْ الْعَدُوَّ وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْصِبَ مِنْ جَانِيَةِ الْحَامِلِ مَا دُونَ الْفَرْجِ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ

باب۔ کیا کسی باندی کے ساتھ استبراء رحم سے پہلے سفر کیا جاسکتا ہے؟ حسن رضی اللہ عنہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایسی باندی کا بوسہ لے یا اسے اپنے جسم سے لگائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ایسی باندی جس سے وطی کی جا چکی ہے سہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض سے اسکا استبراء رحم ہونا چاہیئے۔ البتہ کنواری کے استبراء رحم کی ضرورت نہیں عطاء نے فرمایا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا استماع کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”لیکن اپنی بیویوں سے یا باندیوں سے“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ شریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے قلعہ فتح ہو گیا تو آپ کے سامنے صفیہ بن حنی بنی اسطہ کے حسن و جمالی کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دلہن تھیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے لیے منتخب کر لیا پھر روانہ ہوئی جب سدا الروحہ پہنچے تو پڑاؤ ہوا اور آپ نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے ستر خوان پر ہمیں تیار کر کے رکھوایا اور معاہدہ فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو خبر کر دو صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کرایا اور اپنے اوٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا ٹخنہ بچھایا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَةً فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْخَيْصَنَ دُكِرَ لَهُ جَبَالُ صَفِيَّةَ بِنْتُ حَنْظَلَةَ ابْنِ أَخْطَبٍ وَقَدْ قَتَلَ زَوْجَهَا وَكَانَتْ عَمْرُؤًا فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ مَعَهَا حَتَّى بَلَغْنَا سِدَّا السَّيِّ وَحَادَ خَلَّتْ قُبْحِي بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نَظْعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذِنَ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تَذَكُّ وَلَيِّنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ قَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُوسِي لَهَا وَدَادَا بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيُخَمُّ رُكْبَتَهُ فَيَضَعُ

صَفِيَّةٌ رَجُلَهَا عَلَى سَاكِبَةٍ حَتَّى
مَتَوَكَّبٍ - (بخاری)

اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔
(بخاری)

فوائد ومسائل

۱، اس حدیث کو امام نے منازعی، جہاد، اطعمہ اور دعوات میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے خراج میں ذکر کیا ہے۔ وہاں وہیں کیلئے بولا جاتا ہے۔ عرس خوشی کے دن کو کہتے ہیں۔ نطفہ رگے ہوئے چمڑے کا ٹکڑا۔ سد السرحا مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے علامہ کرمانی کہتے ہیں سد السرحا کی جگہ صہبا زیادہ صحیح ہے جو خیبر کے قریب ایک مقام ہے جیسا کہ جو گھر گھی سفوف وغیرہ کو لاکر ایک قسم کے حلویہ کو کہتے ہیں۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

(۲) استبراء رحم سے قبل جماع ممنوع ہے۔ (۳) فقہاء کا اسپر اجماع ہے کہ کنیز کو ایک حیض کا آجانا استبراء رحم کے لئے کافی ہے۔ استبراء رحم سے قبل کنیز سے مباشرت وغیرہ کے متعلق حسن بصری اور عکرمہ ابو ثور اوزاعی احمد اسحاق ثوری جواز کا قول پیش کرتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ حدیث ہے لا تو طحا حامل حتی تضع ولا حائض حتی تطهر۔ جس سے واضح ہوا کہ جماع کے سوا کنیز سے استبراء رحم سے قبل مباشرت جائز نہ ہوتی تو حضور صغیہ کے ساتھ سفر نہ فرماتے والیضا اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم لا یُبَیِّنُ سِیدۃً اَصْرًا لَہِ تَحِلُّ۔۔۔۔۔ زہری بخاری ابن سیرین۔ امام مالک لیث۔ امام اعظم ابو حنیفہ وشافعی مباشرت وغیرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (۵) ولیمہ سنوں پر مکروہ اور کنیز کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ مستورات کے ساتھ مروت و محبت سے پیش آنا شریعت کو مطلوب و محمود ہے۔

حضرت صفیہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودیہ تھیں اور خیبر کے سردار کی بیٹی تھیں۔ خیبر فتح ہوا تو آپ بھی قیدیوں میں تھیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے کہا کہ صفیہ سردار کی بیٹی ہیں اور صرف آپ ہی کے مناسب ہیں چنانچہ آپ نے انھیں آزاد کر کے اپنا نکاح ان سے کر لیا۔ صحیح روایتوں میں ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ یہ خواب جب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے آپ کو ڈانٹا اور کہا کہ اس صبا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنا چاہتی ہو۔ اپنے بچپن کا ایک واقعہ خود بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ کے والد اور چچا آنحضور کو دیکھنے آئے، یہودیوں میں نبی آخر الزماں کی بعثت کی عام شہرت تھی۔ جب دیکھ کر گھر واپس ہوئے تو آپ کے والد نے اپنے بھائی سے کہا، کیا یہ وہی یعنی آخر الزماں نبی (ج) بھائی نے کہا کہ ہاں۔ آپ کے والد نے اس پر پوچھا کہ پس کیا کرنا چاہیے تو بھائی نے جواب دیا ہم ایمان نہ لائے ہیں بلکہ سخت مخالفت کریں گے۔ والد نے کہا کہ میرا بھی یہی ارادہ ہے صفیہ اس وقت کچھ زیادہ بڑی نہیں تھیں لیکن سب باتیں سن اور سمجھ رہی تھیں۔

بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ - باب مردار اور بتوں کی بیع کے متعلق

اَصْنَامُ صَنْعُوْہِ كِی جمع ہے صنم ہر اس تصویر کو کہتے ہیں جو جسم کھتی ہو خواہ لکڑی، پتھر، پتلی، تانے سے بنائی

جائے یا کسی اور مرکب سے اور وزن اس تصویر کو کہتے ہیں جو جسم نہ رکھتی ہو۔ صلیب کے لیے بھی وزن کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مینت وہ جانور ہے جسے شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ یا وہ اپنی طبعی موت مر گیا ہو۔ مینت کے حرام اور نجس ہونے پر اجماع ہے۔ البتہ بھیل اور بڑی اس سے مستثنیٰ ہے۔ زیر عنوان حدیث سے واضح ہوا کہ بتوں کی خرید و فروخت حرام ہے ایک تو اس وجہ سے کہ مجسمہ سازی بجائے خود شرعاً ممنوع ہے۔ دوسرے بتوں کی تجارت سے مشرکین کی حوصلہ افزائی ہوگی تیسرے گناہ کے کاموں میں تعاون ہوگا۔

البتہ اگر بت چاندی سونے پتلی تانبے یا کسی کارآمد چیز کے بنے ہوئے ہوں۔ تو انکو توڑ پھوڑ کر یا کلا کر بیچا جائے تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر عمدہ قسم کے پتھر کا بت بنایا ہو یا سنگ مرمر ہے تو اسکی شکل ناک نقشہ مٹا کر عمارت وغیرہ کی تعمیر میں استعمال کرنا جائز ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال فرمایا: آپ کا قیام ابھی کہہ رہی ہیں تمہارا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سوراہے اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے کشتیوں پر جم گئے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے کچھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَذَرُ مَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْجُزْءِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شَحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَعُ بِهَا السَّقَمُ وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِيحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ قَاتِلِ اللَّهَ الْيَهُودَ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَذَرَ شَحُومَهَا جَمَلُوهَا ثُمَّ بَاعُوهَا فَأَكَلُوهَا تَمَنَةً -

قوائد و مسائل | ۱۱، حدیث مذکور کو امام بخاری نے مفاد میں مسلم، ابوداؤد و نسائی، ترمذی نے بیوع میں اور ابن ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ عام الفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ وہو بمکة جملہ حالیہ ہے۔ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَذَرُ مَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْجُزْءِ وَالْأَصْنَامِ جس میں صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔

اعضاء انسانی مردار کی چربی اور مردار کی کھال کی خرید و فروخت ممنوع ہے اور استعمال ممنوع ہو جانے کی صورت میں کچھ کام کر جائیں گے۔ لہذا اس کی اجازت دی جائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا لَا هُوَ حَرَامٌ نہیں مردار کی چربی بہر حال حرام ہے۔ اس میں

نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ اگر تم نے بھی مردار کی چربی استعمال کی تو میری بددعا کے مستحق ٹھہر دو گے لہذا اس سے سختی سے پرہیز کرو۔

(۲) یہود کچی چربی کو شحمہ اور گھیل ہوئی چربی کو وک کہتے تھے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ وَ مِنَ الْبَقِیِّ حَافًّصًا عَلَیْہِمْ شَحْمُوْهُمْ۔ یہود پر مردار کی چربی یا کائے کی چربی حرام کی گئی۔ تو انھوں نے اس کے جواز کا یہ حیلہ تراشا کہ چربی کو گھلا کر فروخت کرتے اور اس کی قیمت کھاتے اور کہتے ہم نے شحم کو استعمال نہیں کیا بلکہ چربی گھلا کر فروخت کی اور اس کی قیمت کھائی ہے۔ معلوم ہوا جس چیز کو کتاب دسنت نے واضح طور پر حرام و نجس قرار دیا ہے اسے ناجائز حیلوں بہانوں سے جائز قرار دینا غضب الہی کو دعوت دینا ہے اس کی مثال ہمارے زمانہ میں اہل منکرین سنت کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے شحم خنزیر کو حرام قرار دیا ہے لحم گوشت کو کہتے ہیں لہذا خنزیر کے باقی اجزاء کا استعمال جائز ہے (معاذ اللہ) اسید طر کے حیلے بہانے یہود بھی کیا کرتے تھے۔ الغرض مردار کی چربی نجس العین ہے۔ اس کی خرید و فروخت حرام اور کسی طرح اور کسی جگہ اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث سے واضح ہوا کہ خمر (شراب) خنزیر۔ (اور اسکے تمام اجزاء بڑی کھال کھر ناخن۔ بال چربی۔ گوشت وغیرہ نجس العین ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی ممنوع ہے یہ چیزیں دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتیں۔ ان کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح مردار اور اس کی چربی بھی نجس العین ہے اس کی خرید و فروخت بھی ممنوع ہے۔ البتہ مردار کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے تو دباغت (درنگنے) کے بعد مردار کی کھال کی خرید و فروخت درست ہے۔ اور مردار کے۔ بال۔ آدن۔ پٹھا بڑی۔ پر۔ چونچ کھر۔ ناخن کی خرید و فروخت جائز ہے اور اُن سے بنی ہوئی اشیاء کا استعمال بھی جائز ہے۔ حدیث بالا سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کی کنگھی ہاتھی کے دانت کی تھی (۵)۔ مردار کے نجس ہونے پر اجماع ہے مردار کی چربی بھی نجس العین ہے۔ اس کو جلانے، صابن بنانے یا مٹینوں میں استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔ اسی طرح انسان کی لاش اور اسکے اجزاء بال وغیرہ سے بھی نفع اٹھانا اور اس کی خرید و فروخت حرام ہے۔ لاش خواہ مسلم کی ہو یا کافر کی۔ فوف بن عبد اللہ بن مغیرہ مخدومی غزوہ خندق میں مارا گیا تو مشرکوں نے اس کی لاش دس ہزار دینم میں خریدنی چاہی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا لَا حَاجَۃَ لَنَا بِجَسَدِہٖ وَلَا بِشَئِہٖ ہمیں اس کی لاش اور اس کی قیمت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فوف کی لاش بلا قیمت مشرکین کو دیدی گئی عینی جلد ۱۲ ص ۵۵۔ (۶) اسی طرح انسان کے اعضاء خون آنکھیں وغیرہ کا استعمال اور ان کی بیع و شراء (بلا ضرورت شرعیہ) حرام و ناجائز ہے۔

بَابُ ثَمَنِ الْکَلْبِ - باب کتے کی بیع کے متعلق

عَنْ اَبْنِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اَلْاَنْصَارَیْنَ اَنَّ | حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى
عَنْ تَمْنَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ

الْكَاهِنِ۔ (بخاری)

۲۔ قَالَ أَخْبَرَنِي عَوْنُ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ
قَالَ رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى أَبِي جَحْمًا فَسَأَلْتُهُ
عَنْ ذَلِكَ قَالَ إِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَمْنَنِ الدَّمْرِ
تَمْنَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ وَلَعْنِ الْوِشَاقَةِ
وَالْمُسْتَوِشِمَةِ وَالْهَلِ الْبَرَبَا وَمَوَاطِنَ
وَلَعْنِ الْمُصَوِّرَةِ۔ (بخاری)

(بخاری)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے کی قیمت
زانیہ کی اجرت اور کابن کی اجرت سے منع فرمایا۔

(بخاری)

حضرت شعبہ نے بیان کیا کہ مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر
دی۔ کہا کہ میں نے اپنے والد سے دیکھا کہ ایک بچہ
لگانے والے کو خرید رہے ہیں۔ اس پر میں نے اس کے
متعلق ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتنے کی قیمت
باندی کی کمائی سے منع کیا تھا۔ اور گودنے والیوں اور
گودانے والیوں سے لینے والوں اور دینے والوں پر
لعنت کی تھی اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت
کی تھی۔

فوائد ومسائل | حدیث نمبر ۱ کو امام بخاری اجارہ اور طلاق اور طبع میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم و
ابو داؤد نے بیوع میں۔ ترمذی نے بیوع اور نکاح میں۔ اور نسائی نے نکاح اور عید میں اور ابن ماجہ نے تجارت
میں ذکر کیا ہے اور حدیث نمبر ۲ کو امام بخاری نے باب مَوَاطِنِ الرِّبَا میں ذکر کیا ہے۔ (۲)

یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو وفات نبوی کے وقت نابالغ تھے مگر حضور
حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اکرمؐ کو جمعہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور روایت کیا ہے آپ کو فہ
میں مقیم رہے وہیں مکان بنایا۔ جناب حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے انہر مال رہے۔ ۴۷
کو فہ میں وفات پائی۔

کُتِّهِ اور بلی کی بیع کے احکام | حدیث مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے کتنے۔ زانیہ کی کمائی۔ اور
فصد کی اجرت کو غیبت قرار دیا۔ زندی زنا کے عوض جو

کچھ حاصل کرے وہ بالاتفاق حرام ہے فصد لینے کی اجرت بالاتفاق ناپسندیدہ ہے اور کتنے کی قیمت کو غیبت
قرار دینا بعضی کراہتِ تنزیہی ہے یا حدیث کا یہ حکم اس وقت کیلئے تھا جبکہ کتابان مطلقاً ممنوع تھا پھر جب شکار
اور حفاظت کیلئے کتنے کے رکھنے کی اجازت دی گئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی۔

غیبت۔ طیب کے مقابل ہے۔ طیب کے معنی حلال اور نفیس و عمدہ کے ہیں اور غیبت کے معنی حرام خفیس
اور ناپسندیدہ کے ہیں جن احادیث میں کسی چیز کو غیبت فرمایا گیا ہے وہاں اس سے حرام یا مکروہ ترمیمی مراد لینا ضروری
نہیں ہے دلائل شرعیہ کی روشنی میں معنی متعین کئے جائیں گے۔ اسکی واضح مثال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے

فصد کی اجرت کو غیبت فرمایا ہے حالانکہ خود آپ نے حجام کو اجرت عطا فرمائی ہے جس سے واضح ہوا یہاں غیبت بمعنی ناپسندیدہ ہے یعنی لفظ غیبت بطریق عموم مشترک دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حرام اور ناپسندیدہ۔ شرح السنہ کی حدیث میں وَكَسِبَ السُّمَارَةَ کے لفظ آتے ہیں یعنی حضور نے لگانے بجائے کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲۱) ثَمَنُ الدَّمَرِ کے معنی پچھنے لگانے کی اجرت۔ کسب البغی اور مہربغی۔ سے زانیہ کی اجرت زنا مراد ہے۔ حلوان الکاهن سے کاہن کے فال کھولنے۔ فیہی باتیں بتانے۔ یا ہاتھ دیکھ کر تقدیر بتانے کی اجرت مراد ہے۔ یہ دونوں بالاتفاق حرام ہیں۔ و اشہد ما گودنے اور گردانے والی پرفور نے لعنت فرمائی۔ اس لئے یہ فعل ممنوع ہے۔ اسید طرح جاندار کی تصویر بنانا بھی ناجائز ہے رسید امام شافعی کہتے کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ احناف کے ہاں بھی دیوانہ کہتے کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔ جیسے گندے انڈے کی کہ یہ ہاں نہیں ہے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک وہ کتاب جس سے شرکار کیا جائے یا رکھوالا کا کام لیا جائے اسکی بیع و شراء جائز ہے امداس کی قیمت حلال ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے۔
تُهِى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسُّتُورِ (مسلم) | کہتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔

یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مؤقف کی تائید کرتی ہے اس حدیث میں کہتے اور بلی کی قیمت لینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ بلی کی خرید و فروخت تمام ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور حدیث لہذا میں ممانعت دونوں کیلئے وارد ہوئی ہے معلوم ہوا کہ کہتے کی بیع بھی بلی کی طرح جائز ہے البتہ غیر مناسب ہے یعنی ممانعت سے ممانعت تشریحی مراد ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - كِتَابُ السَّلَمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا ہے۔ کتاب بیع سلم کے بیان میں اس باب کی احادیث پر تبصرہ سے قبل بیع سلم کے بنیادی اور ضروری مسائل ذکر کیئے جاتے ہیں تاکہ زیر عنوان احادیث کا مطلب و معنی بخوبی واضح ہو جائے۔

سلم کے معنی سیڑھ دھرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح فقہاء میں ثمن نقد ہوا اور مبیع وقت معلوم اور شرائط معلوم کے ساتھ موعول ہو۔ کی بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ گویا بیع سلم میں ثمن کا فوراً دنیا ضروری ہوتا ہے اور جس چیز کو خرید یا کیا ہے مبیع وہ بعد میں وقت مقررہ پر خریدار کے حوالے کی جاتی ہے۔ مثلاً یکم جنوری ۱۹۸۲ء کو زید کمرے گندم میں بیع سلم کرتا ہے۔ دس روپے من گندم کی قیمت اور ادائیگی کا وقت یکم مئی ۱۹۸۲ء طے ہوتا ہے یہ بیع سلم ہے۔ اس صورت میں ثمن یعنی قیمت (کو دس مال گندم جو کہ مبیع ہے) کو مسلمہ فیہ ثمن یعنی قیمت دے ملے کو جو کہ خریدار ہے) دے دے (دب السلمہ اور دوسرے کو یعنی بائع جو کہ بیچنے والا ہے) مسلمہ فیہ

کہتے ہیں۔ لہذا بیع مسلم میں جس چیز کو خریداجاتا ہے وہ بائع کے ذمہ دین قرار پاتی ہے۔ اور مشتری شمن کو فی الحال ادا کرتا ہے۔ مطلق بیع کے لئے جو امکان ہیں۔ وہی اسکے بھی ہیں۔

بیع مسلم کی شرائط احادیث نبوی کی روشنی میں بیع مسلم کی صحت کے لئے چند شرطیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ اول۔ عقد میں شرط بخیر نہ ہو۔ نہ دلوں کے لیے نہ ایک کیلئے۔

۲۔ دوم۔ راس المال (دین) کی جنس و قدر بیان کر دی جائے۔ روپیہ۔ اشرفی۔ درہم و دینار۔ ڈالر۔ پونڈ یعنی کرنسی کی جنس و نوع مبہم نہ ہو۔

۳۔ سوم۔ راس المال کی مقدار کا بیان مثلاً ایک روپیہ سیر ایک ڈالر یا ایک پونڈ فی من وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ چہارم۔ جس مجلس میں عقد ہو رہا ہے اسی مجلس میں خواہ ابتدا مجلس میں یا آخر مجلس میں راس المال پر مصلو الیہ یعنی بائع کا قبضہ ہو جانا ضروری ہے۔

۵۔ پنجم۔ جو چیز خریدی جا رہی ہے یعنی مصلو فیہ کی جنس اور نوع اور وصف کا بیان۔ جنس یعنی گندم۔ جو۔ کپڑا۔ دھاک وغیرہ یہ جنس کا بیان ہوا۔

۶۔ نوع۔ جس قسم کی وہ چیز ہے؛ مثلاً کس قسم کی گندم ہے؛ کپڑا کیسا اور کہاں کا بنا ہوا ہے۔

۷۔ وصف۔ یعنی مسلم فیہ اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ اوسط

۸۔ ہشتم۔ مسلم فیہ کی مقدار کا بیان۔ یعنی ناپ۔ تول۔ گز سے اسکی مقدار کا بیان۔

۹۔ ہفتم۔ مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد مقرر ہو اور وہ میعاد معلوم ہو مثلاً یکم جنوری کو سودا ہو رہا ہے تو مسلم فیہ کی ادائیگی کیلئے مٹی کا مہینہ اسکی تاریخ کا تین ضروری ہے۔ اگر مسلم فیہ فوراً دے دینا قرار پایا تو یہ جائز نہیں

۱۰۔ کم از کم ایک ماہ میعاد مقرر کی جائے۔

۱۱۔ ہشتم۔ مسلم فیہ کا وقت عقد سے لے کر ختم میعاد تک مسلسل بازار میں دستیاب رہنا شرط ہے۔ یعنی نہ بوقت عقد معدوم ہو نہ وقت ادا نہ درمیان میں ان تینوں زمانوں میں سے ایک بھی بازار میں دستیاب نہ رہی تو مسلم

جائز نہیں ہوگی۔ تینوں وقتوں میں دستیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں دستیاب ہو اگر بازار میں دستیاب نہ ہو اور گھروں میں پائی جائے۔ تو اسے موجود ہونا نہ کہینگے۔

۱۲۔ نہم۔ مسلم فیہ اگر ایسی چیز ہو جسکی مزدوری اور بار برداری دینی پڑے تو وہ جبکہ متین کر دی جائے جہاں مسلم فیہ ادا کرنا مقرر ہے اور اگر اس قسم کی چیز ہو جیسے مشک۔ عفران وغیرہ تو جبکہ مقرر کرنا ضروری نہیں۔ پھر اس صورت میں

جہاں عقد ہوا ہے وہیں ایفاء کرے اور اگر دوسری جگہ ایفاء کر دیا جب بھی حرج نہیں۔ جیوٹے شہر میں کسی محلہ میں ادا کر دینا کافی ہے محلہ کی تخصیص کی ضرورت نہیں۔ اور بڑے شہر میں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ کس محلہ میں یا شہر کے کس

حصہ میں ادا کرنا ہوگا۔

۱۳۔ دہم۔ بیع مسلم ہر اس چیز میں ہو سکتی ہے جسکی صفت کا انقباض ہو سکے۔ اور اسکی مقدار معلوم ہو سکے یعنی اس چیز کی

کیفیت و نوعیت وغیرہ میں ابہام نہ ہو — مثلاً کپڑے کی صفت و نوع کا انضباط یوں ہو سکتا ہے کہ یہ متعین کر دیا جائے کہ سوتی ہے یا کُتری یا ادنی یا بیشی یا مرکب کس کارخانہ کا کس ملک کا۔ اسکی بناوٹ رنگ ویزان کا تعین موٹا یا ریک اور اگر وزن کا اعتبار ہو تو وزن اسی طرح پچھونے کو دے چائی۔ دریاں۔ کوٹ۔ کیل۔ دروازے۔ الماریاں۔ میز۔ کرسی کی صفات کا تعین طول عرض عمق کے ذریعہ پھر انکی بناوٹ اور کس چیز کے بنے ہوں لکڑی کے لوہے کے المرنج۔ سمجھے۔ سب امور کا تعین ہو سکتا ہے۔ گندم۔ چاول۔ جو چنا وغیرہ کا تعین انکی اقسام اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ متوسط سے۔ دودھ۔ دہی۔ تیل۔ بھن۔ گھی وغیرہ میں وزن۔ ماپ اور وصف کے بیان سے اسی طرح قورٹ تازہ و خشک کی صفت و نوع کے بیان سے ہو سکتا ہے

غرضیکہ سمجھانے کیلئے یہ چند مثالیں ہیں۔ ان پر خود کر کے یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کس چیز میں جمع سلم جائز ہے اور کس میں نہیں۔ البتہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسکی صفت اور مقدار کا تعین ہو سکے اور جھکا کھڑا نہ ہو۔ جمع سلم جائز ہے تفصیل کیلئے کتب کا مفاد اردو میں بہار شریعت کا مطالعہ مفید ہوگا۔

جمع سلم کا حکم | یہ ہے کہ مسلم الیہ شمن کا مالک ہو جائیگا۔ اور رب السلم مسلم فیہ کا۔ جبکہ وہ چیز اسکو وقت مقررہ پراد کر دی گئی۔ البتہ ابتداء میں جس چیز کو خرید لیا ہے وہ بائع کے ذمہ دین قرار پائی ہے۔ جب عقد صحیح ہو گیا۔ اور مسلم الیہ نے وقت معینہ پر مسلم فیہ کو حاضر کر دیا تو اب رب السلم کو لینا ضروری و لازمی ہے اور اگر وہ چیز شرائط کے خلاف ہے تو مسلم الیہ کو مجبور کیا جائیگا۔ جن اوصاف کے ساتھ جمع سلم ہوئی ہے وہی حاضر کرے۔

بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ — باب سلم متعین پیمانہ کے ساتھ

بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ — باب وزن مٹھا کر سلم کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ بھلوں میں ایک سال اور دو سال کیلئے بیع سلم کرتے تھے یا کہ دو سال اور تین سال (اسمیل کو شک ہوا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی کھوڑیں بیع سلم کرے اُسے متعین پیمانہ اور متعین وزن میں

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ كُنَّا سَأَلُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسَلِّفُونَ فِي الشَّرِّ الْعَامَ وَالْعَامِينَ أَوْ قَالَ عَامِينَ أَوْ ثَلَاثَةَ شَلَفَ اسْتَعْمِلُ فَقَالَ مَنْ سَلَفَ فِي تَبَرٍّ فَلَيْسَ لِفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ عَنْ ابْنِ

کرتی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو کوگ کھجور میں دوادین سنائی تک کیلئے بیع سلم کرتے تھے۔ آپ نے اہل بیت پر ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہو اسے متعین پیمانے متعین وزن اور متعین مدت کیلئے کرتی چاہیے۔ ابن ابی نجیح کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ متعین پیمانے میں اور متعین مدت تک کیلئے کرتی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ متعین پیمانے متعین وزن اور متعین مدت تک کیلئے۔

حدیث نمبر ۱۱، کو امام نے سلم میں۔ امام مسلم ابو داؤد۔ ترمذی نے بیوع میں اور نسائی نے بیوع قواعد و مسائل اور شروط میں اور ابن ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ ان احادیث میں بیع سلم کے شرائط کا ذکر ہے۔ ان احادیث سے بنیادی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم فہم کے متعلق صفات و صورتیں طور پر وضاحت ہو جانی چاہیے تاکہ کسی قسم کا جھگڑا فساد کھڑا نہ ہو۔ اور کوئی ابہام نہ رہے۔

(۲) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لوگ ابتداء ہی سے بیع سلم کا معاملہ کیا کرتے تھے حضور علیہ السلام نے اسے باقی و جائز نہ لکھا اور اسکی شرائط کی وضاحت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن ابی المہاجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد اور ابو بردہ میں امام بیع سلم کے متعلق اختلاف ہوا تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے دو میں کہیں جو منقح اور کھجور کی بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

(بخاری)

يُخَيَّرُ بِهَذَا فِي كُلِّ مَعْلُومٍ وَذَرْبٍ مَعْلُومٍ
(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ
وَهُمْ يُبْلَغُونَ بِالْتَّمْرِ الثَّمَنَيْنِ وَالثَّلَاثَ
فَقَالَ مِمَّا أَسْلَفْتُ فِي شَيْءٍ فَبَيَّ كَيْلَ مَعْلُومٍ
وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَقَالَ
فَلَيْسَلْتُ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ
مَعْلُومٍ -

(۳) ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ
وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ -

(۴) وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْمَجَالِدِ قَالَ
اخْتَلَفْتُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنَ شَدَّادِ ابْنَ الْهَادِ
وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَمِ فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ
أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ
إِنَّا كُنَّا نُسَلِّفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي
الْخَيْطَةِ وَالشَّعِيرَةِ وَالسَّيِّبِ وَالْتَّمْرِ
وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبِي بَرْزَةَ فَقَالَ مِثْلَ
ذَلِكَ -

(بخاری)

فوائد و مسائل

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بیوع میں اور ابی ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ صحابہ کو امام حسنہ و اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور حضرت صدیق اکبر

اور فاروقِ عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی بیعِ مسلم کرتے تھے۔ لہذا اس کے مشروع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ (۲۱) اس حدیث میں ان اشیاء کا ذکر ہے جو شرعاً مکمل میں یعنی گھوڑوں، جو مٹھی، کھجور لیکن فی زمانہ یہ اشیاء وزن سے فروخت ہوتی ہیں تو ان اشیاء میں وزن مقرر کر کے بیعِ مسلم کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو البختری سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کھجور کی درخت پر بیعِ مسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک بیچنے کو منع فرمایا تھا جب تک وہ قابلِ انتفاع نہ ہو جائے۔ اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے بیچنے سے جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو منع فرمایا۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھاتے کے قابل نہ ہو جائے منع کیا تھا میں نے پوچھا کہ وزن کیسے

عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمَةِ فِي الْخَلِّ فَقَالَ تَهَيَّ السَّبْحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتَّى يَصْلِحَ وَتَهَيَّ عَنِ الْوَسْأَةِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً يَنْاجِدُ وَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ تَهَيَّ السَّبْحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْخَلِّ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُوَكَّلَ ذَنْ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ حَتَّى يَخْذَرُ -

جانے کے قابل ہو نہ ہو جائیں تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائیں کہ اندازہ کیا جاسکے۔

(۱۱) تبر (کھجور) کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ کھجور کے علاوہ اشیاء میں بیعِ مسلم درست نہیں بلکہ بیعِ مسلم ہر اس چیز میں ہو سکتی ہے جسکی صفت اور مقدار کی معرفت کا انضباط ہو سکے۔

(۲۱) کیل معلوم و وزن معلوم یعنی بیعِ مسلم کی صحت کیلئے یہ لازمی شرط ہے کہ اسکی مقدار متعین ہو یعنی ناپ یا قول یا عدد یا گنزوں سے مسلم فیہ (مبیع) کی مقدار کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ ناپ میں پیمانہ۔ یا گنزہ اور قول میں وہ بات جو رائج ہوں اور جن کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں۔

(۳) اجل معلوم یعنی مسلم فیہ (مبیع) کی ادائیگی کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے۔ کم از کم ایک ماہ کی مبیعہ مقرر کی جائے اجل معلوم کے الفاظ سے یہ بھی واضح ہوا کہ بیعِ مسلم میں مسلم فیہ (مبیع) کا جو بل ہو نا ضروری ہے تو اگر فی الحال مبیع کو دے دیا تو بیعِ مسلم ختم ہو جائیگی۔

بَابُ السَّلَامِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

باب ایسے شخص سے سلام کرنا جس کے پاس اصل ہی نہیں ہے۔

حضرت محمد بن ابی حمالہ سے مروی ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی اوفی کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آنحضرتؐ کے عہد میں گہیوں کی بیع سلم کرتے تھے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے انباط کے ساتھ گہیوں جو ار، زیتون کی متعین پیمانے اور متعین مدت کے لئے بیع کیا کرتے ہیں میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیع کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہ تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبدالرحمن بن ابی کی خدمت میں بھیجا میں نے ان سے بھی پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے عہد مبارک میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کی کھیتی بھی ہے یا نہیں۔

(بخاری)

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمَجَالِسِ قَالَ بَعَثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ وَابْنُ مَرْزُوقٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَقَالَا سَلِّمْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُونَ فِي الْخِطَّةِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا نَسَلِّمُ نَبِيَّ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْخِطَّةِ وَالشَّعِيرِ وَالرَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ قُلْتُ إِنْ مِنْ كَانَ أَصْلٌ عِنْدَكَ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَوْفَلٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ نَسْأَلُهُمْ أَتَاهُمْ حَدَّثَ أَمْ لَا۔

فوائد ومسائل

عنوان میں اصل کا لفظ ہے گندم وغیرہ کیلئے کھیتی کو اصل اور پھلوں کیلئے درخت کو اصل کہتے ہیں۔ بعض شارحین یہ کہتے ہیں کہ عنوان میں یہ لفظ مسلم فیکے لئے استعمال ہوا ہے۔

نَبِيَّ أَهْلِ الشَّامِ نَبِيَّ سے مراد شام کے کاشتکار ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نَبِيَّ سے مراد وہ عربی جو عجم منتقل ہو گئے اور کچھ روم چلے گئے جسکی وجہ سے وہیں ان کے بیاہ شادیاں ہوئیں اور عربی کی جگہ رومی وغیرہ بولنے لگے۔ جو عجم ہو گئے تھے۔ عراق کے علاقہ میں مقیم ہوئے اور جو روم گئے تھے شام کے علاقہ میں آباد ہو گئے۔

(۲) مقصود حدیث یہ بتانا ہے کہ جن لوگوں سے بیع سلم کا معاملہ کیا جاتا ہے انکے متعلق ہم یہ معلوم نہیں کرتے تھے کہ ان کے اپنے ذاتی باغ یا کھیت ہیں یا نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مسلم فیکہ

وقت عقد سے وقت ادائیکہ بازار میں موجود ہونا شرط ہے اگر وقت عقد یا ادائیکہ کے وقت یا درمیان میں کسی وقت بھی مسلم فیہ بازار میں معدوم ہوگئی تو بیع باطل ہو جائے گی۔

میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کھجور کے درخت پر پھیل بیچنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کے لئے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کا وزن نہ کیا جاسکے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا چیز وزن کی جائے گی۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اندازہ کرنے کے قابل ہو جائے۔

قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ قَالَ فَهِيَ النَّبِيءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُؤْذَنَ فَقَالَ السَّلَامُ لَا وَآخَى شَيْءٌ يُؤْذَنُ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ حَتَّى يُحْذَرَ -

فوائد و مسائل | اس حدیث سے فقہار کوفہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ثوری اور اوزاعی علیہم الرحمہ نے یہ استدلال فرمایا کہ بیع سلم اسی صورت میں درست اور جائز قرار پائے گی جبکہ مسلم فیہ وقت عقد سے لے کر وقت ادا اور اس کے درمیان عرصہ میں بازار میں برابر دستیاب ہوتی رہے اگر مسلم فیہ وقت عقد یا وقت ادا کے یا اس کے درمیان حصہ میں بازار سے معدوم ہوگئی تو بیع سلم بھی باطل ہو جائیگی۔

بَابُ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ — باب کھجور کے درخت کی بیع سلم کے متعلق

ابوالبختری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کھجوریں جب کہ وہ درخت پر ہی لگی ہوئی تو بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا جب تک وہ کسی قابل نہ ہو جائے اس کی بیع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو اوصار نقد کے بدلے بیچنے سے بھی منع کیا۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھائی نہ جاسکے یا جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھائے۔

عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ فَقَالَ فَهِيَ النَّبِيءُ الثَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَسَائِي نَسَاءً يَنَاجِزُ وَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ فَقَالَ فَهِيَ النَّبِيءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يُؤْذَنَ -

فوائد ومسائل | اس مضمون کی احادیث سے امام مالک علیہ الرحمہ نے یہ استدلال فرمایا کہ معین باغ معین درخت کے پھلوں کی بیج سلم پھلوں کے قابل انتفاع ہونے کے بعد جائز ہے۔ لیکن اصناف کا مؤقت یہ ہے معین باغ اور معین درخت کے باوجود یہ بیج درست نہیں کیونکہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کا وزن معلوم ہے اور مکمل معلوم ہے اور بیج سلم کے حوازی کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں وزن معلوم اور مکمل معلوم کی شرط مائد فرمائی ہے تو وزن معلوم اور مکمل معلوم کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے یہ بیج جائز نہیں۔ علامہ ابن منذر فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم نے معین باغ کی پھلوں میں بیج سلم کو ناجائز قرار دیا ہے نیز ابن حبان حاکم و بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام کی حدیث روایت کی ہے کہ انھوں نے بھنورہ نبوی عرض کیا فلاں باغ کی معین کھجور مقرر وقت کے لئے بیج کر دیں تو آپ نے فرمایا۔

متین باغ سے نہیں بلکہ مکمل معلوم اور مدت متینہ کے لئے بیج سلم کرتا ہوں۔

لا ابيعك من حائط مسلمی بل
ابيعك اوسقا مسامة الى اجل
مسومی۔

بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلْمِ — باب بیع سلم میں رہن کے متعلق

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَأَذْهَقَهُ مِنْهُ دِينَارًا مِنْ حَدِيدٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک متین مدت تک کیلئے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوبہ کی زرہ رہن رکھ دی۔

فوائد ومسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ مسلم فیہ کے مقابل میں رب السلم اگر کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھے تو یہ جائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے وقت معین کیلئے گندم خریدی اور اس کے پاس اپنی زرہ بطور رہن رکھ دی۔

بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلْمِ — باب بیع سلم میں ضمانت دینا

اس عنوان کے تحت امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی لوبہ کی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

قائد و مسائل

علامہ کرمانی نے فرمایا عنوان سے مناسب حدیث میں اگرچہ کوئی لفظ نہیں ہے تاہم عنوان ہے اس حدیث کی مناسبت یوں ہے کہ عنوان میں کفالت سے مراد ضمانت ہے اور مرہون بھی فرض کا ضامن ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح میں رہن درست ہے۔ اس میں کفالت بھی درست ہے اور اس میں کفالت صحیح ہے اس میں بہن بھی صحیح ہے۔ اخلاف کا بھی یہی مسلک ہے کہ مسلم فیکر دمولیٰ کیلئے رب المسلم اس سے کفیل (ضامن) لے سکتا ہے۔

بَابُ السَّلَامِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

باب بیع مسلم متعین مدت تک کے لئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ پہلوں میں دو اور تین سال تک کے لئے بیع مسلم کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی ہدایت کی کہ پہلوں میں بیع مسلم متعین یہاں سے دو متعین مدت کے لئے ہوئی جائیے۔ ابن نجیح کی روایت میں ہے کہ یہاں سے دو دن کی تعیین کے ساتھ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُوَ يُسَلِّحُونَ فِي الثَّمَلِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ اسْلِفُوا فِي الثَّمَلِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَتَالَ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَدَنَانٍ مَعْلُومٍ۔

قائد و مسائل

واضح ہو کہ بیع مسلم ایسی بیع ہے جس میں قیمت پہلے دے دی جاتی ہے اور وہ سامان جو فروخت کیا گیا بعد میں حوالہ کیا جاتا ہے۔ یعنی اصل کی غیر موجودگی میں خرید و فروخت ہو جاتی ہے اسی لئے اسکے لئے ضروری ہے کہ مقدار جس سے اصل مال اور جس جگہ و مقام پر وہ مال خریدار کے حوالہ کیا جائیگا سب کی تعیین پوری طرح کر دی جائے تاکہ اصل اس طرح متعین ہو جائے کہ گواہ سامنے ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے تعیین کر دی گئی ہے۔ اسی لئے تمام اموال میں یہ بیع نہیں جلتی صرف انہیں چیزوں میں جلتی ہے جو نامی اور قوی جا سکیں یا انہیں شمار کیا جاسکے اور باہم ان وعدہ و ات میں کوئی خاص فرق نہ ہو تاہم اصل مقصد یہ ہے کہ چونکہ اصل مال موجود نہیں ہے اس لئے انہیں صورتوں میں یہ بیع کی جائے جنہیں بعد میں اصل مال خریدار کو دیتے وقت کوئی نزاع نہ پیدا ہو سکے۔

عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَجَّالٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ سُلَيْمٍ أَنَبُو سُبُوحَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْأَنْزَلِيِّ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنِ أَبِي آدْفٍ فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ فَقَالَا كُنَّا نَصِيبُ الْمَخَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَأْتِينَا نَبَاطٌ مِنَ الْأَنْبَاطِ الشَّامِ نُسَلِّفُهُمْ فِي الْخَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّرْبِيبِ

حضرت محمد بن مجالد نے کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شہاد نے عبدالرحمن بن ابی انزی اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا میں نے ان دونوں حضرات سے بیع مسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غنیمت کا مال پاتے پھر شام کے انبساط ہمارے یہاں آتے تو ہم ان سے کہہ سکتے۔ جو اور متقی کی بیع مسلم ایک مدت متعین کر کے کیا کرتے

إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالِ أَقُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ
أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ
قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ

تھے! انھوں نے بیان کیا کہ میر میں نے پوچھا کہ ان کے پاس
اس وقت یہ چیزیں ہو جو دوسری ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انھوں
نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے ہی نہیں تھے۔

قوائد و مسائل واضح ہو کہ بیع سلم میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس مال کی بیع کی جاتی ہے وہ بیچنے والے کے پاس فی الحال
موجود بھی ہو یا اس کی ملک میں ہو بلکہ اتنا کافی ہے کہ بیچنے والا اسے وقت مقررہ پر دینے کی قدرت رکھتا ہو خواہ بازار سے
خرید کر دے۔ اسی لئے فقہاء احناف نے یہ شرط لگائی ہے کہ بیع سلم اس چیز میں درست ہوگی جبکہ وہ چیز
وقت عقد سے لے کر وقت ادائیگ بازار میں مسلسل دستیاب رہے تاکہ مسلم الیہ (باعث) کے پاس وہ چیز نہ بھی ہو تو
وہ وقت معینہ پر بازار سے خرید کر (مسلم لہ) مشتری کو دے سکے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ
وَالْحُسَيْنُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي
الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسَعْرِ مَعْلُومٍ إِلَى
أَجَلٍ مَعْلُومٍ مَا لَكُمْ يَكُ ذَلِكَ فِي زَرْعٍ
لَوْ بَدَّ صَلَاحُهُ

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ اور اسود
حسن رحمہما نے یہی کہا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ ایسے غلام جس کے اوصاف بیان کر دیئے گئے ہوں۔
اگر اسکی قیمت متعین ہو اور متعین مدت تک کے لیے اور
ناچختہ کھیتی کی شکل میں نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

قوائد و مسائل ان تمام احادیث میں بیع سلم کی شرائط کا بیان ہے خلا یہ کہ اس مال کی مجلس اور قدر کا بیان مسلم فیہ
کے حاضر کرنے کی میعاد اور اسکی صفت اور مقدار کا بیان جیسا کہ احادیث زیر عنوان کے الفاظ
فی کبیل مَعْلُومٍ۔ فی زَرْعٍ مَعْلُومٍ۔ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ۔ اور فی الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسَعْرِ مَعْلُومٍ
کے الفاظ سے واضح ہو جاتا ہے۔ بیع سلم سے متعلق جس قدر احادیث امام بخاری نے ذکر کی ہیں ان سب کا خلاصہ فقہاء
تبادلہ میں بیان کیا جا چکا ہے اسے بغور پڑھ لیا جائے تو احادیث زیر عنوان کا مطلب و معنی سمجھ کر سامنے آجاتا ہے
مسلم فیہ کی صفت اور مقدار کے تعین و بیان کی شرط سے یہ بھی واضح ہوا کہ بیع سلم حیوانات میں جائز نہیں خواہ وہ چوپائے
ہوں یا پرندہ چرند کیونکہ حیوانات کی صفت و قدر کا انضباط نہیں ہو سکتا۔

بَابُ السَّلَامِ إِلَى أَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ — باب اونٹنی کے بچہ جننے تک کیلئے بیع سلم کے متعلق

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ
حمل کے ہونے کی مدت تک کے لیے بیچتے تھے تو نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، تا فاعجب لعل الجملۃ کی تفسیر
یہ کہ "یہاں تک کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ اُسے
جن لے۔"

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانُوا يُبَيِّعُونَ الْحَبْرُوسَ
إِلَى حَبْلِ الْحَبْلَةِ فَخَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَرَأَ نَائِمٌ أَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ
مَا فِي بَطْنِهَا

قوائد و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ بیع سلم غیر معین تاریخ جس میں ابہام ہو درست نہیں۔ اولیٰ کے کتنے عرصہ میں بچہ ہوگا۔ اسکی صحیح تاریخ اور وقت کا یقینی تعین نہیں ہو سکتا صرف اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال میعاد کا واضح اور غیر مبہم ہونا معتد بہ بیع سلم کیلئے لازمی شرط ہے۔

شفعہ کا بیان

شفعہ - شفعہ سے اس کے معنی جوڑنے ملانے کے ہیں۔ اسی لیے جنت مدد کو شفعہ کہتے ہیں اور طاق کو درز۔ قرآن مجید میں وَالشَّفْعُ وَالْوَسْطُ کے الفاظ آئے ہیں ۲۔ غیر منقول جائداد کو جس شخص نے جتنے میں خرید اتنے ہی ہیں اس جائداد کے مالک ہونے کا حق جو دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں اور جس شخص کو یہ حق حاصل ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں ۳۔ رضی نے جن دموں میں یہ جائداد خریدی ہے شفعہ کو اتنے ہی میں ملے گی ۴۔ ہبہ، صدقہ، میراث، وصیت کی رو سے جائداد حاصل ہوئی تو ان پر شفعہ نہیں ہو سکتا ۵۔ شفعہ اس جائداد میں ہوگا جس کا انتقال عقد معاوضہ (یعنی بیع یا معنی بیع) کے ذریعہ ہو ۶۔ شفعہ صرف جائداد منقولہ میں ہو سکتا ہے۔ جیسے مکان، زمین، حمام، کنواں، دکان، چھوٹی کوٹھری اگرچہ یہ چیزیں قابل تقسیم نہ ہوں ۷۔ مرد و عورت بالغ ہوں یا نابالغ۔ سب کو حق شفعہ حاصل ہے۔ نابالغ یا مجنون کی طرف سے اس کا دلی پیروی کرے گا ۸۔ منقولات میں شفعہ نہیں۔

مواثبت، تقریر، تملیک

طلب شفعہ کی تین قسمیں ہیں

۱۔ طلب مواثبت یہ ہے کہ جیسے ہی اس کو اس جائداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً اسی وقت یہ ظاہر کرنے کے میں طالب شفعہ ہوں۔ اگر علم ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔ ہنتر ہے کہ مواثبت پر گواہ بنا لے تاکہ منادعت کی قوت نہ آئے۔ طلب مواثبت کے بعد اٹھادس کو تقریر بھی کہتے ہیں کہ مرتبہ اس کی صورت ۲۔ طلب تقریر۔ یہ ہے کہ شفعہ مانع یا مشتری یا اس جائداد مبیعہ کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفعہ ہوں اور اس سے قبل طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب پھر طلب کرتا ہوں۔ تم لوگ اس کے گواہ رہو اور اس وقت ہے کہ مبیعہ کے پاس طلب اٹھادس کرے اور اگر مشتری کے پاس کرے تو یہ کہے کہ تو نے فلاں جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفعہ ہوں اور مانع کے پاس یوں کہے کہ تم نے فلاں جائداد فروخت کی ہے اور میں فلاں سبب کی بنا پر اس کا شفعہ ہوں۔ واضح ہو کہ طلب مواثبت میں ادنی تاخیر شفعہ کو باطل کر دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص باوجود قدرت کے طلب اٹھادس کرے تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ یعنی اگر بغیر طلب اٹھادس قاضی کے ہاں دعویٰ کر دیا تو شفعہ کا حق ساقط ہو جائیگا۔

طلب تملیک

مذکورہ بالا دو طلبوں (مواثبت و تقریر) کے بعد طلب تملیک کا مرحلہ آتا ہے یعنی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنا کہ میں اس جائداد میں شفعہ ہوں۔ یہ جائداد مجھے دوائی جائے تو اگر شفعہ کی تمام شرائط پائی جائیں گی تو قاضی شفعہ کے حق میں یہ فیصلہ کرے گا کہ مشتری نے جس دام میں جائداد خریدی ہے۔ اسی دام میں شفعہ دینا ہی چاہئے کہ طلب تملیک میں بلا عذر تاخیر کر دینے سے شفعہ کا حق باطل ہو جاتا ہے؛ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کی مدت ایک ماہ مقرر کی ہے۔ بعض

کتب فقہ میں اس کی تصریح ملتی ہے (رد مختار)

شفعہ کے تین سبب ہیں شریک۔ جس کی مدد میں شرکت ہو مثلاً ایک مکان یا زمین دو افراد کی مشترکہ ملکیت ہے۔ ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو حق شفعہ پہنچتا ہے۔ غلیط۔ وہ ہے جس کی بیع میں تو شرکت نہیں ہے مگر حق بیع میں شرکت ہے۔ مثلاً دونوں کا ایک ہی راستہ ہے یا دونوں کے حکمت میں ایک ہی نال سے پانی آتا ہے۔ جارح ملاحق وہ ہے جس کے مکان کی چھت دوسرے کے مکان میں ہو۔ حق شفعہ میں سبب مقدم شریک ہے۔ اس کے بعد غلیط اور اس کے بعد جارح ملاحق کو شفعہ کا حق ملے گا۔ یعنی جو سبب قوی ہو اس کو مقدم کیا جائے گا ۶۔ شریک یا پڑوسی کو جائیداد کے منافع اور مضرتوں سے ایک گونہ تعلق متروک ہوتا ہے۔ اگر ایسا شخص جارح اور غریب سے جو سبب و کردار اور اخلاق کے لحاظ سے غراب ہو یا لچر خندہ بدماش، جرائم پیشہ اور منشیات کا دھند کرنے والا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا غریب یا روایا جان بن جائیگا۔ شریعت اسلامیہ کے ایسے ہی مصالح کی بنا پر شریک یا پڑوسی کو شفعہ کا حق دیا ہے مگر افسوس فی زمانہ اغراض فاسدہ کے لیے حق شفعہ کو استعمال کیا جا رہا ہے (الامام شہداء اللہ) لوگ شفعہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ بائع یا مشتری کو ملکیت میں کریں اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ اس نیت سے شفعہ کرنے والے بلاشبہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لیے حقوق مسلمین کے دلائل شرعیہ پر غور و فکر کر کے مرتجع قاضی و علماء کو اغراض مذکورہ کے لیے حق شفعہ کو استعمال کرنا والوں کے حق کو باطل قرار دینے کے لیے قانون بنانا چاہیے اور میرے خیال میں جن مصالح کی بنا پر شریعت نے شریک و پڑوسی کو شفعہ کا حق دیا ہے انہیں مصالح کے تحفظ کے لیے ایسا قانون بنایا جاسکتا ہے۔ فافهم

بَابُ الشُّفْعَةِ فِي مَالٍ يُقْسَمُ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ

باب، شفعہ کا حق ان چیزوں میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہوں۔ تحدید ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي مَالٍ يُقْسَمُ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَهَضِرَتْهُ الْأَطْرُقُ فَلَا شُفْعَةَ (بخاری)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیے گئے تو پھر حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا۔

نواد و مسائل | مطلب حدیث یہ ہے کہ شفعہ ہر غیر منقسم چیز میں ہے اور جب حدود متعین ہو گئے اور راستے مقرر کر دیئے گئے۔ یعنی تقسیم کے بعد ہر ایک کا راستہ جدا جدا ہو گیا تو اب شفعہ نہیں۔ یعنی اس چیز میں شرکت کی

ضروری نوٹ :- شفعہ کے اہم جزئیات کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فائدہ مند ثابت ہوگا۔ چارہ ج ۲ ص ۳۴ ،
 پانچ ج ۵ ص ۵ چارہ ج ۳ ص ۳۳ و ۳۴ - بحوالہ اوراق ۸ ص ۱۳۱ پانچ ج ۵ ص ۵ رد مختار ج ۵ ص ۱۵۲ و ۱۵۳ ،
 پانچ ج ۵ ص ۲۸۶ ، ۵ ، زمینی علی المدینہ شرح ذیاریہ - مبسوط عالمگیری ، فتح القدیر کتاب الشفعہ

بنیاد پر شفعہ کا حق متنازعہ اب نہیں رہا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ شفعہ کا حق صرف شریک کو ہے۔ جار (پڑوسی) کو نہیں ہے کیونکہ حدیث میں شریک کا ذکر ہے جار کا نہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ جار کا ذکر اگرچہ اس حدیث میں نہیں ہے مگر ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث میں جار کے لیے حق شفعہ کا ذکر ہے۔ ترمذی کی حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ **حَجَّارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ** اور طبرانی و مسند احمد و ابن ابی شیبہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ **حَجَّارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِشَفْعَةِ الدَّارِ** اور نسائی و ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَرْضَنِي كَيْسَ فِيهَا لِاحِدٍ شَرِكٍ وَلَا قَسَمٍ إِلَّا الْجَوَارُ قَالَ الْحَجَّارُ أَحَقُّ بِشَفْعِهِ
میری زمین میں نہ کوئی شریک ہے نہ قسم دار صرف جار (پڑوسی) ہے۔ فرمایا جار حق دار ہے بوجہ قرب کے

اس بنا پر حضرت امام اعظم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے شریک کو پھر شریک فی حق المبیع یعنی غلیط کو پھر (جار ملاحق) کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ بائع میں ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **الشَّرِيكُ أَحَقُّ مِنَ الْخَلِيطِ وَالْخَلِيطُ أَحَقُّ مِنْ غَيْرِهِ** بدائع ج ۵ ص ۵۵ خافہم

۳۔ یہ اور اسی مضمون کی متعدد حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ شفعہ کا حق شریک یا پڑوسی کو حاصل ہے۔ ورنہ اور مضارع شفعہ نہیں بن سکتے۔ شفعہ کی حدیثوں میں ورنہ اور مضارع کے لیے حق شفعہ کا ذکر نہیں ہے علاوہ انہیں قتال غلغار را شیدین و صحابہ کرام سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

بَابُ عَرْضِ الشَّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَدِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شَفْعَةَ لَهُ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بَيْعَتْ شَفْعَةً، وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يَغْيِرُهَا فَلَا شَفْعَةَ لَهُ (بخاری)

باب۔ شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے بیچنے سے پہلے شفعہ کی پیش کش۔ حکم نے کہا کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دیدی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شعبی نے فرمایا کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس میں بیچ کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

۱۔ حکم بن عقیبہ کہتے ہیں اگر حق شفعہ رکھنے والے نے بائع کو جائیداد فروخت کرنے کی اجازت دیدی تو اسی صورت میں حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ جائیداد کی فروخت کے وقت

شفیع موجود ہو اور اعتراض نہ کرے تو اسی صورت میں حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔ ————— سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ جیسے ہی جائیداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً بلانا یا خرید یا ہر کر دینا ضروری ہے کہ میں طلب شفعہ ہوں اور اس طلب پر لوگوں کو گواہ بھی بنالے اور اگر علم ہونے کے بعد اس نے فوراً طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہیگا الغرض طلب مواثر میں ادنی تاخیر بھی شفعہ کو باطل کلاتی ہے۔ اگر طلب مواثر یا طلب الشہادہ نہ کرے یا حق شفعہ سے دستبردار ہو جائے مثلاً بائع سے یا مشتری سے یا وکیل مشتری سے۔ جائیداد پر مشتری کے قبضے سے قبل یا بعد میں یہ کہ جس حق شفعہ سے دستبردار ہوتا ہوں تو سب باطل ہو جائیگا۔

یہی اگر شفعہ نے یہ کہا کہ میں شفعہ باطل یا ساقط کرتا ہوں یا اگر نابالغ کے لیے حق شفعہ تھا۔ اس کے باپ یا وصی نے کہا۔ میں شفعہ سے دستبردار ہوتا ہوں تو شفعہ باطل ہو جاتے گا۔ مگر امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دستبرداری عقیدہ بیع کے بعد ہونی ضروری عقیدہ بیع سے قبل اگر دستبردار ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حق شفعہ باطل نہیں ہوگا اور مختار عالمگیری و مرقاۃ امام کا یہ موقف عقلاً و نقلاً اس لیے قوی ہے کہ شفعہ کا حق زمین یا مکان کی فروختگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ فروختگی سے قبل نہیں نافذ۔

حضرت عمرو بن شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ سعد بن محرز رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے ایک شانے پر رکھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں انہیں تم خرید لو۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا! میں تو انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر سرور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں خریدنا ہوگا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا اور وہ بھی قسط وار۔ ابورافع نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ مختار ہے تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر

اِذْ جَاءَ اَبُو رَافِعٍ مَوْلَاكَ مَكَتًى مَكَتًى مَكَتًى
وَسَكَتُمْ فَقَالَ يَا سَعْدُ اَنْتَ مَرْغُوٌّ بِبَيْعِي فِي
دَارِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ مَا اَبْتَا عَمَّهَا فَقَالَ
اَلَمْ يَسُوْرُوْا اللّٰهَ لَتَبْتَا عَمَّهْمَا فَقَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ
لَا اَنْ يَنْدِكَ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَلَاةٍ مُّنْجَمَةٍ اَوْ
مُقَطَّمَةٍ قَالَ اَبُو رَافِعٍ لَقَدْ اَعْطَيْتُ بِهَا
خَمْسِمَاةٍ دِيْنَارٍ قُلُوْا لَا اَنْ يَسْمَعَتْ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ
بِسَقِيَةٍ مَا اَعْطَيْتُكُمْ بِهَا يَارَبْعَةَ اَلَاةٍ
وَ اَنَا اَعْطٰى بِهَا خَمْسِمَاةٍ دِيْنَارٍ فَاَعْطَا
هُمَا اَيَّاهُ (بخاری)

(بخاری)

نہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار اس کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں مکان ابورافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔

اس حدیث سے واضح ہوا۔ جار ملاصق کو پڑوسی کے حق شفعہ حاصل ہے۔ ترتیب یہ ہے۔ سب سے پہلے شریک۔ پھر خلیفہ پھر جار ملاصق کو۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہوا۔

بَابُ اَيُّ الْجَوَارِ اقْدَبُ

باب شفعہ کا کرب پڑوسی زیادہ محتدار ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں۔ میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنْ لِيْ
جَارَيْنِ فَالْاَيُّهُمَا اُهْدِيْ مَا لِيَ اِلَيْهِ
اَشْرَبُهُمَا مِنْكَ بَابَا

(بخاری)

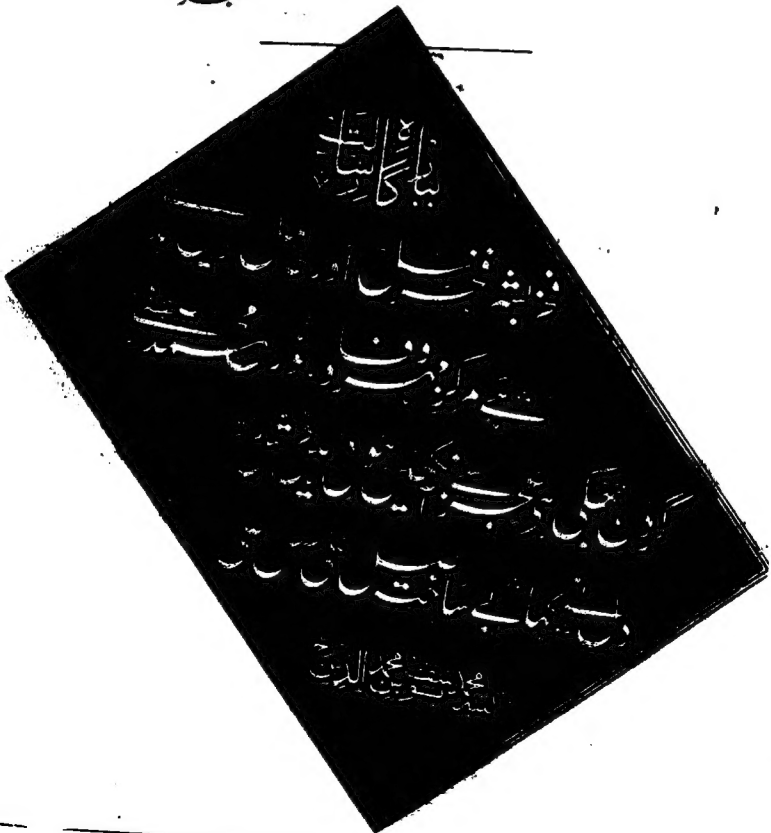
فوائد و مسائل | اگرچہ اس حدیث میں ہدیہ کا ذکر ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہدیہ وغیرہ میں بھی پڑوسی کو ترجیح

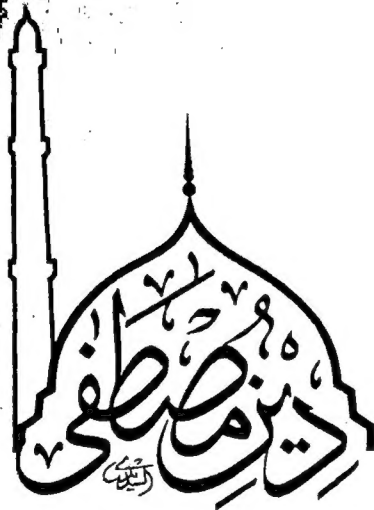
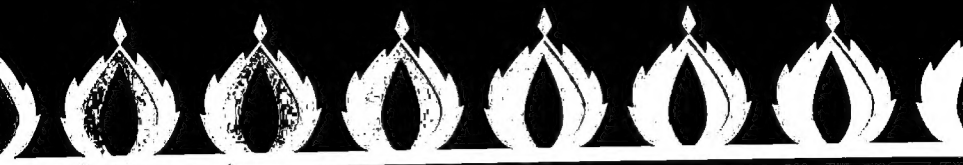
دیسی چاہیے جس سے اس درجی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ حق شفعہ جاری ملاصق کو پہنچا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو
 بسم اللہ میں درج کر کے یہی واضح کیا ہے۔ الحمد للہ بخاری شریف پارہ ہفتم کی تفہیم و ترجمانی ہو گئی۔ اہل علم سے گزارش ہے
 کہ پارہ ہفتم اور اس سے قبل کے پاروں کی تفہیم و ترجمانی میں کوئی غلطی نظر آئے تو بچے ضرور مطلع کریں۔ انشاء اللہ العزیز العالیٰ
 میں اس کو درست کر دیا جائیگا۔

اب انشاء اللہ العزیز پارہ ہفتم کی تفہیم و ترجمانی کی طرف توجہ مبذول کر رہا ہوں۔ قارئین کرام۔ عافیا میں کہ اللہ تعالیٰ اپنے
 حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل صحت و سلامتی کے ساتھ تکمیل کی توفیق رفیق عطا فرماتا رہے۔ فالحمد للہ رب العالمین

سید محمود احمد رضوی

دسمبر ۱۹۸۵ء





عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ

بِالْمَعْتَمَدِ

صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی

